بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (۲۲)

بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے

جہانِ امام ربانی

قدس سرہ مجدد الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیم اوّل

زیرِ سرپرستی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

معاونین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا محمد اقبال مجددی
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

خطاطی
محمد عالم مختار حق

امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ (روم: ۲۲)

بیشک اس میں نشانیاں ہیں جاننے والوں کے لیے،

جہانِ امامِ ربّانی

کوہِ علم

مجدّدِ الفِ ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ

اقلیمِ اوّل

افتتاحیہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

مرتبین

صاحبزادہ ابو السرور محمد مسرور احمد

مولانا جاوید اقبال مظہری

ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

نظرِ ثانی

محمد عالم مختار حق

امامِ ربّانی فاؤنڈیشن کراچی
اسلامی جمہوریہ پاکستان
۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء

(جملہ حقوق طباعت بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام .... جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
مرتبین .... صاحب زادہ ابو السرور محمد مسرور احمد
مولانا جاوید اقبال مظہری
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
افتتاحیہ .... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
نظر ثانی .... محمد عالم مختار حق
جلد .... اول (کامل سیٹ سات جلدیں)
تصحیح .... علامہ محمد ظفر احمد نقشبندی، علامہ رضوان احمد مسعودی، مولانا جاوید اقبال مظہری، مولانا علی انور بگھیو مسعودی، محمد عبد الستار طاہر مسعودی، مولانا اقبال احمد اختر القادری، مقصود حسین قادری، سیدہ حنا مسعودی، سیدہ صبا مسعودی، سیدہ سمیعہ شاہد، سیدہ ربیعہ شاہد
حروف ساز .... سید شعیب افتخار مسعودی، سید سلمان افتخار، حبیب احمد، سید محمد انیس مسعودی
طابع .... جاوید اقبال مظہری
مطبع ....
طباعت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء
اشاعت .... اوّل (ایک ہزار)
ناشر .... امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
ہدیہ ....

ناشر

امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی

اے۔۱، پلاٹ نمبر ۲۳، اسٹیڈیم لین نمبر ۴، خیابان شمشیر، فیز ۷، ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، فون ۵۸۴۰۹۹۳_۰۲۱
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

ملنے کے پتے

- ☆ ادارۂ مسعودیہ......۲/۶، ۵۔ای، ناظم آباد، کراچی۔فون ۰۲۱_۶۶۱۴۷۴۷
- ☆ ضیاءالاسلام پبلی کیشنز......ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ آف ایم۔اے۔جناح روڈ، کراچی، فون ۰۲۱_۲۲۱۳۹۷۳
- ☆ ضیاءالقرآن پبلی کیشنز......۱۴۔انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی۔فون ۰۲۱_۲۶۳۰۴۱۱
- ☆ مکتبہ غوثیہ ہول سیل......پرانی سبزی منڈی، یونیورسٹی روڈ، نزد پولیس چوکی محلہ فرقان آباد، کراچی۔فون ۰۲۱_۴۹۲۶۱۱۰
- ☆ المختار پبلی کیشنز......۲۵۔جاپان مینشن، ریگل، صدر، کراچی، فون ۰۲۱_۷۷۲۵۱۵۰
- ☆ فرید بک اسٹال......۳۸۔اردو بازار، لاہور۔فون ۰۴۲-۷۲۲۴۸۹۹
- ☆ مکتبہ جامعہ نقشبندیہ بستان العلوم......کڈہالہ (مجاہد آباد)، براستہ گجرات، آزاد کشمیر، اسلامی جمہوریہ پاکستان

- ☆ Khalifa Muhammad Yahya, Roza Shareef, Sirhind, District Fatehgarh, Pin code-140406. (INDIA) Ph:01763-30144.
- ☆ Dr. Mufti Muhammad Mukarram Ahmed, Nusratul Islam Educational Society, Masjid Fatehpuri, Delhi-6, (INDIA)
- ☆ Mr. Masood Ahmed Ashrafi, Chairman, Global Islamic Mission, 335, Walnut Street # 2, Yonkers New York-10701 (U.S.A)
- ☆ Mr. Munir Hussain Masoodi, 46-Holly Lane Smethwich, West Midlands B67 7JD. (U.K)
- ☆ Mawlana Muhammad Qamaruddin Rizvi, Maktaba-i-Rizvia, 423-Matia Mahal, Jama Masjid Delhi 110006, (INDIA) Ph: 23264524.
- ☆ Abdul Aziz Siddiqui, 20 Chatripura, Main Road, Indoor (M.P) INDIA.

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقرأ وربك الاكرم الذي

علم بالقلم

کتبہ گوہر قلم ۱۹۸۶

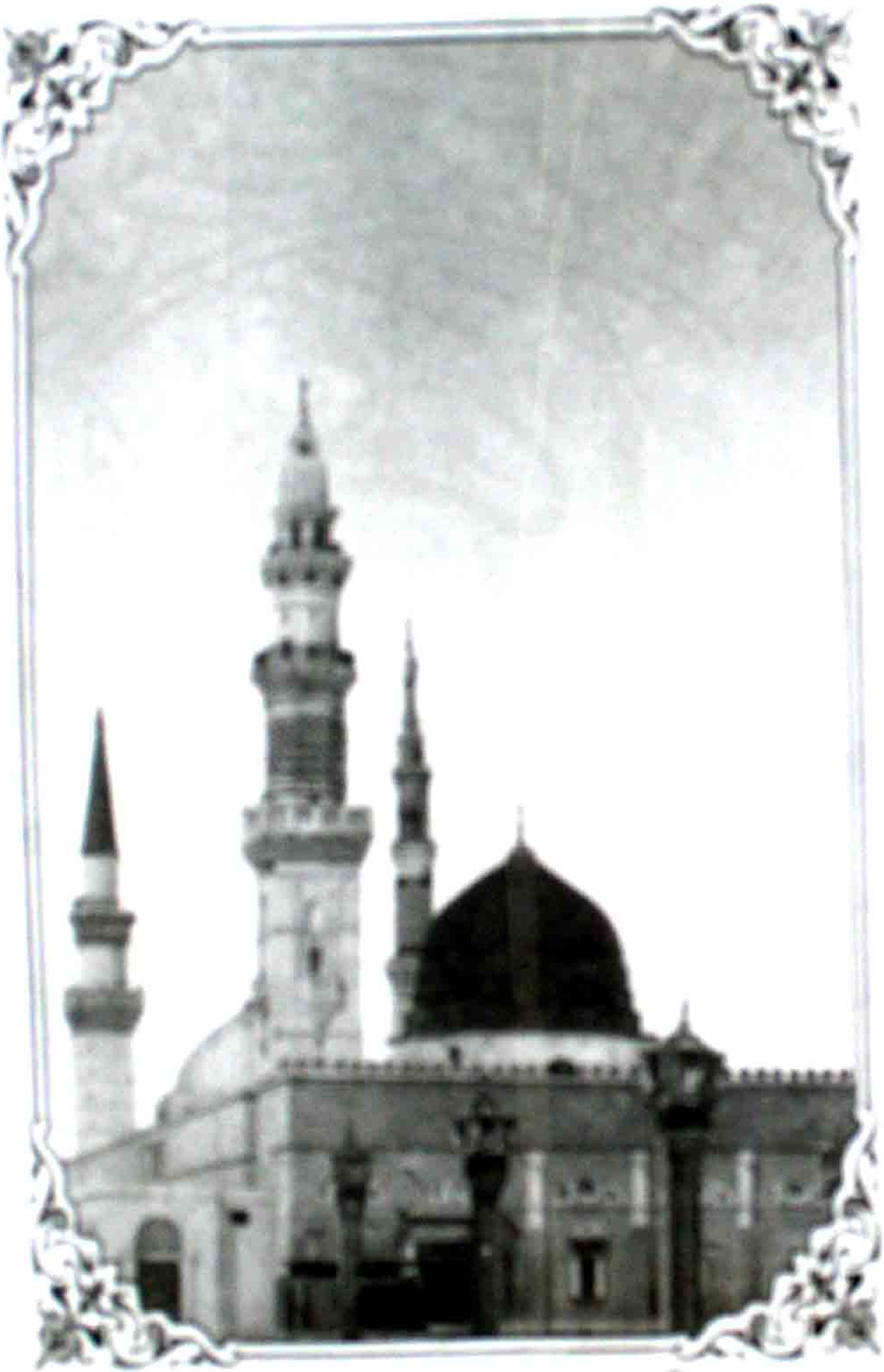

گنبدِ خضراء مدینہ منورہ ۔ سعودی عرب

انتساب

☆☆

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے

قافلہ سالار

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نام

جنہوں نے......

☆......محبوب رب العالمین کو اپنا محبوب بنایا اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے

☆......اپنا مال قربان کیا، اپنی اولاد قربان کی اپنی جان قربان کی

☆......جو زندگی بھر ساتھ ساتھ رہے‘ غار ثور میں ساتھ رہے اور بارگاہ الٰہی سے ’’صاحب‘‘ کا لقب پایا

☆......جنہوں نے جانِ جاناں کی مفارقت کا غم برداشت کیا

☆......جھوٹے نبیوں سے جنگ کی‘ زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جنگ کی

☆......فقیری میں شاہی کی

☆......قوی کو کمزور جانا‘ کمزوروں کو قوی بنایا

☆......جانِ جہاں کا ہر حکم مانا، کوئی حکم نہ ٹالا

☆......جن کی نگاہوں میں وہی بسے ہوئے تھے جو دو جہاں کا نور ہیں (مرتبین)

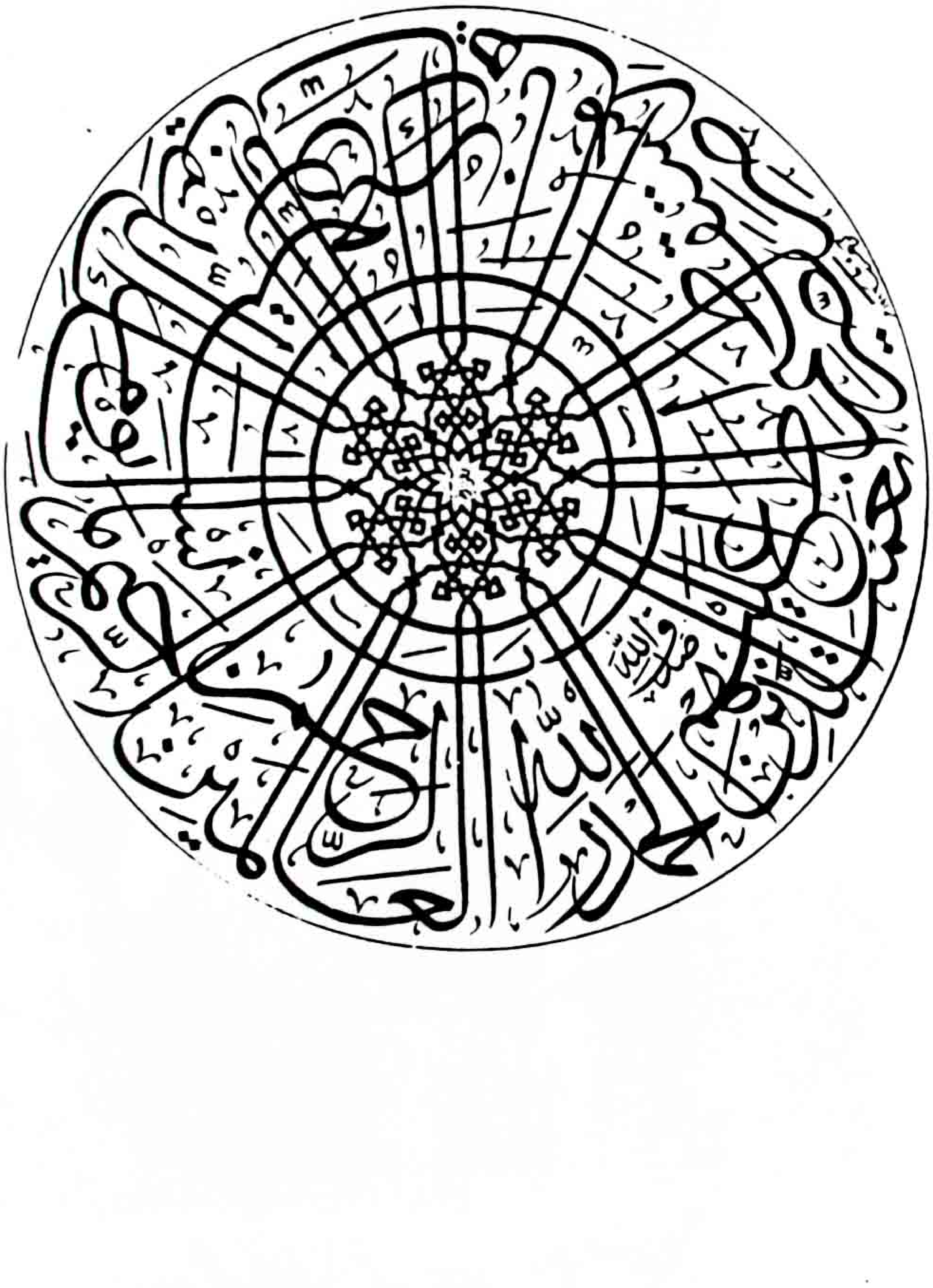

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہان امام ربانی

اقلیم اوّل

خدا کے دوست ہیں وہ رسول اللہ کے نائب ہیں
اُنہی نے خود لقب بخشا مجدد الف ثانی کا

(احمد حسین مجددی)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

...... تقدیم	صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد	۴۱
...... ابتدائیہ	مولانا جاوید اقبال مظہری	۵۹
...... افتتاحیہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد	۶۹

کشورِ اوّل

...... اشعارِ مبارکہ	امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۱۹
...... حمد باری تعالیٰ	کیف بنارسی	۱۲۰
...... نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۲۱
...... منقبت	عابد حسین عابد سہسوانی	۱۲۳
...... نذرانۂ عقیدت	خواجہ عبداللہ بن خواجہ باقی باللہ	۱۲۵
...... رحمت کے دریچے		۱۲۷
فوزِ عظیم		۱۲۷
اخبارِ غیبیہ		۱۲۸
نورِ عظیم الشان		۱۲۹
مقامِ شفاعت		۱۳۰
حدیثِ صلہ		۱۳۱

تشکر و امتنان ۱۳۲
نوید محبوبیّت ۱۳۳
۞ ...... مثنوی شریف در شان مجدد الف ثانی — خواجہ محمد ہاشم کشمی ۱۳۵
۞ ...... آمد آمد سے پہلے ۱۴۰
القائے ربانی بہ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ ۱۴۰
شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ ۱۴۰
شیخ خلیل اللہ بدخشی علیہ الرحمۃ ۱۴۱
شیخ عبداللہ قطب علیہ الرحمۃ ۱۴۱
شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ ۱۴۲
القائے ربانی بہ شیخ سلیم چشتی، شیخ نظام نارنولی
شیخ عبداللہ سہروردی ۱۴۲
تعبیر خوابات ارکان سلطنت اکبری ۱۴۳
۞ ...... منقبت — خواجہ محمد ہاشم کشمی ۱۴۴
۞ ...... آمد آمد کے بعد ۱۴۵
شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ۱۴۵
شیخ نورالحق علیہ الرحمۃ ۱۴۶
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ۱۴۷
امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ ۱۴۷
مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ ۱۴۸

کشورِ دوم

✪ …… تصوف اوراس کی بنیاد — صاحبزادہ محمد عمر بیر بلوی ۱۵۱

✪ …… روح اسلام — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ۱۶۷

کشورِ سوم

✪ …… قصیدہ درمدح خواجہای نقشبندیہ — شیخ محمد شعیب ۲۰۱

✪ …… قافلہ سالار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ — صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری ۲۰۴

✪ …… حضرت خواجۂ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ — پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد ۲۲۳

✪ …… خواجگان نقشبندیہ اور تبلیغ اسلام — پروفیسر عبدالحکیم مراد، مترجم، ڈاکٹر علی سرفراز مسعودی ۲۵۸

کشورِ چہارم

✪ …… خواجہ محمد عبدالباقی کابلی (حیات، مناقب وکرامت) — مولانا محمد صادق کابلی، مترجم، مولانا سید محمد دہلوی ۲۶۹

✪ …… حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ — پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ۲۹۳

✪ …… حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (مختصر حالاتِ زندگی) — شاہ ابوالحسن زید فاروقی ۳۱۶

✪ …… حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (ایک تعارف) — محمد عبدالمجید یزدانی ۳۲۵

- مکتوبات شریف حضرت خواجہ محمد باقی باللہ بنام حضرت مجدد الف ثانی …… حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ ۳۵۳
- حضرت مجدد الف ثانی' حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی نظر میں …… پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور ۳۶۵
- مقام حضرت مجدد الف ثانی' حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی نظر میں …… پروفیسر سید محمد کبیر مظہر ۳۷۷

کشورِ پنجم

- مرکز نور و تجلی ہے دیار سرہند …… قاری غلام صابر قدیری سندیلوی ۳۸۹
- شان سرہند بزبان مجدد سرہند …… امام ربانی مجدد الف ثانی ۳۹۱
- دیارِ سرہند …… ڈاکٹر اقبال سرہندی ۳۹۲
- اللہ والوں کی سرزمین …… جمیل اطہر سرہندی ۳۹۳
- سرہند شریف ایک نظر میں …… صاحبزادہ سید محمد عاشق حسین مجددی ۴۰۳
- امام ربانی مجدد الف ثانی کے حالات زندگی …… ڈاکٹر سراج احمد خاں ۴۰۵
- امتیازات امام ربانی مجدد الف ثانی …… علامہ محمد ذاکر اللہ نقشبندی ۴۳۵
- حضرت مجدد الف ثانی لباس اور حلیہ شریف …… محمد احسان مجددی سرہندی ۴۴۱
- خانقاہ مجددی کا علمی ماحول …… مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی ۴۴۲
- نگارخانہ …… صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی ۴۵۵
  ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
- مرقعات …… ۴۶۵

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہان امام ربانی

اقلیم بہ اقلیم

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

عرض مرتبین

☆☆

الحمدللہ! جہان امام ربانی کی پہلی جلد آپ کے پیش نظر ہے، سردست چھے جلدیں شائع کی جارہی ہے کیوں کہ یہ جلدیں باری باری شائع ہونگی اس لیے قارئین کرام کی آ گاہی کے لیے ان جلدوں کی مفصل فہرست پیش کی جارہی ہے...... ساتویں جلد مزید مقالات اور اشاریات پر مشتمل ہوگی جو کہ ابھی زیر تدوین ہے اس کی فہرست اسی کے ساتھ شائع کی جائے گی۔ ان شاءاللہ

ہم نے جہان امام ربانی میں جلد کو ''اقلیم'' سے تعبیر کیا ہے اور باب کو ''کشور'' سے......تمام مواد تیار ہے مگر صفحات نمبر کا تعین نہ کیا جاسکا اس لیے اس فہرست میں صفحات نمبر درج نہیں کیے گئے تاہم ہر جلد کے شروع میں شامل فہرست میں صفحات نمبر درج ہونگے۔

(مرتبین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

اقلیم اوّل

☆☆

......تقدیم	صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
......ابتدائیہ	مولانا جاوید اقبال مظہری
......افتتاحیہ	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کشورِ اوّل

......اشعارِ مبارکہ	امام ربانی مجدد الف ثانی
......حمد باری تعالٰی	کیف بناری
......نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	امام احمد رضا محدث بریلوی
......منقبت	عابد حسین عابد سہسوانی
......نذرانۂ عقیدت	خواجہ عبداللہ بن خواجہ باقی باللہ
......رحمت کے دریچے	

فوزِ عظیم

اخبارِ غیبیہ

نورِ عظیم الشان

مقامِ شفاعت

حدیثِ صلہ

تشکر و امتنان

نوید محبوبیّت

✿......مثنوی شریف در شان مجدد الف ثانی خواجہ محمد ہاشم کشمی

✿......آمد آمد سے پہلے

القائے ربّانی بہ حضرت غوث اعظم علیہ الرحمۃ

شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ

شیخ خلیل اللہ بدخشی علیہ الرحمۃ

شیخ عبداللہ قطب علیہ الرحمۃ

شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ

القائے ربانی بہ شیخ سلیم چشتی، شیخ نظام نارنولی

شیخ عبداللہ سہروردی

تعبیر خوابات ارکان سلطنت اکبری

✿......منقبت خواجہ محمد ہاشم کشمی

✿......آمد آمد کے بعد

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

شیخ نورالحق علیہ الرحمۃ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ

کشورِ دوم

- تصوف اور اس کی بنیاد …… صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی
- روح اسلام …… پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کشورِ سوم

- قصیدہ در مدح خواجہای نقشبندیہ …… شیخ محمد شعیب
- قافلہ سالار سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ …… صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری
- حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ …… پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد
- خواجگان نقشبندیہ اور تبلیغ اسلام …… پروفیسر عبدالحکیم مراد
  مترجم، ڈاکٹر علی سرفراز مسعودی

کشورِ چہارم

- خواجہ محمد عبدالباقی کابلی …… مولانا محمد صادق کابلی
  (حیات، مناقب و کرامت) …… مترجم، مولانا سید محمد دہلوی
- حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ …… پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی خاں
- حضرت خواجہ محمد باقی باللہ
  (مختصر حالاتِ زندگی) …… شاہ ابوالحسن زید فاروقی

…… حضرت خواجہ محمد باقی باللہ
(ایک تعارف) محمد عبدالمجید یزدانی
…… مکتوبات شریف حضرت خواجہ محمد باقی باللہ
بنام حضرت مجدد الف ثانی حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ
…… حضرت مجدد الف ثانیؒ
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی نظر میں پروفیسر ڈاکٹر غلام سرور
…… مقام حضرت مجدد الف ثانیؒ
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ کی نظر میں پروفیسر سید محمد کبیر مظہر

کشورِ پنجم

…… مرکز نور و تجلی ہے دیار سرہند قاری غلام صابر قدیری سندیلوی
…… شان سرہند بزبان مجدد سرہند امام ربانی مجدد الف ثانی
…… دیار سرہند ڈاکٹر اقبال سرہندی
…… اللہ والوں کی سرزمین جمیل اطہر سرہندی
…… سرہند شریف ایک نظر میں صاحبزادہ سید محمد عاشق حسین مجددی
…… امام ربانی مجدد الف ثانی کے حالات زندگی ڈاکٹر سراج احمد خاں
…… امتیازات امام ربانی مجدد الف ثانی علامہ محمد ذاکر اللہ نقشبندی
…… حضرت مجدد الف ثانی
لباس اور حلیہ شریف محمد احسان مجددی سرہندی
…… خانقاہ مجددی کا علمی ماحول مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی

- ...... نگارخانہ — صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
- ...... مرقعات — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

اقلیم دوم

☆☆

- ...... نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — امام احمد رضا محدث بریلوی
- ...... مناقب — سید فیض الحسن، شاہ عبدالغنی، ڈاکٹر محمد اقبال
- ...... ابتدائیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
- ...... تأثرات — نواب صدیق حسن خاں، ابوالحسن علی ندوی
  رشید احمد گنگوہی، شیخ محمد اکرام

کشورِ اوّل

- ...... ماہ وسال
  (سیرت مجدد الف ثانی) — علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری
- ...... تخریجِ احادیث
  (مکتوباتِ مجدد الف ثانی، جلد سوم) — پروفیسر ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی
- ...... حضرت مجدد کی فقہی خدمات — ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس
- ...... حضرت شیخ احمد سرہندی کی
  عربی زبان وادب میں خدمات — ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی

کشورِ دوم

۞ …… دعوت الی اللہ میں مجدد الف ثانی کا کارنامہ	ڈاکٹر خالد علوی
۞ …… سنت، حضرت مجدد کی نظر میں	پیر عبداللطیف نقشبندی
۞ …… بدعت کیا ہے؟ (بحوالہ خصوصی حضرت مجدد الف ثانی)	پیر عبداللطیف نقشبندی
۞ …… امام ربانی مجدد الف ثانی کا تصور بدعت	پروفیسر حافظ سید مقصود علی
۞ …… حضرت مجدد الف ثانی اور مسلک اہل سنت	علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی
۞ …… ذکر الٰہی کی اہمیت (حضرت مجدد کے مکتوبات کی روشنی میں)	مولانا نور الحسن تنویر چشتی
۞ …… حضرت مجدد الف ثانی کے معمولات	سید زوار حسین شاہ
۞ …… معمولات حضرت امام ربانی	پروفیسر سید شبیر حسین شاہ زاہد

کشورِ سوم

۞ …… امام ربانی اور علم لدنی	شیخ الحدیث ابن الصدیق محمد ہادی بخش
۞ …… جذب وسلوک	شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی
۞ …… امام ربانی کی تعلیمات تصوف	صاحبزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن
۞ …… عہدِ اکبری کے صوفیہ کی اصلاح میں مکتوبات امام ربانی کا کردار	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی
۞ …… حضرت مجدد الف ثانی، تزکیہ نفس اور اخلاص	پروفیسر عبدالباری فرنگی محلی

- صحو وسکر مکتوبات امام ربانی کے آئینے میں …… ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد
- امام ربانی اور علم النفسیات …… ڈاکٹر محمد اقبال
- امام ربانی اور علم الکائنات …… مرتبہ: ڈاکٹر محمد مسعود احمد
فضل احمد حبیبی

کشورِ چہارم

- امام ربانی کا لقب ''مجدد الف ثانی'' …… علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی
- ''مجدد الف ثانی'' (ایک تحقیقی جائزہ) …… ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر
- امام ربانی کا نظریہ قیومیت اور لفظ ''قیوم'' پر امام احمد رضا بریلوی کے فتوے کی فقیہانہ تحقیق …… مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری
- حضرت مجدد الف ثانی کا مرتبہ قیومیت …… مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی
- امام ربانی کا منصب قیومیت …… پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی
- امام ربانی مجدد الف ثانی کی شان قیومیت …… علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی

کشورِ پنجم

- امام ربانی ...... عرفان کے مجتہدِ اعظم …… پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- حضرت مجدد الف ثانی اور وحدۃ الشہود …… ڈاکٹر سراج احمد خاں
- ابن عربی اور امام ربانی کے بعض نظریات (ایک تقابلی جائزہ) …… شاہ ابوالحسن زید فاروقی
- وحدۃ الوجود …… محدث اعظم علامہ سید محمد محدث کچھوچھوی

۞ ...... نگار خانہ
۞ ...... مرقعات

اقلیم سوم

☆☆

۞ ...... نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	امام احمد رضا محدث بریلوی
۞ ...... مناقب	قمر یزدانی، خواجہ احمد حسین، کلیم عثمانی اعزاز الدین، عبد الحکیم اختر
۞ ...... ابتدائیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞ ...... تأثرات	ڈاکٹر محمد اقبال، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں ڈاکٹر حفیظ ملک، ڈاکٹر زبید احمد ڈاکٹر اشتیاق حسین

کشورِ اوّل

۞ ...... شیخ احمد سرہندی	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ و سید نذیر نیازی
۞ ...... مجدد نامہ	پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی
۞ ...... مقاماتِ مجدد	مولانا محمد عبد الاحد
۞ ...... مقامِ مجدد الف ثانی	ڈاکٹر محمد اختر چیمہ
۞ ...... حضرت مجدد الف ثانی کا مقامِ تجدید	علامہ محمد جلال الدین قادری
۞ ...... حضرت مجدد الف ثانی کے مقاماتِ روحانی کی چند جھلکیاں	ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم

- …… حضرت مجدد الف ثانی کی ملی و دینی خدمات — پروفیسر محمد عارف اظہر

کشورِ دوم

- …… نبوت و رسالت کا اثبات — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
- …… شیخ احمد سرہندی کی اصلاحی و تجدیدی تحریک کا مرکز و محور نبوتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایقان و ایمان — ڈاکٹر اے۔ الف۔ ایم۔ ابوبکر صدیق، مترجم، ڈاکٹر سید عدنان خورشید مسعودی
- …… عقیدۂ ختم نبوت اور حضرت مجدد الف ثانی — پروفیسر سید شبیر حسین زاہد
- …… وسیلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم — پروفیسر عبدالباری فرنگی محل

کشورِ سوم

- …… ردِّ روافض — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
- …… حضرت مجدد الف ثانی اور تقلید ائمہ مجتہدین — علامہ محمد جلال الدین قادری
- …… امام ربانی اور رفع سبابہ — علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

کشورِ چہارم

- …… مکتوب امام ربانی در طریقِ ایصال ثواب و وسیلہ — حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
- …… بعض عقائد و معمولات اہل سنت (مکتوبات امام ربانی کی روشنی میں) — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- …… عقائد و تعلیمات حضرت مجدد الف ثانی — قاضی غلام محمد ہزاروی

…… مسلکِ مجدد الف ثانی — صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

…… نماز کا جائزہ
(مکتوبات و معمولات امام ربانی کی روشنی میں) — مولانا بدر الاسلام صدیقی

…… حضرت مجدد الف ثانی کا طریقہ نماز — مولانا بدر الاسلام صدیقی

…… حضرت مجدد کا انداز تعلیم و تبلیغ
اور اس کے اثرات و نتائج — پروفیسر پیر نثار احمد جان سرہندی

کشورِ پنجم

…… علم اور علماء
حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں — مفتی محمد علیم الدین نقشبندی

…… حضرت مجدد الف ثانی کے تعلیمی افکار — ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

…… چالیس ارشادات امام ربانی — علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری

…… حضرت مجدد کے اوراد — مولانا بدر الاسلام صدیقی

…… راہِ ہدایت — صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

…… ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی — مولانا جاوید اقبال مظہری

…… ملفوظات امام ربانی — ابوالرضا مفتی نیّر مجددی

…… کرامات امام ربانی مجدد الف ثانی — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

…… نگارخانہ

…… مرقعات

اقلیم چہارم

☆☆

- ...... نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — امام احمد رضا محدث بریلوی
- ...... مناقب — نظام الدین سرہندی، عبدالاحد وحدت
خواجہ احمد حسین، قمر یزدانی
- ...... ابتدائیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
- ...... تأثرات — حکیم محمد سعید، پروفیسر عزیز احمد
پروفیسر خورشید حسین، پروفیسر محمد عارف اظہر
پروفیسر محمد رضا خان، پروفیسر محمد اسلم

کشورِ اوّل

- ...... آفتابِ شرف — محمد ابوالشرف مجددی
- ...... امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی — شاہ ابوالحسن زید فاروقی
- ...... حضرت مجدد الف ثانی — کوثر نیازی
- ...... حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی — نواب محمد صدیق حسن خاں بھوپالی
- ...... حضرت مجدد مطلع تاریخ پر — آباد شاہ پوری
- ...... اکبر و جہانگیر اور مجدد الف ثانی — قاضی ظہور احمد اختر

کشورِ دوم

- ...... برصغیر میں حق و باطل کے معرکے — پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

- دو قومی نظریہ اور حضرت مجدد الف ثانی …… پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ خاں
- حضرت مجدد الف ثانی اور دو قومی نظریہ …… پروفیسر محمد اسلم
- برصغیر میں دو قومی نظریہ کی بنیاد اور تحریک مجدد الف ثانی …… سردار علی قادری

کشورِ سوم

- خاندان مجدد کا زرّیں کردار …… سردار علی قادری
- شیخ احمد سرہندی، سلسلہ مجددیہ کا نقطۂ آغاز اور سلطنت مغلیہ پر اس کے اثرات …… پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بیولر سالم عبداللہ، مترجم: ڈاکٹر سید عدنان خورشید مسعودی
- حضرت مجدد اور محمد علی جناح …… محمد بخش مسلم
- سرمایۂ ملت کا نگہبان …… ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
- حضرت مجدد دانشوروں کی نظر میں …… پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

کشورِ چہارم

- حضرت مجدد الف ثانی کا سفر آخرت …… خواجہ بدرالدین سرہندی، مترجم: اعزاز الدین احمد
- اشک باری و دل فگاری …… خواجہ محمد ہاشم کشمی
- تاریخہای وصال حضرت مجدد …… خواجہ محمد ہاشم کشمی
- حضرت مجدد کے سلسلہ عالیہ کے حضرات قدسیہ …… خواجہ بدرالدین سرہندی، مترجم: اعزاز الدین احمد

- مشائخ نقشبندیہ مجددیہ …… مولانا قاضی عالم الدین نقشبندی
- وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان …… پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی
- خواجہ محمد معصوم، مقاماتِ آدمیہ کی روشنی میں …… صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
- خواجہ محمد معصوم اور اورنگ زیب عالم گیر کے تعلقات پر ایک نظر …… پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب قادری
- مکتوباتِ معصومیہ، شاہ اورنگ زیب عالمگیر کے نام اور مکتوبات خواجہ محمد سیف الدین، شاہ اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ محمد معظم اور شہزادی روشن آراء کے نام …… پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- تذکرہ خلفائے مجدد الف ثانی …… مولانا نسیم احمد فریدی فاروقی
- حضرت مجدد اور علماء عصر …… ڈاکٹر سراج احمد خاں
- حضرت مجدد کے معاصر علما و مشائخ سے اختلاف کا تحقیقی جائزہ …… ڈاکٹر محمد انصار خاں نقشبندی

کشورِ پنجم

- سلسلۂ مجددیہ کے نامور شیخ مرزا مظہر جان جاناں …… ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
- حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلوی …… علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
- ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی …… شاہ رؤف احمد مجددی
- مولانا شیخ خالد نقشبندی …… ڈاکٹر مہیندخت معتمدی
  مترجم: الحاج محمد یونس باڑی مظہری

۞ …… نگارخانہ

۞ …… مرقعات

اقلیم پنجم

☆☆

۞ …… نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم	امام احمد رضا محدث بریلوی
۞ …… مناقب	قاری غلام صابر قدیری، غلام مصطفیٰ مجددی
۞ …… ابتدائیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞ …… تأثرات	ابوالکلام آزاد، ابوالاعلیٰ مودودی محمد سعید احمد مجددی، شاہ حسین گردیزی داؤد غزنوی، عبداللہ روپڑی

کشورِ اوّل

۞ …… تعارف امام ربانی مجدد الف ثانی	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
۞ …… تصانیف امام ربانی مجدد الف ثانی کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ	پروفیسر خورشید حسین بخاری
۞ …… تکملہ، تصانیف امام ربانی کا تحقیقی جائزہ	محمد عالم مختار حق
۞ …… مکتوبات امام ربانی …… ایک تحقیقی جائزہ	حکیم محمد موسیٰ امرتسری
۞ …… مکتوبات کی فہم و تفہیم میں حضرات مجددیہ کی کوششیں	پروفیسر محمد اقبال مجددی
۞ …… مکتوبات امام ربانی کا عربی ترجمہ	عبدالحق انصاری

- ...... مکتوبات امام ربانی حضرت ضیاء المشائخ کی نظر میں — ضیاء المشائخ محمد ابراہیم مجددی
- ...... مقدمہ شرح مکتوبات امام ربانی — مولوی نصر اللہ ہوتکی
- ...... قاضی عالم الدین نقشبندی مجددی (مکتوبات شریف کا ایک مترجم) — محمد عالم مختار حق

کشورِ دوم

- ...... زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا تقابلی مطالعہ — پروفیسر سید خورشید حسین بخاری
- ...... سلسلۂ مجددیہ کا ایک ترک مصنف — ڈاکٹر امین وثیر
- ...... حضرت مجدد الف ثانی اور مارکسی مؤرخین — ڈاکٹر جمال محمد صدیقی
- ...... حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابیں — پروفیسر محمد اقبال مجددی
- ...... حضرت مجدد کے اقوال پر مبنی دو تصانیف تعلیمات مجددیہ اور ارشاداتِ مجددیہ — وقار انبالوی

کشورِ سوم

- ...... حضرت مجدد الف ثانی مغرب میں — پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- ...... افکارِ مجدد الف ثانی کا ایک مأخذ (امام شہاب الدین فضل اللہ تورپشتی) — پروفیسر محمد اقبال مجددی

✡ …… **الاجابة الربانيه اور الارشاداة السنيه** (ایک تعارف)	ڈاکٹر شیخ ممتاز سدیدی

کشورِ چہارم

✡ …… حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
✡ …… حضرت امام احمد رضا اور حضراتِ نقشبندیہ	صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد
✡ …… امام ربانی اور امام اہلِ سنت	علامہ ڈاکٹر محمد مکرم احمد (مفتی اعظم دہلی)
✡ …… حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
✡ …… فلسفۂ اقبال پر حضرت مجدد کے اثرات	ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی
✡ …… تصانیفِ اقبال میں ذکرِ مجدد	ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی

کشورِ پنجم

✡ …… امام اعظم، حضرت مجدد الف ثانی کی نظر میں	علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری
✡ …… حضرت غوث اعظم، حضرت مجدد کی نظر میں	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
✡ …… حضرت غوث اعظم اور حضرت مجدد الف ثانی	مرزا مظہر جان جاناں
✡ …… حضرت غوث اعظم، شاہِ نقشبند اور حضرت مجدد	صوفی صدیق ضیاء انجینئر
✡ …… حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت غوث الاعظم	مولانا محمد اقبال سعیدی
✡ …… نگارخانہ	
✡ …… مرقعات	

اقلیم ششم

☆☆

۞...... نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم — امام احمد رضا محدث بریلوی

۞...... مناقب — سید انیس احمد نقشبندی، غلام مصطفیٰ مجددی
بشیر حسین ناظم، ابوالطاہر فدا حسین فدا

۞...... ابتدائیہ — ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

۞...... تأثرات — عبدالمجید سالک، جمیل اطہر سرہندی
اکبر شاہ خان نجیب آبادی، سید انور علی ایڈووکیٹ
انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا

کشورِ اوّل

۞...... حضرت مجدد الف ثانی — شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی

۞...... دنیائے عرب کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ — عبدالحق انصاری

۞...... عرب دنیا کے نقشبندی علماء و مشائخ — عبدالحق انصاری

۞...... تیرھویں صدی کے
عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ — عبدالحق انصاری

۞...... ریاستہائے متحدہ امریکہ میں
حضراتِ نقشبندی — انا ملے بوشر
مترجم: ڈاکٹر ثروت ندیم مسعودی
زیب النساء مسعودی

حافظ عمر ضیاء الدین داغستانی	مترجم: کمانڈر محمد ظفر مجددی
شیخ محمد معصوم ضیائے نقشبندی	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
ترکی کے بعض مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مترجم: کمانڈر محمد ظفر
کردستان میں سلسلہ خالدیہ مجددیہ	فرہاد شکیلی مترجم: ڈاکٹر صفی الدین صدیقی مسعودی

کشورِ دوم

افغانستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ	جناب بوٹاس (Boutas) مترجم: الحاج محمد یونس باڑی مظہری
افغانستان کے بعض مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
شاہان کابل وافغانستان سرہند شریف میں	صاحبزادہ سید محمد عاشق حسین شاہ
دہلی کے بعض مشائخ نقشبندیہ مجددیہ	مولانا جاوید اقبال مظہری
مولانا غلام نقشبند گھوسوی (بھارت)	فروغ احمد اعظمی مصباحی
مولانا شاہ آل محی الدین ہادی نقشبندی	اشرف خان ایم۔ اے

کشورِ سوم

سندھ کے اولیائے نقشبند	پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں
سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ	تحریر: ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر ترتیب: صاحبزادہ محمد مسرور احمد
ضمیمہ، سندھ کے ممتاز صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ	ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

کشورِ چہارم

۞ ...... بلوچستان کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۞ ...... ضمیمہ، بلوچستان کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞ ...... پنجاب کی نقشبندی خانقاہوں پر ایک طائرانہ نظر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی
۞ ...... تکملہ، پنجاب کی نقشبندی خانقاہیں محمد صادق قصوری
۞ ...... مولانا محمد حسین پسروری نقشبندی محمد یونس
۞ ...... کشمیر کے چند مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری

کشورِ پنجم

۞ ...... سرحد کے بعض صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞ ...... خانقاہ نقشبندیہ موسیٰ زئی شریف پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی
۞ ...... حضرت زندہ پیر گھمگول شریف مولانا محمد رفیق مجاہد نقشبندی
۞ ...... نگار خانہ صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری
۞ ...... آئینۂ جمال مرتبین
۞ ...... کتابیات محمد عبدالستار طاہر مسعودی
(مآخذ و مرجع) سیدہ حنا مسعودی، سیدہ صبا مسعودی
۞ ...... مناجات مولانا خالد کردی شامی نقشبندی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ مُرادوں کا چمن تا حشر پھلتا ہی رہے
آسی دورِ مئے جو اَب چلتا ہے، چلتا ہی رہے

(حسین آسی)

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اظہارِ تشکر

☆☆

جن محبین و محسنین اور مخلصین نے ''جہان امام ربانی'' کی تدوین و ترتیب اور طباعت و اشاعت میں دامے، درمے، قدمے، سخنے تعاون فرمایا، امام ربانی فاؤنڈیشن اپنے سر پرست اعلیٰ حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، چیئر مین حضرت صاحبزادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد اور پوری مجلس عاملہ کی طرف سے اُن کا شکریہ ادا کرتی ہے اور بارگاہِ امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اُن کو دارین کی سعادت عطا فرمائے۔ جن حضرات نے تعاون فرمایا ان کے اسمائے گرامی جو اس وقت ذہن میں محفوظ ہیں تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر کیے جاتے ہیں:

☆...... خلیفہ سید محمد یحییٰ مجددی، سرہند شریف
☆...... پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی، حیدر آباد سندھ
☆...... پرفیسر محمد حسین آسی نقشبندی، شکر گڑھ
☆...... صاحبزادہ سید محمد عاشق حسین شاہ، شیخوپورہ
☆...... پیر فضل الرحمٰن مجددی
☆...... ابوالحفص عمر مجددی، کوئٹہ
☆...... ابوالنصر محمد انس فاروقی، دہلی
☆...... خواجہ محمد عبداللہ جان، پشاور
☆...... صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری، شرقپور شریف
☆...... ابوالبیان علامہ محمد سعید مجددی، گوجرانوالہ
☆...... صاحب زادہ قاری محمد ظفر احمد، کراچی

☆ ...... ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد، دہلی

☆ ...... مفتی محمد جان مجددی نعیمی، کراچی

☆ ...... مولانا احمد علی نقشبندی، کراچی

☆ ...... مولانا عبدالسلام نقشبندی، جہلم

☆ ...... مولانا بدر الاسلام نقشبندی، جہلم

☆ ...... مفتی محمد علیم الدین نقشبندی، جہلم

☆ ...... صوفی غلام سرور نقشبندی، لاہور

☆ ...... مولانا محمد اشرف مجددی، سیالکوٹ

☆ ...... مولانا محمد اکرم مجددی، سیالکوٹ

☆ ...... علامہ مفتی محمد ذاکر اللہ نقشبندی، کراچی

☆ ...... علامہ رضوان احمد نقشبندی، کراچی

☆ ...... مولانا محمد عالم مختار حق، لاہور

☆ ...... حافظ محمد مبشر احمد نقشبندی مجددی، دہلی

☆ ...... سید محمد عبداللہ قادری، واہ کینٹ

☆ ...... ڈاکٹر احمد مرزا، شکاگو، امریکہ

☆ ...... ڈاکٹر آرتھر بیولر سالم یوسف، امریکہ

☆ ...... ڈاکٹر ایف، ایم ابوبکر صدیق، ڈھاکہ، بنگلہ دیش

☆ ...... ڈاکٹر حافظ منیر احمد، حیدرآباد، سندھ

☆ ...... ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس، لاہور

☆ ...... ڈاکٹر بابر بیگ مطالی، پسرور، سیالکوٹ

☆ ...... ڈاکٹر سراج احمد، کراچی

☆ ...... پروفیسر مجیب احمد، لاہور

☆ ...... پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر، کوئٹہ

☆ ...... پروفیسر امین اللہ علوی، شکارپور

☆ ...... پروفیسر نثار احمد جان سرہندی، میر پور خاص
☆ ...... پروفیسر رشید میر مسعودی، کراچی
☆ ...... پروفیسر حافظ سید مقصود علی، کراچی
☆ ...... ڈاکٹر سید عدنان خورشید مسعودی، کراچی
☆ ...... ڈاکٹر صفی الدین مسعودی، کراچی
☆ ...... ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی، کراچی
☆ ...... سید عابد حسین شاہ، چکوال
☆ ...... محمد مقصود حسین قادری نوشاہی، کراچی
☆ ...... صوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی، لاہور کینٹ
☆ ...... محمد عبدالواسع باقر، حیدر آباد دکن
☆ ...... ملک محمد سعید مجاہد آبادی، لاہور
☆ ...... صاحب زادہ حکیم محمد نذر احمد، کراچی
☆ ...... حاجی صبور احمد محمودی، کراچی
☆ ...... جناب خالد فاروق، کراچی
☆ ...... سید ذوالفقار شاہ، کینیڈا
☆ ...... محمد نعیم مجددی، کراچی
☆ ...... جاوید حسن، کراچی
☆ ...... محمد شمیم محمودی، کراچی
☆ ...... محمد انیس مسعودی، کراچی
☆ ...... عبدالباقی قریشی، انگلینڈ
☆ ...... صوفی محمد اسرائیل، پشاور
☆ ...... حاجی محمد اسلم مسعودی، کراچی
☆ ...... حاجی معراج الدین مسعودی، کراچی

☆ …… حماد کلیمی، دبئی

☆ …… حاجی محمد الیاس مسعودی، کراچی

☆ …… سید محمد منصور مسعودی، کراچی

☆ …… سید محمد انیس مسعودی، کراچی

☆ …… محمد امین کامدار، کراچی

☆ …… محمد یحییٰ کامدار، کراچی

☆ …… حافظ محمد یوسف باڑی مسعودی، کراچی

☆ …… حاجی محمد یونس باڑی مظہری، کراچی

☆ …… وسیم ریاض مسعودی' کراچی

☆ …… شاہد احمد خان مسعودی، لاہور

☆ …… محمد محسن خان، دہلی

☆ …… نور احمد مسعودی، کراچی

☆ …… سید شعیب افتخار مسعودی، کراچی

☆ …… محمد صادق قصوری، قصور

☆ …… محمد سہیل مسعودی، کراچی

☆ …… سیدہ ربیعہ شاہد، کراچی

☆ …… سیدہ سمیعہ شاہد، کراچی

☆ …… سیدہ حنا مسعودی، کراچی

☆ …… سیدہ صبا مسعودی، کراچی

احقر العباد

جاوید اقبال مظہری

(منتظم اعلیٰ' امام ربانی فاؤنڈیشن' کراچی)

۱۴؍اکتوبر ۲۰۰۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تقدیم

صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد

☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ دسویں اور گیارھویں ہجری کی ایک عظیم انقلابی شخصیت ہیں۔ آپ نے اپنے دور اور اپنے بعد میں آنے والے ادوار پر گہرے اثرات چھوڑے اور تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ اکبر بادشاہ کے دور (۹۶۳ھ/ ۱۵۵۶ء...... ۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اسی دور میں آپ نے تجدیدی مہم کا آغاز کیا جس نے جہانگیر بادشاہ کے دور (۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء...... ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء) میں بڑی اہمیت اختیار کر لی اور حکومت وقت میں انقلابی تبدیلیاں ہوئیں۔ شاہجہاں بادشاہ کے دوز (۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء...... ۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء) میں اس مہم کے اثرات اور نمایاں ہوئے اور اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے دور (۱۰۶۸ھ/ ۱۶۵۸ء...... ۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) میں یہ انقلابی تحریک اپنے شباب پر پہنچی اور بالآخر برصغیر میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔

مؤرخین نے برصغیر کی تاریخ لکھتے وقت مغلیہ سلطنت پر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی انقلابی مہم کے اثرات کا یا تو ذکر ہی نہیں کیا یا کیا تو سرسری ذکر کیا۔ ۱۹۴۷ء میں' پاکستان وجود میں آنے کے بعد' تاریخ کی کتابوں میں کچھ تفصیل سے آپ کا ذکر ملتا ہے کیونکہ آپ ہی نے دوقومی نظریے کا احیاء کیا جس کی تجدید امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانے میں کی۔ یورپ اور امریکہ اور ہندوستان وغیرہ کے مؤرخوں نے بھی آپ کا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ۱۹۶۰ء تک آپ کی حیات وخدمات پر جدید تحقیقی انداز سے کوئی اہم کتاب سامنے نہیں آئی۔ ۱۹۶۱ـ۶۲ء میں حضرت والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا ایک طویل مقالہ ہندوستان سے شائع ہوا[1]۔ پھر ایک تحقیقی کتاب ''سیرت حضرت مجدد الف ثانی'' کے عنوان سے ۱۹۷۶ء میں شائع ہوئی[2]۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی حیات اور خدمات پر مختلف جامعات

میں ڈاکٹریٹ کے مقالات لکھے گئے تقریباً بارہ مقالات کی تفصیلات حضرت والد ماجد نے اپنے افتتاحیہ میں دے دی ہیں۔ لیکن ضرورت تھی کہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی عظیم شخصیت پر بھرپور انداز میں ایک مجموعۂ مقالات مرتب کیا جائے۔ اس سلسلے میں صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کی مساعی جمیلہ قابل تحسین ہیں جنہوں نے ماہنامہ نورِ اسلام (شرقپور کا عظیم مجدد الف ثانی نمبر) [3] شائع کیا۔ لیکن وہ کتابی صورت میں مرتب ہو کر شائع نہ ہو سکا۔ الحمدللہ! محترم مولانا جاوید اقبال مظہری [4] نے ۲۰۰۱ء میں امام ربانی فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی اور فوراً ہی بعد ایک عظیم علمی منصوبے کا اعلان کیا۔ اور ''جہانِ امام ربانی'' کی تدوین کا آغاز ہو گیا۔

ابتداء میں اندازہ یہی تھا کہ ایک ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل جہانِ امام ربانی کی ایک دو جلدیں مرتب ہو جائیں گی لیکن تائیدِ الٰہی سے کام بڑھتا گیا اور پھیلتا گیا اور صرف دو سال کی قلیل مدت میں سات ضخیم مجلدات کا مواد مہیا ہو گیا جو ساڑھے تین ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور ابھی تک ملک و بیرون ملک سے متعلقہ مواد اور مقالات کی وصولی کا سلسلہ جاری ہے بلکہ ایک ہی مقالے کی متعدد قسطوں کا سلسلہ بھی جاری ہے مثلاً عبدالحق انصاری صاحب نے عرب کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر ایک مقالہ ارسال فرمایا پھر تھوڑے عرصے بعد اسی موضوع پر دوسرا مقالہ ارسال فرمایا پھر کچھ عرصے بعد تیسرا مقالہ ارسال فرمایا۔ ابتداء میں یہ اندازہ نہ تھا کہ عرب شریف میں اس قدر مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ہوں گے [5]۔

جہانِ امام ربانی کی ترتیب و تدوین کو دو سال گزر چکے ہیں اس کے باوجود نئے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے بارے میں معلومات سامنے آ رہی ہیں۔ مثلاً ہندوستان کے عظیم محدث علامہ عبداللہ محدث دکنی مجددی [6] کے احوال سامنے آئے۔ اسی طرح مدینہ منورہ میں پچاس برس سے مقیم عارف باللہ حضرت بابا غلام رسول نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ [7] کے احوال معلوم ہوئے۔ اس کے علاوہ نیویارک (امریکہ) کے قریب ایک نقشبندی مجددی خانقاہ کا پتا چلا۔

پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین صاحب نے پاکستان کے بزرگانِ قادریہ (پچاس سالہ) کی علمی و دینی خدمات پر کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہے (کراچی، ۱۹۹۹ء) یہ مقالہ ۳۲۷ صفحات پر مشتمل ہے جب کہ سندھ یونیورسٹی جام شورو (سندھ) سے ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے صرف سندھ کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر ڈاکٹریٹ کیا ہے (حیدر آباد سندھ، ۱۹۹۶ء) یہ مقالہ ۱۱۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور دو جلدوں

میں شائع ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان میں دوسرے سلاسل عالیہ کی بہ نسبت حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی تعداد زیادہ ہے۔

''جہانِ امام ربانی'' میں جن مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ دنیا میں موجود مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی صرف ایک جھلک ہے کیونکہ جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی کا اصل موضوع حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی، آپ کی تعلیمات اور خدمات کا ذکر ہے۔ امریکہ ہی سے ڈاکٹر احمد مرزا نقشبندی جماعتی (بانی نقشبندی فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن) نے امریکہ میں مقیم ایک سن رسیدہ نقشبندی صوفی خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی کے حالات پر مقالہ ارسال فرمایا ہے اور لاہور سے ملک محمد سعید مجاہد آبادی مسعودی نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آٹھ مقالات ارسال فرمائے اور حضرات نقشبندیہ پر دو کتابیں ارسال کیں۔

۱۔ مولانا حسن اختر الازہری: بھنگالی شریف میں ہمدان کے مشائخ نقشبندیہ' لاہور ۲۰۰۱ء

۲۔ صاحبزادہ مقصود احمد صابری: تذکرہ اولیاء، پوٹھوہار راولپنڈی ۲۰۰۳ء

صوبیدار (ریٹائرڈ) حاجی مہربان حسین نقشبندی مجددی نے مشائخ طریقت کے احوال پر مندرجہ ذیل تین کتابیں عنایت فرمائیں۔

۱۔ سید ذوالفقار حسین شاہ بخاری، گلزار ولایت، کراچی ۲۰۰۲ء

۲۔ سید الفت حسین شاہ بخاری، گلشن سادات رواتڑہ شریف' لاہور ۲۰۰۳ء

۳۔ شان اولیاء پاکستان، سید ذوالفقار حسین شاہ، بی۔ اے، جلد اول، کراچی ۲۰۰۴ء

(اس کتاب کی ۳۷ جلدیں غیر مطبوعہ تیار ہیں) ...... منصوبے کی تکمیل کے آخری مراحل میں بہت سی کتابیں سامنے آئیں وقت کی کمی کی وجہ سے استفادہ نہ کیا جاسکا۔ پروفیسر عبدالرسول للٰہی کی کتاب تاریخ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ (لاہور ۲۰۰۰ء صفحات ۷۳۸) سامنے آئی جس میں انھوں نے اپنے خانوزادے کے پانچ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا بطور خاص ذکر کیا ہے' حافظ غلام نبی للٰہی' حافظ دوست محمد للٰہی' حافظ محمد عبدالرسول للٰہی' حافظ محمد مقبول الرسول للٰہی اور محمد محبوب الرسول للٰہی الغرض نقشبندیہ مجددیہ حضرات کا ایک جہان ہے۔ جس کا احاطہ کرنا آسان نہیں، یہ سب اہلِ علم اور متحرک ہیں' علم وحرکت ان کا امتیاز ہے۔

* * *

جہانِ امام ربانی چھوٹا جہان نہیں بہت بڑا جہان ہے جس میں سارا جہان سمایا ہوا ہے۔ **فالحمدللّٰه علىٰ ذٰلک** ۔ جہانِ امام ربانی کے پہلے محرک علامہ رضوان احمد نقشبندی مجددی ہیں۔ پھر ۲۰۰۲ء میں صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کے ماہنامے نورِ اسلام کے مجدد الف ثانی نمبر نے اس تحریک کے لئے مہمیز کا کام کیا۔ ان کی اجازت سے جہانِ امام ربانی میں اس نمبر کے چند مقالات شامل کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے فضلا اور محققین کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مقالات شامل کئے ہیں۔ خدا کی شان دنیا کے ہر محقق نے اپنی نگارشات کی اشاعت اور ان کے ترجمے کی کھلی اجازت دے دی۔ بالعموم ایسا نہیں ہوتا، ہر تحقیقی مقالے کے حقوق محفوظ ہوتے ہیں، جن حضرات نے اجازت دی ان کی ایک طویل فہرست ہے چند ایک یہ حضرات ہیں:۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان
پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بیولر
پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی
پروفیسر ڈاکٹر ہمایوں عباس شمس
پروفیسر ڈاکٹر بابر بیگ مطالی
پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
پروفیسر محمد اقبال مجددی
پروفیسر محمد حسین آسی
پروفیسر ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی
پروفیسر غلام مصطفیٰ مجددی، وغیرہ وغیرہ

* * *

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[۸] (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۱ء) اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ[۹] (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) نے امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات اور افکار کو پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اگر ان حضرات کو تعلیمات مجددیہ کا نقیب کہا جائے تو بے جا نہ

ہوگا۔ سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ حضرات نہ ہوتے تو برصغیر میں سنی حنفی نظر نہیں آتے جو بقول حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ ابتداء ہی سے برصغیر کے رونق رہے ہیں اور الحمد للہ! آج بھی ہیں۔ سارا عالم ان کے خلاف ہے لیکن تائید الٰہی ان کے ساتھ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو سنت کی نشانی اور علامت قرار دیا اور یہاں تک فرمایا کہ آپ سے محبت واُلفت مومن و متقی ہی کرے گا اور آپ سے نفرت و عداوت بدبخت و بدنصیب ہی کرے گا[۱۰]۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے علمائے اہلسنت کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے افکار کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ ندوۃ العلماء کے صدر مولانا محمد علی مونگیری کے نام اسی قسم کا خط تحریر فرمایا[۱۱]۔ امام احمد رضا محدث بریلوی‘ تعلیمات مجددیہ کے بڑے نقیب تھے انہوں نے ان حالات میں جو اکبری دور سے مماثلت رکھتے تھے آپ کے پیغام کو آگے بڑھایا اور ۱۸۵۷ء کے بعد بدعقیدگی کا جو سیلاب آیا تھا اس کے آگے مضبوط بند باندھا۔ تعلیمات مجددیہ کو فروغ دیا اور زندہ رکھا۔ آپ کے جدّ امجد حضرت محمد رضا علی خان علیہ الرحمۃ بھی نقشبندی تھے اور انہوں نے ۱۸۵۷ء کے جہاد میں عملی حصہ لیا جس پر انگریز حاکموں نے ان کے سر کی قیمت رکھی اور گزٹیر میں اشتہار دیا[۱۲]۔

شاید بعض حضرات کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حالات اور خدمات کے ضمن میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے ذکر سے تعجب ہو کیونکہ اکثر حضرات ان کو بدعتی خیال فرماتے ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں[۱۳]۔ انہوں نے مسلک امام ربانی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ بقول مولانا محمد زکریا دیوبندی:

> ''اگر وہ ہندوستان میں پیدا نہ ہوتے تو حنفیت ختم ہو جاتی''
>
> (بروایت سید محمد امیر شاہ گیلانی، پشاور)[۱۴]

امام احمد رضا محدث بریلوی کی حقانیت اور مسلک مجددی کی پیروی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آج سے پینتیس سال پہلے جب آپ پر تحقیق کا آغاز ہوا تو آپ کی شخصیت اور علمی خدمات پر لکھنے والے سب سے پہلے محققین نقشبندی مجددی تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے ۱۹۷۰ء میں امام احمد رضا محدث بریلوی پر حضرت والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نقشبندی مجددی نے تحقیق کا آغاز کیا، جو مسلسل تینتیس سال سے جاری وساری ہے[۱۵] اور راقم الحروف کے جدِّ امجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے مرید باصفا اور حضرت والد ماجد کے خلیفہ‘ علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری نقشبندی مجددی نے اس سلسلے مین نہایت اہم

کام کیا اور بکثرت کتب و رسائل قلمبند کر کے شائع کرائے [16]۔ ملک کے مایہ ناز محقق حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی نے بھی تاریخ ساز کام کیا [17] اور اب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی نقشبندی مجددی مرکزی مجلس رضا کے پلیٹ فارم سے اس کام کو مسلسل آگے بڑھا رہے ہیں۔ حال ہی میں آپ کی مساعی جمیلہ سے حیات اعلیٰ حضرت کی بقیہ مجلدات جو ساٹھ ستر سال سے معرض التوا میں تھیں، ایک جلد میں شائع ہو چکی ہیں [18]۔ اور اس اہم سوانح کی پروف ریڈنگ بھی مولانا محمد عالم مختار حق نقشبندی مجددی نے فرمائی۔ یہی کتاب رضا اکیڈمی، بمبئی نے تین جلدوں میں شائع کی ہے [19]۔

سیاسی سطح پر حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا محدث بریلوی علیہما الرحمۃ کے دوقومی نظریئے کی حضرت پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری نقشبندی مجددی [20] اور بطل حُریت مولانا عبدالستار خان نیازی نقشبندی مجددی [21] نے بھرپور اشاعت کی اور پاکستان کے لئے راہ ہموار کی۔ اگر امام احمد رضا محدث بریلوی' مسلک امام ربانی مجدد الف ثانی کے داعی نہ ہوتے تو حضرات نقشبندیہ آپ کے حالات و علمی خدمات پر اتنا اہم کام نہ کرتے جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ نہ سیاسی مسلک کو اس طرح پروان چڑھاتے [22]۔

ان حقائق سے پتہ چلا کہ نہ صرف پاکستان کی تحریک بلکہ پاکستان کی تعمیر میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے فیض یافتہ حضرات کا اہم کردار ہے۔ جنہوں نے امام احمد رضا محدث بریلوی کے فیض یافتہ حضرات کے ساتھ شانہ بشانہ مل کر پاکستان کے لئے سخت جدوجہد کی اور بالآخر پاکستان وجود میں آ گیا۔

○

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر گزشتہ چار سو برس میں مختلف زبانوں میں اتنی کتابیں شائع ہو چکی ہیں کہ اگر تحقیق کی جائے تو کئی ضخیم مجلدات مرتب کی جاسکتی ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر دنیا بھر کے بارہ فضلاء ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں مزید فضلاء بھی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر مقالات لکھنے میں مصروف ہیں۔ یہ بات پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی (سابق صدر معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی، لاہور...... حال مقیم مانچسٹر۔ یو کے) سے معلوم ہوئی۔ علمی خدمات میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ تمام سلسلوں میں نہایت ہی ممتاز ہے۔ حال ہی میں ویکا گارڈنر (Vika Gardner) نے ''نقشبندیہ کتابیات'' کے عنوان سے انگریزی میں ایک طویل فہرست مرتب کی ہے جس میں سیکڑوں کتابوں

کا ذکر ہے۔ یہ فہرست جہان امام ربانی کی آخری جلد میں شائع کردی گئی ہے۔ نقشبندیہ حضرات کے آثار علمیہ کی تفصیلات کو اگر جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کیٹلاگ بن سکتا ہے۔

○

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات میں بڑی گہرائی، گیرائی، وسعت و ہمہ گیری اور جاذبیت و کشش ہے۔ یہ جلال و جمال کی آئینہ دار ہے ان تعلیمات نے بگاڑا نہیں بنایا ہے۔ غافلوں کو ڈرایا دھمکایا نہیں، بلکہ ان کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے محبت و پیار سے سب کو سمجھایا ہے۔ آپ کی فکر میں روشنی اور آپ کی تحریر میں دانائی ہے، وہ علم وحکمت کی بلندیوں کو چھو رہی ہے۔ اس وقت تعلیمات مجددیہ کی اشاعت کے لئے خانقاہوں کا فعال ہونا ضروری ہے جس کے لئے مشائخ مجددیہ کو اپنے اپنے دائروں سے نکل کر ایک بڑے دائرے میں آنا ہوگا تاکہ آفاقی سطح پر کام ہو سکے اور اتحاد بین المسلمین کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔ اخلاصِ عمل وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ جسموں کا اتحاد پائیدار نہیں ہوتا' دل و دماغ کا اتحاد پائیدار ہوتا ہے۔ اس کے لئے کسی ایسی متحرک شخصیت کی ضرورت ہے جو مسلمانوں اور مسلمان کہلانے والے بیشتر فرقوں میں مقبول ہو۔ اس حوالے سے امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے علاوہ اہل سنت و جماعت میں کوئی شخصیت دنیا میں نظر نہیں آتی۔ کویت یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے بتایا کہ سعودی عرب کے ایک عالم نے یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے کہا:

''ہمارا مسلک وہی ہے جو حضرت مجدد الف ثانی کا ہے''

گو عملاً سعودی عرب میں ایسا نہیں ہے لیکن اگر قولاً اعتراف ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی کی تعلیمات کی روشنی میں عالمی بدعقیدگی کا علاج کر کے سوادِ اعظم کی تشکیل نو کی جاسکتی ہے۔ حضراتِ نقشبندیہ مجددیہ نے جہاں بانوں کی رہنمائی کی اور جہاں آرائی میں ان کی مدد کی۔ وہ جہاں والوں کو اُجاڑنے اور بگاڑنے نہیں آئے' جہاں کو آباد کرنے اور جہاں والوں کو بنانے آئے ہیں اور بنایا ہے۔ اس کرۂ ارض پر اُن کے اَن مٹ نشان موجود ہیں۔

آزادی کی تحریکوں میں عالمی سطح پر نقشبندی مجددی حضرات نے بہت ہی فعال کردار ادا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ خود برصغیر میں دوسرے سلاسل طریقت کے ساتھ نقشبندی مجددی حضرات آگے آگے رہے

اور نہایت اہم کارنامے انجام دیئے۔ بعض محققین نے یہ تفصیلات جمع کی ہیں جو شائع ہو چکیں۔ مثلاً ڈاکٹر غلام سرور رانا، جناب محمد صادق قصوری، مولانا جلال الدین قادری، علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری اور مولانا محمد صدیق ہزاروی وغیرہم۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی شخصیت اور خدمات کو متعارف کرانے کے لئے ملک و بیرون ملک متعدد ادارے قائم ہوئے ہیں جو اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ مثلاً نقشبندی فاؤنڈیشن فور اسلامک ایجوکیشن (امریکہ) ادارۂ معارف مجدد الف ثانی (کراچی)، امام ربانی فاؤنڈیشن (کراچی)، حوزۂ نقشبندیہ (لاہور) وغیرہ وغیرہ۔

○

اب کچھ جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی کی ترتیب و تدوین کے متعلق چند باتیں عرض کروں گا:

ا...... جہانِ امام ربانی میں مختلف علاقوں کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر بھی مقالات و مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ ان مقالات میں مشائخ کا انتخاب مرتب یا مقالہ نگار نے اپنی صوابدید پر کیا ہے اس طرح بہت سے علاقوں کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے نام رہ گئے ہیں۔ ہر علاقے کے تمام مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے آثار و احوال جمع کرنا ایک صبر آزما کام ہے۔ بہرحال جن علاقوں کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا نام اس میں نہ آسکا ان سے ہم معذرت خواہ ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ جب ''انسائیکلوپیڈیا آف حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی'' کی مہم کا آغاز ہوگا تو کوشش کی جائے گی کہ دنیا کے ہر علاقے کے ممتاز مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے حالات و افکار اور علمی آثار اس میں آجائیں۔ یہ ایک عظیم کام ہوگا جو بیسیوں مجلدات پر مشتمل ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ امید ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی کی شخصیت اور تعلیمات سے متعلق اس مہم میں دوسرے ادارے بھی شریک ہوں گے۔

۲...... ہم نے بہت سے انگریزی مقالات انٹرنیٹ سے بھی حاصل کئے ہیں۔ انٹرنیٹ سے ہمیں معلوم ہوا کہ دنیا کے ہر گوشے میں اور ہر براعظم میں حضرات نقشبندیہ مجددیہ موجود ہیں۔ ہم نے ان انگریزی مقالات کو مختلف اہلِ علم حضرات سے ترجمہ کرا کے شامل کیا ہے۔ انٹرنیٹ ہی کے ذریعے ہم نے دور دراز کی عمارات اور تصاویر بھی حاصل کیں اس سلسلے میں برادرم محسن خان (دہلی)' ڈاکٹر احمد مرزا (امریکہ) اور منیر حسین مسعودی (یو۔ کے) نے بہت مدد کی جن کے ہم ممنون ہیں۔

۳...... بعض مقالات میں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ یا دوسرے بزرگوں کے لیے تکریم کے القاب استعمال نہیں کیے گئے تو اس کو جدید تحقیق کے تقاضوں پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ جدید تحقیق میں یا تو سب اشخاص کی تکریم کی جاتی ہے یا کسی شخصیت کے لیے بطور خاص (معروف لقب کے علاوہ) کوئی لقب اختیار نہیں کیا جاتا، بلکہ صرف نام لکھنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے تاکہ لکھنے والے کی غیر جانبداری متاثر نہ ہو اور اس کو محقق کی بجائے مدّاح تصور نہ کیا جائے۔

۴...... اس کتاب میں بعض مقالہ نگاروں نے اغیار کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ ایسا کسی بات کو زیادہ صحیح ثابت کرنے کے لیے کیا گیا ہوگا۔ لیکن اگر کسی مقالہ نگار نے اغیار کی بزرگی اور برتری ثابت کرنے کے لیے ایسا کیا ہو تو قارئین کرام ضرور مطلع فرمائیں۔ ممکن ہے کہ اغیار کے حوالے بعض قارئین کرام کو گراں گزریں، اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"علم و حکمت مومن کی کھوئی ہوئی دولت ہے، جہاں سے ملے لے لو۔"

اسی لیے امیہ اور عباسیہ خلفاء کے دور میں بہت سی غیر مسلموں کی کتابوں سے عربی میں ترجمے کیے گئے۔ اس کے علاوہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر ہر مذہب وملت کے دانشوروں نے لکھا اور مسلمانوں نے پذیرائی کی ہے۔ آپ کے غلاموں کی بھی یہی شان ہے کہ ہر مسلک و مذہب کے علماء اور دانشوران کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر لکھتے ہیں اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر دوسرے سلاسل کے بزرگ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر تحقیق فرماتے اور اپنی تحقیقی نگارشات شائع کرتے تو اغیار کی کتابوں کے حوالے دینے کی نوبت نہ آتی[۲۳]۔ ویسے مختلف رسائل ضرور ہیں۔ اسی لیے اس کتاب میں بعض ایسے محققین کے مقالات بھی شامل ہیں جو اہل سنت میں شمار نہیں کیے جاتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر لکھا ہے اس لیے ان کے مقالات شامل کیے گئے۔

۵...... جہانِ امام ربانی میں بکثرت محققین اور قلمکاروں کے مقالات اور مضامین شامل کیے گئے ہیں ان کے خیالات میں اختلافات کا ہونا ممکن ہے اگر کسی مقالے میں قلمکار کی طرف سے کوئی بات خلافِ شرع نظر

آئے تو قارئین کرام امام ربانی فاؤنڈیشن کے بانی مولانا جاوید اقبال مظہری کو مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں ضروری تصحیح کردی جائے۔

۶...... جہانِ امام ربانی کے معاونین کی فہرست بہت طویل ہے جس کا تفصیلی ذکر اظہار تشکر میں کردیا گیا ہے ان میں علماء وصوفیہ بھی ہیں، ادیب و دانشور بھی ہیں، محبین و مخلصین بھی ہیں اور برادران طریقت بھی۔ اگر کسی کا نام سہواً رہ گیا ہو تو ہم بصمیم قلب معذرت خواہ ہیں مولیٰ تعالیٰ سب حضرات کو اجرعظیم عطا فرمائے اور ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔

۷...... برادرم مولانا ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی نے بعض مقالات قلمبند کرنے، بعض مقالات کے ضمیمے لکھنے، کمپوزنگ کرانے، پروف ریڈنگ اور دیگر متعلقہ کاموں کو پورا کرنے میں جو مسلسل جدوجہد کی، مولیٰ تعالیٰ ہی اس کا اجر عطا فرمائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ محنت رب کریم کے دربار میں مقبول ہوگی۔ محترم سید شعیب افتخار مسعودی کے بطور خاص ممنون ہیں کہ انھوں نے مقالات کی کمپوزنگ کے لیے اپنے شب و روز وقف کردیے۔ مولائے کریم اُن کو بھی اس مخلصانہ خدمت کا اجرعظیم عطا فرمائے۔ آمین!

۸...... پروف ریڈنگ کے سلسلے میں ایک جماعت نے کام کیا ہے جن میں علماء وفضلاء اور محبین سبھی شامل ہیں اس سلسلے میں ہم خاص طور پر ملک کے مایہ ناز پروف ریڈر مولانا محمد عالم مختار حق دام عنایتہٗ کے ممنون ہیں کہ انہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود حضرت والد ماجد پروفیسر محمد مسعود احمد کی درخواست کو اپنی سعادت سمجھتے ہوئے شرف قبولیت عطا فرمایا[۲۴] اور بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے تین ہزار سے زیادہ صفحات کی فائنل پروف ریڈنگ کی اس کے علاوہ بھی تعاون فرمایا اور بڑے ذوق شوق سے ضروری مواد فراہم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس محنت و جانفشانی کا آپ کو پورا پورا صلہ عطا فرمائے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ املا کے جدید قواعد کے مطابق جو تصحیح کی گئی تھی کمپیوٹر کی مجبوری اور قارئین کرام کی سہولت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض کو قبول کیا گیا ہے بعض کو نہیں، کیونکہ یہ کتاب عوام، خواص اور اخص الخواص سبھی کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس لئے عام قارئین جس املا سے مانوس نہیں وہ ان کی مشکل کے پیش نظر وہی رکھی گئی ہے جس سے وہ مانوس ہیں۔

۹...... ابتداء میں خیال تھا کہ جہانِ امام ربانی کی صرف دو جلدیں ہوں گی؛ جس کا ذکر امام ربانی فاؤنڈیشن کے بانی مولانا جاوید اقبال مظہری نے اپنے گشتی مراسلے میں کیا تھا اور پیشگی رقم دینے والوں کے لئے

پانچ سو روپے کا اعلان کیا تھا اور عام ہدیہ ایک ہزار روپے تھا۔ اب چونکہ دو جلدوں کی بجائے سات ضخیم جلدیں ہو گئی ہیں اس لئے ہدیہ بڑھ گیا ہے۔ امید ہے کہ پیشگی رقم دینے والے حضرات خیال نہ فرمائیں گے۔

۱۰...... آخر میں اظہار تشکر کے طور پر یہ وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ ''جہانِ امام ربانی'' کی تدوین میں جن حضرات نے دامے، درمے، قدمے، سخنے حصہ لیا، رب کریم نے پردۂ غیب سے ان کی مشکل کشائی فرمائی اور وہ نوازے گئے...... کسی کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، کسی کے لئے زیارت حرمین شریفین کے اسباب پیدا ہو گئے، کسی کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی خواب میں زیارت ہوئی اور وہ آپ کے فیض سے مستفیض ہوا، کوئی آپ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوا۔ کسی نے مفتی اعظم حضرت شاہ مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کی خواب میں زیارت کی، کسی کی تجارتی راہیں کھل گئیں، کسی کو ملازمت مل گئی اور کوئی ازدواجی سلسلے میں منسلک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے محبوبوں کے ذکر و فکر کی برکات سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین۔

۱۱...... جہانِ امام ربانی اہل محبت کی محبتوں کا عظیم مجموعہ ہے جو آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں ہم حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے حیات، افکار اور خدمات کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ وہ کیا تھے، کتنے بلند تھے، کتنے محبوب و مقبول تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، ہم نے اپنی کوششوں سے ان کے دامن تک رسائی کی کوشش کی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے کرم سے ہماری اور سب محسنین و محبین کی کوششوں کو مقبول اور مشکور فرمائے۔ آمین اللّٰھم آمین۔

ابوالسرور محمد مسرور احمد
چیئرمین، امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی
(اسلامی جمہوریہ پاکستان)

۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء

☆......☆......☆

حواشی

۱...... یہ مقالہ بین الاقوامی مجلّے معارف (اعظم گڑھ) میں جون ۱۹۶۱ء سے فروری ۱۹۶۲ء تک نو قسطوں میں شائع ہوا۔ ۱۹۹۵ء میں ادارۂ مسعودیہ، کراچی نے کتابی صورت میں شائع کر دیا ہے۔

۲...... پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، سیرت مجدد الف ثانی، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی ۱۹۷۶ء، صفحات ۴۷۶

۳...... ماہنامہ نورِ اسلام، شرقپور شریف، حصہ اول، جنوری و فروری ۱۹۸۸ء، صفحات ۳۱۲

حصہ دوم، جنوری و فروری ۱۹۸۸ء، صفحات ۵۲۰

حصہ سوم، جنوری و فروری ۱۹۸۸ء، صفحات ۵۲۰

۴...... مولانا جاوید اقبال مظہری حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے مرید باصفا اور والد ماجد مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کے اجلّہ خلفاء میں سے ہیں اور مختلف مشائخ کرام سے چاروں سلسلوں میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ اہل سنت کے معروف قلمکار ہیں اور اب تک ان کی بکثرت کتب و رسائل شائع ہو کر مقبول عام وخاص ہو چکے ہیں۔ وہ امام ربانی فاؤنڈیشن اور مظہری پبلی کیشنز کے بانی ہیں۔ اور مختلف علمی اداروں سے وابستہ ہیں۔ آجکل کراچی میں اپنی پیشہ ورانہ اور علمی مصروفیات میں منہمک ہیں۔

۵...... حضرت والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے اپنے افتتاحیہ میں عرب کے بہت سے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کے نام گنائے ہیں۔ عبدالحق انصاری کے مقالہ سوم میں جو نام آئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔	شیخ محمد بن احمد عقیلہ مکی حنفی (اُستاد شاہ ولی اللہ دہلوی)	(م۔ ۱۱۵۰ھ)
۲۔	شیخ سید مشیخ علوی باعبُود	(م۔ ۱۱۷۰ھ)
۳۔	شیخ سید عبدالرحمان بن مصطفٰے عیدروس (یہ حافظ مرتضٰی بلگرامی کے استاد ہیں)	(م۔ ۱۱۹۴ھ)
۴۔	شیخ سید محمد مراد بن علی بخاری	(م۔ ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء)
۵۔	شیخ محمد عبدالغنی بن اسماعیل نابلُوسی	(م۔ ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۱ء)
۶۔	شیخ علیم اللہ بن عبدالرشید لاہوری	(م۔ ۱۱۶۷ھ/۱۷۶۲ء)
۷۔	شیخ عبداللہ بن عبدالسلام کاملی	(م۔ ۱۲۰۷ھ/۱۷۹۲ء)
۸۔	سید عبداللہ بن محمد طاہر مرادی	(م۔ ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء)
۹۔	سید عبدالرحمان بن حسین مرادی شہید	(م۔ ۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳ء)
۱۰۔	سید علی بن حسین مرادی بن علی مرادی	(م۔ ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء)
۱۱۔	سید حسین بن علی مرادی	(م۔ ۱۲۶۸ھ/۱۸۵۲ء)
۱۲۔	سید موسیٰ بن ابوسعود مرادی	(م۔ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء)

۶...... علامہ ابوالحسنات سید محمد عبداللہ نقشبندی مجددی محدث دکن ۱۸۷۶ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے، نسباً سید، مشرباً نقشبندی مجددی، مسلکاً سنی حنفی تھے۔ حیدر آباد دکن کے مشہور فضلاء سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ آپ کا سلسلہ حدیث

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تک پہنچتا ہے اور سلسلۂ طریقت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دہلوی سے ملتا ہے۔ جو اپنے عہد کے جلیل القدر شیخ طریقت تھے جن کا فیض عرب وعجم میں پھیلا ہوا ہے۔

حضرت سید عبداللہ شاہ محدث دکن علیہ الرحمۃ پیکر سنت تھے۔ تبحر عالم اور محدث وقت تھے۔ عربی، فارسی اور اردو پر یکساں قدرت رکھتے تھے ان کی تصانیف میں یہ قابل ذکر ہیں:۔

۱۔ زجاجۃ المصابیح (عربی) ۵ جلدیں
۲۔ یوسف نامہ
۳۔ سلوک مجددیہ
۴۔ گلزار اولیاء
۵۔ فضائل نماز
۶۔ علاج السالکین
۷۔ کتاب المحبت
۸۔ معراج نامہ
۹۔ شہادت نامہ
۱۰۔ مواعظِ حسنہ

آپ کے چار صاحبزادے ہوئے سب کے سب عالم و فاضل تھے' ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء میں حیدر آباد دکن میں آپ کا انتقال ہوا۔ تفصیلی حالات کے لئے مطالعہ کریں۔ ڈاکٹر محمد عبدالستار خان نقشبندی قادری، تذکرۂ حضرت محدث دکن، مطبوعہ لاہور۔

۷..... حضرت بابا غلام رسول نقشبندی مجددی (بلّیوں والے) جالندھر میں پیدا ہوئے، ۱۹۳۳ء میں مدینہ منورہ میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے اور ۱۹۸۶ء میں وہیں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خواجہ عبدالکریم نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ (عیدگاہ' راولپنڈی) سے بیعت ہوئے۔ عابد وزاہد اور دائم الصوم تھے۔ شاید زندگی بھر از راہ ادب واحترام مدینہ منورہ میں کسی کو بیعت تو نہ کیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقربین اور محبوبین میں سے تھے اس لئے مستجاب الدعوات تھے جو دعا فرماتے قبول ہوئی۔ آپ کے حضور دعا کرانے والے ساری دنیا سے حاضر ہوتے آپ مرجع الخلائق تھے۔ پچاس برس تک مدینہ منورہ میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے فیض کا دریا بہاتے رہے۔ آپ کے حالات پر آپ کے عقیدت مند جناب محمد طفیل بھٹی صاحب نے مختلف عقیدت مندوں کے تاثرات کا ایک مجموعہ ''جانشین ابوہریرہ۔ حضرت باباجی غلام رسول (بلیاں والے)'' شائع کی ہے۔ (صفحات ۳۴۵' ۲۰۰۱ء)۔ جناب محمد مقصود حسین قادری اویسی نے اِن تاثرات کی روشنی میں ایک سوانح مرتب کی ہے۔

۸..... حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی تصانیف میں الحاقیات کی وجہ سے بعض علمائے اہلسنت کو غلط فہمیاں ہو گئی تھیں۔ شاہ صاحب کے ملفوظات اور معارف میں ایک نادر مخطوطے القول الجلی فی ذکر آثار الولی (۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۳ء، صفحات ۔ ۵۶۰) کے اصلی متن کی اشاعت کے بعد شاہ صاحب کا اصلی مسلک اور تعلیمات سامنے آئیں اور غلط فہمیاں دور ہوئیں۔ یہ کتاب سجادہ نشین خانقاہ مظہریہ دہلی، حضرت ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمۃ نے

(۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء) میں ابوالخیر اکادمی دہلی سے شائع کردی ہے۔ اس پر ایک سیر حاصل مقدمہ (۵۰۵۔۵۶۰) بھی تحریر فرمایا ہے جس سے اصل حقائق پہلی بار سامنے آ گئے ہیں۔

۹......امام احمد رضا محدث بریلوی کی شخصیت اور دینی و علمی خدمات سے متعلق حقائق کا بالعموم عالمی جامعات اور کلیات کے اساتذہ اور اسلامی تحقیقی اداروں سے متعلق فضلاء اور محققین کو علم نہیں تھا لیکن اب مرکزی مجلس رضا (لاہور) اور ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (کراچی) کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں گزشتہ تیس سال میں مندرجہ ذیل محققین نے مختلف جامعات سے امام احمد رضا محدث بریلوی کے مختلف پہلوؤں پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ اور تین محققین اپنے اپنے مقالات جامعات میں پیش کر چکے ہیں اور چار محققین ایسے ہیں جو ڈاکٹریٹ کے مقالات لکھ رہے ہیں۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قارئین کرام کی معلومات میں اضافے کے لئے یہ تفصیلات پیش کر دیں۔

امام احمد رضا پر پی۔ ایچ۔ ڈی مقالات کی فہرست

۱۔ ڈاکٹر حسن رضا خان ''فقیہ اسلام'' (۱۹۷۶ء) پٹنہ یونیورسٹی، بھارت

۲۔ ڈاکٹر مسز اوشا سانیال

۲......Dr. Usha Sanyal, Devotional Islam & Politics in British India (Ahmad Riza Khan Barelwi and his Movement 1870-1920)

۳۔ ڈاکٹر طیب علی رضا، ''امام احمد رضا خان - حیات و کارنامے'' ہندو یونیورسٹی، بنارس بھارت ۱۹۹۳ء

۴۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، ''کنز الایمان اور دیگر معروف اردو قرآنی تراجم کا تقابلی جائزہ'' جامعہ کراچی، کراچی ۱۹۹۳ء

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر مولانا حافظ عبدالباری صدیقی، ''امام احمد رضا بریلوی کے حالات و افکار اور اصلاحی کارنامے'' (سندھی)، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، حیدر آباد، سندھ ۱۹۹۳ء

۶۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ''اردو نعت گوئی اور فاضل بریلوی'' روہیلکھنڈ یونیورسٹی، بریلی شریف، بھارت ۱۹۹۳ء

۷۔ ڈاکٹر سراج احمد بستوی، ''مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری'' کانپور یونیورسٹی، کانپور، بھارت ۱۹۹۵ء

۸۔ ڈاکٹر امجد رضا خان قادری ''امام احمد رضا خان کی فکری تنقیدیں'' ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ بہار، بھارت، ۱۹۹۸ء

۹۔ پروفیسر ڈاکٹر انوار احمد خان، ''مولانا احمد رضا بریلوی کی فقہی خدمات'' سندھ یونیورسٹی، جامشورو، حیدر آباد، سندھ ۱۹۹۹ء

۱۰۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، ''امام احمد رضا کا تصور عشق'' میسور یونیورسٹی، بھارت ۲۰۰۲ء

۱۱۔ ڈاکٹر غلام غوث قادری، ''امام احمد رضا کی انشاپردازی'' رانچی یونیورسٹی، بہار، بھارت، ۲۰۰۲ء

۱۲۔ ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی ''عربی زبان وادب میں مولانا احمد رضا کا حصہ'' جواہر لال نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی، بھارت

۱۳۔ مولانا اسحاق رام پوری ''فارسی ادبیات میں مولانا احمد رضا کا حصہ'' جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، بھارت

امام احمد رضا پر داخل شدہ پی۔ایچ۔ڈی مقالات کی فہرست

۱۔ مولانا منظور احمد سعیدی، ''مولانا احمد رضا بریلوی کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' جامعہ کراچی، کراچی، ۲۰۰۳ء

۲۔ مولانا غلام جابر مصباحی، ''امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات''، مگدھ یونیورسٹی، بہار، بھارت ۲۰۰۳ء

۳۔ پروفیسر مولانا اشفاق احمد جلالی، "**الزلال الانقی من بحر سبقة الا تقی**" (للشیخ احمد رضا خان)، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۳ء

امام احمد رضا پر زیر تکمیل پی۔ایچ۔ڈی مقالات کی فہرست

۱۔ پروفیسر سعید احمد، ''امام احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات'' کلبار یونیورسٹی، کرناٹک، بھارت

۲۔ آنسہ تنظیم الفردوس، ''مولانا احمد رضا خان کی نعتیہ شاعری کا تاریخی اور ادبی جائزہ'' جامعہ کراچی، کراچی

۳۔ محمد حسن امام، ''امام احمد رضا خان اور ان کے خلفاء کا تحریک پاکستان میں کردار'' جامعہ کراچی، کراچی

۴۔ محمد عارف جامی، ''جدالممتار علی ردالمحتار کی تخریج اور تحشی'' جامعہ کراچی، کراچی

۱۰......شیخ محمد صالح الزواوی نقشبندی المجددی المظہری المکی: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات، مکہ مکرمہ ۱۳۰۰ھ صفحہ ۳۰۔

۱۱......مولانا محمود احمد قادری، مکتوبات امام احمد رضا، لاہور

۱۲......روہیل کھنڈ یونیورسٹی (بریلی شریف) کے پروفیسر محمود حسین صاحب نے حضرت والد ماجد سے یہ تاریخی حقائق بیان فرمائے۔

۱۳......تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں:

الف۔ مولانا یاسین اختر مصباحی: امام احمد رضا اور ردّ بدعات، کراچی

ب۔ پروفیسر فاروق القادری: فاضل بریلوی اور امور بدعت، لاہور

ج۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: خوب و ناخوب، کراچی، ۱۹۹۸ء

۱۴......مکتوب گرامی سید محمد امیر شاہ گیلانی بنام پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، از پشاور

۱۵......حضرت والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) کے چوبیس سال سے سرپرست اعلیٰ ہیں۔ یہ وہ واحد ادارہ ہے جو بین الاقوامی سطح پر امام احمد رضا محدث بریلوی پر تحقیق کرنے والوں کی علمی خدمت کر رہا

ہے‘ اس کے صدر صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری اور سیکریٹری جنرل پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب ہیں۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا‘ اسلام آباد شاخ کے سرپرست کے۔ ایم۔ زاہد اور ناظم اعلیٰ صاحبزادہ سید محمد طاہر صاحب نقشبندی مجددی ہیں۔

حضرت والد ماجد کے حوالے سے امام احمد رضا پر تحقیق کے ضمن میں تین کتابیں اور سوانحی حالات، علمی و دینی خدمات پر چودہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

امام احمد رضا پر تحقیق کے حوالے سے

۱۔ محمد عبدالستار طاہر‘ مسعود ملت اور رضویات، لاہور ۱۹۹۴ء
۲۔ پروفیسر نبیلہ اسحاق چودھری (استاد جامعہ عین الشمس، قاہرہ) امام احمد رضا اور مسعود ملت۔ مرتبہ مولانا جاوید اقبال مظہری، کراچی ۲۰۰۰ء
۳۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی: مسعود ملت اور امام احمد رضا‘ کراچی‘ ۱۹۹۲ء

سوانح اور علمی اور دینی خدمات کے حوالے سے

۱۔ پروفیسر ڈاکٹر سید محمد عارف: تذکرۂ مسعود، کراچی‘ ۱۹۶۹ء
۲۔ آر بی مظہری: جہانِ مسعود، کراچی‘ ۱۹۸۵ء
۳۔ محمد عبدالستار طاہر: منزل بہ منزل، کراچی‘ ۱۹۹۱ء
۴۔ محمد عبدالستار طاہر: تخصصات مسعود ملت، لاہور‘ ۱۹۹۴ء
۵۔ ابوالسرور محمد مسرور احمد: مسعود ملت کے آثار علمیہ، کراچی‘ ۱۹۹۷ء
۶۔ محمد عبدالستار طاہر: تذکار مسعود ملت، لاہور‘ ۱۹۹۹ء
۷۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی: ڈاکٹر مسعود احمد کی نثر اردو، کراچی ۲۰۰۰ء
۸۔ ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی علمی اور دینی خدمات، کراچی ۲۰۰۲ء
۹۔ محمد عبدالستار طاہر: مکتوبات مسعودی (غم نامے)، کراچی ۲۰۰۳ء
۱۰۔ محمد عبدالستار طاہر: مکتوبات مسعودی‘ جلد اول و دوم، کراچی
۱۱۔ مولانا جاوید اقبال مظہری: مجدد مأۃ حاضرہ، کراچی
۱۲۔ محمد عبدالستار طاہر: مجدد مأۃ حاضرہ‘ لاہور ۲۰۰۴ء
۱۳۔ محمد علی سومرو مسعودی: ولیٔ نعمت‘ کراچی ۲۰۰۴
۱۴۔ ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری: تھا جس کا انتظار‘ کراچی

۱۶......تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل کتابیں مطالعہ فرمائیں:

الف۔ علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری' مرتبہ: محمد عبدالستار طاہر، لاہور

ب۔ تعارف علمائے اہلسنت' مرتبہ: محمد صدیق ہزاروی، لاہور ۱۹۷۹ء

۱۷......تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں:

الف۔ محسن اہلسنت' مرتبہ: محمد عبدالستار طاہر، لاہور ۱۹۹۹ء

ب۔ تعارف علمائے اہلسنت' مرتبہ: محمد صدیق ہزاروی، لاہور ۱۹۷۹ء

۱۸......حیاتِ اعلیٰ حضرت' از علامہ محمد ظفرالدین رضوی، رضا اکیڈمی بمبئی، مطبوعہ بمبئی ۲۰۰۳ء

جلد اول: صفحات ۵۰۸، جلد دوم: صفحات ۵۸۶' جلد سوم: صفحات ۴۷۴

۱۹......حیاتِ اعلیٰ حضرت۔ شائع کردہ، مکتبہ نبویہ، لاہور ۲۰۰۳ء صفحات ۱۰۲۰

۲۰......تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل کتابیں ملاحظہ فرمائیں:

الف۔ انوار امیر ملت' مرتبہ محمد صادق قصوری، اسلامی کتب خانہ، اقبال روڈ، سیالکوٹ ۱۹۷۹ء

ب۔ تاریخ مشائخ نقشبند، مرتبہ محمد صادق قصوری، زاویہ پبلشرز، لاہور ۱۹۷۹ء

۲۱......تفصیلات کیلئے مندرجہ ذیل کتاب ملاحظہ فرمائیں:

الف۔ مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، مرتبہ محمد صادق قصوری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۲ء

ب۔ مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری کی تصنیف: قائداعظم کا مسلک (لاہور ۱۹۹۹ء)، صفحات ۲۴۷، سے معلوم ہوتا ہے کہ قائداعظم کے اجداد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور آپ کے خلفاء کے دامن سے وابستہ تھے اور آپ کے دربار میں حاضری ان کی زندگی کا معمول تھا۔ یہ لوگ نقشبندی مجددی تھے۔

۲۲......سید صابر حسین بخاری کی تحقیق کے مطابق قائداعظم سنی حنفی تھے اور اسی مسلک کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین بھی ہوئی۔ (قائداعظم کا مسلک۔ ص ۳۹۷) جب مولوی محمد بخش مسلم نے قائداعظم کو بتایا کہ ان کے اجداد کا تعلق حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اور ان کے سلسلۂ عالیہ سے رہا ہے تو قائداعظم نے کہا:۔

> ''آج مجھے پتا چلا میرے عزیز و اقارب سرہند جانا کیوں ضروری سمجھتے تھے۔
>
> (سید صابر حسین بخاری۔ قائداعظم کا مسلک۔ مطبوعہ لاہور۔ صفحہ ۲۴۷)

۲۳......الحمدللہ! حضرت والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے گزشتہ پینتالیس سال میں قادریہ، نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ تمام ہی سلاسل طریقت کے بزرگوں پر لکھا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم کو دل صافی عطا فرمائے اور اپنے محبوبوں کی محبت سے ہمارے دلوں کو معمور رکھے۔ آمین۔

۲۴...... مولانا محمد عالم مختار حق زید لطفہ، نے اپنے مکتوب گرامی مورخہ ۲۷/ مارچ ۲۰۰۳ء میں حضرت والد ماجد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر سرینڈر کرتا ہوں۔ میرے لئے یہی سعادت بس ہے کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا کہ آپ کی خدمت کرسکوں، بس یہی میرا انعام اور یہی میرا صلہ ہے۔ میری نظر میں یہ چھوٹی بات نہیں ہے کہ میں آپ کو یاد تو ہوں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ابتدائیہ

مولانا جاوید اقبال مظہری

☆☆

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جب اپنے کسی محبوب ولی کامل کو اپنے دین کی عظیم الشان خدمات کے لیے منتخب فرماتا ہے تو اس کے آنے سے پہلے اس کی ولایت کے چرچے شروع ہو جاتے ہیں، انہیں نفوسِ قدسیہ کے لیے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

> ''اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید' لیکن قیامت کے دن قُربِ الٰہی کی وجہ سے انبیاء اور شہداُ ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہمیں بتائیے وہ کون لوگ ہیں' اُن کے اعمال کیا ہیں' تا کہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں۔'' فرمایا: ''وہ لوگ جو اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں' نہ اُن میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت، لوگ حُزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انہیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

(سورہ یونس:۶۲)

ترجمہ: بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم گین ہوں گے۔

(قرطبی بحوالہ ضیاء القرآن، جلد دوم، ص ۳۱۲)

انہی محبوبوں میں حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی علیہ الرحمۃ کی ذاتِ گرامی ہے جنہوں نے سرزمینِ ہند میں توحید کے سربستہ رازوں سے غافلوں اور بے خبروں کو آگاہ فرمایا اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی تجدید فرمائی۔ ایسے ہی محبوب کی آمد آمد کی بشارت دیتے ہوئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> گیارہویں صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک ایسا شخص بھیجے گا جو میرا ہم نام ہوگا۔ نورِ عظیم الشان ہوگا، ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔

(خواجہ کمال الدین محمد احسان، روضۃ القیومیہ، رکن اول، مطبوعہ لاہور، ص، ۳۷، ۳۸)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ ایک حدیث نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جس کو 'صلہ' کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے اتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

(جلال الدین سیوطی: جمع الجوامع بحوالہ جواہر مجددیہ، ص ۱۵)

ان احادیث کی روشنی میں اہل نظر نے فضائے بسیط پر آپ کی ولایت کے انوار ملاحظہ فرمائے۔ چنانچہ حضرت غوثِ الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فضائے بسیط پر آپ کی ولایت کا نور ملاحظہ فرمایا' اور آپ کے لیے اپنا خرقہ خاص مخصوص فرمایا۔ جو قادریہ سلسلہ کے نامور شیخ طریقت حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت شاہ سکندر کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ نے آپ کو پہنچایا۔ اس کے علاوہ راہِ طریقت کی ایک نامور شخصیت حضرت شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ نے آپ کی ولایت کے انوار مشاہدہ کیے اور ارشاد فرمایا:

> میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور میرے ہم نام ظاہر ہوں گے' اور اُن میں سے اخیر شخص بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا' اور وہ ان میں سب سے بڑا بزرگ ہوگا۔

(حضرات القدس، ص ۳۸)

حضرت شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ کے علاوہ جن اور مشائخ نے آپ کی ولایت کے انوار مشاہدہ فرمائے

ان میں حضرت داؤد قیصری، حضرت خلیل اللہ بدخشی، حضرت شیخ سلیم چشتی، حضرت نظام الدین نارنولی، حضرت شیخ عبداللہ سہروردی اور دیگر مشائخ کے علاوہ خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے بھی سرہند میں آپ کی ولایت کے انوار مشاہدہ فرمائے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری سے متعلق جو احادیث مبارکہ بیان کی گئی ہیں۔ اُن کے مطابق آپ دو جابر بادشاہوں کے درمیان تشریف لائے اور اعلائے کلمہ حق فرمایا، دین کی تجدید فرمائی، آپ کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے، آپ کو مقام شفاعت کی بشارت سے بھی سرفراز کیا گیا:

''ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے''

اس عظیم الشان بشارت کی تصدیق اس وقت ہوگئی جب سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔ دنیا کا اجازت نامہ واپس لے کر آخرت کا اجازت نامہ عطا فرمایا اور مقام شفاعت میں حصّہ عطا فرمایا۔

(مکتوبات امام ربانی' دفتر سوم، حصہ دوم، ص ۱۰۵)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور تحدیث نعمت خود اپنے فضائل وکمالات کا ذکر فرمایا ہے، آپ کے صاحبزادگان عظام اور خلفائے کبار علیہم الرحمۃ نے مزید کمالات کا ذکر فرمایا ہے' جن کو پڑھ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے مگر یہ سب قابل یقین ہیں، ہر ولی کامل کے فضائل وکمالات جانچنے کا ہمارے پاس یہی معیار ہے، مستند ترین روایات کو رد نہیں کیا جاسکتا خواہ عقل میں آئیں یا نہ آئیں...... عقل والوں کیلیے عقل معیار ہے مگر دل والوں کے لیے عقل معیار نہیں۔ ان کیلیے معیار بیان کرنے والوں کی صداقت وسچائی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی محسنِ ملت بھی ہیں اور رہبرِ شریعت وطریقت بھی، آپ کی جلیل القدر خدمات کی بدولت سرزمین ہند میں اسلام کا بول بالا ہُوا۔ ایسے محسن کے احسانات کو فراموش کر دینا اور اُن کی تعلیمات کو پس پشت ڈالنا نہ صرف احسان فراموشی ہے بلکہ بدبختی بھی ہے، لیکن یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق اپنے محبوبوں کے ذکر اذکار کو بلند کرتا رہتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے جو تجدیدی کارنامے انجام دیے وہ گونا گوں ہیں مگر ان کا بنیادی مقصد اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اہلِ ایمان کے قلوب کو عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روشن کرنا تھا دور جدید میں ان کارناموں

کی اشاعت اور تجدید کا کام جن حضرات نقشبندیہ نے کیا ان میں یہ نام قابلِ ذکر ہیں:۔

○...... حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلوی

(مسند نشین، درگاہ شاہ ابوالخیر، دہلی)

○...... صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

(ناشر، ماہنامہ نور اسلام ''مجدد الف ثانی نمبر''، شرقپور شریف)

○...... مولانا سعید احمد نقشبندی مجددی، لاہور

(مترجم مکتوبات امام ربانی)

○...... مولانا محمد سعید نقشبندی مجددی، گوجرانوالہ

(شارح مکتوبات امام ربانی، بعنوان ''البیّنات'')

○...... پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نقشبندی مجددی، حیدر آباد

(محقق رسائل مجددیہ)

○...... ڈاکٹر احمد مرزا نقشبندی، امریکہ

(مؤسس نقشبندی فاؤنڈیشن، شگاگو) وغیرہ وغیرہ

ان کے علاوہ جس نقشبندی مجددی شیخ طریقت کے سپرد یہ کام کیا گیا اس کا نام نامی اسمِ گرامی، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ہے جو نبھانی العصر بھی ہے، سعادت لوح و قلم بھی ہے، ماہر رضویات بھی ہے، محسنِ اہلسنت بھی ہے، فخر اہلسنت بھی ہے، مسعود ملت بھی ہے اور مجددِ مأۃ حاضرہ بھی ہے......طریقت پناہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے والدِ ماجد مفتی اعظم ہند حضرت شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ العزیز سے بیعت ہیں جبکہ اجازت و خلافت حضرت شاہ محمد مسعود محدث دہلوی کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شاہ محمد رکن الدین الوری علیہ الرحمۃ کے فرزندِ دلبند اور جانشین، قطبِ وقت حضرت شاہ محمد محمود الوری علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔ اس کے علاوہ آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ میں حضرت زین العابدین علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت حاصل ہے اور سلسلۂ چشتیہ میں بھی اوراد و وظائف کی اجازت ہے۔ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کو علوم ظاہری و باطنی میں جو

مقام حاصل ہوا وہ سب آپ کے والد ماجد اور مُرشد گرامی مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ کی نظر کرم اور دعاؤں کا مرہونِ منت ہے، حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ نے اپنے فرزند دلبند کو جن دعاؤں سے سرفراز فرمایا اور جن کی قبولیت کا ظہور وقتاً فوقتاً ہوا اُن دعاؤں کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:

○ ...... ''مولا تعالیٰ تم سے میری آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور مخلوق کو تمہاری دینی خدمت سے بہرہ ور کرے'' (۱۹۴۹ء)

○ ...... ''مجھے امید ہے کہ اپنے بھائیوں سے سبقت لے جاؤ گے اور اپنے اجداد کا نمونہ ثابت ہو گے'' (۲۵ فروری ۱۹۵۳ء)

○ ...... ''اعلیٰ حضرت فقیہ الہند شاہ محمد مسعود قدس سرہ کے حالات لکھنا تم کو اہلِ بواطن کو مبارک ہو'' (۳۰ مارچ ۱۹۶۶ء)

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب ولی کامل حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے تجدیدی کارناموں کی تجدید کے لیے جس جلیل القدر ہستی کا انتخاب فرمایا وہ طریقت پناہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی ذاتِ گرامی ہے......

مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر تحریری کام کا آغاز ۱۹۶۰ء سے فرمایا اور حضرت مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ قدس سرہ سے دُعا کی استدعا کی' حضرت مفتی اعظم نے دعا سے سرفراز فرماتے ہوئے فرمایا:

> حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ المولی القوی کے حالات پر مقالہ تحریر کرنا مبارک ہو۔ (یکم نومبر ۱۹۶۰ء)

دوسرے مکتوب شریف میں تحریر فرمایا:

> جدامجد صاحب کے حالات لکھنے میں توفیق تمہیں روح القدس سے مولیٰ تعالیٰ مرحمت فرمائے ۔۔۔۔ حضرت مجدد صاحب کا مقالہ دل چاہتا ہے کہ زندگی میں دیکھ لوں۔ (۱۹۶۰ء)

حضرت مفتی اعظم کی دعا سے حضرت مسعودِ ملت نے جب مقالہ مکمل فرمایا اور اس کی اطلاع حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز کو دی تو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ العزیز نے اپنے مکتوب گرامی

میں ارشاد فرمایا:۔

> حضرت شیخ (مجدد الف ثانی) کے مقالے کی خبر نے نہایت درجے
> محظوظ کیا۔ (۱۱ مئی ۱۹۶۱ء)

اور اسی مکتوب میں خوش ہوکر اس عظیم المرتبت دعا سے سرفراز فرمایا

> مولیٰ تعالیٰ تمہیں تمہارے جد امجد کا مظہر بنائے (۱۱ مئی ۱۹۶۱ء)

حضرت مفتی اعظم علیہ الرحمۃ کی یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت مسعودِ ملت کے علمی و تحقیقی کارناموں کی دھوم چار دانگِ عالم میں سُنی گئی، بہرحال مذکورہ مقالہ کی مقبولیت کے بعد حضرت مسعودِ ملت نے اپنے علمی و تحقیقی کاموں کا سلسلہ جاری رکھا......اب تک حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر آپ کی درج ذیل تصانیف و تالیفات منظر عام پر آچکی ہیں:۔

۱...... سیرت حضرت مجدد الف ثانی (مطبوعہ ۱۹۷۶ء، کراچی)

۲...... حضرت مجدد الف ثانی' حالات و افکار (مطبوعہ ۱۹۹۵ء، کراچی)

۳...... صراط مستقیم (مطبوعہ ۱۹۹۶ء، کراچی)

۴...... حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر اقبال (مطبوعہ ۱۹۹۶ء، کراچی)

۵...... مکتوبات شریف قاضی احمد دمائی (مطبوعہ ۱۹۹۷ء، کراچی)

۶...... مجدد ہزارۂ دوم (مطبوعہ ۱۹۹۷ء، کراچی)

۷...... تجلیاتِ امام ربانی (مطبوعہ ۲۰۰۱ء، کراچی)

حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی زیرنگرانی ادارۂ معارفِ مجدد الف ثانی کا قیام ۱۹۹۲ء میں عمل میں آیا جس کے سرپرستوں میں پیر محمد ابراہیم جان سرہندی علیہ الرحمۃ اور پیر عبدالوحید جان سرہندی شامل تھے، اس ادارے کے صدر حضرت پیر فضل الرحمٰن آغا مجددی ہیں اور نائب صدور حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر اور مفتی محمد جان نعیمی ہیں جبکہ راقم الحروف جاوید اقبال مظہری سیکریٹری جنرل۔ اس ادارہ کے تحت پہلی امام ربانی کانفرنس ۲۰۰۱ء میں منعقد ہوئی جس کو ادارۂ مسعودیہ کا تعاون حاصل تھا، کانفرنس کے موقع پر مندرجۂ ذیل کتابوں کی اشاعت ہوئی:

۱۔ مجدد ہزارۂ دوم

۲۔ صراط مستقیم

۳۔ راہ ہدایت

۴۔ ملفوظات حضرت مجدد الف ثانی

اس سے پہلے کہ امام ربانی فاؤنڈیشن کے قیام کا ذکر کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فضل وکرم کا تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر کیا جائے جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی روحانیت سے اس احقر پر ہوا۔ راقم الحروف نے حضرت مجدد الف ثانی کے حالات اور باطنی فیوض و برکات پر مشتمل ایک کتاب ''آفتاب ولایت'' تالیف کی جب یہ کتاب طباعت کے بالکل آخری مرحلے میں تھی تو احقر نے خواب دیکھا کہ

> احقر مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مسعودِ ملت کے ساتھ ایک سفر پر ہے اور بھی بہت سے حضرات ہمرکاب ہیں دورانِ سفر حضرت مسعود ملت نے احقر سے فرمایا کہ ''ہم سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کی قبر شریف کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں۔ ایک مقام پر جا کر حضرت مسعود ملت رک گئے۔ وہ جگہ بقعہ نور تھی اور خوشبوؤں سے معطر ومعنبر، احقر نے قبر شریف کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ اس کے بعد حضرت مسعود ملت منظر سے ہٹ گئے مگر ان کی آواز آتی رہی اور سرہند شریف کا سفر جاری رہا، اس دوران حضرت مسعود ملت سرہند شریف کے مقدس مقامات کی نشان دہی کراتے رہے۔ اس خواب کے بعد احقر پر عجیب کیف ومستی طاری رہی۔

یوں تو حضرت مجدد الف ثانی کا فیض پہلے ہی حاصل تھا اس خواب کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کے باطنی فیوض وبرکات ابر بہاری کی طرح برسنے لگے، اسی کیف ومستی کے دوران ایک دن ''امام ربانی فاؤنڈیشن'' کے قیام کی بات قلب پر وارد ہوئی۔ قیام سے کچھ عرصہ پہلے ربیع الاول ۱۴۲۳ھ میں علامہ رضوان احمد نقشبندی نے حضرت مسعود ملت کو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تحقیقی مقالات کو یکجا کر کے شائع کرنے کی تحریک فرمائی۔ اسی زمانے میں راقم کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا۔

راقم الحروف کی تحریک پر ۲۰۰۲ء میں امام ربانی فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب ہیں، جبکہ چیئرمین حضرت صاحب زادہ ابوالسرور محمد مسرور احمد صاحب ہیں، اور منتظمِ اعلیٰ راقم الحروف جاوید اقبال مظہری ہے، فاؤنڈیشن کا ایک انتظامی بورڈ ہے جو فاؤنڈیشن کے معاملات چلا رہا ہے، فاؤنڈیشن کے قیام کا مقصد خالص علمی ہے یعنی حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کی عالمگیر اشاعت، اس سلسلے میں مجدد مأة حاضرہ حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی نگرانی میں ماہ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مئی ۲۰۰۲ء علمی تحقیقی کام کا آغاز ہوا، الحمدللہ آغاز سے ہی تائیدِ الٰہی شامل رہی اور علمی کام سرعت سے انجام پذیر ہوتا گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی تعلیمات اور تجدیدی کارناموں پر جو علمی و تحقیقی مقالات منظر عام پر آ رہے ہیں اُن کا نام ''جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی'' تجویز کیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ سات جلدوں میں شائع ہو رہے ہیں، اس کام کے آغاز پر اندازہ تھا کہ یہ کام چھ سات سو صفحات پر مشتمل ایک جلد میں ہوگا مگر تائیدِ الٰہی سے مختصر مدت میں اتنا علمی مواد جمع ہو گیا جو تین ہزار صفحات سے بھی زیادہ ہو گیا اور سات جلدوں میں سمایا جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱...... ہر جلد میں پانچ ابواب ہیں۔

۲...... ہر جلد میں نعت، منقبت اور تأثرات ہیں۔

۳...... ہر جلد میں ابتدائیہ ہے اور حضرت مجدد الف ثانی کے حالات میں ایک مقالہ ہے تاکہ کوئی کسی بھی جلد سے مطالعہ شروع کرے تو پچھلی مجلدات اور صاحبِ سوانح کے متعلق تشنگی محسوس نہ کرے۔

۴...... ہر ایک موضوع پر متعدد مقالات بھی ہیں۔ یہ اس لیے کہ مقالہ نگار علمی دنیا میں اپنا مقام رکھتے ہیں اس لیے ایک مقالہ نگار کو دوسرے مقالہ نگار پر ترجیح دینا مناسب خیال نہ کیا۔

۵...... آخر میں چار اشاریوں کا اہتمام کیا گیا ہے یعنی اسماء الرجال، اسماء الاماکن، اسماء الکتب والرسائل اور مآخذ و مراجع۔

٦...... وقت کی کمی کی وجہ سے بعض مقالات کی نوک پلک درست نہیں کی جا سکی بہر حال پروف ریڈنگ کا حتی الوسع اہتمام کیا گیا ہے، پھر بھی غلطیاں رہ گئی ہوں تو اس کے لیے فاؤنڈیشن معذرت خواہ ہے

۷...... جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی کو بیک وقت تین حروف سازوں نے کمپوز کیا اور تقریباً دس پروف ریڈنگ کرنے والوں نے پروف ریڈنگ کا فرض انجام دیا' جن میں مولانا محمد عالم مختار حق اور ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی قابل ذکر ہیں پھر بھی غلطیاں رہ گئی ہوں تو مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر لی جائے اور صحت نامہ شائع کر دیا جائے۔

۸...... کوئی بات اہل سنت و جماعت کے مسلک کے خلاف قلمکاروں نے لکھی ہو تو ضرور مطلع کریں تاکہ آئندہ اصلاح کر دی جائے۔

۹...... تمام مقالات سے مرتبین کا متفق ہونا لازم نہیں اس لیے ہر مقالہ کی ذمہ داری کلی طور پر مقالہ نگار پر ہے۔

۱۰...... جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی میں بہت سے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مقالات شامل کیے ہیں۔

۱۱...... جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کے بعض مقالہ نگاروں کے حالات ''نگارخانہ'' کے عنوان سے آخر میں دیے گئے ہیں تاکہ اُن کی تحریر کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

۱۲...... جو فضلاء علمی دنیا میں معروف ہیں اور محقق ہیں' اُن کے مقالات بلا حوالہ بھی شامل کر لیے گئے ہیں کیونکہ وہ خود ایک حوالہ ہیں۔ بعض فارسی تحریریں بغیر ترجمے کے شامل کی گئی ہیں یہ عجلت کی وجہ سے کیا گیا، آئندہ ترجمے کو ضمیمے میں شامل کر دیا جائیگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

۱۳...... بعض فارسی عبارات کے اردو تراجم بغیر متن اس لیے شامل کیے گئے کہ کتاب کا حجم بڑھ جاتا' اس کے علاوہ آج کل فارسی زبان عوام تو عوام بعض خواص کی سمجھ سے بھی بالاتر ہے۔

۱۴...... اس تالیف کبیر میں ہم نے ان قارئین کرام کا زیادہ خیال رکھا ہے جو پڑھ کر کچھ بننا چاہتے ہیں، ادب برائے ادب کے قائل نہیں، جو ادب برائے زندگی کے قائل ہیں جو واقعات کو عقل کے تنگ پیمانے سے نہیں جانچتے بلکہ دل کے وسیع پیمانے سے پرکھتے ہیں۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظیم شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر لکھے جانے والے مقالوں کو یکجا کر دیا جائے تاکہ آپ کی شخصیت اور کارنامے زیادہ سے زیادہ اجاگر ہو جائیں۔ دور جدید میں اس کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ عالم اسلام صرف اور صرف آپ کی شخصیت پر مجتمع ہے آپ کا چرچا نہ صرف ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں بلکہ براعظم ایشیاء، براعظم افریقہ اور یورپ و امریکہ کے اکثر ملکوں میں ہے۔ آپ کے پیغام میں زندگی اور حرارت بھی ہے اور اسلام کی عالم گیریت

بھی۔ آپ ہی کے سلسلہ عالیہ کا یہ خاص امتیاز ہے کہ وہ برصغیر سے نکل کر پوری دنیا میں پھیلا۔ ان شاء اللہ یہ روشنی پھیلتی رہے گی، تاریکیاں چھٹتی رہیں گی اور امتِ مسلمہ ہدایت پاتی رہے گی۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت مسعودِ ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی زیرنگرانی ہونے والی اس عظیم علمی خدمت کو قبول فرمائے اور اُن تمام خادمین کو اجرِ عظیم عطا فرمائے جو مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ مسعودیہ سے وابستہ ہیں اور اُن تمام معاونین کو خوب نوازے جو دوسرے سلاسل طریقت اور سلسلہ عالیہ مجددیہ کی دوسری شاخوں سے وابستہ ہیں۔ ہم سب اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سربسجود ہیں کہ اس نے ہم کو اس عظیم کام کی توفیق عطا فرمائی اور برسوں کا کام اس کے کرم سے اتنی جلد ہو گیا۔ **فالحمد للہ علیٰ ذٰلک**

احقر العباد

جاوید اقبال مظہری

(منتظم اعلیٰ، امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی)

؁۱۴۲۵ھ/ ؁۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

افتتاحیہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

☆☆

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصور جب ذہن میں آتا ہے تو فکر و شعور پر چھا جاتا ہے، ان کی آمد سے بہت پہلے ان کی آمد آمد کا غلغلہ بپا ہوا، اور ان کی آمد آمد کے بعد مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں ان کا چرچا ہوا[۱]...... وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور رحمت تھے جو اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کو عطا فرمائی...... فقیر نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۰ء کے درمیان حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کام کیا[۲]...... پھر ۱۹۷۰ء سے ۱۹۹۲ء تک امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کام کیا[۳]...... جو ابھی تک جاری ہے ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء تک مسلک اہل سنت و جماعت پر کام کیا[۴]...... یہ بھی ابھی تک جاری ہے۔ ۲۰۰۲ء میں پھر امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی تقریب یہ ہوئی کہ ماہ مذکورہ میں محبی علامہ رضوان احمد نقشبندی نے فقیر کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات و خدمات پر ایک یادگار مجموعہ مرتب کرنے کی طرف متوجہ کیا، بات دل کو لگی...... جب خیال آیا تو ایک نقطہ تھا، پھیلتے پھیلتے ''جہان امام ربانی مجدد الف ثانی'' بن گیا...... ایک قطرہ تھا، پھیل کر سمندر بن گیا...... ایک شگوفہ تھا، کھل کر گلشن بن گیا...... ایک ستارہ تھا، چمک کر آفتاب بن گیا...... یہ سب کچھ اللہ کے فضل و کرم اور اہل محبت کے تعاوّن سے ممکن ہوا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء ...... خیالات امنڈنے لگے...... سمٹنے لگے، سنورنے لگے...... ''جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی'' کی شکل و صورت نکل آئی...... دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک محبوب دل ربا بن گئی، اب دیکھنے والے دیکھ دیکھ کر حیران ہوے جاتے

ہیں۔ ابھی تو کچھ مدت نہ گزری تھی، سنا ہی سنا تھا، یہ کیا ہوگیا؟...... ہاں، ایک خیال آیا پھر خیالوں کی بدلیاں چھانے لگیں...... بارش ہونے لگی، کبھی موسلا دھار، کبھی بوندا باندی...... کبھی دھوپ نکل آتی، کبھی بدلیاں چھانے لگتیں، پھوار پڑنے لگتی' پھر گنگا جمنی کا سماں سامنے ہوتا...... یہ سلسلہ چلتا رہا، خیالوں پہ خیال آتے رہے...... جہان امام ربانی میں ایک جہاں آباد ہوگیا، چہل پہل ہونے لگی، رونق ہی رونق ہوگئی...... جدھر دیکھیے امام ربانی کی کسی نہ کسی ادا، کسی نہ کسی تصور، کسی نہ کسی نظریہ کی بہار نظر آنے لگی۔

ابتداء میں خیال تھا کہ یہ کام ایک جلد میں سمٹ جائے گا، پھر کام بڑھا تو خیال آیا کہ شاید دو جلدوں میں سمٹ جائے، پھر بڑھتے بڑھتے، بڑھتا ہی چلا گیا اور سمیٹا تو برسوں کا کام مہینوں میں، مہینوں کا کام ہفتوں میں، ہفتوں کا کام دنوں میں، دنوں کا کام گھنٹوں میں، گھنٹوں کا کام لمحوں میں سمٹتا چلا گیا اور ایک نہ دو، مکمل سات ضخیم جلدوں میں کام سمٹا...... اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ونصرت، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توجہ خاص اور اکابر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اور آباؤ اجداد کرام علیہم الرحمۃ کی توجہاتِ عالیہ کے طفیل برق رفتاری سے یہ کام انجام پایا...... حوصلہ بڑھتا گیا، وہ کام ہوتے رہے جن کا وہم وگمان بھی نہ تھا...... یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جو بے جان میں جان ڈالتا ہے، بوڑھوں کو جوانوں کا حوصلہ عطا فرتا ہے، جو دیتا چلا جاتا ہے، لینے والا تھک جاتا ہے۔ اللہ اکبر!...... کیسا سخی ہے، کیسا لجپال ہے، کیسا فیاض ہے، کیسا جوّاد ہے؟

شکر کدام فضل بجا آورد کسے
عاجز بماند ہر کہ دریں افتکار کرد

اس وقت فقیر کی عمر ۷۴ سال ہوچکی (الحمد للہ علیٰ ذٰلک) مختلف عوارض اور حادثات دل پر اثر کرتے اگر وہ ہم فقیروں کو اپنی معیت کی خوشخبری نہ سناتا...... پھر بہت سے دعا دینے والوں نے محبت کا حق ادا کردیا۔ اپنی زندگیاں نذر کردیں...... کس کس کا نام بتاؤں، ملک و بیرونِ ملک ایسے فدا کار و جان نثار موجود ہیں...... سچی بات یہ ہے کہ زندگی وارنا اتنا آسان نہیں...... ہاں محبت جب شباب پر ہوتی ہے تو اپنا رنگ دکھاتی بھی ہے اور جماتی بھی ہے...... پھر جان وارنا بالکل آسان ہوجاتا ہے...... جینے مرنے میں فرق نہیں رہتا اور مرنے میں جینے کا مزہ آنے لگتا ہے...... دعا کرنے والوں کی دعائیں قبول ہورہی ہیں، دین ومسلک کی خدمت کے لیے ماہ وسال مل رہے ہیں، شب وروز مل رہے

ہیں، یہ اس کریم کا کرم نہیں تو کیا ہے۔

○

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت اور نعمت تھے،...... پردہ فرمائے ہوئے تقریباً چار سو دس سال ہو چکے ہیں مگر ابھی تک ملت اسلامیہ پر سایہ فگن ہیں' اور ان شاء اللہ پانچ سو نوے سال اور سایہ فگن رہیں گے...... وہ مجدد الف ثانی تھے یعنی ہجری سنہ کے دوسرے ہزار سال کے مجدد اعظم...... اس کی تائید متقدمین نے بھی کی، معاصرین نے بھی کی اور متاخرین نے بھی کی (جن کا ذکر پیچھے حاشیہ نمبر ۱ میں آ چکا ہے) اور خود امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریرات سے اس کی تائید ہوتی ہے [۵]...... تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات کو پھیلایا، اگر امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ ہوتے تو امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات محجوب ہو چکی ہوتیں، آپ نے تعلیمات مجددیہ کی روح کو زندہ رکھا اور پائندہ بنایا اور عشق کی اس آگ کو بجھنے نہ دیا جو مُردوں کو جِلاتی ہے اور زندوں کو سنوارتی اور چمکاتی ہے......

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وقت کے جلیل القدر اساتذہ سے علومِ منقولہ و معقولہ حاصل کیے۔ فاضلِ جلیل مولانا کمال کشمیری جن کو منطق، فلسفہ، علم کلام، اصولِ فقہ میں کمال حاصل تھا، جن کی ذکاوت، حافظہ، کثرتِ مطالعہ اور قدرتِ تدریس کا شہرہ تھا۔ جن کے تلامذہ میں علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی جیسے فضلاء اور علماء و مدرسین پیدا ہوئے، جنہوں نے نصف صدی درس و تدریس میں مشغول رہ کر ۱۰۱۷ھ میں وصال فرمایا، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے جلیل القدر ماہرِ معقولات سے اس وقت کی نصاب کی اعلیٰ کتابیں پڑھیں' اور حدیث کی بعض کتابیں شیخ یعقوب کشمیری سے پڑھیں جنہوں نے حجاز جا کر علم حدیث حاصل کیا اور بڑے بڑے محدثین اور مصنّفین سے کسب حدیث و تفسیر کیا' اور ان کی تالیفات کی اجازت حاصل کی۔ مشہور عالم قاضی بہلول بدخشی سے جو علمِ حدیث اور تفسیر میں بلند پایہ رکھتے تھے اور حدیث میں شیخ وقت عبدالرحمٰن بن فہد کے تلمیذ رشید تھے، صحیح بخاری، مشکوٰۃ المصابیح، شمائل ترمذی اور دوسری کتبِ حدیث، ثلاثیات بخاری پر پڑھیں اور حدیث مسلسل کی سند حاصل کی [۷]...... مولانا یعقوب کشمیری حجاز سے اپنے ساتھ فقہ، حدیث اور تفسیر کی نفیس کتابیں لائے جو حضرت

مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے استاد کی وساطت سے مطالعہ فرمائیں، اس زمانے میں کتابوں کا حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا کیوں کہ طباعت کا رواج نہ تھا، کتاب نقل کے ذریعہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی تھی، جس کو شوق ہوتا وہ مہینوں نقل کر کے یا نقل کروا کر کتاب حاصل کرتا تھا......

○

ہم علوم وفنون کو میزانوں میں تولتے ہیں، پیمانوں سے ناپتے ہیں، گنتیوں سے گنتے ہیں مگر جب قرآن حکیم کھولتے ہیں تو علم کی وسعتیں اور پہنائیاں دیکھ دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں اور ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی...... ذرا آپ بھی توجہ سے سنیں اور غور سے دیکھیں، یہ کیسی آواز آ رہی ہے؟...... یہ کیسے جلوے دکھائے جا رہے ہیں؟

> اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر ہوں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، بیشک اللہ عزت اور حکمت والا ہے[8]......

اور سنیں:۔

> تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں[9]......

اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

○...... بیشک اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے[10]

○......اور بیشک اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے[11]

مگر وہ جس کو علم عطا فرماتا ہے، نہال کر دیتا ہے...... ہاں یہ علم، علم ہے جو وہ عطا فرماتا ہے، اس علم پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے سچ فرمایا!

○...... مجھے اللہ کی وہ شانیں معلوم ہیں جو تم نہیں جانتے[12]

○......اور ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے[13]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب روحانی سلسلوں سے وابستہ ہوئے تو ایک

نئی نظر ملی۔ پھر جب آپ نے علم کے چہرے سے نقاب الٹی تو معلوم ہوا کہ ہم نے وہ جہان دیکھا ہی نہیں بلکہ سنا بھی نہیں، جس جہان کی وہ خبر دے رہے ہیں، اس جہان کی باتیں عجیب و حیران کن ہیں......

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:...... علمِ حصولی اور علمِ حضوری...... پھر علمِ حضوری کی باتیں سنا سنا کر ہم کو حیران کر دیا...... علم کے حوالے سے ذرا آپ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات تو ملاحظہ فرمائیں:۔

> حق تعالیٰ کی ”اقربیت“ کا معاملہ علم حضوری کے ساتھ وابستہ ہے جو کہ اصل ”معلوم“ سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ ”معلوم“ کے ”ظلال“ میں سے کسی ”ظل“ کے ساتھ اور ”صورتوں“ میں سے کسی ”صورت“ کے ساتھ کہ وہ ”علمِ حصولی“ کا حصہ ہے، لہٰذا ”علمِ حصولی“ درحقیقت نفس شئے کا علم نہیں ہوتا بلکہ اس شئے کی ”صورتوں“ میں سے کسی ”صورت“ کا علم ہوتا ہے' اور اس میں نفس شئے کے لیے ”جہل“ ثابت ہوگا۔ سبحان اللہ! شئے کے ”جہل“ کو اس شئے کا ”علم“ کہتے ہیں[۱۴]۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

> پس علمِ حضوری، اشرف ہوا بلکہ علم ہی یہی ہے اور بس۔ اور اس علم کے علاوہ جو کہ ”علمِ حصولی“ ہے ”جہل“ ہے۔ جس نے علم کی صورت میں اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ یہ ”جہلِ مرکب“ ہے کہ اپنے جہل کو ”علم“ جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ کچھ نہیں جانتے[۱۵]۔

معلوم ہوا کہ ”علمِ حصولی“ جس پر ہم ناز کرتے ہیں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک 'علمِ حضوری' کے مقابلے میں 'جہل' محض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو 'علمِ حضوری' سے سرفراز فرمایا بلکہ اس سے بھی بلند درجہ عطا فرمایا جس کا اندازہ اس مکتوب شریف سے ہوتا ہے:

فرماتے ہیں:۔

> پوشیدہ نہ رہے کہ ”شان العلم“ سے بلند تر ”شان الحیات“ ہے کہ علم

> اس کا تابع ہے اور وہ تمام صفات کی اصل ہے، خواہ وہ علم ہو یا غیر علم۔ خواہ علمِ حصولی ہو، خواہ علمِ حضوری...... اور یہ ''شان الحیات'' ایک ایسی عظیم الشان شان ہے کہ دوسری تمام شیون وصفات اس کے پہلو میں ایسی نسبت رکھتی ہیں جیسی چھوٹی نہر کو دریائے محیط سے نسبت ہے[۱۶]۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''شان الحیات'' کی سیر کرائی، خود فرماتے ہیں:۔

> اس وقت جب کہ فقیر اللہ سبحانہ' کے کرم سے اس عظیم الشان (شان الحیات) کی سیر میں مصروف تھا تو اس مقام کے نیچے مسافتِ بعیدہ طے کرنے کے بعد یہ بات مشاہدہ میں آئی کہ اس مقام پر شیخ (ابن عربی) کا حجرہ ہے جس میں وہ اقامت پذیر ہیں، شاید آخر میں اس مقام سے بہرہ مند ہونے کے بعد ترقی کی ہو[۱۷]۔

یہ کیسی عجیب باتیں ہیں سمجھ سے بالاتر، فہم سے ماوراء، آخر سمجھ میں تو آنی چاہییں، اس کا ایک ہی طریقہ ہے اتباعِ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جتنا کمال حاصل ہوگا، فکر ونظر سے پردے ہٹتے چلے جائیں گے' اور سمجھ میں آتا چلا جائے گا، خود فرماتے ہیں:۔

> یہ معارف جس طرح فکر ونظر سے بالا ہیں' اسی طرح کشف وشہود کے اطوار سے بھی ماوراء ہیں، نیز ارباب کشف شہود ان علوم کے سمجھنے میں اربابِ علم وعقل کی طرح ہیں، ان کے لیے نبوت کی فراست کا نور درکار ہے جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کی متابعت کی دولت سے ان حقائق کو سمجھنے کی طرف ہدایت فرماتا ہے اور ان علوم ومعارف کو حاصل کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے[۱۸]۔

اللہ اکبر! ان علوم ومعارف کو سمجھنے میں ارباب کشف وشہود بھی اربابِ علم وعقل کی طرح ہیں...... اسی لیے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیان کردہ بعض معارف کے لیے یہ بھی لکھا ہے کہ ممکن

ہے کہ ان کو سن سن کر اپنے بھی بیگانے ہو جائیں مگر فقیر ان علوم و معارف کو بیان کرنے کے لیے مجبور ہے۔

خود فرماتے ہیں:۔

> یہ معارف جو تحریر میں آ گئے ہیں (اللہ پاک کی رحمت سے) امید کہ سب الہامات رحمانی ہیں کہ ان میں شیطانی وسوسوں کے شائبے کی بھی مطلق مجال نہیں، دلیل اس کی یہ ہے کہ فقیر نے جب ان علوم کی تحریر کا ارادہ کیا تو میں نے بارگاہ خداوندی میں التجا پیش کی۔ دیکھا کہ ملائکہ کرام (علیٰ نبیّنا وعلیہم السلام) اس مقام سے شیطان کو دفع کر رہے ہیں اور اس کے قریب بھی ان کو آنے کا موقع نہیں دیتے، چونکہ نعمتوں کا اظہار کرنا بھی عظیم خوبیوں میں سے ہے اس لیے میں نے اس نعمت کے اظہار کی جرأت کی، اللہ پاک سے امید کرتا ہوں کہ یہ چیز عُجب و تکبر سے دور رہے اور عُجب کی گنجائش بھی نہ رہے کہ اللہ پاک کی عنایت سے اپنی برائی اور خامی ہر وقت پیشِ نظر رہے[19]۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی: ''حضرات القدس'' حصہ دوم، لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۱۵۵)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راز کی باتیں صاحب زادگان اور خلفائے خاص سے فرماتے ہیں۔ فرزندِ جلیل خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کے نام جو کچھ تحریر فرمایا اس سے آپ کے علمِ لدُنّی اور مشاہدے کا اندازہ ہوتا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

> اے فرزند! یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر دوڑاتا ہے تو کوئی ایسی جگہ (خطۂ زمین میں) نہیں پاتا جہاں پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آں حضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور آفتاب کی طرح سب جگہ پہنچا ہے حتیٰ کہ یاجوج ماجوج میں بھی جن کے درمیان دیوار حائل ہے (وہاں) بھی پہنچا ہوا ہے۔ اور گزشتہ امتوں میں ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت کم ہی ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہیں

> ہوئے ہوں، یہاں تک کہ زمین ہند میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں، اور صانع جل شانہٗ کی طرف دعوت فرمائی ہے اور ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰات والتسلیمات کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں۔ اگر (یہ فقیر) ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔
>
> (مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۵۹، ترجمہ اردو، مطبوعہ کراچی)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ولایت کو ولایت محمدی اور ولایتِ موسوی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا پروردہ بتایا ہے جو ان حضرات عالیہ کے طفیل نسبت محبوبیت اور نسبت محبیّت سے مرکب ہے[۲۰]...... پھر اپنی ولایتِ خاصہ اور جو معاملات اس سے وابستہ ہیں ان کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> جو کاروبار اس ولایت سے وابستہ ہے اگر اس میں سے تھوڑا سا بھی ظاہر کردیا جائے یا وہ معاملات جو ان دونوں ولایتوں سے وابستہ ہیں، اگر اشارے کے طور پر بھی ان کو ظاہر کردیا جائے تو قطع البلعوم وذبح الحلقوم (نرخرہ کاٹ دیا جائے اور حلقوم ذبح کردیا جائے)...... جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض علوم کے اظہار میں جو انہوں نے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیے تھے قطع البلعوم کہا ہے تو دوسروں کے متعلق کیا کہا جائے[۲۱]۔

پھر اللہ تعالیٰ کی شانیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> وہ خداوند قدیم الاحسان اور ارحم الراحمین اس بات پر بھی قادر ہے کہ مجھ جیسے پس ماندہ کو سابقوں کے درجات تک پہنچادے اور ان کے طفیل ان کی دولت کا شریک کردے[۲۲]۔

یہ مکتوب گرامی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے جلیل القدر خلیفہ ملّا صالح کولابی بدخشی علیہ الرحمۃ کے نام تحریر فرمایا ہے جو برسوں آپ کی خدمت میں حاضر رہے، دوسرا مکتوب شریف

مرشد کریم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے جلیل القدر خلیفہ خواجہ حسام الدین علیہ الرحمۃ کے نام تحریر فرمایا جس میں ان علوم و معارف کا ذکر فرمایا جن تک عوام تو عوام خواص کو بھی رسائی حاصل نہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

> وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا رہتا ہے ان میں سے بیشتر حصہ تحریر ہوتا رہتا ہے اور ہر اہل اور نااہل کے گوش گزار ہوتا رہتا ہے لیکن وہ اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر ممتاز ہے اس کا ذرا سا حصہ بھی اظہار نہیں کیا جاسکتا بلکہ رمز و اشارے سے بھی ان حقائق کا ذکر نہیں کیا جاسکتا' بلکہ اپنے فرزند عزیز (فرزند اکبر خواجہ محمد صادق) جو اس فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقاماتِ سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے اس سے بھی ان اسرار و دقائق میں سے کوئی ایک امر بیان نہیں کرسکتا' اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں پوری پوری احتیاط و کوشش کرتا ہے حالاں کہ فقیر جانتا ہے کہ میرا فرزند 'محرمانِ اسرار' میں سے ہے اور خطاء و غلطی سے محفوظ ہے لیکن (یہ فقیر) کیا کرے معانی کی دقّت و باریکی زبان کو پکڑ لیتی ہے اور اسرار کی لطافت ہونٹوں کو بند کردیتی ہے...... وہ اسرار ایسے نہیں کہ بیان میں نہیں آسکتے بلکہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاسکتے[۲۳]۔

پھر ان مخفی اسرار و معارف کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

> یہ دولت جس کے پوشیدہ رکھنے میں ہم کوشش کرتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے 'مشکوٰۃ نبوت' سے اقتباس کی ہوئی ہے اور ملائکہ، ملاء اعلیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی متابعت کرنے والوں میں سے جس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ اس دولت میں شریک ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو قسم کے علم سیکھے ہیں، ان دو علموں

> میں سے ایک یہ ہے کہ جو میں نے تمہارے درمیان پھیلایا اور بیان کیا اور دوسرا علم وہ ہے کہ اگر میں تم پر ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دیا جائے...... اور وہ علم، علم اسرار ہے کہ ہر شخص کی فہم وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی[۲۴]۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض معارف ایسے بھی تھے جو اپنے مرشد کریم کو بھی نہیں لکھ سکتے تھے۔ مکتوب نمبر ۱۳، جلد اوّل میں اپنے مرشد خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے نام ایک مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

> آیت کریمہ **یضیق صدری ولا ینطلق لسانی** میرے شامل حال ہے میں نہیں سمجھتا کہ کیا عرض کروں بعض حالات لکھنے کی توفیق نہیں پاتا اور عریضوں میں بھی لکھنے کی گنجائش نہیں ہے شاید اس میں کوئی حکمت ہوگی۔۔۔"

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریف جلد اوّل میں مکتوب نمبر ۲۶۰ شیخ محمد صادق علیہ الرحمۃ کے نام مفصل تحریر فرمایا ہے جس میں ولایت صغریٰ، ولایت کبریٰ، ولایتِ علیا کا بیان ہے اور ہر قسم کی ولایت پر نبوت کی افضلیت نیز لطائف عشرۂ انسانی اور عالم امر پر عالم خلق کی فضیلت کا بیان ہے ان کے علاوہ عجیب وغریب علوم ومعارف کا بیان ہے جن سے آپ کو سرفراز کیا گیا۔ آخر میں بطور تحدیثِ نعمت فرماتے ہیں:۔

> یہ سب شروع سے آخر تک اس طریقہ پر بیان کیا گیا جس پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتداء میں انتہا مندرج ہے۔ اس بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور قسم قسم کے محل بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا اور سمرقند سے اس بیج کو لاکر زمینِ ہند (سرہند) میں بویا گیا جس کا خمیر مدینہ طیبہ اور مکہ معظّمہ کی خاک سے تیار کیا گیا' اور فضل کے پانی سے سالہا سال اس کو سیراب کیا گیا' اور

> ''احسان'' کی تربیت سے اس کی پرورش کی گئی، جب وہ کھیتی کمال کو پہنچ گئی تو ان علوم و معارف کا ثمر اس سے حاصل ہوا۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم و معارف کی کیا شان ہے؟......کوئی بیان کرے تو کیسے بیان کرے اور سمجھے تو کیسے سمجھے؟

عاجز بماند ہر کہ دریں افتکار کرد

◆

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انسان کی تعمیر کے لئے خود کو وقف کر دیا تھا جس کی آج ضرورت ہے اور یہ وہ سنت ہے جس کی طرف سے اکثر علماء و مشائخ اور قائدین غافل ہیں......انسان بن گیا، سارا جہان بن گیا......انسان بگڑ گیا، سارا جہان بگڑ گیا......خود فرماتے ہیں:۔

> اس عمل میں یعنی ارشاد و تبلیغ میں مشغول ہونے کو ترک کرنا پسندیدہ نظر نہیں آتا اور کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے' جب کہ حالت یہ ہے کہ دنیا گمراہی کے بھنور میں غرق ہو رہی ہے' اور جو شخص اپنے اندر اس بھنور سے ان کو نکالنے کی طاقت پاتا ہے وہ اپنے کو کس طرح معاف و معذور سمجھ سکتا ہے[٢٥]؟

تبلیغ و ارشاد کی اس عظیم مہم میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑی مصیبتیں اور صعوبتیں برداشت کیں، بیشک یہ راہ بڑی کٹھن ہے۔

خود فرماتے ہیں:۔

> بعض تکلیفیں لوگوں کی طرف سے اس فقیر پر گزریں اور انہوں نے بہت ظلم و ستم کیے اور فقیر سے تعلق رکھنے والے بہت سے لوگوں کو ناحق طور پر ان لوگوں نے برباد کیا' اور جلاوطن کر دیا......اس فقیر کے دل پر (ان کے حق میں) کسی قسم کا غبار اور رنج بالکل نہیں آیا۔ ان کے ساتھ برائی کرنے کا خیال دل میں گزرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا[٢٦]۔

(بنام خواجہ باقی باللہ، مکتوبات شریف' ج ا' نمبر ا)

آپ نے غور فرمایا، ایک طرف ایذا رسانیاں اور دوسری طرف معافیاں...... یہ ہے وہ سنت جس پر چلنا جوئے شیر لانا ہے، جس سے ہم غافل ہیں...... حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ خود مصائب پر احتجاج فرمایا نہ اپنے مریدین، متوسلین کو ایسا کرنے دیا، آپ نے احیاءِ سنت کی تاکید کے ساتھ ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا دیکھنا اس کوشش میں کوئی فساد نہ ہو[۲۷] کہ فساد قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے...... جب جہاں گیر بادشاہ نے سجدۂ تعظیمی نہ کرنے پر آپ کو قلعہ گوالیار میں ایک سال کے لیے قید کیا تو آپ نے کوئی ناگوار لفظ تک جہاں گیر کے لیے نہ فرمایا بلکہ اپنے تمام مریدین متوسلین کو بیک جنبشِ قلم ایسا کرنے سے روک دیا، آپ نے شدائد و مصائب کے باوجود جہاں گیر کے لیے کلمہ خیر فرمایا...... دنیا نے یہ نظارہ کہیں نہیں دیکھا ہوگا...... ان حضرات عالیہ کے دربار میں آئیں تو دنیا بدلی بدلی سی نظر آتی ہے، یہاں کے طور طریقے ہی نرالے ہیں، دیکھ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ یہاں تو یہ حال ہے:۔

نہ شود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکبر اور جہاں گیر جیسے جابر و قاہر بادشاہوں سے ٹکّر لی اور انسان سازی کا وہ حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا کہ شاہجہاں اور اورنگ زیب جیسے بادشاہ آپ کے فرزندانِ گرامی کے دامن سے وابستہ ہوگئے۔

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور می کشد
عشق کی ابتداء عجب عشق کی انتہا عجب!

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوبات شریف کے ذریعے اسلام کی تبلیغ فرمائی اور بادشاہوں، سرداروں اور حاکموں کے نام بکثرت مکاتیب شریف ارسال فرمائے مثلاً:

شاہ ہرمزان، شاہ مصر مقوقس، شاہ یمامہ ہوزہ بن علی، شاہ دمشق حارث بن ابی شمر غسانی، شاہ شام جبلہ بن ایہم غسانی، شاہ حبشہ نجاشی، قیصر روم ہرقل، کسرائے فارس خسرو پرویز، حاکم یمن باذان، حاکم بحرین منذر بن سازی، حاکم عمان جیفر بن جلندی، حاکم ایلہ یوحنا بن روبہ،

سردار بنی کلب اصبغ بن عمرو کلبی، سردار بنی ازد ابوظبیان ازدی، سردار
حجر اسیخت بن عبداللہ وغیرہ وغیرہ[۲۸]۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو اپنایا اور اپنے زمانے کے بادشاہ، گورنروں، وزیروں، فوجی افسروں اور امراء کے نام خطوط لکھ لکھ کر نفاذِ شریعت کی دعوت دی اور اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کیا، پھر آپ کے صاحب زادگان خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ اور پوتوں خواجہ سیف الدین، خواجہ عبدالاحد اور خواجہ محمد نقشبند علیہم الرحمۃ نے اس سنت پر عمل کیا اور خطوط کو تبلیغِ اسلام کا اہم ذریعہ بنایا۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے براہِ راست جہاں گیر بادشاہ کو خط لکھا اور اکبر بادشاہ اور جہاں گیر بادشاہ کے گورنروں، وزیروں، فوجی افسروں اور امراء کو خطوط لکھے اور ان کو اسلام اور نفاذِ شریعت اسلامیہ کی طرف پرزور الفاظ میں متوجہ فرمایا، ان گورنروں، وزیروں اور امراء میں چند یہ ہیں:۔

بیرم خان، عبدالرحیم خان خاناں، مرتضٰی خاں شیخ فرید بخاری،
خان جہاں، صدر جہاں، جباری خان، شیخ حسام الدین مرزا قلیچ،
خان اعظم، قلیچ خان، تربیت خاں، اسلام خان، سکندر خان،
دریا خاں، مرزا ایرج، مرزا بدیع الزماں، بہادر خاں، جعفر بیگ،
مرزا داراب خاں، شریف خاں شیرازی، عبدالوہاب بخاری،
مرزا عرب خاں، قلیچ اللہ، لالہ بیگ، میر منصور، منوچہر وغیرہ وغیرہ۔

آپ کے خطوط کا امتیاز یہ ہے کہ خط میں ذاتی غرض ظاہر نہ فرمائی بلکہ خط لکھنے کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ کے سوا کچھ نہ تھا جب کہ دورِ جدید میں بعض مشائخ علماء بادشاہوں اور وزیروں کی قربت سے ذاتی فائدے حاصل کرتے ہیں، شاذ و نادر ہی کوئی کسی وزیر سے اللہ کے لیے ملتا ہوگا...... بادشاہوں اور وزیروں سے ملنا بُرا نہیں، بُرا یہ ہے کہ ان کو ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کیا جائے...... جب اصلاح کی قدرت ہو تو ان کو تنہا چھوڑ دینا دانائی نہیں، دانائی یہ ہے کہ ان سے مل کر ان کو بنایا جائے، ان کو سنوارا جائے تا کہ وہ اللہ کی مخلوق پر جابر و قاہر نہ ہوں بلکہ رحیم و کریم ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شان کے خطوط لکھے جو ایک طرف ادب عالیہ کا نمونہ

ہیں تو دوسری طرف اسرار و معارف کا ایک سمندر ہیں، جو مغز ہی مغز ہیں قشر نام کو نہیں، غالباً اسی خوبی کو دیکھتے ہوئے فاضل جلیل مولانا عبدالحکیم ارواسی نقشبندی خالدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:۔

بعد کتاب اللہ و بعد کتبِ ستہ افضل کتب مکتوبات است
مانند مکتوبات امام ربانی ہیچ کتاب چاپ کردہ نہ شد است [29]

○

ناقہمی کی وجہ سے معاصرین میں بعض لوگوں نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی مگر بعد میں وہ سب تائب ہو گئے [30]۔ متاخرین میں بعض لوگوں نے فکرِ مجدد کا استحصال کیا اور تعلیمات مجددیہ کی طرف سے بدگمانیاں پھیلائیں لیکن حقیقت کچھ اور ہے۔ کسی کی بات سمجھنے کے لیے اس کے ماحول کو نظر میں رکھنا ضروری ہے...... بات یہ ہے کہ سیر وسلوک کی منازل طے کراتے ہوئے بعض مریدین کو مستحب اور مباح چیزوں سے کچھ عرصے کے لیے روکا اور صرف سنت کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ جس طرح ایک ڈاکٹر یا حکیم مریض کی صحت کی خاطر حلال چیزوں سے روک دیتا ہے۔ اب اگر کوئی دیوانہ حکیم صاحب کی ہدایت کا سارے شہر والوں کو مکلّف بنادے تو یہ دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟...... بعض لوگوں نے مکتوبات امام ربانی کو اپنے مقاصد کے لیے جزوی طور پر استعمال کیا اور دوسری باتوں کو نظر انداز کیا' حالاں کہ اگر واقعی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سچی محبت وعقیدت ہے تو آپ کی سب باتوں کو ماننا چاہیے۔ جس سے ایک عظیم فتنہ ختم ہوسکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض اعمال مستحبہ اور مباحہ کو وقتی طور پر روکا پھر اس کی اجازت دے دی، مثلاً بدعتِ حسنہ کے معاملہ میں کہیں وقتی طور پر روکا کہیں اجازت دے دی اور حدیث مبارکہ **من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها** سے استدلال فرمایا۔ (مکتوبات شریف، ۱/۱۹۲؛ ۲/۵۷؛ ۳/۹۴؛ ۳/۱۲۲) مگر ایک طبقہ جو بدعات کے سرے سے خلاف ہے اس نے یہ ظاہر کیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرے سے بدعتِ حسنہ کے خلاف ہیں (حالانکہ وہ صرف ان بدعتوں کو حسنہ قرار نہیں دیتے جو سنت کے خلاف ہیں) اور دوسری باتوں کو چھوڑ دیا مثلاً

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے قائل نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں [32] جب کہ یہ طبقہ اس کا قائل ہے۔

۲۔ آپ اس کے قائل نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی کے برابر ہیں[۳۳] جب کہ یہ طبقہ اس کا قائل ہے۔

۳۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کو عین ایمان قرار دیتے ہیں[۳۴] جب کہ یہ طبقہ عشق کی بات نہیں کرتا اور اس کو شرک قرار دیتا ہے۔

۴۔ آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کے قائل ہیں[۳۵] جبکہ یہ طبقہ اس علم کو کسی شمار میں نہیں لاتا۔

۵۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے قائل ہیں[۳۶] جب کہ یہ طبقہ آپ کو مجبور ومحتاج قرار دیتا ہے۔

۶۔ آپ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے ساتھ ساتھ محبت اہلِ بیت کے بھی قائل ہیں[۳۷] جب کہ یہ طبقہ اہل بیت کی محبت کو اہمیت نہیں دیتا۔

۷۔ آپ محبت وصحبت اولیاء اللہ کے بھی قائل ہیں[۳۸] جب کہ یہ طبقہ سرے سے اولیاء اللہ ہی کا قائل نہیں۔

۸۔ آپ اولیاء اللہ کے تصرفات کے بھی قائل ہیں[۳۹] جب کہ یہ طبقہ ان کو محتاج اور مجبور محض سمجھتا ہے۔

۹۔ آپ ان حضرات عالیہ کے وسیلے کے بھی قائل ہیں[۴۰] جبکہ یہ طبقہ سرے سے وسیلہ کا قائل ہی نہیں۔

۱۰۔ آپ محافل عرس میں خود شریک ہوتے تھے[۴۱] جب کہ یہ طبقہ سرے سے عرس کا قائل ہی نہیں۔

۱۱۔ آپ اولیاء اللہ کی قبور کی چادر کو تبرک سمجھتے تھے[۴۲] جبکہ یہ طبقہ قبروں سے چادریں اٹھا کر پھینکتا ہے۔

۱۲۔ آپ ایصالِ ثواب کے بھی قائل ہیں[۴۳] جب کہ یہ طبقہ ایصال ثواب کو منع کرتا ہے۔

۱۳۔ آپ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کے قائل ہیں[۴۴] جب کہ یہ طبقہ سرے سے تقلید ہی کا قائل نہیں۔

الغرض کس کس بات کو بیان کیا جائے؟...... ایک مطلب کی بات کو لے لینا اور باقی کا ذکر ہی نہ کرنا، نہ دانائی ہے نہ معقولیت......

◆

جب اللہ تعالیٰ کس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے تو دلوں میں محبت ڈال دیتا ہے، پھر محبت کرنے والے محبت کرتے ہیں، اس کی شان میں منقبت لکھتے ہیں، اس کی سوانح مرتب کرتے ہیں، اس کے ملفوظات جمع کرتے ہیں، اس کی کرامات قلم بند کرتے ہیں...... اس کی باتیں زمانے والوں اور آگے آنے والوں تک پہنچاتے ہیں۔ پھر وہ سوانح، ملفوظات و معمولات ایک زندہ حقیقت بن جاتے ہیں جو پڑھنے والوں کی اصلاح کرتے ہیں، ان کو بناتے اور سنوارتے ہیں اور ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، چراغ سے چراغ جلتے رہتے ہیں...... قرآن کریم میں تحدیثِ نعمت کا حکم ہے، احسانات اور نعمتوں کو یاد کرنے اور بیان کرنے کی بار بار تاکید ہے[۴۵]...... عظیم انسان جو انسانوں کو بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں، اس نعمت کا ذکر و فکر ہونا چاہیے

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی زندگی میں آپ کے مرید خاص اور خلیفہ خواجہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ نے آپ کی پہلی سوانح ''سیر احمدی'' کے عنوان سے مرتب کی، جب ملاحظہ کے لیے پیش کی تو آپ نے پسند فرمائی اور دعاؤں سے نوازا، وہ دعائیں ایسی قبول ہوئیں کہ خواجہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ لکھتے ہی چلے گئے...... ''سیر احمدی'' کے بعد ''کراماتِ اولیاء'' لکھی، پھر ''فتوح الغیب'' کا فارسی ترجمہ کیا، اصطلاح صوفیہ میں ایک کتاب ''روائح'' لکھی...... ''سیر احمدی'' سامان کے ساتھ چوری ہوگئی، دل ٹوٹ گیا، ۱۰۳۹ھ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں ''درجات الابرار'' لکھی، پھر اولیاء اللہ کے حالات پر ایک ضخیم کتاب ''مجمع الاولیاء'' لکھی جس میں ڈیڑھ ہزار اولیاء اللہ کے حالات زندگی ہیں، تاریخی نام ''منازل شیوخ'' (۱۰۴۴ھ) ہے[۴۶] بقول خواجہ بدر الدین علیہ الرحمۃ چند بے دین طلبہ نے ایک شیعہ گورنر کو خوش کرنے کے لیے اس میں مشاجرات صحابہ داخل کر دیے اور اس کو پایۂ اعتبار سے گرا دیا۔ اس کتاب میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات بھی ہیں...... اس کتاب کے بعد شہزادہ دارالشکوہ نے ''روضۃ النواظر'' کا ترجمہ کرایا پھر شیخ روزبھان باقلی کی تفسیر ''عرائس البیان'' کا ترجمہ کرایا جو ''حضرات القدس'' کی تکمیل

(۱۰۵۸ء؟) سے قبل ایک چوتھائی ہو چکا تھا...... یہ بھی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعاؤں کے ثمرات شیریں تھے کہ لکھنے بیٹھے تو لکھتے چلے گئے، سبحان اللہ

خواجہ بدر الدین سرہندی علیہ الرحمۃ نے ''سیر احمدی'' کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اکابر نقشبندیہ کے حالات پر ''حضرات القدس'' (حصہ اوّل ودوم) ۱۰۵۸ھ کے بعد مکمل کی۔ اس سے قبل حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ نے ۱۰۳۱ھ میں برہان پور سے سرہند شریف آ کر دو سال ۱۰۳۳ھ تک قیام کیا اور حضرت خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم علیہما الرحمۃ کے ایماء پر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر ''زبدۃ المقامات'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی، پھر سلسلہ نقشبندیہ کے متقدمین اولیاء کے حالات میں ''نسماۃ القدس من حضرات الانس'' لکھی......

''زبدۃ المقامات'' اور ''حضرت القدس'' حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو مستند ترین تذکرے ہیں، اس کے بعد بہت کچھ لکھا گیا۔ جس کی تفصیل کے لیے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

صاحب ''روضۃ القیومیہ'' خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی نے لکھا ہے:

> دوسرے مؤرخوں نے آں جناب کے دن رات کے احوال مفصل لکھے ہیں بلکہ ان حالات میں الگ الگ رسالے ہیں۔

(روضۃ القیومیہ، مطبوعہ لاہور، ج ۱، ص ۴۲۱)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ پر لکھے جانے والی دوسری کتابوں کو چھوڑ کر ۱۰۹۴ھ تک خاندان مجددیہ کے شہزادوں اور معتقدین نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے دفاع میں جو رسائل قلم بند کئے ان کی تعداد تین سو ساٹھ ۳۶۰ تک پہنچ گئی تھی، ان میں تقریباً ۳۷ رسائل شہزادگان ہی نے لکھے تھے، جن کی تفصیل فاضل محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی نے اپنے مقالے میں دی ہے جو ''جہان امام ربانی'' میں شامل ہے۔ چند رسائل کا یہاں بھی ذکر کیا جاتا ہے:

حضرت قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند، خواجہ محمد اشرف مجددی، حضرت شیخ سیف الدین، حضرت محمد صبغۃ اللہ، حضرت شیخ محمد ہادی سرہندی کے رسائل نہایت ہی اہمیت کے حامل تھے۔ اسی طرح ''رسالہ در ردِ مخالفین حضرت مجدد'' مؤلفہ حضرت عبد الاحد شاہ گل وحدت......، ''حل المغلقات فی الرد علیٰ اہل الضلالات'' مؤلفہ خواجہ محمد اشرف بن خواجہ محمد معصوم......، ''رسالہ رد منکران حضرت مجدد'' از خواجہ محمد صبغۃ اللہ سرہندی......

’’رسالہ ردمخالفین حضرت مجدد‘‘ مؤلفہ شیخ محمد ہادی...... ’’عطیۃ الوہاب الفاصلہ بین الخطاء والصواب‘‘ مؤلفہ شیخ محمد بیگ اوزبکی برہانپوری...... ’’العرف الندی فی نصرۃ الشیخ احمد سرہندی‘‘ مؤلفہ علامہ شیخ حسن بن شیخ مراد مکی...... ’’رسالہ دررد معترضین حضرت مجدد‘‘ مؤلفہ خواجہ محمد یحیٰ...... ’’رسالہ فی تائید حضرت مجدد الف ثانی‘‘ مؤلفہ علامہ شیخ احمد البشیشی مصری شافعی...... ’’رسالہ فی نفی رفع سبابہ‘‘ مؤلفہ شیخ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید...... ’’بہجۃ النصار فی براءۃ الابرار‘‘ مؤلفہ مخدوم محمد معین ٹھٹھوی...... ’’سبیل الرشاد‘‘ مؤلف حضرت شیخ عبدالاحد وحدت شاہ گل...... ’’رسالہ فی منع رفع سبابہ‘‘ مؤلفہ حضرت شاہ گل وحدت سرہندی...... ’’رسالہ درمنکران حضرت مجدد‘‘ مؤلفہ شیخ محمد مراد کاشمیری...... ’’مواہب القیوم فی تائید احمد و معصوم‘‘ مؤلفہ شافی الحال سرہندی...... ’’شواہد التجدید‘‘ مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی...... ’’رسالہ خلت‘‘ مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی...... ’’المقدمۃ السنیۃ فی انتصار الفرقۃ السنیہ‘‘ مؤلفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی...... ’’رسالہ احقاق‘‘ مؤلفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی...... ’’رسالہ درجواب شبہات برکلام امام ربانی‘‘ مؤلفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی...... ’’ردشبہات پلید نابکار‘‘ مؤلفہ نظام الدین شکار پوری...... ’’رسالہ دراعتراضات‘‘ مؤلفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی...... ’’حواشی بررسالہ اعتراضات شیخ عبدالحق دہلوی‘‘ مؤلفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی...... ’’رسالہ رداعتراضات شیخ عبدالحق‘‘ مؤلفہ شاہ غلام علی دہلوی...... ’’رسالہ فی رفع المطاعن عن الامام الربانی واولادہ‘‘ مؤلفہ مولانا عبداللہ آفندی مکہ معظّمہ...... ’’الکلام المنجی بردایرادات البرزنجی‘‘ مؤلفہ مولوی وکیل احمد سکندر پوری...... ’’انوار احمدیہ‘‘ مؤلفہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری...... ’’ہدیۂ مجددیہ‘‘ مؤلفہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری...... ’’رسالہ فی بشارۃ لامل الاشارہ‘‘ مؤلفہ مہر علی نواز پوری...... ’’حضرت مجدد اوران کے ناقدین‘‘ مؤلفہ مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی...... ’’دلائل التجدید‘‘ مؤلفہ علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی...... ’’رسالہ فی منع رفع سبابہ‘‘ مؤلفہ خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الف ثانی[۴۷]...... ’’المفاضلہ بین الانسان والکعبہ‘‘ مؤلفہ مولانا محمد امین بدخشی...... ’’کشف الغطا‘‘ مؤلفہ شیخ محمد فرخ بن خواجہ محمد سعید سرہندی جیسے علمی رسالوں سے حضرت مجدد اوران کی اولاد کے نظریات پر اعتراضات کا دفاع کیا گیا۔

مکتوبات شریف پر نقد ونظر کا سلسلہ گزشتہ صدی تک جاری رہا اور شاید اندرون خانہ اب بھی جاری ہو۔ افسوس یہ ہے کہ اس تحریک میں اہلِ سنت و جماعت کے بعض مراکز بھی شامل رہے (جہان رضا، لاہور،

فروری ۲۰۰۳ء، ص ۴۸)...... بعض علماء نے مکتوبات شریف کو عارفانہ نظر سے نہ دیکھا بلکہ ناقدانہ نگاہ سے دیکھا......

بہر حال حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افکار و خیالات سے اختلاف کی یہ وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱...... آپ کی فکری بلندیوں اور تحقیق کی گہرائیوں تک عدم رسائی
۲...... مخلصانہ تحقیق و تلاش حق
۳...... معاندین کی تہمت طرازیاں
۴...... شراب علم کی مستی
۵...... حضرت مجدد الف ثانی کے مقام و مرتبہ سے عدم واقفیت
۶...... خانقاہی عصبیت
۷...... مردان حق کے حضور ادب و احترام سے محرومی

''روضۃ القیومیہ'' میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات پر لکھی جانے والی ان کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے:

''کواکب الدریہ، حجت الاحمدیہ، تجدیدیہ، نجم الھدٰی، ترویجیہ، مکتوبات معصومیہ، مقاماتِ معصومیہ، حسنات الحرمین، مقامات نقشبندی'' وغیرہ (روضۃ القیومیہ، ج، ص ۱۹، ۲۰، لاہور)

شارح ''عقیدۃ الطحاوی'' نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے...... مکتوبات امام ربانی میں کشف سے متعلق ایک عبارت کی توضیح و تشریح میں شیخ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمۃ نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے: **نتیجة العلوم و نصیحة علماء الرسوم** جس کے دو قلمی نسخے مکتوبہ ۱۱۵۷ھ م اور ۱۱۱۲ھ م (نمبر ۵۵۵۵ و ۴۰۰۸) دمشق کے مکتبہ اسد میں موجود ہیں۔

علامہ آلوسی نے تفسیر ''روح المعانی'' میں بڑی عقیدت سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے اور مکاتیب شریفہ کے عربی تراجم بھی پیش کیے ہیں [۴۸] مرزا مظہر جان جاناں، شاہ غلام علی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی [۴۹] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ نے اپنی تصانیف اور مکاتیب میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے اور تو اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے خواجہ سیف الدین

علیہ الرحمۃ کے سلسلے کے مشہور و معروف بزرگ شیخ خالد کردی علیہ الرحمۃ [۵۰] کی مدافعت میں مشہور فقیہ علامہ ابن عابدین شامی نے ایک رسالہ قلم بند فرمایا جس کا عنوان ہے:

سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد الکردی [۴۹]

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بکثرت عربی، فارسی، اردو، انگریزی کتابوں میں ذکر ملتا ہے مثلاً مندرجہ ذیل فضلاء نے اپنی انگریزی کتابوں اور مقالات میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا ہے: سید فیاض محمود [۵۱] جی۔ الانا، جان اے۔ سبحان [۵۲] پروفیسر عزیز احمد [۵۳] ڈاکٹر اے۔ ایم رضوی [۵۴] محمد مجیب [۵۵] جمیل احمد [۵۶] وغیرہ وغیرہ۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مآخذ و مراجع کا تحقیقی جائزہ خود ایک ضخیم مقالے کا متقاضی ہے، کوئی فاضل اس طرف توجہ فرمائیں، راقم نے بالکل سرسری جائزہ پیش کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دائرۂ ہدایت وارشاد بہت ہی وسیع تھا، مغرب سے مشرق اور جنوب سے شمال مثلاً ترکیہ، قازان، تاتارستان، باشقرستان، قفقازات، جزیرہ نمائے کریمہ، خوارزم، آذربائیجان، وسطی ایشیاء، حجاز، یمن، بغداد، شام، مصر، ترکستان مشرق، سرزمین چین، بدخشاں، بخارا، سمرقند، اصفہان، استانبول، تبریز، مکہ معظمہ، بنگال، کشمیر، لاہور، دہلی، جنوبی مشرقی ایشیاء، وغیرہ وغیرہ......
آپ نے مختلف ممالک میں اپنے خلفاء کی سربراہی میں مندرجہ ذیل سنین میں وفود بھیجے مثلاً یہ خلفاء:

۱...... مولانا صالح کولابی (طالقان)، ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء
۲...... مولانا قاسم علی (ماوراءالنہر)، ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء
۳...... شیخ حمید اللہ (بنگال)، ۱۰۲۲ھ/۱۶۱۳ء
۴...... خواجہ میر محمد نعمان (دکن)، ۱۰۱۷ھ/۱۶۰۸ء
۵...... مولانا محمد قاسم (ترکستان)، ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء
۶...... مولانا فرخ حسین (یمن، شام، روم)، ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء
۷...... مولانا محمد صادق کابلی (کاشغر)، ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء
۸...... شیخ احمد برکی (توران، بدخشان، خراسان)، ۱۰۲۶ھ/۱۶۱۷ء
۹...... شیخ بدیع الدین (لشکر شاہی)، ۱۰۲۷ھ/۱۶۱۸ء

کراچی یونیورسٹی کے رئیس کلیۂ معارف اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید کی کتاب ''اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد''[۵۷] (کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۲۲۰۔۲۲۱) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۴۱ معتبر مریدین پر مشتمل ایک وفد اپنا مکتوب شریف دے کر صوبۂ سرحد کے عارف کامل حضرت رحمکار عرف بابا صاحب (۹۸۳ھ-۱۰۶۳ھ) کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت بابا صاحب نے وفد کی پذیرائی فرمائی اور شیخ جمال الدین علیہ الرحمۃ کے مکتوب شریف کا جواب لکھوا کر وفد کے سپرد کیا۔ اس واقعہ سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاموش طریقۂ تبلیغ اور دائرہ تبلیغ کا اندازہ ہوتا ہے۔

○

برصغیر کے مسلمانوں کے معاشرتی اور مذہبی حالات نہایت ناگفتہ بہ تھے، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی توجہ بادشاہوں، وزراء و امراء کی طرف مبذول کی کہ ان کی خرابی سے سارا جہاں خراب ہوتا ہے۔ اکبر بادشاہ اور اس کے وزراء، جہاں گیر بادشاہ اور اس کے وزراء اُن کے خصوصی اہداف تھے۔ آپ نے اکبر بادشاہ کے وزراء کی اصلاح کی، جس کا نتیجہ جہاں گیر بادشاہ کے زمانے میں ظاہر ہوا۔ پھر جہاں گیر بادشاہ کے زمانے میں جو کوشش کی گئی اس کا نتیجہ خود جہاں گیر کے عہدِ حکومت اور اس کے بیٹے شاہجہاں بادشاہ کے عہدِ حکومت میں نظر آیا، جو اس کے بیٹے اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ کے عہدِ حکومت میں شباب تک پہنچا......

جہاں گیر بادشاہ کا ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۷ھ / ۸ نومبر ۱۶۲۷ء میں انتقال ہوا۔ جب شاہجہاں بادشاہ پورے برصغیر پر غالب ہوگیا تو ایک روایت کے مطابق خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں سرہند شریف حاضر ہوا، خواجہ موصوف حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحب زادے اور جانشیں تھے **الانوار القدسیه في مناقب سادات النقشبندیه** کے مصنف لکھتے ہیں: خواجہ محمد معصوم سے لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے فیض حاصل کیا (**الانوار القدسیه**، مطبوعہ مصر، ص ۱۹۰) شاہجہاں بادشاہ نے سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصال ثواب کے لیے سات روز تک لنگر تقسیم کیا اور صبح و شام حلقے میں حاضر رہا[۵۸] رجب المرجب ۱۰۷۶ھ یکم فروری ۱۶۶۶ء کو شاہجہاں بادشاہ کا انتقال ہوا اور تاج محل میں اپنی ملکہ ارجمند بانو المعروف بہ ممتاز محل کے پہلو میں دفن ہوا۔ اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ پہلے ہی خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سے بیعت ہوگئے تھے۔ آپ کے صاحب زادے خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ صوفی سعد اللہ کابلی کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> مخفی نہ ماند بادشاہ بدخول طریقۂ علیہ مشرف گشتہ بسیار متاثر گشت، سہ صحبت با حضرت ایشان (خواجہ محمد معصوم) داشت، چوں شاہجہاں وفات یافت بہ جہت ضرر متوجہ اکبرآباد گشت[۵۹]
>
> ترجمہ: مخفی نہ رہے کہ بادشاہ (اورنگ زیب عالم گیر) سلسلہ عالیہ (نقشبندیہ) میں داخل ہوکر بہت ہی متاثر ہوے۔ حضرت (خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ) سے تین ملاقاتیں ہوئیں، چوں کہ شاہجہاں کا انتقال ہوگیا اس لیے (دہلی سے) فتنہ وفساد کے اندیشہ سے اکبرآباد تشریف لے گئے......

خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سے اورنگ زیب عالم گیر علیہ الرحمۃ کے قلبی تعلق کا اظہار ان خطوط سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے بادشاہ اورنگ زیب کے نام تحریر فرمائے ہیں...... یہ خطوط بادشاہوں کے نام خطوط سے قطعاً مختلف ہیں کیونکہ ان کی غرض نہ بادشاہ کی تعریف وتوصیف تھی نہ کوئی ضرورت واحتیاج...... ''مکتوبات معصومیہ'' کی تینوں مجلدات کے یہ مکاتیب بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے نام ہیں:۔

۱۔ مکتوبات معصومیہ، جلد اول، مطبوعہ کراچی مکتوب نمبر۶۴
۲۔ مکتوبات معصومیہ، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، مکتوب نمبر۵
۳۔ مکتوبات معصومیہ، جلد سوم، مطبوعہ کراچی، مکتوب نمبر۱۲۲، ۲۲۷، ۲۳۱

خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے بعد ان کے صاحب زادے خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ جب دہلی تشریف لائے تو بادشاہ اور شہزادگان کے علاوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کے نواسے مولانا محمد محسن اور مسجد فتحپوری، دہلی کے امام وخطیب مولانا عبدالرؤف[۶۰] صاحب اور بکثرت مخلوق بیعت ہوئی[۶۱] خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ سے اورنگ زیب عالمگیر، شہزادہ معظم، شہزادی روشن آراء بیگم کے جو قلبی روابط تھے اس کا اندازہ مکتوبات سیفیہ (مطبوعہ حیدرآباد' سندھ) کے مطالعہ سے ہوتا ہے جو راقم نے اس مجموعے کے ایک مقالے میں نقل کردیے ہیں، تفصیل یہ ہے:

(۱) بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر کے نام خطوط۔ مکتوب نمبر۶، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۶، ۲۹، ۵۶، ۵۷، ۵۹، ۶۰، ۶۷، ۷۲، ۷۶، ۸۰، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۸۶،

(۲) شہزادہ معظم کے نام خطوط۔ مکتوب نمبر ۵۲، ۱۷۶

(۳) شہزادی روشن آرا کے نام خطوط۔ مکتوب نمبر ۷، ۹، ۱۰، ۱۱، ۲۰، ۲۴، ۴۶، ۶۲، ۷۷

○

ان خطوط کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بادشاہ، شہزادے اور شہزادیاں آپ کی باطنی صحبت اور توجہ کی برکت سے کیا سے کیا بن گئے، تاریخ اسلام میں اس کی نظیر فقیر کے علم میں نہیں...... حضرت خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ کے ذریعے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خوب اشاعت ہوئی، آپ کے خلیفہ شیخ نور احمد بدایونی علیہ الرحمۃ ہوے، ان کے خلیفہ مرزا مظہر جان جان علیہ الرحمۃ ہوے، ان کے خلیفہ شیخ محمد خالد کردی علیہ الرحمۃ ہوے۔ سلسلہ مجددیہ پھیلتا گیا، چراغ سے چراغ جلتے گئے...... قرآن کریم میں کیسی پیاری تشبیہ دی ہے:۔ **كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها فى السمآء**[۲۶]

مرزا مظہر جان جانان علیہ الرحمۃ کس شان کے ولیِ کامل تھے ان کا تعارف حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیئے:۔

> ہندوستان کے لوگوں کے حال ہم سے پوشیدہ نہیں کہ یہیں کی پیدائش ہے اور یہیں عمر بسر ہوئی، ملک عرب کو خود دیکھا اور اس کی سیاحت کی ہے، افغانستان اور ایران کے لوگوں کے حالات وہاں کے معتبر لوگوں کی زبانی سنے ہیں، اس سب کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوا کہ کوئی ایسا بزرگ جو جادۂ شریعت اور طریقت پر اور کتاب وسنت کی پیروی میں ان کی طرح استوار مستقیم ہو اور اس کی توجہ اتنی قوی ہو۔ ہمارے دور میں ان ملکوں میں سے کسی ملک میں جن کا اوپر ہم نے تذکرہ کیا پایا نہیں جاتا اور ماضی اور بزرگان سلف ہوسکتا ہے بلکہ سچ پوچھیے تو ہر زمانہ میں ایسے بزرگ زیادہ تعداد میں پائے نہیں جاتے' چہ جائیکہ ایسے زمانے میں جو فتنہ وفساد سے پُر ہے[۶۳]۔

خانقاہ مظہریہ، دہلی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی اہم خانقاہ تھی اور ہے۔ اس کا فیضان ساری دنیا میں پھیلا، ابوالحسن علی ندوی نے اس خانقاہ کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

> دہلی کی مشہور خانقاہ جو مرجع عرب وعجم تھی اور جس کی مسند پر اپنے اپنے وقت میں خواجہ سیف الدین، مرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ غلام علی، حضرت شاہ احمد سعید متمکن رہے آپ ہی کے سلسلے کی تھی، اس خانقاہ سے مولانا خالد الکردی، حضرت شاہ غلام علی سے سلسلہ کو لے کر شام، ترکی پہنچے جن کا سلسلہ عراق، شام، کردستان اور ترکی میں شہر شہر اور گھر گھر پھیلا[۶۴] ......

جیسا کہ عرض کیا گیا خانقاہ مظہریہ میں مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ کے جانشین عارف کامل حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ ہوے جن کا آنکھوں دیکھا حال ان کے ایک معاصر سر سید احمد خان کی زبانی سنیے:

> میں نے حضرت کی خانقاہ میں اپنی آنکھ سے روم، شام، بغداد، مصر، ختن اور حبش کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ حاضر ہو کر بیعت کی اور خدمت خانقاہ کو سعادت ابدی سمجھے اور قریب قریب کے شہروں کا مثل ہندوستان، پنجاب اور افغانستان کا تو کچھ ذکر نہیں کہ ٹڈی دل کی طرح امنڈتے تھے، حضرت کی خانقاہ میں پانچ سو (۵۰۰) فقیر سے کم نہیں رہتا اور سب کا روٹی کپڑا آپ کے ذمہ تھا[۶۵]۔

شیخ خالد کردی علیہ الرحمۃ اس خانقاہ کے فیض یافتہ تھے اور حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمۃ کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ کے واسطہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ یورپ، ایشیا اور افریقہ میں پھیلا، اب آپ کے سلسلہ کے فیض یافتہ امریکہ میں بھی ہیں۔ آپ سے استفادہ کے لیے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوتے تھے۔ بغداد شریف میں جب آپ کا فیض عام ہوا تو ایک لاکھ عقیدت مند حلقہ بگوش ہوے اور ایک ہزار متبحر علماء داخل سلسلہ ہوے جو آپ کے حضور دست بستہ کھڑے رہتے کیونکہ انہوں نے یہاں وہ دیکھا جو کہیں نہ دیکھا نہ سنا...... حضرت شیخ خالد کردی علیہ الرحمۃ، سجادہ نشین خانقاہ مظہریہ شاہ ابو سعید علیہ الرحمۃ کے نام ایک مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> تمام مملکت روم، عرب اور حجاز و عراق اور بعض ممالک عجم اور سارا کردستان طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی تاثیرات و جذبات سے سرشار ہے‘ اور شب و روز محافل و مجالس مساجد و مدارس میں حضرت امام ربانی

> مجددِ منوّرہ الف ثانی قدس سرہٗ کے محاسن ومحامد کا ذکر اس طرح ہر چھوٹے بڑے کی زبان پر ہے کہ اس کا گمان نہیں ہوسکتا کہ کبھی کسی ملک میں اور کسی وقت گوش زمانہ نے ایسا زمزمہ سنا ہو یا چشمِ فلک نے ایسی رغبت اور ایسا اجتماع دیکھا ہو[٦٦]۔

آج بھی شیخ خالد نقشبندی علیہ الرحمۃ کی آرام گاہ دمشق (شام) میں شیخ احمد کفتارو کی تحریک احیاء اسلام سے خواتین بہت متاثر ہیں۔ وہ شیخ محی الدین ابن العربی اور شیخ خالد نقشبندی کے مزارات کے قریب ابوالنور اسلامک سینٹر میں ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتی ہیں، چادر اوڑھے ہوئے اور چہرہ ڈھانکے ہوئے۔ جہاں حمد ونعت کے بعد شیخ احمد کفتارو کا سہ پہر کو درس شروع ہوتا ہے جو کئی گھنٹے جاری رہتا ہے، ایک مغربی فاضلہ Annabelle Bottcher نے لکھا ہے:

> It has a strong influence of female Islamization ------ of Kurdish women in contemporary sufism in Syria ---- 2002

شیخ احمد کفتارو کے اجداد میں شیخ عبدالقادر خانی، شیخ خالد نقشبندی کے قریبی ساتھی تھے۔۔۔۔

شیخ احمد کفتارو کی بیٹی ام نبیل بھی دمشق میں نقشبندی مسجد کے قریب اپنے مرکز بیت العمر میں ہر بدھ کو خواتین کی ذکر کی محفل منعقد کرتی ہیں، جہاں استقبالیہ کمرے میں شیخ خالد نقشبندی کے روضہ شریف کی بڑی سی تصویر آویزاں ہے۔ شیخ خالد نقشبندی کے متعلق فاضلہ موصوفہ کا خیال ہے:

> Shaykh is one of the most prominent Shaykhs of Naqshband Sufi order ----- Histomb in located at the foot of mount Qasyun in Damascus.

(Islamic Teaching Transmision of Islamic Knowlege in Syria,2002)

بیت العمر میں جب ذکر کی محفل ہوتی ہے تو کوئی مرد اندر داخل نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ گھر کے مرد بھی اندر نہیں آسکتے۔ ساری عورتیں چادر لپیٹے یا رومال سے چہرہ چھپائے رہتی ہیں۔

ذکر کی محفل میں حمد ونعت کے بعد اسماء حسنیٰ، شیخ سعدی وغیرہ کا ورد ہوتا ہے اور محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوتی ہے۔

ذکر وفکر کے حوالے سے کم وبیش تمام ہی سلاسل طریقت متحرک ہیں مگر احیائے اسلام کے حوالے سے عالم اسلام بلکہ پوری دنیا میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ نہایت فعال اور ممتاز ہے۔ پچھلی چار صدیوں میں اس سلسلے کے مشائخ نے احیاءِ اسلام میں جو کردار ادا کیا ہے وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

ابوالحسن علی ندوی نے بارھویں صدی ہجری کی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی خانقاہوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> بارہویں صدی کے نصف اوّل ہی میں ہندوستان سے ترکستان تک مجددی خانقاہیں اور ہدایت وارشاد کے مرکز قائم ہوچکے تھے۔ سلسلہ مجددیہ کے مشائخ اور علماء نے مکتوبات کے مستند عربی ترجمے کے بیشتر نسخے اسلامی ممالک میں پھیلادیے تھے۔ شیخ محمد مراد مکی نے حضرت مجدد اور ان کی اولاد واحفاد اور ان کے سلسلے کے عرب وترک مشائخ کا عربی میں تعارف کرایا جو ''ذیل الرشحات'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ نیز مکتوبات کا ترجمہ بھی کیا جو ''الدرر المکنونات النفیسہ'' کے نام سے شائع ہوا۔ اور محمد نور الدین بیگ اوزبکی کا عربی رسالہ ''عطیۃ الوھاب الفاصلۃ بین الخطاء والصواب'' بھی شائع ہوا۔ اور مکتوبات کی ممالک عربیہ اور ترکی میں ایسی اشاعت ہوئی کہ تمام غلط فہمیاں رفع ہوئیں...... سرآمد علمائے روزگار علامہ شہاب الدین محمود آلوسی البغدادی (م۔ سنہ ۱۲۷۰ھ) اپنی شہرہ آفاق تفسیر ''روح المعانی'' میں مجدد صاحب کا بڑے احترام سے نام لیتے ہیں اور مکتوبات کے بکثرت اقتباسات پیش کرتے ہیں ۶۷۔

بقول شیخ محمد معصوم نقشبندی (ہوسٹن، ٹیکساس، امریکہ) 'علامہ ابن عابدین شامی (م۔ سنہ ۱۲۵۰ھ) اور علامہ محمود آلوسی (م سنہ ۱۲۷۰ھ) مولانا خالد نقشبندی علیہم الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ تھے۔

بلاشبہہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عرب دنیا میں بہت پھلا پھولا، سلسلہ نقشبندیہ بہت پہلے عرب دنیا میں پہنچ چکا تھا، سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت کمال الدین محمد یمانی علیہ الرحمۃ نے پچاس برس تک

مسجد نبوی شریف میں درس حدیث دیا۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ نے پانچ برس تک سماعت حدیث کا شرف حاصل کیا ہے۔ (عبدالحیٔ: نزھۃ الخواطر، ج۱، ص۱۲۰۔۱۲۱) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا عرب دنیا میں اثر و رسوخ اس کا تسلسل معلوم ہوتا ہے۔ کئی عرب مشائخ و علماء حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ ہوئے مثلاً

○...... شیخ عبدالعزیز نحوی حنبلی
○...... شیخ عثمان یمنی
○...... شیخ علی مالکی
○...... شیخ سید علی بن عبدالقادر طبری علیہم الرحمۃ وغیرہ وغیرہ

اس طرح آپ کے فرزند و جانشین خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے عرب دنیا میں علماء و مشائخ خلفاء ہوئے مثلاً:

○...... شیخ سید مراد بن علی مرادی (م۔ ۱۱۳۲ھ/۱۷۲۰ء)
○...... شیخ احمد بن خلیل یک دست (م۔ ۱۱۱۹ھ/۱۷۰۷ء)
○...... شیخ زین العابدین مدنی
○...... شیخ عبداللہ مغربی
○...... شیخ علی یمنی
○...... شیخ عمر شافعی یمنی وغیرہ وغیرہ

بارھویں صدی ہجری کے دوسرے عرب مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں ان حضرات کے نام ملتے ہیں:

○...... شیخ عبدالرحمٰن بن تاج الدین تاجی۔ (م۔ ۱۱۱۶ھ/۱۷۰۴ء)
○...... شیخ عبدالحیٔ بن علی غرنی (م۔ ۱۱۳۷ھ/۱۷۲۵ء)
○...... سید علی بن حسین رومی (م۔ ۱۱۴۷ھ/۱۷۳۴ء)
○...... شیخ مصطفیٰ بن کمال الدین بکری (م ۱۱۶۴ھ/۱۷۴۹ء)
○...... شیخ سید محمد بن محمد مراد مرادی (م۔ ۱۱۶۹ھ/۱۷۵۵ء)
○...... شیخ احمد بن علی منینی (م ۱۱۷۲ھ/۱۷۵۹ء)

- ○...... شیخ عبداللہ باحسین علوی سعاف۔
- ○...... شیخ محمد بن عقیلہ مکی (م۔ ۸۔ ۱۷۳۷ء/ ۱۱۵۰ھ) (استاد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)
- ○...... شیخ مشیخ بن علوی باعبود مدنی (م۔ ۱۷۵۵ء۔ ۱۱۶۹ھ) وغیرہ وغیرہ

ایک فاضل، دنیائے عرب کے علماء و مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر ایک ضخیم مقالہ قلم بند کر رہے ہیں جو تین حصوں پر مشتمل ہوگا۔ پہلا حصہ ''عہد مجددی سے لے کر بارھویں صدی ہجری تک علماء و مشائخ کے حالات'' پر مشتمل ہوگا۔ دوسرا حصہ ''تیرھویں صدی ہجری کے علماء و مشائخ کے حالات'' پر مشتمل ہوگا اور تیسرا حصہ ''چودھویں صدی ہجری سے لے کر اب تک کے عرب علماء مشائخ نقشبندیہ مجددیہ'' پر مشتمل ہوگا۔ اس طرح مقالہ دو سو (۲۰۰) سے زیادہ عرب علماء و مشائخ کے حالات پر محیط ہوگا۔ ان شاءاللہ تعالیٰ......

حقیقت یہ ہے کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ دنیا کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ نیویارک (امریکہ) سے تھوڑے فاصلے پر بابا صلاح الدین نقشبندی مجددی کی خانقاہ ہے، جن کا تعلق سری لنکا سے ہے، لیکن انھوں نے مقامی امریکن کو بہت متاثر کیا۔ آج بھی ان کی خانقاہ سکون و طمانیّت کا مرکز اور مرجع خاص و عام ہے۔ ٹیکساز (امریکہ میں) ایک فاضل اور سن رسیدہ نقشبندی مجددی بزرگ خواجہ محمد معصوم مدظلہ العالی تشریف رکھتے ہیں۔ کینیڈا میں بھی ایک نقشبندی مجددی بزرگ فیضان رساں ہیں۔۔۔ جس گوشے کی طرف نظر جاتی ہے، پھیلتی چلی جاتی ہے اور علماء و مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا ایک جہاں نظر آتا ہے۔ اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ ان مشائخ نقشبندیہ مجددیہ میں اکثر جید علماء اور صاحبِ تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں، رحمہم اللہ تعالیٰ۔

○

سلسلہ نقشبندیہ بنیادی طور پر وسط ایشیاء کا سلسلۂ طریقت ہے جس نے پورے عالمِ اسلام کو متاثر و متحرک کیا ہے۔ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ برصغیر سے اسلامی دنیا کے مختلف علاقوں میں پہنچا۔ مولانا خالد کردی بغدادی نے مشرقِ وسطیٰ کا سفر کیا اور وہاں اپنے خلفاء کا جال بچھا دیا۔ عرب علاقوں میں، کردستان، کرغستان اور اناطولیہ وغیرہ ہیں۔ شیخ شامل جنھوں نے کمیونسٹوں کی سخت مزاحمت کی وہ نقشبندیہ خالدیہ طریقے سے منسلک تھے۔۔۔ (ڈاکٹر احمد مرزا، ڈائریکٹر نقشبندی فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن، ایری زونا، امریکہ)

سلاسل طریقت مختلف مشائخ کی نسبتوں سے مشہور ہوے۔ مشہور سلاسل قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ مندرجہ ذیل مشائخ سے منسوب ہوے:

۱۔	قادریہ	شیخ عبدالقادر جیلانی	(م۔ ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء)
۲۔	سہروردیہ	شیخ عبدالقادر ابونجیب شہاب الدین سہروردی	(م۔ ۵۶۳ھ/۱۱۶۸ء)
۳۔	چشتیہ	خواجہ معین الدین چشتی	(م۔ ۶۳۳ھ/۱۲۳۶ء)
۴۔	نقشبندیہ	خواجہ بہاء الدین نقشبند	(م۔ ۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء)

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلاسل طریقت میں قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ کے علاوہ بھی شاخیں ہیں: چشتیہ، نظامیہ، مجددیہ، سہروردیہ، شہابیہ مجددیہ، سہروردیہ کبرویہ مجددیہ، مداریہ مجددیہ، قلندریہ مجددیہ وغیرہ۔۔۔۔

(''سلاسل ستہ'' صوفی رضا خاں مروت، براھمن اسٹیم پریس، لاہور ۱۳۳۳ھ، ص ۵۔۳۲)

بقول پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی عبدالحکیم مراد: کمیونسٹ دورِ حکومت میں ازبکستان میں مشائخ نقشبندیہ نے نہایت رازداری سے طریقۂ نقشبندیہ کو محفوظ رکھا۔ (مکتوب' مورخہ ۱۰ جنوری ۲۰۰۳ء بنام ڈاکٹر احمد مرزا)

مشرق میں مولانا خالد نقشبندی کا اثر سماٹرا تک جا پہنچا۔۔۔ آپ کے خلیفہ شیخ عبداللہ ارزنجانی کے مرید و خلیفہ شیخ اسمٰعیل (م۔ ۱۸۵۷ء) نے سلسلۂ خالدیہ کو سماٹرا میں پھیلایا۔ خالدیہ سلسلے کے دوسرے شیخ عبدالوہاب روکان (م۔ ۱۹۲۶ء) نے سماٹرا میں ۱۸۸۳ء میں ''باب الاسلام'' قائم کیا۔ دونوں حضرات نے ڈچ کے نوآبادیاتی نظام کے خلاف ملایا کے مسلمانوں کی حفاظت کی۔ بیسویں صدی میں سلسلۂ خالدیہ انڈونیشی مجمع الجزائر میں داخل ہو گیا۔ (پروفیسر عبدالحکیم مراد۔۔۔ پیش لفظ ''تصوف کیا ہے، طریقۂ نقشبندیہ کیا ہے؟'')

اس وقت براعظم ایشیا، افریقہ، یورپ اور امریکہ میں بکثرت نقشبندیہ مجددیہ خانقاہیں ہیں' اور مشائخ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے۔ صرف ایشیاء کے ایک ملک پاکستان کے ایک صوبہ سندھ کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی معلومہ تعداد ۲۲۵ ہے انہیں صوفیہ میں قاضی احمد دمائی کے پوتے خواجہ محمد زماں ثانی عالمی شہرت کے مالک تھے یمن کے محدث مخدوم محمد عابد سندھی آپ کے مرید و معتقد تھے...... الیانع الجنی (عربی) میں آپ کا یہ ارشاد بھی ہے: ''میری آنکھوں نے خواجہ محمد زماں ثانی جیسا ولی نہیں دیکھا'' (مجلّہ کرمانوالہ' جنوری ۲۰۰۳ء ص ۲۵) ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نے سندھ یونیورسٹی (سندھ پاکستان) سے ''صوبۂ سندھ کے صوفیائے نقشبندیہ مجددیہ'' پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ یہ مقالہ دو جلدوں میں شائع ہو چکا ہے جو

مجموعی طور پر بارہ سو صفحات پر مشتمل ہے[۶۸]۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے متوسلین و منتسبین کی تعداد کتنی ہوگی؟

انابلے بوشر (Annabelle Bottcher) نے جرمنی میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ خالدیہ سے متعلق کئی مقالات اور کتابیں لکھی ہیں مثلاً

1. *Transmission of Islamic Knowledge in Syria.*
2. *Official Sunni and Shii Islam.*
3. *Politics of Islam in Syria.*

فاضلہ موصوفہ کا خیال ہے کہ جرمنی میں ۶۰ فیصد مسلمان سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ سے متاثر ہیں، وہ لکھتی ہیں کہ

> My guess is that 60% of German Islam is Naqshbandi Mujaddidi influence.

(ای میل مورخہ ۳/جون ۲۰۰۳ء، برلن، جرمنی)

فاضلہ موصوفہ نے لکھا ہے کہ ترک کردی مسلمانوں میں مندرجہ ذیل تین بڑی تحریکیں ہیں:

1. The Nurce Movement of Said Nursi (یہ جرمنی میں بہت قوی ہے)
2. Mili Goersush Movement
3. Syleymanrcis Movement of Shaykh Hilmi Tunahan.

> یہ تیسری بڑی تحریک ہے جس کے پیروکار ترک، کردی الاصل ہیں اور جرمنی میں اپنے تمام مراکز میں ''مکتوبات امام ربانی'' کا درس بھی دیتے ہیں اور ترجمہ بھی کرتے ہیں۔۔۔ میں نے برلن (جرمنی) میں ایک مرکز دیکھا ہے۔ اس تحریک کی خواتین کی بھی ایک طاقتور تحریک ہے۔ اور ترکی میں ان کی پرائیویٹ جامعات ہیں۔ اس تحریک کے لوگ عربی اور فارسی میں ''مکتوبات امام ربانی'' چھپواتے ہیں اور ترکی اور جرمنی میں فروخت کرتے ہیں۔ میں نے ایک۔۔۔ سے ''مکتوبات امام ربانی'' کے عربی ترجمہ کی ایک کاپی خریدی تھی۔

(ای۔ میل مورخہ ۳/جون ۲۰۰۳ء، برلن)

عالمی طاقتیں خاص طور پر مجددی مشائخ سے خطرہ محسوس کرتی ہیں، اس لیے مجددی خانقاہوں اور مقابر کو مسمار کرنے کا سلسلہ جاری ہے، روس کے زمانے میں افغانستان میں خانقاہیں مسمار کی گئیں۔ اب حال ہی میں عراق کے علاقے کردستان میں جو ایران کے زیر حکومت ہے، نقشبندیہ مقابر کو مسمار کیا گیا۔ کردستان عراق اہل سنت و جماعت اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا ایک اہم مرکز ہے۔ شیخ محمد معصوم نقشبندی کے برقی مکتوب گرامی سے تفصیلات معلوم ہوئیں[٦٩]۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کردستان عراق میں مندرجہ ذیل نقشبندیہ مجددیہ مشائخ کے مقابر کو ایک ایسی جماعت نے مسمار کیا جس کو ایران اور سعودی حکومت کا تعاون حاصل ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

۱۔ شیخ عمر ضیاء الدین نقشبندی
۲۔ شیخ نجم الدین نقشبندی
۳۔ شیخ حسام الدین نقشبندی
۴۔ شیخ محمد علاء الدین نقشبندی

○

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات وافکار اور خدمات پر کام کا آغاز جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے آپ کے عہد مبارک میں ہو گیا تھا۔ پھر یہ سلسلہ چلتا رہا اور عربی، فارسی اور اردو میں کتابیں شائع ہوتی رہیں۔ بعد میں آپ کے مکتوبات شریف کی تینوں جلدوں کا عربی ترجمہ ہوا جو محمد مراد منزلوی نے کیا۔ اس کا عنوان تھا **الدرر المكنونات النفيسه**، یہ ترجمہ ۱۸۹۹ء میں مطبعۃ الامیریہ، مکہ مکرمہ سے شائع ہوا، سلطان عبدالحمید ثانی کے عہد حکومت میں مکہ معظمہ سے مکتوبات شریف کی اشاعت اس کی مقبولیت ومحبوبیت کی نشانی ہے، پہلی جلد کے حاشیہ پر شیخ حسین کی کتاب **الرحمة الهابطه فى تحقيق الرابطه** ہے، دوسری جلد کے حاشیہ پر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ ''مبداء ومعاد'' ہے، تیسری جلد کے حاشیہ پر محمد بیگ اوزبکی کا رسالہ **عطية الوهاب الفاصلة بين الخطاء والصواب** ہے حال ہی میں لبنان سے مکتوبات امام ربانی کے عربی ترجمے کا ایک اور اڈیشن تین مجلدات میں شائع ہوا ہے جو دار الکتب العلمیہ' بیروت نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا ہے مصطفیٰ حسین عبدالہادی نے اس پر حواشی کا اضافہ کیا ہے......

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصل عربی مکتوبات شریف دار العلوم سلطانیہ (جہلم) کے فاضل

مولانا بدرالاسلام مرتب کر کے شائع کر رہے ہیں، ڈاکٹر فضل الرحمٰن (ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی، کراچی) نے مکتوبات شریف کے منتخبات کا انگریزی ترجمہ کیا اور اس پر مقدمہ لکھا۔ یہ منتخب مکتوبات مندرجہ ذیل عنوان سے ۱۹۶۸ء میں اقبال اکادمی، کراچی نے شائع کیے۔

Selected Letters of Shaykh Ahmed

اقبال اکادمی، لاہور نے ۱۹۸۴ء میں پھر اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا۔ ۱۰۰ مکتوبات شریف کا انگریزی ترجمہ *Endless Bliss* کے عنوان سے استانبول (ترکی) سے عرصہ ہوا شائع ہو چکا ہے۔ مکتوبات شریف کے جزوی تراجم میں الطاف رحمانی (راولپنڈی ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۷ء) درلاثانی (اعظم گڑھ ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء)۔

عبدالرحمٰن گوردیانی نے اپنے برقی مکتوب (۱۹؍اپریل ۲۰۰۱ء) میں اطلاع دی ہے کہ وہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ''مبداء و معاد'' کا انگریزی اور فرانسیسی میں ترجمہ کر رہے ہیں۔ امریکہ کے نومسلم فاضل پروفیسر ڈاکٹر آرتھر بیولر یوسف سالم نے بڑی تحقیق و کاوش سے مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی کا ایک اشاریہ مرتبہ کیا ہے جو اقبال اکادمی پاکستان، لاہور نے ۲۰۰۱ء میں شائع کر دیا ہے۔ اس کا عنوان ہے:۔

فهارس تحلیلی هشتگانه مکتوبات احمدسرهندی

اس کتاب میں آٹھ اشاریہ ہیں......

☆......آیاتِ قرآنیہ
☆......احادیث نبویہ
☆......اقوال و ملفوظات بزرگاں
☆......فرقِ مختلفہ
☆......مصطلحاتِ صوفیہ
☆......اسماء الرجال
☆......اسماء الاماکن
☆......اسماء الکتب والرسائل

آخر میں مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی (امرتسر ایڈیشن) کی فہرست شامل ہے، جس میں مکتوب نمبر اور صفحہ نمبر کی نشاندہی کی ہے۔ مجموعی طور پر یہ اشاریہ محققین کے لیے نہایت ہی مفید ہے۔

حضرت ابوالنصر محمد انس فاروقی مجددی نے ایک اور جامع اشاریہ ''معارف مکتوبات امام ربانی'' (۱۹۸۳ء) کے عنوان سے دہلی سے شائع کیا ہے جس کو مولانا محمد نعیم اللہ خاں خیالی نے مرتب کیا ہے

(مطبوعہ دہلی، ۲۰۰۳ء) حضرت انس فاروقی نے کتب خانہ درگاہ شاہ ابوالخیر (دہلی) سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف اور آپ سے متعلق بعض نادر مخطوطات کے عکس بھی عنایت فرمائے جو مرقعات جہان امام ربانی مجدد الف ثانی کے نام سے الگ شائع کئے جائیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ ......

مولانا سید حبیب اللہ نقشبندی کے داماد مرید خلیفہ صوفی افتخار احمد نقشبندی (گوجرانوالہ) مکتوبات امام ربانی کو از سر نو کمپوز کرا رہے ہیں جس میں اردو ترجمہ زوّار حسین شاہ کا ہوگا۔

محبی محمد عبد الواسع باقر سے معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ کے سرکاری کتب خانے میں ایک مخطوطہ بعنوان ''جمال السلوک'' ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ کی تصانیف میں اس نام کی کوئی تصنیف ہماری نظر سے نہیں گزری ممکن ہے کہ یہ وہی تصنیف ہو جس کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکتوب شریف نمبر ۱۶، جلد اوّل میں اپنے مرشد کریم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے کیا ہے...... مکتوب شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا موضوع ایسی نصیحتیں ہیں جو طریقت میں کام آنے والی ہیں تا کہ ان کے مطابق زندگی بسر کی جائے...... اس کی مقبولیت اور محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت مسلمہ کے مشائخ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عالمِ واقعہ میں تشریف لائے، اس رسالے کو اپنے دستِ مبارک میں لیے ہوئے مشائخ کرام سے فرما رہے ہیں کہ اس قسم کے عقائد ہونے چاہئیں...... ممکن ہے کہ یہ رسالہ اسی محبوبیت کی وجہ سے مدینہ منورہ میں محفوظ ہو...... اس رسالے کا حتمی تعین نہ ہو سکا...... قاری احسان اللہ (کوئٹہ، پاکستان) نے ایک مخطوط کا عکس عنایت فرمایا جو حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے اس کا عنوان ہے:

''لوامع الاسرار شرح مطویات الاسرار''

یہ عربی زبان میں ہے، اس میں قرآن کریم کے اسرار و معارف بیان کئے گئے ہیں یہ مخلوطہ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۲۱۲ھ کو بوستان ابن ملا عبد الحنان نے کتابت کیا ہے

◆

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر گزشتہ پچپن سال سے جامعات میں تحقیق ہو رہی ہے، تقریباً بارہ فضلاء اب تک مختلف جامعات سے اردو، انگریزی اور ترکی وغیرہ میں ڈاکٹریٹ کر چکے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:۔

اردو مقالات:

۱......	ڈاکٹر سراج احمد[۷۰]	سندھ یونیورسٹی، جام شورو، سندھ پاکستان
۲......	ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی[۷۱]	پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پنجاب پاکستان
۳......	ڈاکٹر محمد انصار خان[۷۲]	سندھ یونیورسٹی، جام شورو، سندھ پاکستان
۴......	ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس[۷۳]	بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، پنجاب پاکستان

انگریزی اور ترکی مقالات

۵......	ڈاکٹر برہان احمد فاروقی[۷۴]	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، بھارت
۶......	ڈاکٹر اے۔ ایف۔ ایم ابوبکر صدیق[۷۵]	ڈھاکہ یونیورسٹی، ڈھاکہ، بنگلہ دیش
۷......	ڈاکٹر محمد اسلم[۷۶]	مانچسٹر یونیورسٹی، انگلستان
۸......	ڈاکٹر قدیر احمد خان[۷۷]	لندن یونیورسٹی، لندن انگلستان
۹......	ڈاکٹر ترہار[۷۸]	لیڈن یونیورسٹی، لیڈن، ہالینڈ
۱۰......	ڈاکٹر یوحنا فریڈمین[۷۹]	میکگل یونیورسٹی، مانٹریال، کینیڈا
۱۱......	ڈاکٹر صابر اقبال[۸۰]	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، بھارت
۱۲......	ڈاکٹر نجوت طوسون[۸۱]	مَرمَرا یونیورسٹی، استانبول، ترکی

یہ تعداد اب تک معلوم ہو سکی، ممکن ہے کہ ان کے علاوہ بھی اور محققین ہوں جنہوں نے کسی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہو...... حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکی اولاد و احفاد پر تحقیق جاری ہے اور تراجم بھی ہو رہے ہیں۔ راقم کی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی حالات و افکار و خدمات'' کا انگریزی ترجمہ قاضی عبدالمنان صاحب نے مکمل کر لیا ہے اور فارسی ترجمہ صاحب زادہ محمد زبیر مجددی نے مکمل کر لیا ہے۔ ایک اور کتاب ''صراط مستقیم'' کا انگریزی میں ترجمہ مانچسٹر (انگلستان) میں جناب آصف جہاں گیر کر رہے ہیں۔ راقم کی ایک کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال'' کا انگریزی ترجمہ جناب پروفیسر ایف، ایم، شیخ نے کیا ہے جو مندرجہ ذیل عنوان سے کراچی سے شائع ہو گیا ہے:

The Influence of Shaykh Ahmed Sirhindi On Dr. Muhammad Iqbal.

مسجد فتح پوری، دہلی کے شاہی امام خطیب مفتی اعظم ڈاکٹر مفتی محمد اکرم احمد نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عربی میں ایک ضخیم مقالہ قلم بند کیا ہے (۲۰۰۴ء) عنوان ہے:

''شیخ احمد السرهندی، حیاته و آثاره''

ازہر یونیورسٹی، قاہرہ میں مولانا ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی بھی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عربی میں لکھ رہے ہیں۔ الغرض حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مسلسل کام ہو رہا ہے۔

''جہانِ امام ربانی'' کی تدوین کے دوران ۸؍فروری ۲۰۰۳ء کو امریکہ سے ڈاکٹر احمد مرزا (ڈائریکٹر نقشبندی فاؤنڈیشن فار اسلامک ایجوکیشن، ایری زونا، امریکہ) تشریف لائے اور انھوں نے روس، افغانستان، ترکی، شام وغیرہ کے مشائخ نقشبندیہ پر بہت سے فضلاء کے انگریزی مقالات اور کتب و رسائل عنایت فرمائے۔ جس سے اندازہ ہوا کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عالمگیر ہے اور ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے، ہر علاقے کے مشائخ پر مستقل تحقیق کی ضرورت ہے۔ مغربی اور وسطی ایشیاء کے حضرات نقشبندیہ پر ۹؍نومبر ۱۹۹۷ء کو استانبول (ترکی) میں سوئیڈش ریسرچ انسٹی ٹیوٹ میں ایک کانفرنس ہوئی۔ جس میں فضلاء نے مقالات پڑھے جو ۱۹۹۹ء میں استانبول سے مندرجہ ذیل عنوان سے ایک مجموعے کی شکل میں شائع ہوئے ہیں:

"Naqshbandi in Western and Central Asia"

(Edited by Elizabeth Ozdalgu, Swedish Research Institute, Istanbul,)

شیخ ابن علاء الدین نقشبندی نے کردی زبان میں تصوف اور طریقۂ نقشبندیہ پر ایک فاضلانہ کتاب لکھی ہے، جس کا ڈاکٹر محمد شریف احمد نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کا عنوان ہے:

ماهو التصوف؟ ماهی طريقة النقشبنديه؟

اس کا عربی سے مہتر ہالینڈ نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ جس کے پیش لفظ میں کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر عبدالحکیم مراد نے لکھا ہے:

> From Central Asia the disciples of Shah Baha-al-Din and Khawaja Ahrar radiated out through the lands of islamic World and beyond.

اسی پیش لفظ میں ایک جگہ لکھا ہے:۔

Today, and dispite all the odds, the vibrancey of Naqshbandi sufism is evident across the Islamic World.

اس وقت عمومی طور پر تصوف کے حوالے سے بھی بہت کام ہو رہا ہے جو مسلمان کہلانے والے بعض فرقوں میں شجرِ ممنوعہ کی حیثیت رکھتا ہے، مگر تصوف اب ایک عالمی حقیقت بن کر سامنے آ رہا ہے۔ برلن (جرمنی) میں ماڈرن اور ینٹیل اسٹڈیز سینٹر میں فروری ۲۰۰۳ء کو مندرجہ ذیل عنوان سے ایک ورکشاپ ہوا:

Modern Adaptation in Sufi based Islam.

۲۰۰۳ء میں معلوم ہوا کہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالغنی (راولپنڈی) حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے طریقۂ سلب امراض کے (قابلی جائزے پر کولمبو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں عنوان ہے:

USUI RIKY's and Islamic System of Spirituality

برلن (جرمن) میں مقیم ایک فاضلہ Annabelle Bottecher نے ڈاکٹر احمد مرزا (امریکہ) کو ۲۵/ مارچ ۲۰۰۳ء کو لکھا کہ اس نے پیرس (فرانس) میں ایک فاضل سے ملاقات کی جو نقشبندیہ مخطوطات جمع کر رہے ہیں۔ انھوں نے یہ مخطوطات سینٹرل ایشیاء وغیرہ سے جمع کیے ہیں جو نمبر وار سی۔ ڈی میں محفوظ ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کام ہوا، برابر ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہوتا رہے گا، مگر اس دورِ انتشار و فساد میں آپ کے دینی، معاشرتی اور سیاسی افکار سے فیض حاصل کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں جس شخصیت پر عالمِ اسلام کے مسلمان اور مسلمان کہلانے والے فرقے مجتمع ہیں وہ آپ ہی کی شخصیت ہے، سب ہی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، اگر مجددی افکار بھرپور انداز میں پیش کیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ آپ کی باتیں نہ مانیں، اور آپ کی ہدایات کی طرف توجہ نہ دیں، آپ کی تعلیمات میں زندگی ہے اور انفرادی اور اجتماعی ترقی بھی...... 'جہانِ امام ربانی مجدد الف ثانی' کا عظیم منصوبہ اسی لیے شروع کیا گیا ہے جو حیرت انگیز طور پر کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ اس مجموعے میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات اور افکار نیز دوسرے پہلوؤں پر مقالات جمع کیے گئے ہیں جو مطبوعہ بھی ہیں اور غیر مطبوعہ بھی، مقالات لکھنے والوں میں وہ فضلاء بھی ہیں جو بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں، وہ بھی جو علمی دنیا میں اپنا ایک مقام اور وقار رکھتے ہیں، امید ہے کہ مقالات کا یہ مجموعہ

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیغام کی اشاعت اور کردار سازی میں اہم کردار ادا کرے گا۔

تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجددی افکار کے چہرے کو غبار آلود ہونے نہ دیا اور فکر مجددی کی پُر زور تائید اور اشاعت کی، انہوں نے احیاء ملت اسلامیہ اور ردّ بدعات میں ایک اہم کردار ادا کیا اور مختلف تحقیقی رسائل لکھے[٨٢]...... جو لوگ ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب نجدی کے زیر اثر ہیں انہوں نے تعلیمات مجددیہ کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں نقشبندیہ حضرات دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے، یہ ایک المیہ ہے...... حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افکار کا غیر جانبدارانہ اور عادلانہ تحقیقی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے افکار وہی ہیں جو سلف صالحین کے تھے، جو صدیوں مختلف فکری انقلابات سے محفوظ رہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف میں ابن تیمیہ کا ذکر تک نہ کیا، حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاف صاف تحریر فرمایا:۔

> دین و شریعت کا پابند ہونا اہلِ سنت و جماعت کے طریقۂ حقہ کے سلوک سے وابستہ ہے...... ان بزرگوں کی اتباع و پیروی کے بغیر نجات ناممکن ہے اور ان لوگوں کی آراء کی پیروی کے بغیر فلاح دشوار ہے۔ اس بات پر تمام عقلی و نقلی اور کشفی دلائل شاہد ہیں اور ان میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے...... اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کی صراط مستقیم سے رائی کے دانے کے برابر بھی ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہرِ قاتل جاننا چاہیے اور اس کی مجالست کو سانپ کا زہر سمجھنا چاہیے۔[٨٣]

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک ہی صراط مستقیم ہے' اس راستے کو اللہ نے اپنا راستہ فرمایا اسی راستے کو اللہ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ فرمایا' اسی راستہ کو اللہ نے صلحائے امت کا راستہ فرمایا' اسی راستے پر چل کر ہم منزل تک پہنچ سکتے ہیں...... الحمدللہ ثم الحمدللہ "جہان امام ربانی" کے آخری مراحل میں یہ فقیر ٨ر مئی ٢٠٠٤ء کو مفتی اعظم ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد' شاہی امام و خطیب' مسجد فتح پوری' دہلی اور حضرت مفتی محمد معظم احمد صاحب کی عنایت سے پہلی بار سرہند شریف حاضر ہو کر مجددی فیوض و برکت کے مستفیض ہوا۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است
رقصم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

محترم المقام خلیفہ محمد یحییٰ صاحب اور ان کے شہزادوں نے بڑا کرم فرمایا...... روضہ شریف طمانیت وسکون کا سرچشمہ ہے، ہر طرف سکون ہی سکون، ہر طرف طمانیت ہی طمانیت ...... بے چین زندگی کے لئے چین، بے قرار روحوں کے لیے قرار...... ہم سکون وقرار کے لئے سرگرداں ہیں، ہم اتحاد واتفاق کے لئے ترس رہے ہیں...... حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پکار رہی ہے...... آؤ آؤ بے قرار روحوں آؤ...... ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست ...... اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرات عالیہ کے قدموں میں صراط مستقیم کا پتا بتایا ہے ہاں

اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار

☆......☆......☆

حواشی

۱...... ماقبل مشائخ میں علامہ داؤد قیصری اور شیخ احمد جام علیہما الرحمۃ قابلِ ذکر ہیں، معاصرین میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ملاّ عبدالحکیم سیال کوٹی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبداللہ المعروف بہ خواجہ خورد رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ ابوالحسن چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور مابعد میں شاہ غلام علی دہلوی اور مرزا مظہر جان جاناں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہم الرحمۃ قابل ذکر ہیں۔

۲...... تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ مطالعہ فرمائیں:۔

۱۔ آر۔بی۔مظہری: جہانِ مسعود، مطبوعہ کراچی
۲۔ محمد عبدالستار طاہر: منزل بہ منزل، مطبوعہ کراچی
۳۔ محمد عبدالستار طاہر: تخصصات مسعود ملت، مطبوعہ لاہور

۳...... تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ مطالعہ کریں:۔

۱۔ محمد عبدالستار طاہر: مسعودِ ملت اور رضویات، مطبوعہ لاہور

۲۔ ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی: ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی نثر نگاری، مطبوعہ کراچی

۳۔ نبیلہ آفاق چودھری (جامعہ عین الشمس، قاہرہ): امام احمد رضا اور مسعود ملت، مطبوعہ کراچی

مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے دوست مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہما الرحمۃ کو اپنے عہد کے ایک عظیم محدث اور عارف شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ سے بڑی محبت وعقیدت تھی۔

اسی محبت وعقیدت کو دیکھ کر ضیائے مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ نے اپنے صاحبزادے کا نام فضل الرحمٰن رکھا۔۔۔ یہ بات صاحبزادہ صاحب نے خود اپنے خادم محمد شیر زمان القادری (مقیم دبئی) کو بتائی اور یہ نیت آپ کی ولادت ۱۳۴۲ھ/۱۹۲۵ء سے پہلے ہی کر لی تھی۔ (بحوالہ مقالہ موصولہ فروری ۲۰۰۳ء)

۴...... تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ مطالعہ فرمائیں:۔

۱۔ ابوالسرور محمد مسرور احمد: مسعودِ ملت کے آثار علمیہ، مطبوعہ کراچی

۲۔ محمد عبدالستار طاہر: تذکار مسعودِ ملت، مطبوعہ لاہور

۳۔ ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی: ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ادبی، دینی وعلمی خدمات (مقالۂ ڈاکٹریٹ بہار یونیورسٹی، بھارت)، مطبوعہ کراچی ۲۰۰۲ء

۵...... مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۳۴، جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۱...... جلد دوم، مکتوب نمبر ۲، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴

۶...... امام احمد رضا محدث بریلوی کے حالات، افکار اور علمی ودینی خدمات کے لیے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں:

۱۔ امام احمد رضا: الدولۃ المکیہ، مطبوعہ لاہور

۲۔ امام احمد رضا: فتاویٰ رضویہ (۲۵ مجلدات) مطبوعہ لاہور

۳۔ پروفیسر فاروق القادری، فاضل بریلوی اور امور بدعت، مطبوعہ لاہور

۴۔ مولانا محمد یٰسین اختر مصباحی: امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، مطبوعہ لاہور

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: محدث بریلوی، مطبوعہ کراچی اور لاہور

۶۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: امام احمد رضا اور عالم اسلام' مطبوعہ کراچی

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد: خوب وناخوب، مطبوعہ کراچی

۸۔ ڈاکٹر حازم محفوظ مصری: بساتین الغفران، مطبوعہ لاہور کراچی

۹۔ ڈاکٹر حازم محفوظ مصری: امام احمد رضا والعالم العربی، مطبوعہ قاہرہ

۱۰۔ ڈاکٹر حسین مجیب مصری، صفوۃ المدیح، مطبوعہ قاہرہ، (ڈاکٹر حازم محفوظ مصری)

۱۱۔ پروفیسر غلام مصطفی مجددی: حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، حضرت مجدد الف ثانی اور امام احمد رضا، مطبوعہ کراچی
۱۳۔ ابوالسرور محمد مسرور احمد: امام احمد رضا اور حضرات نقشبندیہ، مطبوعہ کراچی
۱۴۔ مولانا محمد حنیف رضوی: جامع الاحادیث (۶ مجلدات) پور بندر (گجرات، بھارت)

امام احمد رضا محدث بریلوی پر اردو، انگریزی، عربی، مآخذ کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں مختصراً چند مآخذ پیش کر دیے گئے ہیں۔ (مسعود)

۷...... ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ چہارم، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۹، ملخصاً
۸...... قرآن حکیم، سوہ لقمان، آیت نمبر ۲۷
۹...... قرآن حکیم، سوہ کہف، آیت نمبر ۱۰۹
۱۰...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۳۲
۱۱...... قرآن حکیم، سورہ نحل، آیت نمبر ۷۴
۱۲...... قرآن حکیم، سورہ یوسف، آیت نمبر ۸۶، ۹۶
۱۳...... قرآن حکیم، سورہ یوسف، آیت نمبر ۷۶
۱۴...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۴۸
۱۵...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۴۸
۱۶...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۳
۱۷...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۳
۱۸...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۷۶
۱۹...... بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ، ص ۱۵۵
۲۰...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۹۵
۲۱...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، فصل الخیر، مکتوب نمبر ۹۵
۲۲...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، فصل الخیر، مکتوب نمبر ۹۵
۲۳...... مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب نمبر ۲۶۷

ڈاکٹر محمد اقبال نے ۱۹۳۲ء میں لندن کی ایک مجلس میں مذہب کی ضرورت پر ایک لیکچر دیا، اس میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مکتوب کا حوالہ دیا مگر ساتھ یہ اعتراف بھی کیا:۔

''جہاں تک شیخ موصوف کی عبارت کا تعلق ہے مجھے ڈر ہے کہ میں نفسیات حاضرہ کی زبان میں اس کے حقیقی معنی شاید ہی بیان کرسکوں کہ اس قسم کی زبان موجود ہی

نہیں۔'' (تشکیل جدید الٰھیات، مطبوعہ لاہور، ص ۹۸)

معانی کی وسعت کے سامنے الفاظ کا دامن تنگ ہے تو بیان ہو تو کس طرح ہو؟

۲۴...... مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۷

۲۵...... مکتوبات امام ربانی، جلد اول، مکتوب نمبر ۱۱

۲۶...... مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۱۰۵

۲۷...... جہاں گیر بادشاہ نے بہانہ کچھ اور بنایا مگر قید اس لیے کیا گیا کہ آپ نے دربار میں دستور کے مطابق اس کو سجدہ نہ کیا بلکہ سنت کے مطابق سلام کیا۔ مغربی مؤرخین نے بھی اس قید کو ناحق اور نامعقول قرار دیا۔ چنانچہ پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے پریچنگ آف اسلام اور انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجین اینڈ اتھکس میں یہی لکھا ہے:

(i) The Preaching of Islam,ed. 3rd, p 412.

(ii) Encyclopaedia of Religion and ethics, Vol viii, p 748.

۲۸...... حفظ الرحمٰن سیوہاروی: دعوت نامے، مطبوعہ دہلی

۲۹...... منتخبات از مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ استانبول ۱۹۹۲ء، ص ۲

۳۰...... انہیں مخالفین میں خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت شیخ تاج الدین سنبھلی بھی تھے جو آخر میں تائب ہو گئے تھے اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عالم واقعہ میں ان کو معاف کر دیا تھا۔ پھر موصوف نے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے برادر نسبتی محمد قلیچ کو ایک مکتوب قلمبند فرمایا جس میں آپ لکھتے ہیں:۔

''آپ جناب (حضرت مجدد علیہ الرحمۃ) کی خدمت میں خط لکھیں اور اس میں اس فقیر کی دعا عرض کرنے کے بعد لکھیں کہ آپ نے جس طرح مجھے واقعے میں معاف فرما دیا ہے اسی طرح حقیقت واقعی میں بھی معاف فرما دیں، نیز دہلی کے احباب سے فرما دیں کہ جو شخص بھی حضرت مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے عقیدت رکھتا تھا اور اب منحرف ہے وہ ''مرتد طریقت'' ہے اور وہ بھی جو پہلے بھی عقیدت نہ رکھتا تھا اور اب منحرف ہوا ہے ''مرتد طریقت'' ہی ہے کیونکہ کامل اولیاء کا انکار بھی ارتداد ہے۔

(خواجہ بدرالدین سرہندی: حضرات القدس، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ ص ۴۹)

۳۱...... (ا) مسلم شریف، مطبوعہ دہلی، ج ۱، ص ۳۲۷

(ب) مشکوٰۃ شریف، مطبوعہ کراچی، ص ۳۳

(ج) سید یوسف ہاشم رفاعی: ادلّۃ اہل السنۃ والجماعۃ، لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۲۳۵

(د) مکتوبات امام ربانی، مطبوعہ امرتسر، مکتوب نمبر ۱۹۲، جلد اول، ص ۸۰؛ ا مکتوب نمبر ۵۷، جلد دوم، ص ۲۰، مکتوب نمبر ۹۴، جلد سوم، ص ۱۰، ۲۰؛ مکتوب نمبر ۱۱۲، جلد سوم، ص ۱۳۲)

۳۲......مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر۱۰۰، جلد سوم، مکتوب نمبر۱۰۰

۳۳...... مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر۷

۳۴......مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر۱۸

۳۵......مکتوبات امام ربانی، جلداوّل، مکتوب نمبر۲۶۸، مکتوب نمبر۱۰۰

۳۶......مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر۱۷

۳۷......مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر۳۶

۳۸......مکتوبات امام ربانی، جلداول، مکتوب نمبر۸۷، مکتوب نمبر۱۳۲، مکتوب نمبر۱۱۸

۳۹......مکتوبات امام ربانی، جلداول، مکتوب نمبر۲۸۲

۴۰......مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر۵۸، جلد سوم، مکتوب نمبر۸۸

۴۱......مکتوبات امام ربانی، جلداوّل، مکتوب نمبر۲۳۳

۴۲......محمد ہاشم کشمی: زبدۃ المقامات، مطبوعہ لکھنو، ص۲۸۴

۴۳......مکتوبات امام ربانی، جلداول، مکتوب نمبر۱۰۴

۴۴......مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر۵۵

۴۵......قرآن حکیم، سورۂ ضحیٰ، آیت نمبر۱۱......، سورۂ بقرہ، آیت نمبر۴، ۴۷، ۱۲۲......، سورۂ آل عمران، آیت نمبر۱۰۳......، سورۂ مآئدہ، آیت نمبر۷، ۱۱، ۲۰......، سورۂ ابراھیم، آیت نمبر۱۶......، سورۂ اعراف، آیت نمبر۴۷......

۴۶......اس کا واحد مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن میں محفوظ ہے، پورا نام ''مجمع الاصفیا، و مجمع الاولیاء'' ہے، مخطوطہ نمبر۶۴۵...... (مکتوبہ ۱۰۴۳ھ/ ۱۶۳۳ء)...... راقم نے اس کا عکس منگوا کر پرنٹ نکلوائے جو چار جلدوں میں دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ، کراچی کے کتب خانہ کو ہدیہ کر دیے گئے ہیں۔ مسعود

۴۷......رفع سبابہ کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کی تائید میں متعدد رسائل لکھے گئے ہیں جن کا پروفیسر محمد اقبال مجددی نے ذکر فرمایا ہے۔ ان رسائل کے علاوہ بھی اس مسئلے پر متقدمین و متاخرین کے کئی رسائل ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے عہد مبارک سے اب تک آپ کے موقف کی تائید میں رسائل لکھے جا رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل رسائل اور مقالات میں بھی رفعِ سبابہ پر بحث کی گئی ہے:

۱۔ رسالہ خواجہ علی متقی،	مطبع خادم الاسلام، دہلی ۱۳۰۹ھ
۲۔ رسالہ مولانا ابوالکلام،	مطبع خادم الاسلام، دہلی ۱۳۰۹ھ
۳۔ رسالہ مستمرہ،	مطبع خادم الاسلام، دہلی ۱۳۰۹ھ
۴۔ تصحیح الاشارہ بتصریح البشارہ،	مطبع خادم الاسلام، دہلی ۱۳۰۹ھ

۵۔انارۃ الاشارہ، مطبع محمدی، لاہور، ۱۳۱۰ھ

٦۔تحفۃ الاخیار فی بیان الصلوٰۃ علیٰ السکون والوقار، مطبع مجددی ومرتضوی، بخش ۱۳۱۲ھ ازمحمد مرید محی الدین حنفی قادری غفوری نوشہرو پشاوری۔۔۔۔

۷۔مکتوبات حضرت شاہ فقیر اللہ علوی نقشبندی مجددی شکار پوری، لاہور

۸۔مسئلۃ الاشارہ بالسبابہ فی التشہد فی الصلوٰۃ، مکتبۂ فیض نقشبندیہ سیفیہ، کراچی ۱۹۹۷ء (مؤلفہ سید احمد علی شاہ نقشبندی)

۹۔مکتوبات مجدد الف ثانی ۔۔۔۔ تخریج احادیث، (مقالۂ ڈاکٹریٹ) ڈاکٹر بابر بیگ مطالی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۱۹۹۴ء۔(غیر مطبوعہ)

۴۸......ابوالحسن علی ندوی: تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ چہارم، ص ۳۵۳

۴۹......قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراضات کے جواب میں ایک اور رسالہ بعنوان ''احقاق'' تحریر فرمایا تھا جس کے مخطوطات کتب خانۂ خانقاہ مظہریہ، دہلی اور کتب خانہ موسیٰ زئی شریف، ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں موجود ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ کی شخصیت ایک عظیم علمی شخصیت تھی۔ آپ کے حالات اور علمی خدمات پر ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ڈاکٹریٹ کیا ہے جو ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور نے شائع کردیا ہے۔

۵۰......دکتر مہیندخت معتمدی نے آپ کے حالات پر ایک فاضلانہ کتاب لکھی ہے، عنوان ہے:

''مولانا خالد نقشبندی وپیروانِ طریقتِ او'' تہران ۱۳۴۸ء، ص ۴۵۴

یہ کتاب خواجہ محمد عبداللہ جان صاحب کے کتب خانے میں پشاور (پاکستان) میں موجود ہے، انھیں کی عنایت سے اس کا عکس ہم کو ملا۔ (مسعود)

۵۱......A Short History of Islam, Karachi,1960

۵۲......Sufism Its Saints & Shrines, Lucknow, 1960

۵۳......Studies In Islamic Culture In the Indian Environments, Oxford, 1964

۵۴......Muslim Revivalist Movements In Northern India etc. Lucknow, 1966

۵۵......The Indian Muslims, London

۵٦......Our freedom fighters, Karachi, 1969

۵۷......صوبۂ سرحد کے علماء ومشائخ کے بارے میں تفصیلات کے لئے مندرجہ ذیل مراجع سے رجوع کیا جاسکتا ہے:

۱۔محمد امیر شاہ گیلانی، تذکرۂ علماء ومشائخ سرحد، جلد اوّل، لاہور (۱۹٦۴ء)

۲۔ محمد امیر شاہ گیلانی، تذکرہ علماء و مشائخ سرحد، جلد دوم، لاہور (۱۹۷۲ء)

۳۔ پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید، اسلامی تصوف اور صوفیائے سرحد، کراچی (۱۹۹۷ء)

۴۔ پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید، صوفیائے خٹک' کراچی (۱۹۸۶ء

۵۔ پروفیسر ڈاکٹر عبد الرشید، تصوف، اولیاء مانکی شریف اور تحریک پاکستان، کراچی (۱۹۹۱ء)

۵۸......روضۃ القیومیہ، ص ۱۸

۵۹......خواجہ سیف الدین، مکتوبات شریف، حیدر آباد سندھ، ص ۱۲۳

۶۰......راقم کے والد ماجد مفتی اعظم شاہ مظہر اللہ علیہ الرحمۃ، جد امجد شاہ محمد سعید علیہ الرحمۃ، پردادا صاحب شاہ محمد مسعود علیہ الرحمۃ مسجد فتحپوری، دہلی کے امام و خطیب رہے، ان حضرات کا سلسلۂ طریقت نقشبندیہ مجددیہ ہے، اور شاہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ (ابن حضرت مجدد الف ثانی) کے صاحب زادے شاہ عبد الاحد علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔ اس سلسلے کے منتسبین دور و نزدیک پھیلے ہوئے ہیں۔ (مسعود)

۶۱......انوار معصومیہ، زوّار حسین شاہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۱۶

۶۲......قرآن کریم، سورۂ ابراہیم، آیت نمبر ۲۴

نوٹ: حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے جاری ہونے والی سلسلۂ عالیہ مجددیہ کی نہریں ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر کوئی فاضل ان کی تفصیلات جمع کریں تو یہ ایک اہم کام ہوگا۔ (مسعود)

۶۳......کلمات طیبات، ص ۱۶۴۔۱۶۶

۶۴......تاریخ دعوت و عزیمت، حصہ چہارم، ص ۱۸۳

۶۵......ایضاً، ص ۳۶۷

۶۶......ایضاً، ص ۳۶۹

۶۷......ایضاً، ص ۳۵۳

شیخ خالد نقشبندی کی محبوبیت و مقبولیت کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سلطنت عثمانیہ کے سلطان عبد المجید خاں نے آپ کا دیوان فارسی چھپوایا (۱۲۶۰ھ) یہ دیوان خواجہ محمد عبد اللہ جان زید عنایتہٗ کے کتب خانے میں پشاور میں محفوظ ہے۔

۶۸......ڈاکٹر ابو الخیر محمد زبیر: سندھ کے صوفیائے نقشبند، رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، حیدر آباد سندھ، جلد اوّل ۱۹۹۶ء، جلد دوم ۱۹۹۷ء۔

۶۹......یہ مکتوب نقشبندی فاؤنڈیشن فور اسلامک ایجوکیشن (امریکہ) کے صدر ڈاکٹر احمد مرزا نے ستمبر ۲۰۰۲ء میں راقم کو ارسال فرمایا۔

۷۰......اس مقالے کا عنوان ہے:

"مکتوبات امام ربانی کی سیاسی و معاشرتی اہمیت"

۷۱......اس مقالے کا عنوان ہے:

"مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی......تخریج احادیث" (۱۹۹۴ء)

نوٹ: تخریج احادیث میں مولانا محمد سعید (مفتی عدالت آصفیہ، حیدر آباد، دکن) نے "تشنید المبانی فی تخریج احادیث عربی مکتوبات امام الربانی" (مطبع فیض الکریم حیدر آباد دکن ۱۴۱۱ھ/۹-۱۹۹۳ء)

۷۲......اس مقالے کا عنوان ہے:

"مکتوبات امام ربانی کی تاریخی تعیین" (۱۹۹۳ء)

۷۳......اس مقالے کا عنوان ہے:

"حضرت مجدد الف ثانی کی تفسیری اور فقہی خدمات" (ایک تحلیلی اور تجزیاتی جائزہ ۲۰۰۲ء)

۷۴......اس مقالے کا عنوان ہے:

Mujaddid`s Conception of Tawhid

۷۵...... اس مقالے کا عنوان ہے:۔

Shaikh Ahmad Sirhindi And His Reforms (1986)

۷۶......اس مقالے کا عنوان ہے:۔

First Islamic Movement In India------- Shaykh Ahmed Sirhindi as a Mystic

۷۷......

۷۸......اس مقالے کا عنوان ہے:

Followers and Heir of the Prophet: Shaykh Ahmed Sarhindi (1564-1624) a Mystic.,

۷۹......اس مقالے کا عنوان ہے:

Shaykh Ahmed Sirhindi------ Outline of His Thought And a Study of His Image In the Eyes of Posterity

۸۰......اس مقالے کا عنوان ہے:

Shaykh Ahmed Sirhindi etc.

۸۱...... اس مقالے کا عنوان ہے:

Naqshbandi Order of Turkey

نوٹ: پروفیسر سید کبیر احمد مظہر سابق صدر شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پنجاب یونیورسٹی سے حضرت مجدد الف ثانی کے مرشد کریم خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی علمی اور متصوفانہ خدمات پر ڈاکٹریٹ کر رہے تھے۔ ۱۹۸۴ء میں ڈاکٹر عشرت علی ہاشمی نے کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ''سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی فقہی خدمات'' پر حافظ محمد اظہر سعید اور ''پاکستان میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کی دینی خدمات پر فضل احمد عثمانی کراچی یونیورسٹی میں تحقیقی مقالات لکھ رہے ہیں۔ اوّل الذکر نے اپنا مقالہ ۲۰۰۳ء میں پیش کر دیا ہے۔ امریکی نومسلم ڈاکٹر آرتھر بیولر نے ''پنجاب کے نقشبندی بزرگوں (۱۸۵۷ء---۱۹۴۷ء)'' پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ ان کا مقالہ ڈاکٹریٹ ہارورڈ یونیورسٹی پریس سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ سندھ یونیورسٹی (جام شورو) سے آفتاب احمد نے ''مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی علمی خدمات'' پر ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ (۲۰۰۳ء)۔ جناب مہربان حسین صاحب' کراچی یونیورسٹی' کراچی سے مندرجہ ذیل عنوان پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں ''سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے نامور صوفیہ کی دینی اور فلاحی خدمات (۲۰۰۴ء)...... ڈاکٹریٹ کے علاوہ ایم۔ اے اور ایم۔ فل کی سطح پر بھی حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختلف پہلوؤں پر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ مولانا مظہر فرید صاحب بہاء الدین زکریا یونیورسٹی' ملتان سے مندرجہ ذیل عنوان پر ایم۔ فل کر رہے ہیں ''پاکستان میں مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کی دینی اور ملی خدمات'' (۲۰۰۴ء)...... جناب راجہ نور محمد نظامی (ڈائریکٹر آرکیالوجیکل' ہسٹاریکل' کلچرل اکیڈمی' بھوئی گاڑ' صوبۂ سرحد' پاکستان) علاقہ پھوٹاہار (اسلام آباد' راولپنڈی' جہلم' چکوال' اٹک) کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ اور صوبۂ سرحد کے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ پر دو تحقیقی مقالات قلم بند کر رہے ہیں...... پروفیسر ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی اور صوفی غلام سرور کی اطلاع کے مطابق صرف پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبۂ علوم اسلامیہ میں مندرجہ ذیل موضوعات پر ایم۔ اے کی سطح پر مقالات لکھے ہیں......۔

۱۔ انور علی شاہ، سلوک مجددی کی خصوصیات، محمد مظفر علی رضوی۔ ۱۹۵۲ء

۲۔ حضرت امام ربانی کے سیاسی مکتوبات، ۱۹۵۳ء

۳۔ عظمت اللہ: حضرت مجدد الف ثانی کی دینی و علمی خدمات، ۱۹۶۷ء

۴۔ ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی، حضرت شیخ احمد سرہندی کی عربی زبان و ادب میں خدمات پر ایم۔ فل کیا ہے مختلف مشائخ نقشبندیہ پر جزوی طور پر بھی کام ہوا ہے۔ مثلاً ڈیمرل ڈیوڈ نے ڈیوک یونیورسٹی سے ''خواجہ خاوند محمود نقشبندی'' پر کام کیا ہے۔ (۱۹۹۱ء)، قاری محمد سلیمان اعوان، مفتی محمد محمود الوری نقشبندی پر سندھ یونیورسٹی، جامشورو سے ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں (۲۰۰۳ء) اور راقم السطور محمد مسعود احمد پر ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی نے بہار

یونیورسٹی، مظفر پور (انڈیا) سے ڈاکٹریٹ کیا ہے (۱۹۹۲ء) یہ مقالہ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز نے کراچی سے شائع کیا ہے (۲۰۰۲ء) الغرض بہت سے نقشبندی بزرگوں پر مختلف یونیورسٹیوں میں تحقیقی کام ہو رہا ہے۔

۸۲......امام احمد رضا محدث بریلوی نے ردّ بدعات میں بکثرت رسائل لکھے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ احمد رضا خاں: اعز الاکتناہ فی ردصدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ۱۸۹۱ء)' بریلی

۲۔ احمد رضا خاں: مقال العرفا باعزاز شرع وعلماء (۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء)' کراچی

۳۔ احمد رضا خاں: الزبدۃ الزکیہ فی تحریم السجو دالتحیہ، بریلی

۴۔ احمد رضا خاں: شفاء الوالہ فی صور الحبیب، مزارہ ونعالہ (۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء)

۵۔ احمد رضا خاں: الجنۃ الفائحہ لطیب التعین والفاتحہ (۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء)

۶۔ احمد ضان خاں: مروج النجاء لخروج النساء، بریلی

۷۔ احمد رضا خاں: جلی الصوت لنھی الداعوت امام الموات، بریلی

۸۔ احمد رضا خاں: جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور، بریلی

۹۔ احمد رضا خاں: ابریق المنار بشموع المز ار (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

۱۰۔ احمد رضا خاں: مواهب ارواح القدس لکشف حکم العرس، (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

۱۱۔ احمد رضاں خاں: ہادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء) لاہور وغیرہ وغیرہ

۸۳......مکتوبات امام ربانی (ترجمہ اردو)، مکتوب نمبر ۲۱۳' بنام شیخ فرید بخاری، مطبوعہ کراچی، ص ۹۳

۸۴......مولانا پیر محمود احمد قادری: مکتوبات امام احمد رضا، (بنام مولانا محمد علی مونگیری) مطبوعہ لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۸۸۔۱۰۲

☆......☆......☆

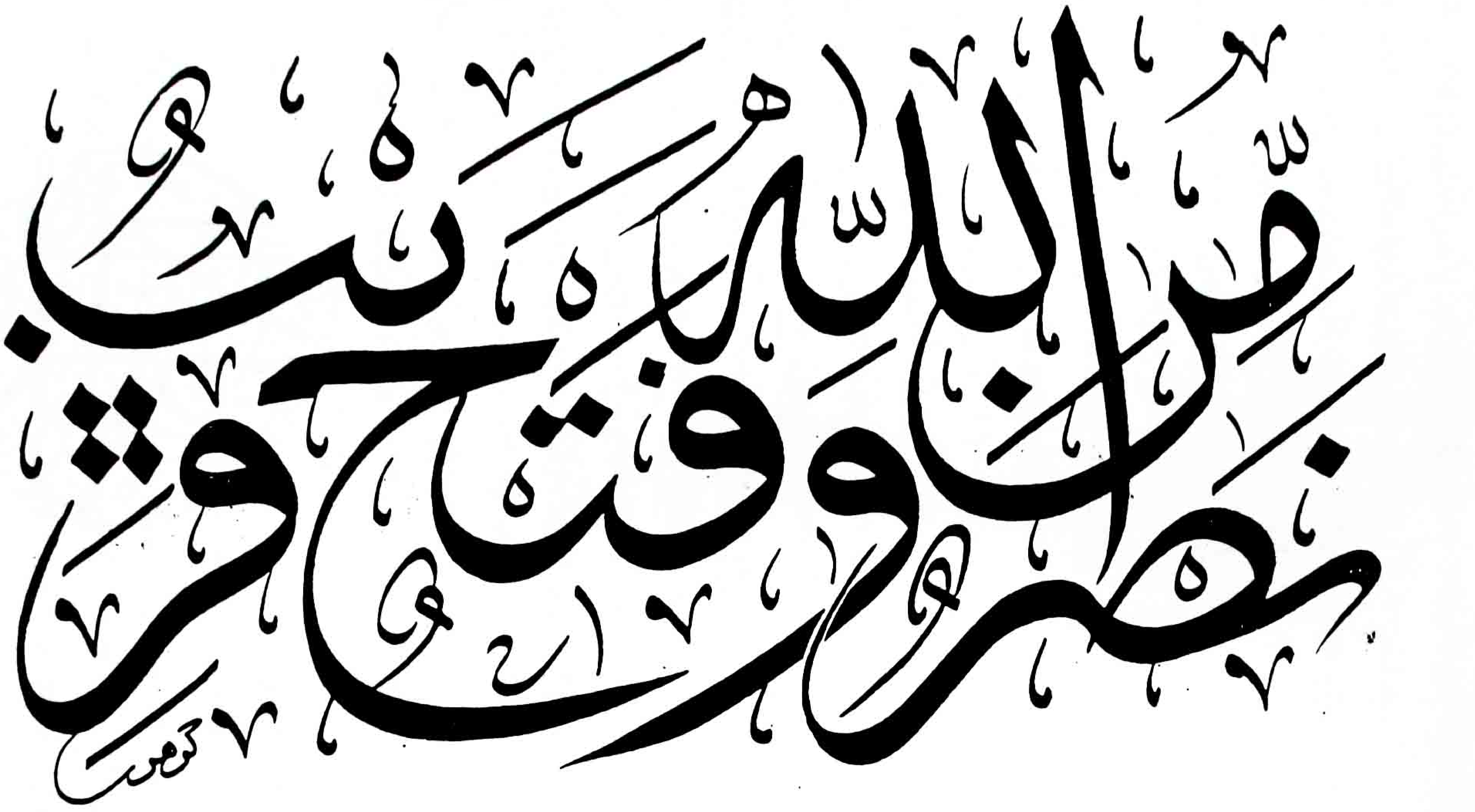
نصر من الله وفتح قریب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ اوّل

وہ ہند میں سرمایہء ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(اقبالؔ)

مکتوب شریف حضرت امام ربانی منور مجدد الف ثانی قدس سرہ بسیادت پناہی شیخ فرید بخاری صدور یافت

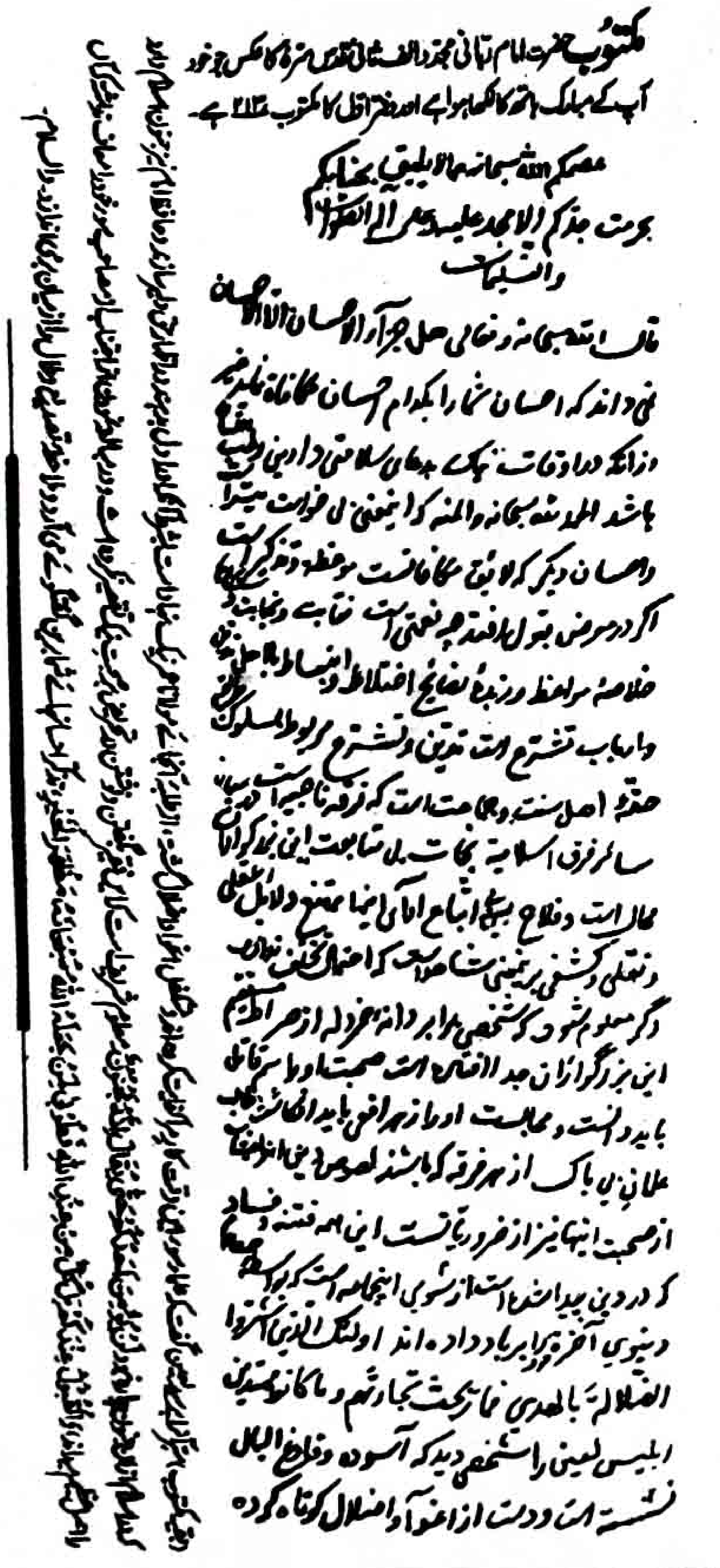

مکتوب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کا عکس جو خود آپ کے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اور دفتر اول کا مکتوب ۲۱۳ ہے۔

عصمکم الله سبحانه عما لا یلیق بجنابکم
بحرمت جدکم الامجد علیه وعلی آله الصلوات
والتسلیمات

قال الله سبحانه و تعالی هل جزاء الاحسان الا الاحسان
نمی داند که احسان شما را بکدام احسان مکافات نماید
و ازانکه در اوقات [illegible] که جوانان سلامتی دارین [illegible]
باشند الحمد لله سبحانه والمنة که [illegible]
و احسان دیگر که از نوع مکافات است موعظه و تذکیر است
اگر در معرض قبول افتد چه نعمت است جناب [illegible]
خلاصه سخن [illegible] اختلاط و انبساط با اهل [illegible]
واجب است [illegible] و تشریع [illegible]
حقه اهل سنت و جماعت است که فرقه ناجیه اند [illegible]
سائر فرق اسلامیه نجات بی متابعت این بزرگواران
محال است و فلاح بی اتباع آرای اینها ممتنع دلائل عقلی
و نقلی و کشفی بر این معنی شاهد است که احتمال تخلف ندارد
اگر معلوم شود که شخصی برابر دانه خردل از جاده مستقیم
این بزرگواران جدا افتاده است صحبت او را سم قاتل
باید دانست و مجالست او را زهر افعی باید انگاشت
علمای بی باک از هر فرقه که باشند لصوص دین اند
از صحبت اینها نیز احتراز ضروری است این همه فتنه و فساد
که در دین پیدا شده است از شومی اینهاست که برای [illegible]
دنیوی آخرت را برباد داده اند اولئک الذین اشتروا
الضلالة بالهدی فما ربحت تجارتهم وما کانوا مهتدین
ابلیس لعین را شخصی دید که آسوده و فارغ البال
نشسته است و دست از اغوا و اضلال کوتاه کرده

نمونہ تحریر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشعارِ مبارکہ

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

☆☆

ہر روز باشی صائماً، ہر لیل باشی قائماً
در ذِکر باشی دائماً، مشغول شو در ذکرِ ہُو
گر عیش خواہی جاوداں، عزت بخواہی در جہاں
ایں ذکرِ ہُو ہرآں بخواں، مشغول شو در ذکرِ ہو
سودے ندارد خُفتنت، ناچار بایدرفتنت
درگور تنہا ماندنت، مشغول شو در ذکر ہو
ہُو ہو بذکرش سازکن، نامِ خدا آواز کن
قفل ز سینہ بازکن، مشغول شو در ذکرِ ہو
علم بخوانی باعمل فردا نہ باشی تاخجل
درپیشِ قادر لم یزل، مشغول شو در ذکرِ ہو
ہر دم خدا را یاد کن، دلہاے غمگیں شادکن
بلبل صفت فریاد کن، مشغول شو در ذکرِ ہو
مسکین احمد مرد شو در جملہ عالم فردشو
در راہِ حق چوں گردشو، مشغول شو در ذکرِ ہو

☆……☆……☆

حمد باری تعالیٰ

کیف بنارسی

ذہن میں عالمِ تنویر کہاں سے لاؤں
حرف میں نور کی تصویر کہاں سے لاؤں

ماہ و خورشید ترے، انجم شب تاب ترے
ان سے ہٹ کر کوئی تنویر کہاں سے لاؤں

غنچہ و گل کی طرح شوخ، شگفتہ، شاداب
رُوح پرور کوئی تحریر کہاں سے لاؤں

ابَر برسے تو زمیں خواب سے چونک اُٹھتی ہے
اپنے شعروں میں یہ تاثیر کہاں سے لاؤں

تیرے دریا تو ہیں پُرجوش، سمندر خاموش
زیست میں یہ رُخ تدبیر کہاں سے لاؤں

کھنکھناتی ہوئی مٹی سے بنا ہے انساں
خاک میں نور کی تاثیر کہاں سے لاؤں

میں کہ تاریک فضاؤں کا مسافر ٹھہرا
عالمِ نور کی تفسیر کہاں سے لاؤں

ایک سجدہ کروں ایسا کہ تو راضی ہو جائے
ہائے اس خواب کی تعبیر کہاں سے لاؤں

کیفؔ کے عجز کو بس حمد سمجھ لے یارب
تیرے شایاں کوئی تحریر کہاں سے لاؤں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعتِ رسولِ مقبول

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

وہ کمالِ حُسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دُور ہے، یہی شمع ہے کہ دُھواں نہیں

مَیں نثار تیرے کلام پر، مِلی یُوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سُخن ہے جس میں سُخن نہ ہو، وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں!

بخدا خُدا کا یہی ہے دَر، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

ترے آگے یُوں ہیں دبے لچے، فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے مُنہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

یہ نہیں کہ خُلد نہ ہو نکو، وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینہ کی آرزو! جسے چاہے تُو وہ سماں نہیں

وہی نورِ حق ، وہی ظلِ رب ہے اُنھیں سے سب ہے ، اُنھیں کا سب
نہیں اُن کی مِلک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں ؟

وہی لامکاں کے مکیں ہُوئے ، سرِ عرش تخت نشیں ہُوئے
وہ نبی ہے ﷺ جس کے ہیں یہ مکاں ، وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سرِ عرش پر ہے تری گزر ، دلِ فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و مُلک میں کوئی شے ، نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا ، نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا ، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

نہیں جس کے رنگ کا دُوسرا ، نہ تو ہو کوئی ، نہ کبھی ہُوا
کہو اُس کو گُل کہے کیا بنی ؟ کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں ؟

کروں مدحِ اہلِ دَوَل رضاؔ پڑے اس بَلا میں مری بَلا
مَیں گدا ہوں اپنے کریم کا ، مرا دیں پارۂ ناں نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

منقبت

(بحضور امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ)

عابد حسین عابدؔ سہسوانی

☆

سپیدۂ دم کہ ازیں خاکدان ظلمانی   علم کشید سرِ عرشِ روحِ سیلانی
چوں واپس آمدہ از سیر عالمِ بالا!   بگوشِ ہوشِ من ازیں راز گفت پنہانی
کہ ساکنانِ فرا دیس عالمِ بالا   کہ حاضران دربارگاہ سُبحانی
ہمی برند طبق برطبق پُر از انوار   بدوشِ خویش زدرگاہِ خاص رحمانی
بگفتمش کہ کجامی برندایں انوار ؟   جواب داد بعرسِ امامِ ربانی
بگفتمش کہ کدام ست آں امامِ کریم؟   بگفت شاہِ مجدد و امامِ ربانی
کدام شاہِ مجدد کہ بردرِ پاکش   شہانِ دہر و سلاطیں کنند دربانی
کدام شاہِ مجدد کہ پیش ازو اورا   صلہ بگفت جنابِ حبیبِ رحمانی
کدام شاہِ مجدد کہ کاملانِ جہاں   بر آستانۂ پاکش نہادہ پیشانی

کدام شاهِ مجدد کہ خود بروضہء او   بہارِ باغ بیاید پے گل افشانی
باستفاضۂفیضانش ذرّہ ذرۂ خاک   بآفتاب دہد درسِ نور افشانی
بفیضِ او دِل ذرّہ بزعمِ خورشیدی   بلطفِ او دلِ قطرہ بجوش عمانی
دلش بمعرفتِ حق چوبیکراں بحریست   کہ قطرہ قطرۂ او قلزمی بطغیانی
تصورِرخِ پر نُورِ او بدل کر دم   طبیعتم شدہ چوں آفتاب نورانی
طراز دولت جاہست دید نقشِ قدم   نشانِ راہِ نجات است چینِ پیشانی
زداغِ مہر پیمبر مرانشانی دہ   زدردِ عشقِ خدا لذتی کن ارزانی
بسوز عشقِ دلم را چو کوہِ طور بسوز   بشوقِ دیدنش آید کلیم عمرانی
دلم بسینہ بگرداں چو قلزمِ خونیں   کہ قطرہ قطرہ بود زاں چو بحر طوفانی
ہزار جوش زندہمچو بحرِ طوفاں جوش   چناں دلے بمنِ بیدلے کن ارزانی
بکن زنورِ یقیں خانہء دلم روشن   چناں کہ مہر دہد ذرّہ را درخشانی

☆……☆……☆

سبحان اللہ وبحمدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نذرانۂ عقیدت

خواجہ عبداللہ ابن خواجہ محمد باقی باللہ

☆☆

امامِ زماں قطب اقطابِ عالم
کہ چوں او ندانم کہ بگزشت یک تن

زبس ہمت و وسعتِ فیضِ باطن
بہ تجدید الفِ دوم شد معین

چو بہرِ شفاعت بہ محشر درآید
جہانے نہاں گردش زیرِ دامن

(شیخ بدرالدین سرہندی، حضرات القدس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۴۳ھ، ص ۲۶۵)

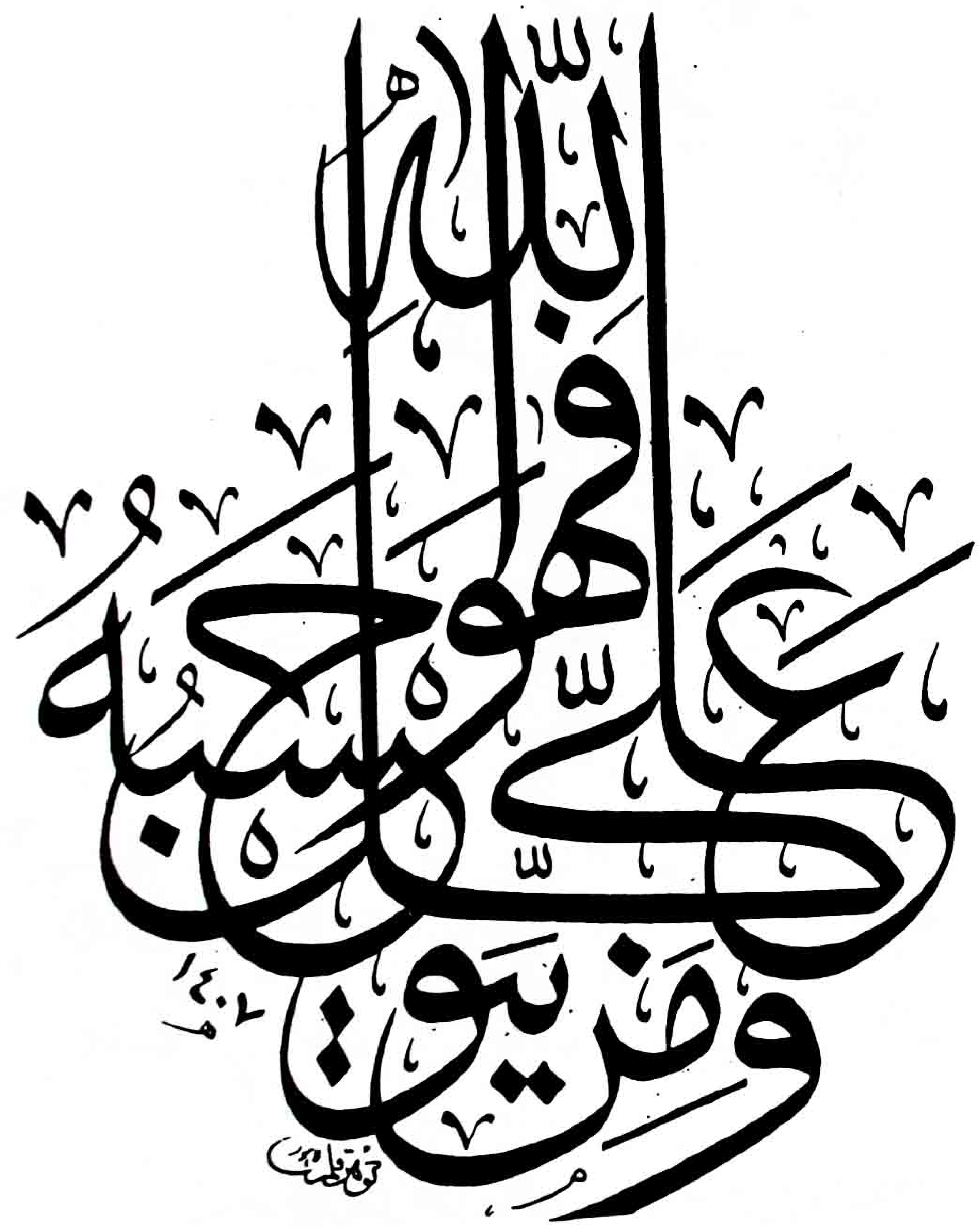
ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٢ هـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

رحمت کے دریچے

☆☆

فوزِ عظیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ۝ج اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ۭ
لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ط
لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ۝ۭ (یونس: ٦٢۔٦٤)

ترجمہ: سن لو! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے، نہ کچھ غم، جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں، انہیں خوشخبری ہے، دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، یہی بڑی کامیابی ہے

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبارِ غیبیہ

☆☆

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بعث اللہ رجلا علیٰ رأس احد عشر مائۃ سنۃ ھو نور عظیم، اسمہ اسمی، بین السلاطین الجابرین ویدخل الجنۃ بشفاعتہ رجال الوفا

(روضۃ القیومیہ، رکن اول، مطبوعہ لاہور، ص ۳۷۔۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، گیارہویں صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجے گا جو میرا ہم نام ہوگا، نور عظیم الشان ہوگا، ہزاروں انسان اس کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نورِ عظیم الشان

☆☆

فقیر نے دیکھا کہ ایک بڑا چراغ روشن کیا گیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی روشنی بڑھتی گئی، لوگ ہزاروں چراغ اس سے روشن کررہے ہیں حتیٰ کہ میں سرہند کے قریب پہنچا تو وہاں کے دشت و در کو چراغوں سے منور پایا، یہ اشارہ بھی تمہاری ہی طرف تھا۔

(خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ بحوالہ ''زبدۃ المقامات'' مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء، ص ۱۴۱)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مقامِ شفاعت

☆☆

دنیا کے اجازت نامہ کے عوض آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا ہے اور مقامِ شفاعت سے بھی حصہ عطا فرمایا ہے

(فرمان ذی شان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنام حضرت مجدد الف ثانی، ترجمہ مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب نمبر ۱۰۶، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۳ء، ص ۳۲۵)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

حدیثِ صلہ

☆☆

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون رجلا فی امتی یقال لہ "صلة" یدخل الجنة بشفاعته کذاو کذا

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جس کو 'صلہ' کہا جائے گا، اس کی شفاعت سے اتنے اتنے لوگ جنت میں داخل ہوں گے

(روضۃ القیومیہ، رکن اول، مطبوعہ لاہور، ص ۳۸)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

تشکر و اِمتنان

☆☆

الحمد للّٰہ الذی جعلنی صلۃ بین البحرین ومصلحا بین الفئتین اکمل الحمدعلیٰ کل حال والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر الانام وعلیٰ اخوانہ الکرام الانبیآء والملٰئکۃ العظام

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرنے والا بنایا' اورحضرت خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کے بھائیوں انبیاء کرام اور ملائکہ عظام پر صلوٰۃ وسلام ہو

(مکتوبات شریف بنام خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ، دفتر دوم، مکتوب نمبر۶، ترجمہ اردو مطبوعہ کراچی، ص ۳۸۔۳۹)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نویدِ محبوبیت

☆☆

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللّٰہ اذا احب عبدا دعا جِبرئیل‘ فقال انیّ اُحب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبرئیل ثم ینادی فی السَّمآء فیقول ان اللّٰہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اھل السَّمآءِ ثم یوضع لہ القبول فی الارض واذاابغض عبدا دعا جبرئیل فیقول انّی ابغض فلانا فابغضہ قال فیبغضہ جبرئیل ثم ینادی فی اھل السَّمآءِ ان اللّٰہ یبغض فلانا فابغضوہ قال فیبغضونہ ثم یوضع لہ البغضاء فی الارض

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے وہ جبریل (علیہ السلام) کو بُلا کر کہتا ہے، مجھ کو فلاں بندے سے محبت ہے تم اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل (علیہ السلام) کو اس سے محبت ہوتی ہے، پھر وہ آسمان میں منادی کرتے ہیں: اللہ کو فلاں شخص سے محبت ہے تم سب اس سے محبت کرو چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لیے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبریل (علیہ السلام) کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں سے نفرت کرتا ہوں تم بھی اس سے نفرت کرو چنانچہ جبریل (علیہ السلام) کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے۔ پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے نفرت کرتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو پھر سب اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں تو پھر زمین میں اس کے لیے نفرت رکھ دی جاتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف، باب الحب فی اللہ، ص ۴۲۵، بحوالہ مسلم شریف، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مثنوی شریف

(درشانِ حضرت مجدد الف ثانی)

خواجہ محمد ہاشم کشمی

☆☆

ذبابے را تمنائے شکر شد
بدین سودا سوئے ہر بام و در شد

رسید از بعد حسرتہائے جانکاہ
بہ دُکانے شکر ریزے بناگاہ

بہ پیرامونِ دکان لحظۂ خاست
کز آشوبِ سفر سازدنفس راست

نہ کردہ کامِ شیریں آں فنا کام
بناگہ عنکبوتش کردہ در دام

من اکنوں آں ذبابے بے نوایم
بقید افتادہٗ بے دست و پایم

کہ از دشتِ عدم سودائے شکر
بہ دکانِ وجودم گشتہ رہبر

مشامم بوئے آن شکرؔ نہ دیدہ
جہاں در دامِ خسرانم کشیدہ

شکرخا طوطیم در خویش محبوس
ز ہندوستان شکرؔ ماندہ مایوس

چو یاد آرم شکرّ غلطیدنِ پیش
زنم برچوب و آہن سینۂ خویش

کنون چوں ذکرِ ہندستاں در افتاد
مرا عودِ جگر در مجمر افتاد

کہ آں قندے کہ شیریں تر ز جانست
کنوں در خطۂ ہندوستان ہست

یکے زیں تنگِ شکرّ ہائے نیرنگ
سرایم کز شکیب آمد دلم تنگ

الا سودائیاں، شہریست در ہند
کہ اندر پائے او بنہادہ سرٗ ہند

سوادش زلفِ رخسارِ فتوح است
غبارش توتیائے چشم و روح است

ازیں شہرے کہ نامش مضمر آمد
بعہدِ ماعجب کانے برآمد

چہ معدن؟ معدنِ قندِ معانی
بہ شُکرِ اوست ایں شکرّ فشانی

ازو پیدا بہ ہر شہرے دکانہا
رواں در دشت جانہا کاروانہا

تو اندر حبسِ خود دائم نشینی
بدشت ایں کارواں را کے بینی؟

جہاں، یک ذرّہ قندش را بہا نیست
ولیکن مشتری غیر از گدا نیست

شکر بخشم زنامش کامِ جاں را
نئے شکرّ کنم کلک و بناں را

سمیِّ خاتمِ اہلِ بشارت
باسمے کزمسیحا شد اشارت

بود ہر حرفِ نامش رمزِ غایت
الف از راستی بگرفتہ رایت

بود قلاب حا در بحرِ نامش
کہ اوصافِ شما آید بکامش

دہاں شد میم تاباشد سخن گو
زبدو کارو عُمرّ مرشدِ او

چہارم حرف کاں چارست دال ست
کہ وے از چار نعمت ذی نوال ست

بہ سردشتِ ولایت خیمہ افراشت
زبس شمعِ نبوت نور برداشت

زنامش اول و آخر شمردم
ازآنجا سوئے رمزے راہ بردم

کہ شخصے نام براُولیٰ و اُخرٰی
ز رحمتہاست دریاب ایں معمّا

ہمی تنہا بہ احمد او سمی نیست
چہ گویم با کسے کش محرمی نیست

زتجدیدش حدیثِ کہنہ نو شد
کسے داند کہ در عشقش گرو شد

ہزار اندر چمن دستاں گزارست
کہ ایں گل رونقِ باغِ ہزارست

ترا گر نیست فہمِ رازِ بلبل
ببیں گل گر نداری در نظر گل

بتذکیرش دل ہر زرّہ حاضر
فَذَکِّرُ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّرُ

سراپا نسخۂ اخلاقِ فاروق
بہ زہرِ منقصت تریاقِ فاروق

مہیں فرزندِ فاروق ست چوں اَب
کنوں نطق از زبانِ او کند رب

زہر یک نقطہ اش چوں نافۂ پُر
شمیمِ وصلِ جاناں می زند سر

ولے آں کز برودت درزکام ست
چہ داند، نافہ اش گر در مشام ست

زعفراں گرچہ صد دریا رواں کرد
یکے گفت و صدِ دیگر نہاں کرد

اگر ظاہر کند اسرار مورے
در اندازد بہ ہفت افلاک شورے

بسے پیراں بہ نزدش طفلِ راہ اند
چومن لب تشنۂ نیمِ نگاہ اند

بصحرائے سمند انگیخت ایں شاہ
کہ ماند ارشاد را جمازّہ در راہ

عنایت را ازین رشتے در آمیخت
بجامم فطرتِ والائے او ریخت

خلیلا! تلخ کامم ، سینہ ریشم
شود یک شب کنی مہمانِ خویشم

نمک بیزی بریشم زاں ملاحت
شکر ریزی بکامم زاں صباحت

سوئے خوانِ خلیل آں پیرِ کافر
بناں آمد ز ایمان شد تونگر

کنوں ایں طفلِ دوں، آں پیرِ محزوں
بدیں نان آمدہ باقدِّ چوں نون

نمک بیزد مبیں ناسورِ جرمانش
شکر ریزد مبیں صفرائے ایمانش

اگر بودم سراپاں سنگِ خارہ
ہم از افسردگی تنگِ شرارہ

ید طولائے وقت شد فلاخن
زد از آوارگی بہ سینہ ناخن

کنوں گر خارہ ام زیں دشتِ پُرخار
فگندم شورشِ دل در نمک سار

زسنگ آں بود کیں ہمت گمارد
دگر کاں دارد وکارے نہ دارد

(زبدۃ المقامات، ترجمہ اردو، سیال کوٹ ۱۴۰۷ھ ص ۴۱۰ـ۴۱۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آمد آمد سے پہلے

☆

القائے ربانی بہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆☆

آپ سے پانچ سو سال بعد جب کہ عالم میں شرک و بدعت پھیل جائے گی ایک بزرگ وحیدِ اُمت پیدا ہوگا، جو دنیا سے شرک و الحاد کے نام کو نابود کر دے گا، دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نئے سرے سے تازگی بخشے گا، اس کی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی، اس کے صاحب زادے اور خلفاء بارگاہِ اُحدیت کے صدر نشین ہوں گے۔ (خواجہ احمد حسین خان، جواہر مجددیہ، کراچی ۲۰۰۲ء، ص ۲۴)

☆......☆......☆

حضرت شیخ احمد جام علیہ الرحمۃ (م۔ ۶۰۰ھ)

☆☆

میرے بعد سترہ آدمی میرے ہم نام پیدا ہونگے، ان سب کے آخر کے صاحب جو مجھ سے چار سو سال بعد پیدا ہوں گے سب سے افضل ہونگے۔ (حضرات القدس، ج دوم، اردو، لاہور، ص ۳۸۔۳۹)

☆......☆......☆

حضرت خلیل اللہ بدخشی علیہ الرحمۃ

☆☆

سبحان اللہ سلسلۂ خواجگان نقشبند میں ایک عزیز افضل ترین اولیاءِ اُمت بلاد ہند میں پیدا ہونے والے ہیں، افسوس میں اس وقت تک زندہ نہ رہوں گا۔ (حضرات القدس، جلد دوم، ص ۳۹)

☆......☆......☆

شیخ عبداللہ قطب علیہ الرحمۃ

☆☆

صاحب مأ ۃ عاشر ظہور او در سنہ الف خواہد بود، شان او شان غریب و عجیب

ترجمہ: دسویں صدی میں آنے والے مجدد کا ظہور ۱۰۰۰ھ میں ہوگا اور اس کی شان عجیب و غریب شان ہوگی۔ (مکتوبات شیخ عبداللہ قطب (قلمی) مکتوبہ ۸۸۷ھ)

☆......☆......☆

شیخ عبدالقدوس گنگوہی بہ خواجہ عبدالاحد

والد ماجد حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرحمۃ

☆☆

آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے، اس سے مشرق ومغرب روشن ہوں گے، بدعت وضلالت دور ہوگی، میں اگر اس وقت تک زندہ رہا تو اس کو وسیلۂ قربِ الٰہی گردانوں گا۔ (جواہر مجددیہ، ص ۲۶)

☆......☆......☆

القائے ربانی بہ شیخ سلیم چشتی، شیخ نظام نارنولی، شیخ عبداللہ سہروردی علیہم الرحمۃ

☆☆

عنقریب ایک امامِ وقت مجددِ اسلام کا ظہور ہوگا، جو سب بددینی اور ضلالت کو دفع فرمائے گا اور اس کا نور قیامت تک باقی رہے گا۔ (جواہر مجددیہ، ص ۲۶)

☆......☆......☆

تعبیر خوابات ارکان سلطنت اکبری

شیخ سلطان، خان اعظم اور مدار المہام سید صدر جہاں شیخ جلال کبیر الاولیاء

☆☆

سرہند سے جو نور کا ظہور دیکھا ہے وہ کسی ولی برحق کی ولادت ہے اور بگولوں کا دور ہونا اور بچھوؤں کا مارا جانا کفر و بدعت کا دور ہونا ہے۔ (جواہر مجددیہ، ص ۲۷)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدح حضرت امام ربانی مجدد منوّر الف ثانی از حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمہما اللہ و رضی اللہ عنہما

سراپا نسخۂ اخلاق فاروق   بزہر منقصت تریاق فاروق
مہین فرزندِ فاروق است چون آب   کنون نطق از زبانِ او کند رب
چراغِ نقشبندِ ہفت محفل   نگاہش نقشبندِ غیر از دل
زہر یک نقطہ اش چون نافہ تر   شمیمِ وصلِ جانان می زند سر
ولی آن کز برودت در زکام است   چہ داند نافہ اش گر در مشام است
سرایم مدحِ آن سیّاحِ غوّاص   کنم خورشید را چون ذرہ رقّاص
زعرفان گرچہ صد دریا روان کرد   یکی گفت و صدِ دیگر نہان کرد
بسی پیران ز بزمش طفلِ راہند   چو من لب تشنۂ نیم نگاہند
ملاحتہای ذاتی را درین خوان   بُد از ظرف حبیب اللہ نمکدان
صباحتہای آن قندِ مصفّا   سوی خوان خلیل آرند مہیّا

نمک بیزی بریشم زان ملاحت ،
شکر ریزی بکامم زان صباحت

منقبت درشان حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ از خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

آمد آمد کے بعد

☆

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

☆☆

اب گیارہویں صدی کے سرے پر پہنچ چکے ہیں، دیکھیے یہ سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے اور یہ معرکہ آرائی کس کو تفویض کی جاتی ہے۔ اس عظیم الشان کام کے لیے ایسا مردِ کامل ہونا چاہیے جو اعجازِ حقیقت سے واقف ہو اور نصرت و کامیابی اس کے قدم چومے اور عوام الناس کو اپنی قوتِ کار اور قوتِ تصرّف سے اس طرح راہِ راست پر لائے کہ کسی کو سرتابی کی جرأت نہ ہو، خاص کر ان لوگوں کی سرزنش بہت ضروری ہے جنھوں نے حقیقت (دینِ محمدی) کو لہو و لعب سمجھ کر مذاق بنا رکھا ہے اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتے۔

(عبدالحق محدث دہلوی: "مرج البحرین" (ترجمہ اردو) مطبوعہ لاہور، ص ۸۰)

☆-----☆-----☆

شیخ نور الحق بن شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہما الرحمۃ

☆☆

بہت جلد آپ کا شُہرہ بلند ہوا اور آپ کا آستانہ فیض کا شانہ ورودگاہِ کاملین ہوا۔ دور و نزدیک کے علماء حاضر ہوئے، معزز امراء بھی مستفیض ہوئے، مشائخ وقت معتقد اور بزرگان زمانہ متواضع ہوئے۔ بہت سے وجود آپ کے فیضان سے سونا اور ذرّے سے آفتاب بن گئے، آپ کی ذاتِ بابرکت آیت تھی من جملہ آیات خداوندی کے' اور ایک نعمت تھی اللہ کی نعمتوں میں سے۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام میں جو ایک ہزار سال سے ظاہر و باطن کا اختلاف چلا آتا تھا، آپ نے اس کو رفع فرمایا اور حدیث صلہ کے مورد ہوئے۔

("تتمہ اخبار الاخیار" تالیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ترجمہ اردو) مطبع مجتبائی، دہلی، ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء، ص ۳۱۳)

☆......☆......☆

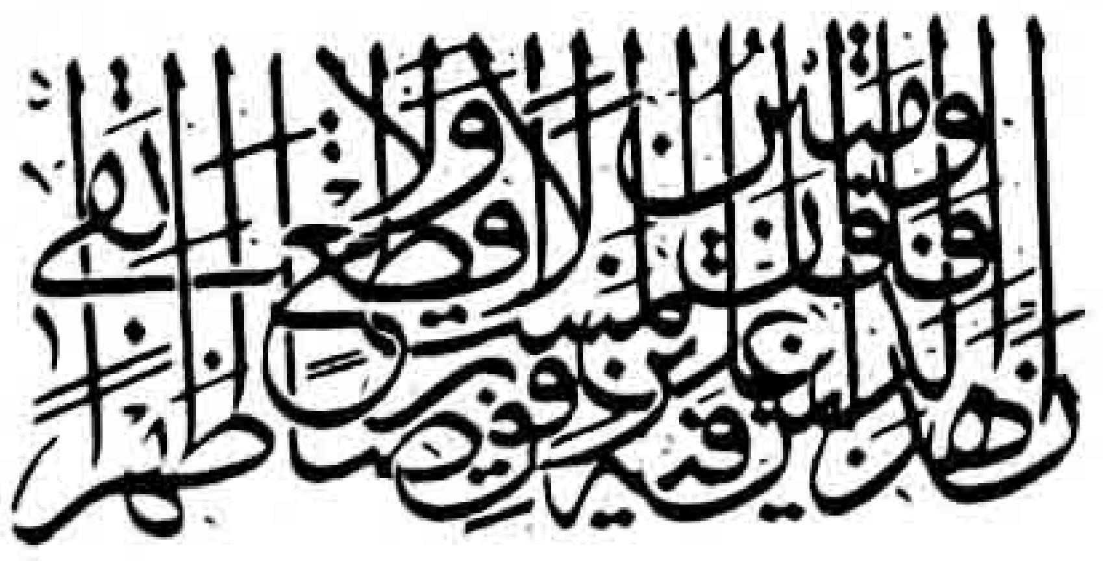

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ

☆☆

وقد بلغ امرهٗ الاان لایحبه الامومن تقی ولا یبغضه الافاجر شقی

ترجمہ: ان کی جلالت شان یہاں تک پہنچی ہے کہ (ان کے متعلق بے خطر کہا جا سکتا ہے) ان سے نہیں محبت کرتا مگر مومن تقی اور نہیں بغض رکھتا مگر فاجر شقی۔

(شیخ محمد صالح الزداوی النقشبندی المجددی المظہری المکی: نفائس السانحات فی تذییل الباقیات الصالحات، مطبوعہ مکہ المکرمہ ۱۳۰۰ھ، ص ۳۰)

☆……☆……☆

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

☆☆

بالفعل آپ جیسے صوفی صافی کو حضرت شیخ مجدد الف ثانی صاحب رحمہ اللہ کا ایک ارشاد یاد دلاتا ہوں اور اس عین ہدایت کے امتثال کی امید رکھتا ہوں، حضرتِ ممدوح اپنے مکتوبات شریفہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

فساد مبتدع زیادہ تر از صحبتِ صد کافر است

یعنی بدعتی کا فساد سیکڑوں کافروں کی صحبت کے فساد سے بدتر ہے۔

(مولانا پیر محمود احمد قادری، مکتوبات امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۹۰)

☆……☆……☆

مفتی ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ

خلیفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ

☆☆

حضرت مجدد الف ثانی تو ہمارے سر کے تاج ہیں، ہمارے سر کے تاج ہیں۔

(بقول شیخ محمد عارف ضیائی مدنی، حضرت ضیائے مدینہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر یہ جملے ارشاد فرمائے)

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ دوم

تلاش کرتی ہے چشمِ فلک اسے اب تک
وہ ایک ذرۂ خاکی جو مہرو ماہ بھی تھا

(کلیم عثمانی)

SUB DIVISIONAL ENGINEER
SIRHIND

شہر سرہند مشرقی پنجاب۔ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

تصوف اور اس کی بنیاد

شیخ طریقت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی

☆☆

جس دورِ اسلامی میں تصوف اپنی کامل بلندی پر تھا اور ''اِن تَعبُدَ رَبُّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ'' کی دھن اُمت مسلمہ میں تیز تر ہو رہی تھی اور وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیئٍ شھید کے حضور کا جذبہ تکمیل پا رہا تھا اور ہر فردِ اُمت اپنے خالق ورازق پر پورا متوکل تھا۔ جنید، بایزید اور حضرت جیلان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے صاحب ولایتِ ارشادات پر جلوہ گر تھے' اس وقت تصوف کا حال وقال اور کردار یکساں تمام دنیا پر چھایا ہوا تھا۔ اسلام چھوڑ غیر پر بھی اس کا سکہ رواں تھا۔ اور اس کا ہر قول اور ہر فعل وحال خود سند تھا اور یہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی کہ اس کا ماخذ کیا ہے اور حقیقت بھی یہ تھی، ہر صوفی کا ہر فعل، ہر حرکت اور ہر قول اتباع سنت پر حاوی تھا اور قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ قَالَ الرسول ﷺ کی تشریح وتوضیح تھی اور ایک عملی نمونہ تھا لیکن جیسے سنت اللہ جاری ہے۔

تصوف سے جذبۂ خدا پرستی اور خدا طلبی کم ہوتا گیا اور ہر عمل وفعل میں یکسانیت نہ رہی اور حال وقال میں اختلاف پیدا ہو گیا، تو تصوف کا احترام واقتدار بھی کم ہوتا گیا یہاں تک کہ آج سرے سے تصوف کی حقیقت سے ہی انکار کیا جا رہا ہے اور اسے غیر اسلامی پیداوار خیال کیا جاتا ہے اور اس کے ہر مسئلے پر تنقیدیں ہو رہی ہیں اور اسے لایعنی ٹھہرانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ تسلیم، صوفی نہیں رہے، لیکن صوفیوں کے نہ رہنے سے تصوف اور اس کے اقدار کا انکار کیا سراسر جہالت نہیں۔ یہ ان لوگوں کی پستی علم ہے کہ ان مسائل کی بنیاد خود قرآن وسنت سے نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے نہ دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ حقیقتاً ان مسائلِ تصوف وفقر کی بنیاد ہی غلط ہے اور ان کی بنیاد میں حقیقتاً اسلامی اعتقادات اور تصورات نہیں، حالانکہ عام فطرتِ انسانی اس کے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں

دیکھتی۔ مثلاً حرص وطمع ہے، ہر انسان جاہل و عالم اسے بُرا خیال کرتا ہے۔ یہاں! یہ فرق ضرور ہے، کہ کوئی اسے معمولی برائی خیال کرتا ہے اور کوئی بہت بڑی۔

برائیاں دو قسم کی ہیں:

(۱) ایک برائیاں قولی وفعلی ہیں جو قول وفعل کے ذریعے سامنے آجاتی ہیں

(۲) دوسری برائیاں قلبی ہیں جو قلب کے اندر ہر وقت موجزن رہتی ہیں

قلبی برائی کے اثرات دھیمی چال سے ایسے باہر آتے ہیں کہ عام طور پر محسوس اور معلوم نہیں ہوتے۔ لیکن ان قلبی برائیوں کے نتائج زیادہ مہلک قوم وملت کے لیے ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان برائیوں پر عملاً کوئی قدغن نہیں لگائی جاسکتی اور قانون کے تحت ان پر گرفت نہیں ہوسکتی مثلاً تکبر، بخل، حرص وطمع، لالچ، خوشامد لیکن قتل وغارت اور چوری وزنا سے خصوصاً معاشرے کے لیے زیادہ مہلک ہوتی ہیں، بخلاف قسم اول کے وہاں اگر محاسبہ ہے تو صرف خدائے عزوجل کا۔

یہی وجہ ہے تصوف سب سے پہلے خدائے عزوجلّ کے تصور پاک کو زیادہ روشن اور واضح کرنے پر اپنا تمام زور صرف کرتا ہے، کیونکہ تمام افکار واعمال کی جڑ یہی ہے۔ اگر یہ بنیاد صحیح ہے تو پھر سراسر نیکی ہی نیکی پیدا ہوگی اور برائی سے پرہیزگاری خود بخود ہو جائے گی اور اگر یہ جذبہ پاک کم ہوا تو نہ برائی سے رکاوٹ کا کوئی سامان عقل پیدا کرسکتی ہے اور نہ کسی نیک کام کی بنیاد اخلاص پر ہوسکتی ہے۔

ہمارے پیرو مرشد علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ گرم گناہوں کا علاج تو ہوسکتا ہے لیکن ٹھنڈے گناہوں کا کوئی علاج نہیں۔ ٹھنڈے گناہ وہی ہیں جو قلبی ہیں۔ اور گرم وہی جو فعلی وعملی ہیں، جو تمام دنیا کی نظر میں ہوتے ہیں اور جن کے روکنے کے لیے کامل اختیار حاصل ہے۔

قرآن کریم تمام برائیوں کے لیے موقع بموقع ارشاد فرماتا ہے لیکن ظاہری برائیوں کے لیے تو اس کے احکام موجود ہیں لیکن باطنی برائیوں کے لیے تو ان سے بڑھ کر تفصیلات دی گئی ہیں، اور ان کی وعیدیں بھی بہت سخت پیش کی گئی ہیں تاکہ پڑھنے، سننے والا دل خود کانپ اٹھے۔ ایسا ہی حال احادیث نبویہ علیہ التحیہ والسلام کا ہے، کہ ترغیبات وترھیبات کا ایک انبار ہے۔

جس طرح فقہ (قانونِ اسلام) تمام قرآن واحادیث میں پھیلی ہوئی ہے اور فقہاء نے تمام قانون شریعت کو یکجا کرنے کے لیے ایک مہتم بالشان کام کیا جس کے ذریعہ امت کو ایک کامل قانون کا دفتر الگ مل

گیا۔ اسی طرح صوفیائے کرام نے قلبی امراض کے علاج کے لیے قرآن وحدیث کا نچوڑ اکٹھا ہی نہیں کیا بلکہ خود اس کے نمونے ہو کر دنیا میں روشن ہوئے اور توحیدِ ربانی علم وعمل کے دریا بہا دے اور دمِ عیسیٰ اور یدِ بیضا سے خداوند تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ فرمایا۔

چنانچہ آج ہم طمع کی بابت تصوف کے نکتۂ نظر کی وضاحت کے لیے قرآن کریم کے ارشادات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ کہ ''طمع'' جسے ہم کوئی مہلک مرض انسانی خیال نہیں کرتے وہ کتنی مہلک ہے اور اس کے کیا نتائجِ مہلکہ ہیں؟

سورۂ مدثر پارہ ۲۹ میں ہے:۔

الف (۱) ذَرنِي وَمَن خَلَقتُ وَحِيدًا○ (آیت نمبر ۱۱)
مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا۔

(۲) وَّ جَعَلتُ لَهٗ مَالاً مَّمدُودًا ○ (آیت نمبر ۱۲)
اور بہت مال دیا۔

(۳) وَّ بَنِينَ شُهُودًا ○ (آیت نمبر ۱۳)
اور ہر طرح کے سامان مہیا کیے۔

(۴) مَهَّدتُّ لَهٗ تمهِيداً ○ (آیت نمبر ۱۴)
اور حاضر باش لڑکے دیے۔

(۵) ثُمَّ يَطمَعُ اَن اَزِيدَ○ (آیت نمبر ۱۵)
پھر بھی زیادتی کی خواہش کرتا ہے۔

(۶) كَلّا اِنَّه‘ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيدًا ○ (آیت نمبر ۱۶)
اسے ہرگز نہیں دے گا، یہ تو ہماری آیات کا دشمن ہے

(۷) سَاُرهِقُهٗ صَعُودًا○ (آیت نمبر ۱۷)
قریب ہے کہ میں اسے آگ کے پہاڑ صعود پر چڑھاؤں۔

ب (۱) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ○ (آیت نمبر ۱۸)
اس نے سوچا، سمجھا اور تجویز کیا۔

(۲) فَقُتِلَ كَيفَ قَدَّرَ ٥ (آیت نمبر ۱۹)

مارا جائے، کیسا برا سوچا۔

(۳) ثُمَّ قُتِلَ كَيفَ قَدَّرَ ٥ (آیت نمبر ۲۰)

پھر یہ مارا جائے کیسا برا سوچا۔

(۴) ثُمَّ نَظَرَ ٥ (آیت نمبر ۲۱)

پھر نظر دوڑائی۔

(۵) ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ٥ (آیت نمبر ۲۲)

پھر تیوری چڑھا کر منہ بسورا

(۶) ثُمَّ اَد بَرَ وَاسْتَكْبَرَ ٥ (آیت نمبر ۲۳)

پھر پیٹھ پھیر دی اور اکڑ گیا۔

(۷) فَقَالَ اِن هذآ اِلاَّ سِحرٌ يُؤ ثَرُ ٥ (آیت نمبر ۲۴)

پھر کہا یہ تو جادو ہے جو ہوتا چلا آیا۔

توضیح الفاظ

صعود، بعض نے کہا پہاڑ ہے دوزخ میں، جس پر چڑھیں گے اور پھسلیں گے اور بعض نے کہا، بہت بڑا شجر ہے جس پر چڑھیں گے اور پھسلیں گے۔ پہاڑ زیادہ موزوں ہے۔

پس منظر

آیات کا پس منظر یہ ہے کہ ولید بن عتبہ ایک مالدار، صاحب اولاد اور صاحب سامان کافر تھا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ کے نماز پڑھتے چند آیات سنیں تو متاثر ہوا۔ جب ابو جہل کو خبر ہوئی تو سخت پریشان ہوا اور آ کر اسے کہنے لگا کہ تمھارے لیے ہم چندہ بھاری کرتے ہیں کیونکہ تم (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کاسہ لیسی پر اتر آئے ہو۔ ولید نے کہا میں تو بہت بڑا دولتمند ہوں۔ صاحبِ مال وجاہ ہوں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا پھر کیسے گئے۔ تو کہا تم جانتے ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹا تو نہیں۔ یہ بھی جانتے ہو، کبھی کہانت بھی نہیں کی۔ کوئی دوسرا عیب بھی اس میں نہیں

ہے۔ بس ہے تو جادوزدہ ہے اور یہ بھی جو پڑھتا ہے وہ انسانی کلام ہے اور بس۔ عتبہ متکبر ہوگیا۔ یہ بات گھڑ دی۔ ابوجہل اور اس کے ساتھی خوش ہوگئے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

لیکن جیسا کہ قرآن حکیم کا عام قاعدہ ہے کہ ان آیات کا صرف تعلق اس واقعہ کے ساتھ نہیں بلکہ اس واقعہ کی اصلیت اور اس کی مثال سے ایک حکمت، ایک صورت خاص کا چربہ پیش کرنا ہے اور خاص حقیقت پیش کرنی مقصود ہے۔

اور وہ ہے طمع کا انجام اور طمع ولالچ کے نتائج اور تاثرات طبعی۔

مال، پیسے، سامان کچھ بری چیزیں نہیں، لیکن لالچ، طمع وحرص جو ظاہراً کوئی بڑا گناہ معلوم نہیں ہوتا، تمام گناہوں کی جڑ ہے اور بہت سے گناہ اس سے پھوٹتے ہیں۔ دیکھیے اس طمع کے تخم کا ثمرہ آخر یہ پیدا ہوا۔ کہ برملا کہہ دیا کہ یہ (نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم) جادوزدہ ہیں اور یہ کلام الٰہی نہیں بلکہ انسانی کلام ہے۔ اتنے بڑے حق کی تکذیب کے لیے صرف مال و دولت ہی اس بات پر آمادہ نہیں کرتا بلکہ صاحب دولت سوچتا ہے اور فکر کرتا ہے، خوف کھاتا ہے، کہ کہیں حق کو حق کہنے سے دولت تباہ نہ ہوجائے۔ کوئی بلا نہ ٹوٹ پڑے۔ لیکن صاحبِ دولت کے ساتھ طمع بھی آجائے تو پھر طمع دولت کے ساتھ ایک بلا وعذاب بن جاتا ہے۔ اور وہ کچھ کہلاتا ہے، جو ایک صحیح انسان کبھی بھی نہیں کہہ سکتا۔

یہ وہی ٹھنڈا گناہ ہے، جس کا علاج قانون وشریعت میں نہیں، بلکہ اس کا علاج صحیحہ احکم الحاکمین کے اپنے ذمہ ہے۔ اس لیے فرماتے ہیں۔ ذرنی وَمَنْ خلقتُ وَحِیدًا ''مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دے، جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' اور بہت مال دیا، بیٹے حاضر باش دیے، سامان دیے، لیکن پھر بھی وہ کمبخت لالچ وطمع میں پڑا ہے اور مزید چاہتا ہے۔'' یہ مزید چاہنا اس کی ہلاکت ہے اور ہلاکت کا کیا سامان ہے، وہی سرکشی اور انکارحق اور پھر دیکھیے کس رعونت کے ساتھ اس کا انکار حق ہے۔ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ''اندھے فکر دوڑاتا ہے، اور اندھی تجویزیں کرتا ہے۔'' فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثم قتل کیف قدر ''بدبخت مارا جائے۔ ہاں یہ مارا ہی جائے۔'' بدبخت یہ الفاظ بددعائیہ ہیں۔ جو بے اختیار ایسے حال میں نکلتے ہیں۔ جب کوئی بہت برا کام کرے اور جو بہت بری باتیں سوچے اور کرے۔ اللہ تعالےٰ نے فطرت انسانی میں بٹھانے کے لیے یہ الفاظ فطرت انسانی اور فطرت خاصہ کے مطابق کیسے ڈھالے۔ سبحان اللہ فطرت بول رہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں: ثم نظر ''پھر ادھر ادھر نظر دوڑائی۔'' ثم عبس ''پھر جیسے متکبر آدمی تیوڑی چڑھاتے ہیں،

چڑھائیَ'' وبسر ''اور منہ نچوڑا اور بنایا۔'' جیسے متکبر انسان ایسے حال میں بنایا کرتے ہیں۔ ''ثم ادبر واستکبر پھر پیٹھ پھیر لی اور اترایا۔'' اور کہنے لگا اِن ھٰذآ اِلَّا سِحرٌ یُوثَرُ، اِن ھٰذآ اِلَّا قَولُ البَشَرُ. ''یہ تو (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) مسحر ہے اور یہ (قرآن) تو کلام انسانی ہے۔''

مقصد یہ ہے کہ دولت کے ساتھ طمع اتنی بری چیز ہے کہ نبوت اور کلام الٰہی کے جھٹلانے میں اسے ذرا تامل نہ ہوا، بلکہ یہ طمع اور لالچ کوئی معمولی برائی نہیں بلکہ یہ وہ برائی ہے جس کا علاج صرف ذاتِ الٰہی کر سکتی ہے تاکہ وہ ہمیشہ کے لیے نابود کر دے۔ اس لیے فرماتے ہیں ''مجھے اور اس کمبخت کو چھوڑ دے'' ہم اس سے نمٹیں گے یا سمجھیں گے اور اس کا فیصلہ کریں گے، مال و جان برباد و تباہ کر دیں گے۔ احکم الحاکمین جب کبھی کلام فرماتے ہیں اور بصورۃ متکلم بولتے ہیں۔ تو ہمیشہ جمع سے کلام فرماتے ہیں مثلاً اِنَّا خَلقْنَا الِانسَانَ، جَعَلنا مِنَ المآءِ کُلَّ شيءٍ حیَّ وَّ جَعَلْنَا الَّیلَ لِبَاساً وَّ جَعَلْنَاالنَّھارَ مَعَاشاً. لیکن جب متقابلہ کی نوبت آتی ہے اور خود نبڑنا چاہتے ہیں تو حریف کے مطابق نزول فرماتے ہیں اور برابری پر آجاتے ہیں اور فرماتے ہیں: وَذرنی والمُکذبین جیسے سورۃ المزمل میں فرمایا: ''مجھے اور جھٹلانے والوں کو چھوڑ دو'' ہم خوب ان سے نبٹیں گے اور انہیں سمجھائیں گے کہ وہ کیا ہیں اور ان کا جھٹلانا کیا ہے اور ہم ان کا بھیجا کیسے نکالتے ہیں؟

آپ ان حالات سے دیکھ چکے طمع کے نتائج کیا ہیں؟ ایسے ہی حسد، تکبر کے نتائج کیا ہوتے ہیں؟ گرم گناہوں کے یہی ٹھنڈا اور سرد گناہ تخم ہوتے ہیں' اور تمام گرم گناہ اور برائیاں ان ٹھنڈی برائیوں اور گناہوں سے پیدا ہوتی ہیں۔

گرم گناہوں کے ارتکاب کے بعد ان کی سزا ہوتی ہے اور ختم ہو جاتے ہیں' لیکن ٹھنڈے گناہ سزا کی زد میں آتے ہی نہیں کیونکہ یہ قلبی گناہ ہیں۔ اور قلب کے گناہ کیسے رک سکتے ہیں جب کہ دیکھنے میں آتے ہی نہیں۔ جب ان کے اثرات باہر آجاتے ہیں تو وہ بھی صرف ایک ظہور سامنے آتا ہے، لیکن ان کے تخمی ظہور سے لاکھوں ہے۔

قرآن حکیم نے اس کے استیصال کے لیے بہت کچھ ارشادات فرمائے لیکن خود اندازہ کیجیے اگر آپ کے سامنے یہ آیات اس طرح واضح نہ کرتے تو کیا آپ طمع کی بابت یہ خیال کرتے کہ یہ مرض انسانی بہت بڑی مہلک ہے اور اس کا علاج نہایت ضروری ہے ورنہ معاشرہ کی زندگی برباد ہے۔

صوفیہ کی نگاہ ہی اتنی تیز تھی کہ وہ ایسے گناہوں اور برائیوں کے پیچھے ہوگئی اور ان کے نابود کرنے کے طریقے تجویز کیے اور ان پر اپنی عمریں صرف کر دیں۔ کیونکہ اصل معاشرہ کی اصلاح ان قلبی گناہوں سے بچنے پر ہے۔

طمع کے برے نتائج کوئی دوسری قوم مانے یا نہ مانے لیکن مسلمان قوم کے اندر تو اتنے بیشمار واقعات ہیں کہ تاریخ کا کوئی حصہ اس بدجذبہ کے خرابے سے پاک نہیں۔

اسی دور موجودہ اور تقسیم ہند کا مطالعہ کیا جاوے۔ اس میں کتنا نقصان اس غداری جذبہ نے دیا اور کتنی ہلاکتوں کے بعد کتنا حصہ کٹ کر ہمیں کتنا کم حصہ ملا، اگر متفق ہوتے اور بعض کو خاص لالچ نہ ہوتے تو پاکستان کا یہ نقشہ نہ ہوتا بلکہ وسیع تر پاکستان آپ کے اپنے سامنے ہوتا اور کشمیر کے جھگڑے کی نوبت تک نہ پہنچتی۔

جتنا علاج قلبی امراض کا اسلامی تعلیم میں ہے اتنا علاج کسی دوسری مذہبی کتب میں نہیں ملتا۔ اور قلب سلیم پیدا کرنے کی ترغیبات کتنی وسیع ہیں اور قرآن حکیم نے قلبِ سلیم کو کتنی اہمیت دی ہے:

الامن اتی اللّٰہ بقلب سَلیم

پھر صوفیائے کرام نے اسی قلب سلیم کو اپنا محور اسلام ٹھہرایا' اسی پر تمام توجہات مرکوز کر دیں۔ وہ موجودہ وقت کے صوفیہ کی طرح جاہل نہ تھے، ضدی نہ تھے، متکبر نہ تھے، بلکہ حافظ القرآن تھے، محدث تھے اور اسوۂ حسنہ کے عاشق، ہر حرکت اور جنبش پر دھیان تھا' اور اتباعِ نبوت سامنے رہتا تھا۔ ان کا کوئی قول، کوئی فعل بلا بنیاد قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ کے نہیں تھا۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ کسی کی نظر وسیع تک ظاہری علم نہیں پہنچ سکا۔ آپ خود دیکھتے ہیں کہ فقہ کا علم، جس کا صرف ظاہر کے ساتھ تعلق ہے۔ اس کی بنیاد بھی آج بعض فقہا نہیں بتلا سکتے، کیونکہ فقہ و شریعت کے احکام قرآن و حدیث میں اس طرح پھیلے ہوئے ہیں اور اس طرح دیگر اخلاق، تصوف، سیاست ملے جلے ہیں کہ ان کے الگ کرنے کے لے عمریں درکار ہیں۔ چنانچہ فقہ حنفیہ کوئی ایک دو سال کے اندر پیدا نہیں ہوئی، بلکہ قرنوں کے بعد یہ ذخیرے کتب تیار ہوئے۔ اگرچہ مآخذ دکھانے کے لیے کئی کتب موجود ہیں، لیکن وہ وہی دکھا سکتے ہیں، جن کو ان کتب پر عبور ہے اور جن کی طبائع اس مشکل کام پر متوجہ ہیں، ورنہ ایک عام فقیہ صرف جزئیات و کلیاتِ فقہ تک اپنا علم محدود رکھتا ہے' بعینہ یہی حال تصوف کا ہے۔ یہ عاشقانِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جن کی نظر میں یہ جذبہ عمر بھر ابھرتا رہا کہ دنیا جب تک

اِن تَعۡبُدَ رَبکَ کاَنکَ تراہ کے جذبہ تک نہ پہنچے، حقیقی اسلام حاصل نہیں ہوتا۔ اور مکائدِ نفس سے خلاصی نہیں ملتی اور ذمائم قلبی سے نجات نہیں ہوتی۔ عمر بھر کے مجاہدوں، مشقتوں اور فکری مطالعہ قرآن وحدیث کے بعد اقدار تصوف کو جمع کرنے پر متوجہ رہے اور ایک پورے علم تصوف کی بنیاد قائم کی۔

ایک زمانہ میں خود سنتا تھا اور پڑھتا تھا کہ تصوف اسلام کسی دوسرے مذہب کی درآمد پیداوار ہے۔ لیکن جوں جوں قرآن مجید کا مطالعہ وسیع ہوتا گیا اور فکر و ذہن نے وسعت حاصل کی، تو بفضلہٖ تعالیٰ اب میں دیکھتا ہوں کہ نصف سے زیادہ بلکہ دوتہائی کے برابر قرآنِ حکیم تصوف کے اقدار سے پُر ہے اور ہر آئینہ کے اندر اپنی نمایاں حیثیت پیش کرتا ہے۔

یہی آیات جن کو پیش کیا گیا ہے آج سے پہلے کئی بار پڑھیں، پڑھائیں، لیکن اس حقیقی نکتہ پر پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ ان آیات کے پیش کرنے کا مقصد صرف طمع کے متعلق بیان مقصود نہیں، بلکہ یہ بتلانا بھی مقصود ہے کہ ان تمام صفات ردیہ جن کی بابت تصوف اپنا تمام زور پیدا کرنے اور نابود کرنے پر صرف کرتا ہے۔ اس کی تمام بنیاد قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ پر ہے۔

علمائے ظاہر کا محور علمی ظاہر کیساتھ زیادہ ہے اور قواعد فقہ اور احکام شریعت پر توجہ زیادہ دیتے ہیں، لیکن اہلِ باطن توجہ اور فکرِ باطنی معاملات اور کیفیات پر رکھتے ہیں اور دونوں گروہ یقیناً فکر و علم اسلامی رکھتے ہیں، اور حدود اسلامی کے اندر تیراک ہیں۔ ہاں! ع

نظر اپنی اپنی فکر اپنی اپنی

ان آیات میں یہ بھی آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ تبلیغی طریقہ صوفیہ بھی مطابقت طریقہ الٰہیہ سے رکھتا ہے کہ ٹھنڈے گناہوں کے لیے مقابلہ نہ کیا جائے۔ کذب بڑا عظیم گناہ ہے کہ تکذیب جس سے دین کی ہو اور رسالت کی تکذیب کی جائے لیکن صرف یہ کہہ کر (وَذَرۡنِي وَالۡمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعۡمَةِ) ''صاحب دولت، جھٹلانے والوں کو اور مجھے چھوڑ دے اس لیے آپ فکر نہ کریں آپ پریشان نہ ہوں، میں خود ان سے سمجھ لوں گا کہ وہ کیا ہیں اور ان کی تکذیب کیا حقیقت رکھتی ہے؟

یہی طریقہ صوفیائے کرام کا ہے کہ انفاس قدسیہ اور محبت بھری نظر سے علاج کرتے ہیں اور ایک آن میں دلوں کو صاف کر دیتے ہیں۔ جیسے حضور ﷺ فرماتے تھے یا پھر ذات الٰہی پر چھوڑ دیتے ہیں وہ جانے اور اس کا کام۔ وہ خود نبٹے گا، جس سے ہم نبٹ نہیں سکتے۔

ہمیں علمائے کرام کی کوششوں سے انکار نہیں بلکہ دین کی بہت بڑی خدمت علوم اسلامیہ کے ذریعہ سرانجام فرمائی اور دینِ حقہ کی علمی طور پر آبیاری فرمائی اور شریعتِ حقہ کی ترویج واشاعت کی، لیکن حق یہ ہے کہ دینداری کی جو خدمت صوفیائے کرام نے کی، وہ کسی دوسرے گروہ سے نہیں ہوگی۔ ایک انسان کو کامل انسان بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ جتنے حلقے وسیع صوفیائے کرام نے دینداری کے پیدا کیے، اتنے وسیع حلقے علمائے کرام سے نہیں ہو سکے۔ پھر ہر چہرہ پر رسالتمآب ﷺ کی جھلک ہے۔ آج گئے گزرے زمانے میں بھی حلقہ ہائے علوم وتصوف پر آپ نظر ڈالیں اور پورے غور سے مطالعہ کریں گے تو آپ کھلے طور پر صوفیہ کا پلہ بھاری پائیں گے۔ اگر صوفیہ کچھ برے لوگ ہیں تو علماء کرام کا طبقہ کیا خالی ہے بلکہ ان سے زیادہ۔

اس لیے اس طبقہ صوفیہ کے پیچھے علماء کرام کا پڑ جانا کوئی اچھا کام نہیں بلکہ کچھ اپنا بگڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام کا وقار گر رہا ہے۔ زمانہ گر چکا ہے لیکن صوفیت گو بہت گر چکی ہے اور اس کے پلے کچھ بھی نہیں، لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ اپنے اسلاف کے طریقے پر جمع ہوئے ہیں اور دین کا بناتے کچھ نہیں تو بگاڑتے بھی نہیں، لیکن کون؟ جو صحیح صوف ہیں اور پھر وہ علم سے عمل پر ہیں اور مشاغل میں مصروف ومنہمک' نہ وہ صوفی جو پیٹ کے لیے پھرتے ہیں اور پیٹ کے لیے نمائشی طریقہ اختیار کیا ہوا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ صوفی نہیں، بلکہ صوفیت کو بدنام کرنے والے ہیں، نہ دین کا احترام ہے، نہ دنیا میں رہنے کا سلیقہ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو پناہ دے۔ الغرض سرد گناہوں کا علاج صرف پاک دلوں کے پاس ہے، اور بس

تمنا دردِ دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں

انبیاءِ علیہم السلام کی قوتِ باطنی بہت بلند قوت ظاہریہ سے تھی، بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ قوتِ ظاہریہ بھی ایک طرح قوتِ باطنی کا ظہوری حصہ تھا ورنہ جو کچھ تھا، دل تھا اور وہ تھا فکر بلند سے پر، یعنی توحید خالقی سے بھرپور اور اس کے نشہ میں مخمور۔ اسی نشہ کی لے میں کمانِ نبوت کا سہارا تھا اور حقیقتاً وہی نشہ اور مستی نبوت کی قوت وجان تھی۔ وہ ہاتھ کی ضرب نہ تھی، بلکہ دل کی ضرب تھی، جو سیکڑوں کو ایک آن میں کفر سے نکال کر مسلمان بنا دیتی تھی۔ آج جن صوفیوں کے اندر جذبہ توحید موجزن ہے وہ بیک کرشمہ دوکار کے مالک ہیں

ایک آن میں کفر سے نکال کر مسلمان بنا دیتے ہیں۔

لیکن یاد رہے، جب دل خالی ہو، تو زبان کی تلوار کچھ کاٹ نہیں سکتی۔ مسندوں پر بیٹھے وہی کام کر سکتے ہیں، جن کے دل محبت خدائی اور خوف خدائی سے بھرپور ہیں ورنہ خالی علم اور خالی مسند ارشاد کچھ بنا نہیں سکتی۔ دل و نگاہ مسلماں نہیں، تو کچھ بھی نہیں

فقر کی بنیاد

تصوف و فقر کی بنیاد "اَن تَعبُدَ رَبَّکَ کَاَ نَّکَ تَرَاہُ" کے حاصل کرنے کے لیے صرف ذکر و فکر پر زیادہ توجہ ٹھہرائی گئی اور عام احکام اسلام نسبتاً خلوص سے ادا کرنے پر مرکوز رکھی گئی۔

ذکر و فکر حقیقتاً دونوں قلبی مطلوب ہیں اور قلب کو بیدار کرنے اور اس کو آئینہ دار بنانے کے لیے یہی صیقل کا کام دیتے ہیں، اس کے بغیر قلب پوری صفائی نہیں پکڑ سکتا۔ جس کے اندر جلوہ ہائے الٰہیہ پڑنے شروع ہوں۔

ابتداء ذکر زبانی شروع کیا جاتا ہے، بلکہ بعض اوقات جہری یعنی زور کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے تا کہ یکسوئی حاصل ہو اور حواس خاصہ و عامہ ہر طرف سے بند ہو کر صرف ذکر کے لیے میں آ جاویں اور محویتِ ذکر پیدا ہو۔

لیکن جب حواس متوجہ ہو جاتے ہیں تو پھر ذکرِ قلبی کی طرف توجہ دی جاتی ہے اور زبانی ذکر کم اور قلبی زیادہ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر زبانی بالکل بند کر دیا جاتا ہے اور ذکرِ قلبی ہر حال اور ہر وقت جاری و ساری ہو جاتا ہے۔

تصور دل میں رکھے ذات حق کا
بہر صورت، بہر حال و بہر جاء
زبان خاموش ہو، پر دل میں جاری

یَذْکُرُوْنَ اللّٰہ قِیَا ماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلیٰ جُنُو بِھِمْ کا حال پیدا ہو جاتا ہے

فکر

جب یہ حالت ہو جاتی ہے اور ذکر ہر رگ و ریشہ سے شروع ہو جاتا ہے اور جسم کے ہر رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتا ہے، تو فکر کی باری آ جاتی ہے اور اس تصور کے قریب "کَاَنَّکَ تَرَاہُ" (گویا تو اسے

دیکھتا ہے) لایا جانے کے لیے "اللهُ مَعِیْ"، "اللـه نَاظِرِیْ "، "اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے" کے تصور پختہ کرنے کے لیے مراقبہ کی صورت میں یہ تصورات (اللہ حاضر ہے، اور میرے ساتھ ہے۔ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوے ہے، اللہ شہ رگ کے قریب ہے) پختہ کیے جاتے ہیں۔

یہ وہ تصورات ہیں جن کے الفاظ قرآنِ حکیم میں بکثرت پائے جاتے ہیں:

واللهُ عَلیٰ کُلِ شَیئٍ شَہِید---

واللهُ بَصِیر بِمَایَعمَلُونَ---

وَاللهُ مِن وَّرَآئِهِم مُیط---

نَحنُ اَقرَبُ اَلَیه مِنُ حَبلِ الوَرِیُد---

غرض وہ تصورات جو قرآنِ حکیم نے اپنی ذات کے بارے پیش کیے ہیں درجہ بدرجہ پختہ کرائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ "کَـاَنَّـکَ تَرَاہُ" کا تصور پاک پختہ ہو جاتا ہے۔ اسطرح ذکر کر کے وہ الفاظ جو قرآن وسنت میں بکثرت مذکور ہیں اپنی طبع کے مطابق پڑھنے پڑھانے کے لیے تجویز کیے گئے۔ مثلاً **اللہ اللہ** ، **اللہ** ، **لَا اِلٰـهَ اَلَّا اللہ**، **اللہ هُو** ، یہ نام اور الفاظ ذکرِ قرآن کی بنیاد پر تجویز کیے گئے۔ کوئی ایسی چیز فقر وتصوّف نے تجویز نہیں کی جو قرآن وسنّت کے باہر ہو۔ ہاں! سادہ عقل، سادہ علم، ظاہر بین گو اس بنیاد تک نہ پہنچے ہوں۔ جاہل سے بڑھ کر عاقل کا ذہن کام کرتا ہے اور عاقل سے بڑھ کر ایک عالم کی وسعتِ دماغی کام کرتی ہے۔ اس سے ہی صاحبِ فقر ومشاہدہ کی وسعتِ قلبی اور ذہنی، عالم سے بڑھ جاتی ہے۔ اس لیے قرآنِ حکیم اور احادیثِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُسوۂ حسنہ جو کچھ اپنی باریک بصارت سے دیکھتا ہے، دوسرے عام اسے نہیں دیکھ سکتے، چونکہ وہ باریک نقطہ علمی دنیا کی نظر میں بھی نہیں آتا اس لیے علمیت واویلا کرتی ہے کہ قرآنِ حکیم اور اُسوۂ حسنہ سے باہر کی چیز اہلِ تصوف درآمد کرتے ہیں اور اسلام میں داخل کرتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا اسکا ماحصل، اسکا ثمرہ اسلام کے عین موافق ہے' یا مخالف ہے اور اس کے نتائج خدارسیدی کے قریب کرتے ہیں' یا شریعت کے عین مطابق ہوتے ہیں' یا شریعتِ غرا کی اتباع پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہیں' یا کہ دنیا پرستی کا جذبہ زیادہ ہو رہا ہے یا کہ ہو کر ہمیشہ کے لیے ختم ہو رہا ہے۔

چونکہ مِلّت کسی درجہ کسی وقت بھی دنیا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں' اس لیے دنیا طلبی کے لیے کئی طریقے عمدہ سے عمدہ علمی استدلال کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں بلکہ الٹا تصوف کو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے اور کہا جاتا

ہے، کہ یہ ترک دنیا کیسی؟ اسلام تو دنیا سنوارنے کے لیے آیا، نہ کہ برباد کرنے کے لیے لیکن کوئی نہیں دیکھتا تصوف نے دنیا سنواری یا بگاڑی یا برباد کی۔ اس نے اصلاحِ معاشرہ کے لیے دنیا داری کو دینداری کے ڈھانچے میں ڈھال کر دنیا کو خوبصورت بنایا اور اس کے پیچ پیچ کو نکال کر خطوط صحیحہ پر قائم کرنے کا جذبہ پیدا کیا اور داخل تصوف ہونے والے کو دنیا داری کو دینداری کے اندر جذب کرنے کا طریقہ سکھایا۔ ہاں! اترانا' تکبر کرنا' حسد و رقابت کرنا' جو دنیا کے اسبابِ علل کے لیے مہلک ہیں، ان کے دور کرنے اور ان کی اصلاح کرنے پر توجہ دلائی، تاکہ معاشرہ پورے جوبن سے ترقی کرے اور معاشرۂ اسلام اس جا پہنچے جہاں کہا جائے:

اَصۡلُھَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُھَا فِی السَّمَآءِ... تُوۡتِیۡ اُکُلَھَا کُلَّ حِیۡنٍ
بِاِذۡنِ رَبِّھَاط ... وَیَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ...

کیفیات

کیفیاتِ صوفیہ پر علمی طبقہ بڑا شاکی ہے' لیکن قرآنِ حکیم اور حدیث پاک پر پوشیدہ نہیں کہ قرآنِ پاک ان کیفیاتِ باطنی کو تسلیم کرتا ہی نہیں' بلکہ اس کے تسلیم کرانے کے لیے دعوت دیتا ہے۔ مثلاً:

وَفِی الۡاَرۡض اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ہ۔۔۔ وَفِیۡ اَنۡفُسِکُمۡ ط اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ ہ

کے طریقے پر کیفیات باطنی کی طرف توجہ دلائی گئی۔ سورۃ ''نجم'' میں فرماتے ہیں:

وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡھَوٰیؕ اِنۡ ھُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی میں تعلق کیا ہے وہی باطنی اور غیبی حالات یا قرآنِ حکیم۔۔۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: اَفَتُمٰرُوۡنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ ''جو کچھ اس نے دیکھا اس پہ شک کرتے ہو۔''

وَلَقَد رَاٰہُ نَزلَۃً اُخرٰی عِندَ سِدرَۃِ الۡمُنۡتَھٰیط عندھا جنت
الماوٰی اذ یغشی السدرۃ مَا یغشیٰ مازاغ اَلبَصَرُ وَمَا طَغٰی
لَقَد رَاٰی مِن اٰیٰتِ رَبِہِ الکُبرٰی

اسے دوسری بار بھی دیکھا سدرۃ المنتھی کے قریب' اس کے قریب جنت الماوٰی ہے۔ سدرہ کو جس چیز نے ڈھانپ لیا' نہ بہکی نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اللہ تعالٰی کی بڑی نشانیاں اس نے دیکھیں۔

غرض بیسیوں جگہ ان کیفیات اور مشاہداتِ باطنی کی طرف قرآن حکیم توجہ دلاتا ہے۔ اسی صورت

میں اگر صوفی سالک مشاہداتِ الٰہیہ کو بیان کرے تو شرعاً اسے کیوں نہ زجر و توبیخ کی جاوے، جبکہ عین مطابقت مشاہداتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہو بلکہ کرنے کرانے کے لیے خود قرآن دعوت دیتا ہو۔

مسند فقر و ارشاد

مسند ارشاد و فقر پر پورا غور کیا جاوے۔ صدیاں گزر گئیں جب سے مسندِ صوفیت کے پیدا ہوے اور ان کے ذریعہ ارشاداتِ نبوت کی اشاعت ہوئی۔ کیا یہ مسند ارشاد عین مسند ارشاد نبوت کے مطابق نہیں تھے اور اَلْـفَـقْـرُ فَخْـرِیْ کا نمونہ نہ تھے، ایک درویشانہ زندگی بسر نہیں کرتے رہے اور توکل کے سوا اپنا سہارا بنایا؟ عام طور پر کہہ دیا جاتا ہے کہ نکھٹو کام نہیں کرتے، طلبِ رزق کے پیچھے نہیں دوڑتے، عوام پر بوجھ ہیں، لیکن کیا رسولِ اکرم ﷺ ہر وقت کسبِ معاش کے لیے کمر بستہ رہتے تھے، وہ اپنے منصبِ رسالت کے فرائض بجالاتے یا وہ کسبِ معاش کے پیچھے دوڑتے پھرتے۔ یہی وجہ تو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف فقر کا سبق دیا گیا، زندگی بھر پیٹ بھر کھانا نصیب نہ ہوا اور پھر فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنا نوازا ہے اور کتنی عنایت فرمائی۔ یہی حال ہمارے مسند کا ہے۔ توکل اور صرف توکل، جو کچھ آ گیا اس پر قناعت کرتے ہوے رات دن مشاغل میں مصروف رہتے، ارشادات کی مسند پر جمے رہتے ہیں اور ہر آنے والے کے لیے سایہ دار درخت ہوتے، یہ میری تحریر سے نہیں بلکہ دنیائے عالم کی زبان سے سنیے، ان میں سے میں بھی ایک ہوں جو یہ سنا رہا ہوں۔ نرمی گرمی کے ساتھ بسر کرنا اہل اللہ کا شیوہ ہے۔ اس طمع جیسی بری چیز کسی صورت میں بھی ان کے دل پر گاہے نمودار نہیں ہوئی۔ کون دنیادار ہے جو اس کمبخت طمع سے بچا ہوا ہے اور جس کی عزت طمع نے برباد نہ کی ہو۔ خصوصاً کاروباری آدمیوں میں تو یہ مرض عام ہے۔ آج یہ مرض علماء اور صوفیہ کو بھی کھا رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی دولت اور ان کے کسبِ معاش کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ اوّل تو بہت کم مثالیں دنیاداروں کی ان میں ملتی ہیں لیکن ہمیں تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا چربہ نہیں لینا ہمیں تو مسند ارشاداتِ نبوت کا خاکہ دیکھنا ہے کیونکہ مسند ارشاداتِ نبوت کے طریقہ پر فقر نے کام کرنا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو نبوت سے فیضیاب ہوتے تھے۔ اکثریت کو طمع سے بچانے کے لیے ہی انہیں توکل کے اسباق پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اسباب و ذرائع سے بلند کر کے انہیں صرف اپنی ذات حقہ کا دستِ نگر کیا جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيۡنَيۡکَ اِلَى مَا مَتَّعۡنَا بِه اَزۡوَاجاً مِنۡهُمۡ زَهۡرَةَالحَيٰوة
الدُّنۡيَا لِنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ ط

ایسے حال میں صوفیائے کرام کو یہ کہنا کہ یہ کچھ کرتے نہیں یہ خود پر بوجھ ہیں۔ بادشاہ کیا کرتا ہے کیا کماتا ہے، حالانکہ ساری سلطنت میں اسکا حصہ ہے---------- یہی حال سلطنتِ فقر کا ہے جو رات دن خدمتِ خلق اللہ میں مصروف ہے۔ جس کے ذریعے ثمراتِ نبوت پیدا ہو رہے ہیں اور جو سراسر دین ہو چکا ہو، اسے کمانے سے کیا واسطہ' وہ اپنا پیٹ پالے یا ہمارا کچھ کرے' جو پیٹ پالتا ہے، وہ کسی کا کچھ نہیں کرتا۔

فہمِ فقر و تصوّف

ہر کج رَو، فہم تصوف کے نکات اور اسکے مسائل اپنے فہم میں نہیں لا سکتا۔ بلکہ سب سے پہلے فطرتی توحید پرستی اور توحید طلبی کے ساتھ شیخ کامل و اکمل کی محبت و صحبت ہونی ضروری ہے۔ اور پھر علومِ متداولہ اسلامیہ سے کامل واقفیت ہو اور قرآن و حدیث پر پورا عبور ہو۔ اس کے بعد تدبر فی القرآن کا ملکہ جب پیدا ہو گا، تو تصوف کی برکات اور تصوف کے مسائل ذہن اور قلب پر ایسے واضح قرآنِ حکیم سے ہوں گے وہ کسی تغیر کے اندر نہ ہوں گے اور جس کے کھلتے ہی انشراح الصدر ہو گا' اور حقیقتِ اسلام واضح ہو گی' اور نبوت کے مدارج کھلیں گے' اور اسرار الٰہیہ اور حکمِ الٰہیہ دل پر منکشف ہوں گے۔

ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف کے مدارج کمال ظہور پذیر ہوں گے اور قرآن حکیم اور انوار الٰہیہ کا خزینہ ہو جائے گا اور ایک ایک حرف پر بے اختیار آنسو پھوٹ پڑیں گے۔

نحو کی ایک کتاب ''کافیہ'' ہے جو بہت مشکل ہے۔ کسی زمانے میں عربی طلباء اسے یاد کرتے تھے اور پورے سال پڑھتے تھے اور یہ کمال خیال کرتے تھے۔ ایک طالبعلم عربی جس نے اسے پوری توجہ اور پوری کوشش سے پڑھا تھا، طلباء کے مجمع میں بیٹھا کہہ رہا تھا کہ کافیہ کے ایک ایک لفظ کے اندر ایک ایک شیر ہے۔ تو دوسرا طالب علم جس نے سادہ بلا شروح پڑھا تھا، کہنے لگا ہم نے تو لومڑی بھی سارے کافیہ میں نہیں دیکھی۔ یہی حال طبائع کا ہے۔ دوررس طبائع وہ کچھ دیکھتے ہیں، جو عام طبائع نہیں دیکھ سکتے۔ آج آپ نے ہر عربی قدردان سے سنا ہو گا کہ یہ معلوم نہیں یہ تصوف و فقر کہاں سے آیا، قرآن و حدیث میں تو اس کا پتا ہی نہیں لیکن خود سوچیے' قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں میں جب یہ جام چھلکا تو کیسے، جبکہ وہ سراسر عمل تھے اور سراسر متبع رسالت تھے اور سراسر محبت الٰہیہ میں غرق تھے۔

موجودہ دور میں علمیت ہی علمیت ہے اور بس دین سے واسطہ نہیں ہے پھر ظاہری ارتقاء پر جان دی جارہی ہے اور اصل اثاثہ فطرت یعنی توحید کا خیال تک نہیں، جن کو ہے، وہ بھی لفظی معنوی نہیں۔ تصوف پاک اور اس کے اثرات کا کوئی اثر ان کے اعمال وافعال پر، اور ان کے دلوں اور چہروں پر نمودار نہیں۔ وہ بے تکی ہانکتے پھرتے ہیں، زبان بے لگام اور دل بے دھیان ہے رات دن مشاغل میں مصروف ہیں، جن مشاغل کو اللہ تعالیٰ سے دوری ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ دعوٰی ہے نیابتِ رسالت کا اور نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتے ہیں، لیکن یہ قوم ہے کہ ان کے ہر فعل وقول پر معترض اور شاکی ہے اور کسی کے دل میں ان کا احترام نہیں اور نہ ہی ان کے دل میں کسی کا احترام ہے۔ وہ خود ہی خدا کی خدائی ہیں اور بس۔ ایسے حال میں ان کے ذہن میں تصوف فقر کے مسائل کیسے داخل ہوں اور کیسے اسرار وانکشافاتِ الٰہیہ کھلیں تا کہ ذاتِ حقہ کا چہرہ کشا ہو۔

ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ اس مضمون کی آیات سے پہلے سورۃ المزمل کا مطالعہ فرماویں اور دیکھیں کہ نبوتِ الٰہیہ کی اٹھان کس تربیت سے کی گئی، خانقاہی تربیت سے یا مکتبی اور درسی سے، فیصلہ آپ پر ہوگا۔

☆......☆......☆

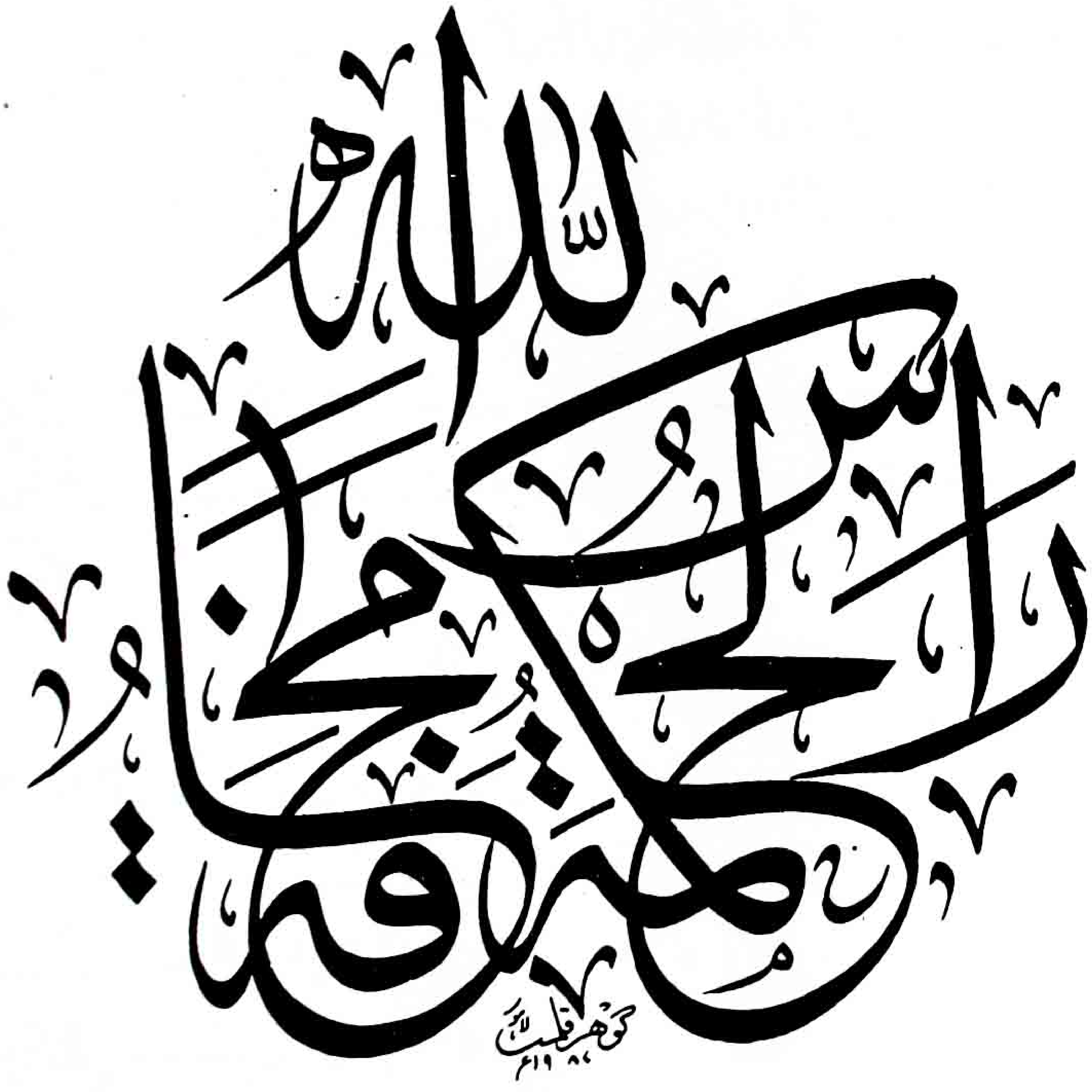
رأس الحكمة مخافة الله
گوہر قلم
١٩٨٢ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

روحِ اسلام

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

☆☆

(۱)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بنایا سجایا[1]...... پھر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا[2]...... پڑھایا، سکھایا[3] فرشتوں کو جھکایا، زمین و آسمان کو فرماں بردار بنایا[5]...... غور کریں انسان کتنی بڑی نعمت ہے کہ ساری نعمتیں اس کے اردگرد گھوم رہی ہیں...... اس کو چھوٹی کائنات کہتے ہیں مگر، یہ تو بڑی کائنات ہے کہ چھوٹے بڑوں ہی کے دم قدم سے ہوتے ہیں...... ایک لمحہ کے لیے انسان کو نظروں سے غائب کر دیجیے پھر پوچھیے...... کیا سب نعمتیں بے مقصد ہو گئیں؟...... جواب ملے گا...... ہاں بے مقصد ہو گئیں...... وہ قدر دان چلا گیا...... وہ دلارا چلا گیا...... وہ آنکھوں کا تارا چلا گیا...... وہ پیارا چلا گیا...... نعمتوں سے جہاں بھرا ہوا ہے مگر ہر نعمت پھیکی پھیکی سی معلوم ہوتی ہے...... یہ چاند کس کے لیے ہے؟...... یہ سورج کس کے لیے ہے؟...... یہ تارے کس کے لیے ہیں؟...... یہ دریا کس کے لیے ہیں؟...... یہ پھول پھل کس کے لیے ہیں؟ یہ مشروبات کس کے لیے ہیں؟ یہ ملبوسات کس کے لیے ہیں؟...... وہ پینے والا چلا گیا...... وہ کھانے والا چلا گیا...... وہ پہننے والا چلا گیا...... ہاں انسان بہت عظیم ہے[6]...... محنت مزدوری کرنا، کھانا پینا اور مر جانا اس کی پیدائش کا مقصد نہیں۔

انسان کی آمد آمد کا مقصد عبادت بتایا گیا[7]، اور اس کے بننے بگڑنے کی بنیاد دل پر رکھی گئی...... اور اعلان کر دیا گیا:

الا وان فی الجسد مضغة اذا صلحت، صلح الجسد کله واذا فسدت، فسد الجسد کله، الا وھی القلب![۸]

(ترجمہ) آدمی کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، اگر وہ سنور گیا تو سارا جسم سنور گیا...... اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا...... سن لو!...... وہ دل ہے!......

وجود، ظاہر ہی ظاہر نہیں، باطن بھی ہے...... ظاہر و باطن جب ہم آغوش ہوتے ہیں تو انسان، انسان بنتا ہے...... تو جب انسان، انسان بنتا ہے تو اس کا دل چمکنے لگتا ہے...... اس کی آنکھ جو دیکھتی ہے، کوئی نہیں دیکھتا...... اس کے کان جو سنتے ہیں، کوئی نہیں سنتا...... اس کی زبان جو بولتی ہے، کوئی نہیں بولتا...... دل کو سنبھال کر رکھنا چاہئے...... یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے...... مگر ہم تو دماغ کو سب کچھ سمجھتے ہیں...... شاید دل کو نہیں مانتے...... مگر غیب سے آواز آرہی ہے...... دل کی خبر لو، دل ہی سب کچھ ہے!...... غور فرمائیں، قرآن کریم میں دماغ کا ذکر نہیں کیا گیا جس کا ہم ہر وقت ذکر کرتے رہتے ہیں...... قدم قدم پر دل ہی کا ذکر کیا گیا ہے...... کہیں قلبِ منیب کا ذکر ہے[۹]...... کہیں قلب سلیم کا ذکر ہے[۱۰]...... کہیں دل میں ایمان کے گھر کر جانے کا ذکر ہے[۱۱]...... کہیں دل کے جاننے، سمجھنے اور چمکنے کا ذکر ہے[۱۲]...... کہیں دل کے نہ جاننے، نہ سمجھنے اور نہ چمکنے کا ذکر ہے[۱۳]...... سارا زور دماغ پر نہیں، دل پر ہے...... ہاں یہ سنور گیا تو ہر چیز سنور گئی...... یہ بگڑ گیا تو ہر چیز بگڑ گئی...... اس کو سنوارنے کے لیے انبیاء (علیہم السلام) آئے[۱۴]...... اسی کو سنوارنے کے لیے محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے[۱۵]......

یہ سنوارنا کیا ہے؟...... یہ تزکیہ کیا ہے؟...... اعمال کا، اقوال کا، احوال کا، جذبات کا، احساسات کا، کیفیات کا اللہ کے رنگ میں رنگ جانا...... نفس کا مرجانا...... دل کا جی جانا...... سنیے، سنیے، یہ کیسی آواز آرہی ہے؟

☆ ...... بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا[۱۶]

☆ ...... بیشک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا[۱۷]

☆ ...... جو ستھرا ہوا تو اپنے بھلے کے لیے ستھرا ہوا[۱۸]

بیشک دل کا سنور جانا اللہ کی بڑی نعمت ہے، اللہ کا بڑا فضل ہے[۱۹]...... اسماء الٰہیہ میں ''ظاہر'' بھی ہے ''باطن'' بھی ہے[۲۰]...... گویا ''ظاہر'' بھی اس کی جلوہ گاہ ہے اور ''باطن'' بھی اس کی جلوہ گاہ ہے...... باطن کا

انکارِ اللہ کا انکار ہے...... اندر کی بات قرآن نے بھی کی ہے، جہاں رکوع وسجود کا ذکر کیا گیا ہے[۲۱] وہاں خشوع وخضوع کا بھی ذکر کیا گیا جس کا تعلق ''باطن'' سے ہے...... خشوع وخضوع، دل سوزی وگریہ وزاری جب پیدا ہوتی ہے جب من کی دنیا ستھری ہوتی ہے...... جب من کی دنیا ستھری ہو جائے تو تن کی دنیا ستھری ہو جاتی ہے...... اللہ تعالیٰ نے لذت، اشیاء کے اندر رکھی ہے یہ بھی ایک راز ہے، معلوم کرنا چاہیے...... ماکولات کو کھا کر اور مشروبات کو پی کر ان کے مزے کا پتا چلتا ہے...... اپنے وجود ہی پر نظر کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم ''باطن'' سے ''ظاہر'' ہوتے ہیں...... باطن کا حال ہم کو بچہ کی ولادت، شہد کی حلاوت، دودھ کی لطافت، شفاء علالت، لباس، تقوی وطہارت، معرفت کی علامت سے چلتا ہے جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے...... سنیے سنیے:

☆...... تمہیں ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح[۲۲]

☆...... تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے[۲۳]

پھر ہم جب دنیا میں آئے تو ہمیں پہلا رزق بھی اندر ہی سے ملا[۲۴] اسی لیے تو فرمایا:-

☆...... اور تمہیں بھرپور دیں اپنی نعمتیں ظاہر اور چھپی[۲۵]

میٹھا میٹھا شہد پلایا اور فرمایا:-

☆...... اور اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے، بیشک اس میں نشانی ہے دھیان کرنے والوں کو[۲۶]

اللہ تعالیٰ نے ہماری جسمانی تندرستی کا بھی اہتمام فرمایا اور روحانی تندرستی کا بھی، ظاہر کو بھی نوازا اور باطن کو بھی نوازا اور ارشاد فرمایا۔

☆...... اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت[۲۷]

اور فرمایا۔

☆……اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے تندرستی اور رحمت ہے[۲۸]

ایک اور جگہ فرمایا:۔

☆……اور ایمان والوں کے لیے ہدایت وشفاء ہے[۲۹]

ہمیں پاکیزہ اور سفید دودھ بھی اندر ہی سے عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا:۔

☆……بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں نگاہ حاصل ہونے کی جگہ ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے، گوبر اور خون کے بیچ میں سے، خالص دودھ، گلے سے سہل اترتا ہے پینے والوں کے لیے[۳۰]

یہ اندر کیا ہے جو نہریں بہتی چلی آ رہی ہیں؟…… ہاں جو کچھ ہے اندر ہی تو ہے……اندر ہی کے لیے فرمایا:۔

☆……اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا ہے……

تین لباسوں کا ذکر فرمایا:

☆……ایک لباس وہ جس سے ہم اپنا تن ڈھانپتے ہیں

☆……دوسرا وہ جس سے ہم تن کی آرائش، زیبائش کرتے ہیں اور

☆……تیسرا وہ جس سے ہم اپنا من سنوارتے ہیں……

فرمایا ان تینوں لباسوں میں یہی لباس اچھا ہے…… یہ وہ لباس ہے جس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی مگر شعور بیدار ہو جائے تو ضرور محسوس ہوتا ہے…… شاید ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے وجود میں اللہ کی کیسی کیسی نشانیاں ہیں اللہ نے فرمایا کہ یہ نشانیاں اگر تم نے نہیں دیکھیں تو ہم تم کو دکھائیں گے…… سنیے سنیے وہ کیا فرما رہا ہے:۔

☆……ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی نشانیاں دنیا بھر میں اور خود ان کے وجود میں یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ بیشک وہ حق ہے……[۳۲]

وقت آیا وہ نشانیاں بھی دکھادیں، جدید تحقیق سے معلوم یہ ہوا کہ ہماری سانس کی نالی میں **لا الـٰه الا اللہ** لکھا ہوا ہے اور داہنے پھیپھڑے پر **محمد رسول اللہ**......[۳۲] **سبحان اللہ!** کوئی انسان نہیں جس کے اندر یہ بہار نہ ہو مگر ہم کو خزاں اچھی لگتی ہے...... اس لیے ہم بہاروں کا انکار کرتے ہیں...... ہمارے معاشرے میں ساری غلاظت اس لیے ہے کہ ہم من کی دنیا سے غافل ہوگئے اور تن کی دنیا کو سب کچھ سمجھ لیا...... من جب زندہ ہوتا ہے تو تن زندہ ہوتا ہے پھر وہ سراپا حرکت بن جاتا ہے۔ اپنے نفس پر قابو پا کر سارے عالم پر قابو پالیتا ہے...... بیشک جو خود بے قابو ہوگیا اس کے قابو میں کوئی نہیں آسکتا...... اس کا تن بھی اس کے قابو میں نہیں رہتا اور تو کیا اس کے قابو میں آئے گا؟

باہر کی صورت سب دیکھتے ہیں...... بلکہ بغیر آئینہ کے وہ بھی نہیں دیکھ سکتے...... اندر کی بھی صورت ہے...... اندر کوئی نہیں جھانکتا...... صورت درصورت...... سلسلہ جاری وساری ہے...... اللہ اکبر!...... چھوٹے سے انسان میں کتنی گہرائیاں ہیں، کتنی پہنائیاں ہیں!...... سنیے تو سنتے رہ جایئے...... دیکھیے تو دیکھتے رہ جایئے...... ہم ساحل کو سمندر سمجھے ہوئے ہیں...... ہم کنارے کو دریا سمجھے ہوئے ہیں...... کتنے بھولے بھالے ہیں!...... تو پھر اندر کی صورت کا بھی بناؤ سنگھار کرنا چاہیے...... اللہ تعالیٰ نے ساز وسامان بھی خوب عطا فرمایا ہے...... پھر بھی ظاہر میں لگے رہیں اور اندر جھانک کر بھی نہ دیکھیں تو کیسی بے حسی و بے خبری ہوگی!...... کیسی بدنصیبی ہوگی...... ہم تو ایسے بے خبر اور بدنصیب ہیں کہ شہروں میں ہم کو آسمان پر نظر اٹھانے اور اس کا حسن و جمال دیکھنے کی بھی فرصت نہیں ملتی ہے...... پرفریب روشنیوں میں، چاند تاروں کے جمال سے بھی بے خبر اور محروم ہیں...... اللہ تعالیٰ نے تو ہم کو خوبصورت وخوش نصیب بنایا **لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم**[۳۳] پھر ہم نے خود کو بدصورت وبدنصیب بنالیا **ثم رددنه اسفل سافلین**[۳۴]

روح نہیں تو جسم کس کام کا؟...... بات سمجھ میں آئے تو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں...... ہر ظاہر بیں، بس کی باڈی کو بس سمجھتا ہے لیکن وہ بس نہیں...... مگر باطن پر نظر رکھنے والے، انجن پر نظر رکھتے ہیں اور اسی سے بس کی قدر وقیمت کا اندازہ لگاتے ہیں...... اس کے رکھ رکھاؤ کی کوشش میں لگے رہتے ہیں...... کبھی پٹرول ڈالتے ہیں...... کبھی بریک آئل ڈالتے ہیں...... کبھی انجن آئل ڈالتے ہیں، کبھی بیٹری کو چیک کرتے ہیں...... ظاہر پر کم نظر رکھتے ہیں، باطن ہی کی نگہداشت میں لگے رہتے ہیں...... اگر باطن پر نظر نہ رکھیں تو باڈی تو کسی کام کی نہیں...... صرف نام کی بس ہے، کام کی بس نہیں...... انجن ٹھیک ہو تو وہ بس سب

کے کام کی ہے، کسی پر بوجھ نہیں، سب کے لیے رحمت ہے...... ہزاروں انسانوں کی کارساز و مشکل کشا ہے...... بس اسی مثال سے اپنا حال جاننے کی کوشش کریں...... جذباتی نہ ہوں، عقل کو کام میں لائیں...... عقل کے سہارے دل تک رسائی حاصل کریں...... پھر دل سے پوچھیں، وہ کیا کہتا ہے، اس کی بات سنیں اور اس کی بات مانیں...... ہم کو یہی حکم دیا گیا ہے...... اسی حکم کو مانیں...... جس کو ہم ''تصوف'' کہتے ہیں وہ من کی دنیا سنوارتا ہے...... من کی دنیا بناتا ہے...... غافلوں کو ہوشیار بناتا ہے...... ہوشیاروں کو رہبر و رہنما بناتا ہے...... وہ جانوروں کے دائرے سے نکال کر ہم کو انسانوں کے دائرے میں لاتا ہے...... وہ زندگی کا مزہ چکھاتا ہے، وہ زندگی سے آشنا کرتا ہے...... وہ مُردوں کو زندہ کرتا ہے......

(۲)

تصوف کی بنیاد توحید ہے[۳۵] جس تصوف کی بنیاد توحید نہیں وہ الحاد و گمراہی ہے...... تصوف کی دو ہزار سے زیادہ تعریفیں کی گئی ہیں[۳۶] اور کیوں نہ کی جائیں کہ **کل یوم ھو فی شان**[۳۷] تصوف کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ ہے اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو...... اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے، تو یقین کرو کہ وہ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔[۳۸]

مسلمان کا یہی احساس تصوف کی روح ہے، اس احساس کی بیداری کا نام تصوف ہے...... یہی اسلام ہے، یہی ایمان ہے......

تصوف کی تاریخ پر غور کیا جائے تو اس کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوتی ہے...... آپ کو زمین پر اللہ کا خلیفہ بنایا گیا[۳۹]...... تمام نام سکھائے گئے[۴۰]...... فرشتوں کو آپ کے حضور جھکایا گیا[۴۱]...... مکرم بنایا گیا،...... پھر لغزش ہوگئی،[۴۲]...... برسوں گریہ و زاری کرتے رہے، توجہ قبول ہوگئی[۴۳]...... پھر محترم بنا دیا گیا[۴۴] نہ صرف آپ کو بلکہ آپ کی اولاد کو بھی[۴۵]...... لغزشوں پر ندامت آدم علیہ السلام کی سنت ہے[۴۶] اور اللہ کے بندوں سے توبہ لینا اور بیعت کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے[۴۷]...... سارے عالم میں فساد اس لیے ہے کہ خطاؤں پر کسی کو ندامت نہیں' کوئی توبہ و انابت کے لیے تیار نہیں، سب ضد پر اڑے ہوئے ہیں...... حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کو توبہ و انابت کا سلیقہ بتایا اور تصوف کی بنیاد رکھی...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ لینا اور عہد و پیمان کرانا سکھایا[۴۸]......

تصوف ''صوف'' سے نکلا ہے اس کے معنیٰ ''اُون'' کے ہیں...... حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڈی کا بنا ہوا ''صوف'' کا لباس استعمال فرمایا ہے' چناں چہ بخاری شریف[۴۹] سنن ابوداؤد شریف[۵۰] اور سنن ابن ماجہ[۵۱] میں ''صوف'' کا ذکر ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ/ ۱۲۳۴ء) نے اس حدیث کو نقل فرما کر اس پر یہ دل لگتا تبصرہ فرمایا ہے:-

> **سفیان عن مسلم انه سمع انس بن مالک قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یجیب دعوة العبد، ویرکب الحمار، ویلبس الصوف...... فمن هذاالوجه ذهب قوم الی انهم سموا صوفیه نسبه لهم الیٰ ظاهر اللبسة لانهم اختار والبس الصوف لکونه ارفق و لکونه لباس الانبیاء علیهم السلام.** [۵۲]

> ترجمہ: سفیان نے مسلم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے انس بن مالک کو یہ کہتے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے' دراز گوش پر سواری بھی کر لیا کرتے اور صوف کا لباس زیب تن فرماتے...... اس وجہ سے بعض لوگوں نے اس لباس کی ظاہری نسبت سے انھیں ''صوفیہ'' کا نام دیا (یعنی اُون اور صوف کا لباس پہننے والے) اور ان حضرات صوفیہ نے صوف کا لباس اس لیے اختیار کیا کہ وہ ہلکا اور ملائم ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کا لباس ہے[۵۳]۔

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ تصوف، ''صوف'' سے نکلا ہے[۵۴] جس کے معنیٰ ''اُون'' کے ہیں' اسی نسبت سے ''صوفی'' وہ ہوا جو صوف کا لباس پہنے۔ اللہ اکبر!

اس لباس کا تو قرآن کریم میں بھی ذکر ہے (سورہ نحل، آیت نمبر ۸۰) چوں کہ صوف کا لباس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا اس نسبت سے اس کے مجازی معنی خود کو فنا کر کے اللہ سے واصل ہونے کے کیے گئے...... ہم ''المنجد'' اور پروفیسر معن زلفو مدینہ سے لفظ ''صوف'' کی مختلف شکلوں کے معنی لکھتے ہیں...... مزید تفصیلات کے لیے دوسری لغات مثلاً الصحاح[۵۵] تاج العروس'[۵۶]

لسان العرب، [۵۷] فیروز اللغات۔ [۵۸] وغیرہ دیکھی جاسکتی ہیں:

○...... اصواف (جمع) صوفی Wool
○...... صوفی Woolen, Islamic Mystic, sufi
○......صوفیہ Sufi way of Life
○...... الصوفیہ Islamic Mysticism, Sufism
○...... اصوفانہ، صوفان Tinder, touch wood
○...... اصوّاف Wool Merchant
○......تصوف to become a sufi
○......التصوف Sufism, sufi way of Life
○......(جمع) المتصوفہ[۵۹] Mystics, Sufis

اور ''المنجد'' میں اس طرح ہے:-

(۱)......صوف = اُون۔
(۲)......الصوفیہ = عبادت گزاروں کی جماعت۔
(۳)......الصوفی = مسلمانوں کے نزدیک صوفی وہ ہے جو خود کو فنا کر کے اللہ سے متعلق رہے۔
(۴)......الصوفان = لکڑی جو جلد آگ پکڑ لیتی ہے۔
(۵)......تصوف = صوفیہ جیسے اخلاق اختیار کرنا[۶۰]

المختصر ''صوف'' اور صوف سے بننے والے تمام لفظوں میں نرمی و ملاطفت اور خشیت کا عنصر پایا جاتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی کو پسند فرمایا[۶۱] ...... آپ کے ہاتھ نرم، آپ کی باتیں نرم، آپ کی چال نرم، آپ کا سلوک نرم...... آپ کی نرمی پر قرآن حکیم گواہ[۶۲] ...... اسلام بھی نرم ہی نرم...... اقبال نے خوب کہا تھا۔

یہ جبر و قہر نہیں ہے یہ عشق و مستی ہے
کہ جبر و قہر سے ممکن نہیں جہاں بانی

تصوف دل میں نرمی پیدا کرتا ہے کہ یہ سراسر شریعت ہے، ہر دل کو اس کی ضرورت ہے...... اگر دل تصوف سے نا آشنا ہو تو سخت ہو جاتا ہے، تاریخ سے ان حقائق کی تصدیق ہوتی ہے اور اس دور میں تو ہم خود دیکھ رہے ہیں۔

(۳)

تصوف کی اصل قرآن وحدیث ہے، تصوف کی بنیاد شریعت ہے...... قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔

> ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے[۶۳]۔

اس میں تصوف کا بھی بیان ہے...... تصوف میں سارا زور شریعت پر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال واعمال واحوال ہی شریعت ہیں جس کے لیے قرآن حکیم میں فرمایا:۔

> اور جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو[۶۴]۔

اللہ سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا ماننا ہی تصوف ہے...... اور کہنا ماننا بغیر محبت کے ممکن نہیں، جس سے محبت ہوتی ہے دل سے اسی کا کہا مانا جاتا ہے...... اسی لیے اللہ نے فرمایا:۔

> اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں[۶۵]۔

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما رہے ہیں:۔

> الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان، میرے اہل وعیال اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب کر![۶۶]

اللہ کے حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ سے اللہ کی محبت مانگی اور اللہ نے اپنے بندوں سے اپنی اور اپنے حبیب کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:۔

> تم فرماؤ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان...... یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری

> ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ سرکشوں کو راہ نہیں دیتا[۶۷]۔

تصوف خوابیدہ محبت کو جگا کر دیوانہ بناتا ہے...... اسلام کو اسی دیوانگی کی ضرورت ہے جس سے سارا عالم لرزاں و ترساں ہے...... اب ہم اپنے دلوں کو خود جھانک کر دیکھیں اور اللہ کو گواہ کر کے بتائیں کیا ہم کو اللہ و رسول سے ایسی محبت ہے جس کا قرآن حکیم مطالبہ فرما رہا ہے...... بیشک یہ محبت جب دل میں گھر کر جاتی ہے تو دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔ اللہ کے نیک بندوں کے جب ملفوظات سنیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ نئے جہاں کی خبر دے رہے ہیں...... اس کے لیے تو قرآن حکیم میں ارشاد ہو رہا ہے:-

> اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے[۶۸]......

ہمارے دامن پاکیزہ کلام سے بھی خالی ہیں اور نیک کاموں سے بھی...... ہم تہی دامن ہیں اور اُن پر بڑھ بڑھ کر اعتراض کرتے ہیں جن کے دامن بھرے ہوئے ہیں...... افسوس ہم کیا کرتے ہیں!

قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں صرف محبت ہی کا ذکر نہیں' محبت والوں کا بھی ذکر ہے، یہی اللہ کے دوست ہیں، یہی اللہ کے ولی ہیں' انہیں کو ہم صوفی بھی کہتے تھے (اب تو یہ لفظ ذرا عامیانہ اور سوقیانہ ہو گیا ہے)...... قرآن حکیم میں اللہ نے اپنے پیاروں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:-

> پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان بندوں میں:
>
> ☆......کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے،
> ☆......اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے،
> ☆......اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا،
> ☆......یہی بڑا فضل ہے''[۶۹]

اس آیت کریمہ میں بندوں کے تین طبقوں کی طرف اشارہ فرمایا:......

(۱) اپنی جان پر ظلم کرنے والے......

(۲) میانہ چال چلنے والے......

(۳) بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے

یہی صوفیہ کرام ہیں......انہیں سبقت لے جانے والوں کے لیے ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔

> یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے اور یہی نیک کاموں میں سب سے آگے نکل جانے والے ہیں[۷۰]......

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:۔

> اور جو سبقت لے گئے‘ وہ تو سبقت ہی لے گئے‘ وہی مقربِ بارگاہ ہیں‘ چین کے باغوں میں‘ اگلوں میں سے ایک گروہ‘ پچھلوں میں سے تھوڑے[۷۱]......

وہ کون ہیں جو اگلوں میں بہت ہیں؟......وہ کون ہیں جو پچھلوں میں تھوڑے ہیں......وہ یہی صوفیہ ہیں، وہ یہی اولیاء ہیں......ہم نے سب کو ایک سمجھ لیا ہے، یہ ہماری نادانی ہے......اللہ تعالیٰ سب کو ایک سمجھنے والوں کے سامنے حقیقت کھول کر بیان فرما رہا ہے:

> برابر نہیں اندھا، انکھیارا......اور نہ اندھیریاں اور اجالا......اور نہ سایہ اور نہ تیز دھوپ اور برابر نہیں زندے اور مردے[۷۲]......

یہاں جسم کے زندوں اور مُردوں کا ذکر نہیں فرمایا، دل کے زندوں اور مُردوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہی انکھیارے ہیں، وہی اجالوں میں ہیں، وہی انوار الٰہیہ کی تیز دھوپ میں ہیں......

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کا تعارف فرمایا:۔

> اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے[۷۳]۔

منتیں پوری کرتے ہیں......یعنی فرائض و واجبات و سنن ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعہ نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں......ابن تیمیہ نے بخاری شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مخصوص پیاروں کا ذکر فرمایا ہے......ذرا حدیث قدسی کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیں پھر ان الفاظ کی روشنی میں صوفیہ اور اولیاء اللہ کی رفعتوں اور بلندیوں کا اندازہ لگائیں:۔

ترجمہ: سب سے زیادہ جس چیز سے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کر سکتا ہے، میرے فرائض کی ادائیگی ہے...... میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرنے لگتا ہوں تو:

○......اس کے کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،
○......اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،
○......اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،
○......اس کے پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے،

پس وہ..........

○......مجھ ہی سے سنتا ہے،
○......مجھ ہی سے دیکھتا ہے،
○......مجھ ہی سے پکڑتا ہے،
○......مجھ ہی سے چلتا ہے''[۷۴]

وہ نوافل سے اللہ کا قرب حاصل کرتے ہیں، ہمیں فرض پڑھنے دوبھر ہو جاتے ہیں، فرض پڑھ لیے تو سنتیں ادا کرنی مشکل ہو جاتی ہیں، کیسے نوافل...... کیسے مستحبات...... ہم باتیں بہت بناتے ہیں، کام نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نوافل کے ذریعہ اپنا تقریب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار اپنے پیاروں کا ذکر فرمایا، کچھ اور آیات 6 ترجمہ سماعت فرمائیں:

> بیشک نیکوکار ضرور چین میں ہیں، تختوں پر (بیٹھے) دیکھتے ہیں، تو ان کے چہروں کو چین کی تازگی (سے) پہچانے [۷۵]

دوسری جگہ فرمایا:

> تو وہ لوگ (جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے) ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا...... یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین...... اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں؟...... یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے[۷۶]۔

ایک جگہ فرمایا:۔

خبردار! ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ غم ۷۷۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

اللہ انھیں دوست رکھتا ہے، وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں ۷۸۔

ایک جگہ فرمایا:

وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے کیا تھا ۷۹۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نیک کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں ۸۰۔

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں اور پیاروں کی جو خوبیاں بیان فرمائی ہیں وہ میں نے چشم سر سے اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ (شاہی امام مسجد فتح پوری، دہلی) میں دیکھی ہیں، وہ جلیل القدر عالم اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عارف کامل اور صوفیِ با صفا تھے...... ان کو دیکھ کر تصوف پر میرا یقین اور مستحکم ہو گیا اور ہر قسم کا شک و شبہہ جاتا رہا...... بیشک جس نے زندہ مثالیں نہیں دیکھیں وہ معذور ہے......

احادیث مبارکہ میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اولیاء و صوفیہ اور اللہ کے ان محبوب بندوں اور پیاروں کا ذکر فرمایا ہے...... سنیے:

۱...... بہت پراگندہ سر اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور سچ کر دے ۸۱

۲...... عرض کیا گیا یا رسول اللہ لوگوں میں افضل شخص کون؟...... فرمایا جو کسی گھاٹی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ کی عبادت کرے ۸۲۔

۳...... دنیا میں پردیسی یا مسافر گیر کی طرح رہو ۸۳۔

۴...... جو لوگ میرے لیے باہم محبت کرتے ہیں انکے لیے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے ۸۴۔

۵...... ان کے لیے میری محبت واجب ہو گی جو میرے لیے باہم محبت کریں ۵۸۔

(۴)

شریعت وطریقت ہی تصوف ہے اور تصوف ہی شریعت وطریقت ہے' اس کے علاوہ کچھ نہیں...... شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ (م ۲۹۷ھ/ ۱۰-۹۰۹ء) نے فرمایا:۔

> ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب وسنت ہے اور ہر وہ طریق جو سنت کے خلاف ہو مردود و باطل ہے[۸۶]۔

جب ہم صوفیہ کے اقوال و اعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو کتاب وسنت کے مطابق پاتے ہیں، الا ماشاء اللہ...... مثلاً صوفیہ کے اقوال و اعمال میں ان باتوں کا ذکر ملتا ہے، یہ ساری باتیں قرآن حکیم میں موجود ہیں:

ذکر،[۸۷] توکل،[۸۸] فقر،[۸۹] زہد،[۹۰] رضا،[۹۱] فنا،[۹۲] بقا،[۹۳] مراقبہ،[۹۴] اخلاص،[۹۵]، وغیرہ وغیرہ

ہم قرآن نہیں پڑھتے، سنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں اور اس طرح یقین کر لیتے ہیں جیسے خود آنکھوں سے دیکھی یا پڑھی ہوں، دانا و بینا انسان کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں کہ خوہ مخواہ کسی کا مخالف ہو جائے...... اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کی یہ شان بتائی:

> جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے' اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور کرتے ہیں[۹۶]۔

ذرا غور تو کریں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء، صوفیہ کی کیسی کیسی خوبیاں بیان فرمائیں اور ان کے درجوں کو بلند کر دیا...... سنیے:۔

> توبہ والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی بتانے والے، اور برائی سے روکنے والے...... اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے...... اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو[۹۷]......
>
> (کہ وہ اللہ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ انہیں جنت میں داخل کرے گا)

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ہم میں سے کتنے اس قرآنی معیار پر پورے اترتے ہیں...... ہم تو دنیا کے پیچھے ایسے لگے ہیں کہ اپنا بھی ہوش نہیں...... ہم تو طالبھا کلاب کے زمرے میں شامل نظر آتے

ہیں......ان کی شان یہ تھی کہ اپنے گھر ہی سے نہیں اپنے دل سے دنیا نکال کر باہر پھینک دی تھی......کیوں کہ اللہ کی نظر میں دنیا پر کاہ کے برابر بھی نہیں، خود فرما رہا ہے:۔

> اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کافروں کی دولت اور عیش وعشرت دیکھ کر سب کافر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ منکرین کے مکانوں کی چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں بناتا جن پر چڑھتے، چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے، اور طرح طرح کی آرائشیں عطا فرماتا......
>
> مگر یہ تو جیتی دنیا کے اسباب ہیں...... آخرت، رہنے والی دنیا تو پرہیز گاروں کے لیے ہے۹۸۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند احادیث شریفہ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱)...... اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا مچھر کے پر کے برابر بھی قدر رکھتی تو کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۹۹۔

(۲)...... جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کرم فرماتا ہے تو اسے دنیا سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم اپنے بیمار کو پانی سے بچاؤ۱۰۰۔

(۳)......حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک مردہ بکری دیکھی......فرمایا:...... دیکھتے ہو! اس کے مالکوں نے اسے بہت بے قدری سے پھینک دیا...... دنیا کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بھی قدر نہیں جتنی بکری والوں کے نزدیک اس مری بکری کی ہے۔۱۰۱

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اپنے گھر سے اور اپنے دل سے باہر پھینکا...... یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے، اسی کو زہد کہتے ہیں، صوفیہ نے اسی پر عمل کیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے......جیسا کہ عرض کیا گیا حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ:۔

☆......غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے

☆......سواری کے لیے دراز گوش استعمال فرماتے تھے

☆......صوف کا لباس زیب تن فرماتے۱۰۲

یہ خوبیاں آپ کو صوفیہ میں ملیں گی جن سے ہم نفرت کرتے ہیں......وہ مسکینوں اور غریبوں کی دعوت قبول کر لیتے ہیں، ہم کو غریب سے ہی نفرت ہے اس کی دعوت کیا قبول کریں گے!......وہ معمولی سی معمولی

سواری کو استعمال کر لیتے ہیں...... ہم کو بڑی بڑی شاندار گاڑیاں چاہیں، ایک سے ایک اعلیٰ...... وہ معمولی سے معمولی لباس پہن لیا کرتے ہیں، ہم کو ایک سے ایک عمدہ کپڑا چاہیے...... الغرض ہمارے رہن سہن میں سنت کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، وہ سنت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے...... قرآن کریم میں بھی زاہدوں کا ذکر ہے جن کو پیار ملا کہ دستِ قدرت نے خود سلایا، خود جگایا[۱۰۳] ...... پھر خود سلایا، تھپتھپایا، کروٹیں بدلوائیں[۱۰۴] ...... ان کے غار کے دہانے پر یادگار مسجد بنائی گئی[۱۰۵] ...... اللہ نے ان کو اپنی عظیم نشانی قرار دیا[۱۰۶] ...... بیشک صوفیہ اور اولیاء اللہ کی عظیم نشانیاں ہیں......

مختلف صوفیہ کرام نے زہد کی فضیلت کے بارے میں بہت کچھ فرمایا ہے، نہ صرف فرمایا ہے بلکہ عمل بھی کیا ہے۔ مثلاً شیخ حسن بصری (م۔۱۱۰ھ/ ۷۲۹ء) حضرت ذوالنون مصری (م ۲۴۵ھ/ ۸۵۹ء) شیخ جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ/ ۱۰۔۹۰۹ء) شیخ عبد القادر جیلانی (م ۵۶۱ھ/ ۶۔۱۱۶۵ء) شیخ شہاب الدین سہروردی (م۔۶۳۲ھ/ ۱۔۹۸۰ء) شیخ نظام الدین دہلوی (م ۷۲۵ھ/ ۵۔۱۳۲۴ء) حضرت سلطان باہو (م ۱۱۰۳ھ/ ۱۶۹۱ء) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وغیرہ وغیرہ...... موخر الذکر کے زہد کا یہ عالم تھا کہ اپنی زمین خود کاشت فرماتے جب فصل تیار ہو جاتی' چلے جاتے تا کہ ضرورت مند اور حاجتمند فصل کاٹ کر لے جائیں، سب غریبوں کو معلوم تھا کہ یہ فصل ہمارے لیے لگائی جا رہی ہے...... **بیشک الخلق عیال اللہ**......

شیخ جنید بغدادی نے تصوف کی جو تعریف کی ہے وہ حضرت سلطان باہو پر صادق آتی ہے آپ نے یہ تعریف فرمائی ہے:۔

- ○...... مخلوقات کی موافقت سے دل کو صاف کرنا
- ○...... طبعی اور نفسیاتی اوصاف سے جدا ہونا، بشری صفات کا فنا ہونا
- ○...... نفسانی خواہشات سے گریز کرنا
- ○...... روحانی صفات کا طلب گار رہنا
- ○...... حقیقی علوم سے متعلق ہونا
- ○...... دائمی اچھے کاموں کو اختیار کرنا
- ○...... تمام امت کا خیر خواہ ہونا
- ○...... حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا

○......شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیروکار ہونا
○......ایسی دیگر صفات اور برکات کا حاصل ہونا ۱۰۷۔

(۵)

ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا ہی تصوف ہے، اسی پیروی کا نام شریعت بھی ہے اور طریقت بھی، ظاہر کی پیروی شریعت ہے، باطن کی پیروی طریقت ہے...... ہم تو ظاہر میں بھی پیروی نہیں کر رہے بلکہ ہمارا طرز عمل تو باغیانہ ہے...... باطن میں کیا پیروی کریں گے؟...... جب ہم حضرات اولیاء وصوفیہ کے اقوال واعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں شریعت کی جلوہ گری نظر آتی ہے...... سنیے شریعت اور پیروی سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں:۔

(۱)......امام مالک (م ۱۷۹ھ/۷۹۵ء) فرماتے ہیں:۔

> جس نے علم فقہ حاصل کیے بغیر راہِ تصوف اختیار کی وہ زندیق ہوا...... اور جس نے علم فقہ حاصل کیا، تصوف کے راستہ پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا...... جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے ۱۰۸۔

(۲)......شیخ عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ/۱۱۶۵-۶ء) فرماتے ہیں:۔

> اگر حدود شریعت میں سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے...... بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے ۱۰۹۔

(۳)......شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۳۷۰ھ/۹۸۰-۱ء) فرماتے ہیں:۔

> جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے' وہ حقیقت نہیں' بے دینی ہے ۱۱۰۔

(۴)......جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ/۹۰۹-۱۰ء) فرماتے ہیں:۔

> جس نے نہ قرآن یاد کیا' نہ حدیث لکھی (یعنی علمِ شریعت سے آگاہ نہ ہوا) طریقت میں اس کی اقتداء نہ کریں' اسے اپنا رہبر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے ۱۱۱۔

(۵)......شیخ محی الدین ابن عربی (م ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء) فرماتے ہیں:۔

> خبردار! علم ظاہر جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑنا بلکہ جو کچھ اس کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کرو[١١٢]۔

(۶)......امام غزالی (م ۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) شیخ سری سقطی (م ۲۵۰ھ ۵ ۸۶۴ء) کی دعا کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

> جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا...... اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے کو ہلاکت میں ڈالا[١١٣]۔

(۷)......شیخ محمد عارف ریوگری (م ۶۳۴ھ/۷-۱۲۳۶ء) فرماتے ہیں:۔

> اے عارف! جب تک اپنے اقوال و اعمال و احوال میں بغیر کمی بیشی کے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ سنیّہ اور شریعت رفیعہ کی پیروی نہ کرے گا بلاشبہ تو مقبولوں اور واصلوں کے زمرے میں نہ ہوگا[١١٤]۔

(۸)......شیخ عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ/۶-۱۵۶۵ء) فرماتے ہیں:۔

> (ا)......تصوف کیا ہے؟......بس احکامِ شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے...... علمِ تصوف، چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی نہر ہے[١١٥]۔
>
> (ب)......تمام اولیاء کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علمِ شریعت کا دریا ہو[١١٦]۔

(۹)......شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) فرماتے ہیں:۔

> طریقت و شریعت ایک دوسرے کے عین ہیں، بال برابر بھی ان دونوں میں فرق نہیں...... جو چیز شریعت کے خلاف ہے، وہ مردود ہے[١١٧]۔

(۱۰)......شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء) فرماتے ہیں:۔

> تصوف‘ فقہ کے بغیر نہ صرف یہ کہ کافی نہیں بلکہ صحیح ہی نہیں...... تصوف کی طرف رجوع‘ فقہ کے ساتھ جائز ہے[۱۱۸]۔

(۱۱)...... شیخ عبدالغنی نابلسی (م ۱۱۴۳ھ/۳۱-۱۷۳۰ء) فرماتے ہیں:۔

> اے عاقل!...... اے حق کے طالب! دیکھو، یہ عظمائے مشائخِ طریقت، یہ کبرائے اربابِ حقیقت، سب کے سب شریعتِ مطہرہ کی تعظیم کررہے ہیں[۱۱۹]۔

(۱۲)...... حاجی محمد امداد اللہ چشتی مہاجر مکی (م ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''پہلا مرتبہ (زبان سے اقرار) شریعت ہے اور دوسرا مرتبہ (دل کی تصدیق) طریقت، ان سے کوئی مرتبہ بھی دوسرے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث شریف اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہی ہے) کی مراد یہی دل کی تصدیق ہے۔
>
> (تقریظ بر ''انوار التجید فی ادلتہ التوحید'' از مفتی محمد انوار اللہ سابق مدیر المھام امور مذہبی ریاست حیدرآباد دکن)

(۱۳)...... شیخ احمد رضا بریلوی (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) فرماتے ہیں:۔

> یقیناً طریقت راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآنِ عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک...... جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا‘ لا جرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔
>
> (احمد رضا: ''مقال العرفاء۔ باعزاز شرع وعلماء'' (۱۳۲۷ھ) مطبوعہ بزم قاسمی، کراچی‘ ص ۷)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہر صوفی‘ ہر ولی شریعت کی بات کر رہا ہے، ظاہر و باطن میں شریعت پر عمل ہی تقوٰی ہے، متقی ہی صوفی اور ولی ہے، جس کے لیے قرآن کا ارشاد ہے:۔

ان اولیآ ؤہ الا المتقون (انفال: ۳۴)

ترجمہ: اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔

تقوی یہ ہے کہ انسان ظاہر و باطن میں آئینہ سیرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو۔ میں نے اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ الرحمۃ کی سیرت میں' سیرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جھلکیاں دیکھی ہیں وہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت تھے راقم سلسلہ نقشبندیہ میں انہیں سے بیعت ہے...... چند چشم دید واقعات پیش کرتا ہوں۔

ا...... ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد دہلی میں فسادات پھوٹ پڑے' مسلمانوں کا قتل عام شروع ہو گیا، کشت و خون کا بازار گرم ہو گیا، والد ماجد مسجد جامع فتح پوری، دہلی[۱۲۰] میں امام و خطیب تھے (بازار چاندنی چوک کے مغربی سرے پر لال قلعہ ہے اور مشرقی سرے پر مسجد فتح پوری)...... والد ماجد فساد کے وقت مسجد میں تھے، ستمبر ۱۹۴۷ء کو مسجد میں بم پھینکا گیا، فساد کا آغاز ہوا...... مسجد کے تینوں دروازے بند...... راقم، راقم کے بھائی نائب امام حافظ قاری محمد احمد، چند طلبہ و ملازمین بھی مسجد کے اندر محصور تھے...... سب پر خوف و دہشت کا عالم طاری، نہ معلوم کس وقت قتل کر دیئے جائیں، مگر والد ماجد اپنے حجرے میں نہایت طمانیت سے قرآن و حدیث کے مطالعہ میں مصروف تھے، بروقت نماز با جماعت کا اہتمام ہوتا...... ایک روز حکومت ہند کی طرف سے فوجی ٹرک بھیجے گئے کہ سب کو مسجد سے کسی محفوظ جگہ منتقل کر دیا جائے...... والد ماجد سے چلنے کے لیے عرض کیا گیا، فرمایا:

> آپ لوگوں کو اجازت ہے، جا سکتے ہیں لیکن فقیر یہیں رہے گا کل قیامت کے روز اگر مولیٰ تعالیٰ نے پوچھا کہ ہم نے اپنا گھر تیرے سپرد کیا تھا، اس کو کس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر چلا گیا تھا، تو میں کیا جواب دوں گا؟ (تذکرہ مظہر مسعود، کراچی ۱۹۶۹ء ص ۱۹۴)

اس استقامت نے حوصلے بلند کر دیئے اور سب مسجد میں شہادت کا جام پینے کے لیے تیار ہو گئے...... مگر خدا کی شان سب محفوظ رہے۔

والد ماجد کی استقامت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کی یاد تازہ کر دی...... اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا،[۱۲۱] اور فرشتوں کو غار کا محافظ بنا دیا[۱۲۲] ......

عراق وکویت کی جنگ میں (۱۹۹۱ء) جو کچھ ہم نے دیکھا، وہ بھی ہمارے سامنے ہے بہت سے لوگ حرمین شریفین چھوڑ کر چلے گئے، حرمین طیبین میں نماز پڑھنے والوں اور طواف کرنے والوں کی تعداد گھٹ کر رہ گئی، سب اپنے اپنے گھروں میں سہمے ہوئے، ڈرے ہوئے ...... یہ ہے ہمارا حال اور وہ تھا ان صوفیہ کا حال جن سے ہم نفرت کرتے ہیں، جن سے بچنے کے لیے سب کو نصیحت کرتے ہیں...... افسوس صد افسوس ہم کیا کرتے ہیں؟

۲...... ۱۹۴۹ء میں میرے بھائی مولانا منظور احمد (م ۔ ۱۹۴۹ء) سخت علیل ہوئے ...... برادر مرحوم حیدر آباد سندھ (پاکستان) میں اور والد ماجد دہلی (ہندوستان) میں کئی سو کلومیٹر کے فاصلے پر...... برادر مرحوم پر جانکنی کا عالم طاری ہوا، دہلی تار دیا گیا، حضرت والد ماجد مفتی اعظم علیہ الرحمۃ فوٹو کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اس لیے ہندوستان سے پاکستان تشریف نہ لائے...... خط کا جواب آیا، کسی اضطراب کا اظہار نہ فرمایا...... بس یہ فرمایا:

> اس میری جان سے بعد سلام کہدو کہ ہر وقت مولیٰ تعالیٰ کی طرف
> متوجہ رہیں کہ ایک یہی دوا تریاق کا حکم رکھتی ہے[۱۲۳]۔

والد ماجد کی استقامت وعزیمت کے بہت سے واقعات ہیں جو خود میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، میں صوفیہ کی عظمت کا انکار نہیں کرسکتا، ...... ارباب تصوف کی استقامت اور کامیابیوں کا حال تو خود ہم افغانستان، چیچنیا، بوسنیا وغیرہ میں دیکھ چکے ہیں...... فوجی افسروں نے بتایا کہ ارباب تصوف میدان جنگ میں سب سے زیادہ صاحب استقامت ثابت ہوئے...... اس وقت پاکستان میں دنیا کے سب سے بلند مورچے سیاچن کے پہاڑوں پر ارباب تصوف فوجی ہی پہرہ دے رہے ہیں، کشمیر کی جدوجہد آزادی میں بھی اہل سنت و جماعت ہی پیش پیش ہیں، جاں نثاری و جانسپاری ان کا شیوہ محبوب ہے دوسری جماعتیں مجاہدین اہل سنت و جماعت کے نام سے اپنے سیاسی عزائم پورے کررہی ہیں، (مشاہدات وتجربات یہ بتاتے ہیں جہاں مسلمان آپس میں جنگ میں مصروف ہوں وہاں مخالفین اہل سنت کا عمل دخل ضرور ہوتا ہے یہ ایک تاریخی حقیقت بنتی جارہی ہے)...... کفار ومشرکین سے جہاد ہمیشہ اہل سنت نے ہی کیا ہے جو اولیاء اللہ کے دامن سے وابستہ ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو کسی صوفی کے دامن سے وابستہ ہوگیا وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نہیں سکتا، وہ میدانی جنگ لڑنے

میں دنیا کے ہر سپاہی سے آگے ہے...... آخر کیوں؟...... ذرا سوچیں تو سہی...... من کی دنیا کی بات جو میں ابتداء میں کر چکا ہوں، پھر اس پر غور فرمائیں...... غزوہ بدر میں اس راز سے پردہ اٹھتے ہوئے دیکھیں (قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر۱۲۳۔۱۲۷، ۱۳)

یہ تو تھا ارباب طریقت کے استقامت کا حال اب انہیں حضرات کی شفقت کا حال سنیئے......

میرے استاد و محترم پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب (ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی۔لٹ) سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ طریقت ہیں، ۱۹۵۷ء میں جب میں سندھ یونیورسٹی (حیدرآباد سندھ، پاکستان) میں ایم۔اے کا طالب علم تو وہ صدر شعبہ تھے سال دوم میں داخلہ کا مرحلہ آیا، فیس کے لیے روپے نہ تھے، فکر مند تھا، استاد محترم کے علم میں یہ بات آئی تو آپ نے اپنی ساری تنخواہ میرے آگے رکھ دی اور فرمایا، ''جتنا دل چاہے لے لیں۔'' میں نے واپسی کے وعدے پر صرف ۱۰۰ روپے لیے...... بار بار اصرار فرمایا، ''اور لے لیں اور لے لیں''...... کیا ہماری یونیورسٹیوں میں تصوف کا کوئی مخالف استاد ایسا شفیق و کریم نظر آتا ہے؟ تصوف کے حامی استادوں میں بھی شاید کوئی ایسا شفیق نظر نہ آئے!...... بیشک تصوف انسانیت کا نکھار اور شفقت و محبت کی بہار ہے۔

(۶)

آپ نے ارباب طریقت اور ارباب استقامت کا حال سنا...... یہ استقامت اور یہ شفقت شریعت کی پابندی اور سنت کی پیروی سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل والوں کے لیے یقیناً حیران کن ہے...... ارباب طریقت کی ہر بات حیران کن ہوتی ہے کیوں کہ سنت ایک عظیم قوت ہے، قرآن حکیم میں جو بار بار اتباع و اطاعت کی تاکید کی گئی ہے وہ ضعیفوں کو قوی بنانے کے لیے کی گئی ہے...... ہم اپنا بھلا چاہیں یا نہ چاہیں وہ رحمٰن و رحیم ہے ہمارا بھلا چاہتا ہے...... بلاشبہ عظمت اور قوت کا راز سنت میں ہے اور ذلت و نکبت کا راز نافرمانی اور سرکشی میں...... یہ حقیقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اپنے کانوں سے سن رہے ہیں...... ہمارے اسلاف باعزت تھے، ہم بے عزت ہیں...... شاہ و وزیر غلام بنے ہوئے ہیں...... ہمارا یہ حال تو پہلے کبھی نہ تھا...... ہم نے قرآن و سنت کو چھوڑ دیا ورنہ سنت تو اتنی عظیم قوت ہے، جو بادشاہوں کو خاطر میں نہیں لاتی۔

برصغیر کی پانچ سلطنتوں کا مغل بادشاہ شاہ جہاں اور اس کا شہزادہ دارالشکوہ جب سلسلہ عالیہ قادریہ کے شیخ وقت میاں میر (م ۔ ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء) کی خانقاہ میں حاضر ہوا تو وہ اپنے خیال میں مست جس طرح بیٹھے ہوئے تھے، بیٹھے رہے...... بادشاہ وقت اور شہزادہ فرش پر باادب ایک طرف بیٹھ گئے ...... یہ واقعہ خود شہزادہ دارالشکوہ نے تاریخ میں قلم بند کیا ہے[۱۲۴] ......اس واقعہ سے پہلے ایک اور حیرت ناک واقعہ پیش آیا، شاہ جہاں بادشاہ کے ماپ جہاں گیر نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ وقت شیخ احمد سرہندی (م ۔ ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) کو ناراضگی کے عالم میں دربار میں طلب کیا، اس زمانے میں دربار میں ہر آنے والا بادشاہ کے حضور سجدہ تعظیمی کرتا تھا، جب آپ حاضر ہوئے سجدہ تعظیمی نہیں کیا،[۱۲۵] ذرہ برابر بادشاہ کی ہیبت طاری نہیں ہوئی......اقبال نے اس شعر میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

گردن نہ جھکی جس کی جہاں گیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمئ احرار[۱۲۶]

یہ وہ رعب و ہیبت ہے جس کا قرآن حکیم نے ذکر کیا ہے، یہی فقیروں کا ہتھیار ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے عطا فرماتا ہے...... وہ شاہان وقت کے دلوں میں اپنے پیاروں کی ہیبت ڈالتا ہے اور کفار و مشرکین کے دل میں بھی...... چناں چہ ارشاد ہوتا ہے۔

> اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا[۱۲۷]

دوسری جگہ اصحاب کہف کے لیے فرمایا:

> اے سننے والے! اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے[۱۲۸] ......

ایک جگہ فرمایا:

> کوئی دم جاتا ہے کہ ہم کافروں کے دلوں میں رعب ڈالیں گیا[۱۲۹]

دوسری جگہ فرمایا:

> عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا[۱۳۰]۔

میں نے خود دیکھا، ۱۹۴۷ء میں فسادات کے زمانے میں ایک مجمع میں ایک سکھ چھپ کر والد ماجد کو شہید کرنے کے لیے تلوار نکالنا چاہتا تھا، ہیبت کی وجہ سے وہ تلوار نہ نکال سکا اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے چہرے پر ذرہ برابر گھبراہٹ کے آثار نہ تھے، وہی مطمئن چہرہ جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہے۔[۱۳۱]

☆……☆……☆

حواشی

۱…… قرآنِ حکیم، سورۂ انعام، آیت نمبر۱۔ سورۂ انبیاء، آیت نمبر۳۳۔ سورۂ نحل، آیت نمبر۶

۲…… قرآن کریم، سورۂ حجر، آیت نمبر۲۸۔ سورۂ صٓ، آیت نمبر۷۱

۳…… قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر۳۱

۴…… قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر۳۴۔ سورۂ اسراء، آیت نمبر۶۱

۵…… قرآن حکیم سورۂ فصلت، آیت نمبر۱۱

۶…… قرآن حکیم، سورۂ تین، آیت نمبر۴

۷…… قرآن حکیم، سورۂ ملک، آیت نمبر۲

۸…… (۱) بخاری شریف، کتاب الایمان، ص۱۳۔ مسند امام احمد، ج۴، ص۲۷۰، ۲۷۴

۹…… قرآن حکیم، سورۂ ق، آیت نمبر۳۳

۱۰…… قرآن حکیم، سورۂ شعراء، آیت نمبر۷۹۔ سورۂ صافات، آیت نمبر۸۴

۱۱…… قرآن حکیم، سورۂ حجرات، آیت نمبر۱۲۔ سورۂ مجادلہ، آیت نمبر۲۲

۱۲…… قرآن حکیم، سورۂ حج آیت نمبر۴۶

۱۳…… قرآن حکیم، سورۂ اعراف، آیت نمبر۱۷۹۔ سورۂ حج آیت نمبر۴۶۔ سورۂ توبہ، آیت نمبر۸۷۔ سورۂ صف، آیت نمبر ۵۔ سورۂ توبہ، آیت نمبر۹۳، ۱۲۷۔ سورۂ زمر، آیت نمبر۲۲

۱۴…… قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر۱۵۱

۱۵…… قرآن حکیم، سورۂ بقرہ، آیت نمبر۱۲۹۔ سورۂ آل عمران، آیت نمبر۱۶۴

۱۶…… قرآن حکیم، سورۂ اعلی، آیت نمبر۷

۱۷…… قرآن حکیم، سورۂ شمس، آیت نمبر۹۔۱۰

۱۸......قرآن حکیم، سورۂ فاطر، آیت نمبر ۱۸

۱۹......قرآن حکیم، سورۂ نور، آیت نمبر ۲۱

۲۰......قرآن حکیم، سورۂ حدید ، آیت نمبر ۳

۲۱......قرآن حکیم، سورۂ مومنون، آیت نمبر ۲

۲۲......قرآن حکیم، سورۂ زمر، آیت نمبر ۶

۲۳......قرآن حکیم، سورۂ نجم، آیت نمبر ۳۲

۲۴......قرآن حکیم، سورۂ بلد، آیت نمبر ۱۰

۲۵......قرآن حکیم، سورۂ لقمان، آیت نمبر ۲۰

۲۶......قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۶۹

۲۷......قرآن حکیم، سورۂ یونس، آیت نمبر ۵۷

۲۸......قرآن حکیم، سورۂ اسراء، آیت نمبر ۸۲

۲۹......قرآن حکیم، سورۂ فصلت، آیت نمبر ۴۴

۳۰......قرآن حکیم، سورۂ نحل، آیت نمبر ۶۶

۳۱......قرآن حکیم، سورۂ اعراف، آیت نمبر ۲۶

۳۲......قرآن حکیم، سورۂ فصلت، آیت نمبر ۵۳

۳۲......(الف) اخبار البلاد (سعودی عرب) کے نامہ نگار طلال عطیہ نے جدہ سے یہ خبر دی جو اخبار مذکور کے شمارہ یکم شعبان ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء میں شائع ہوئی۔ (مسعود)

۳۳......قرآن حکیم، سورۂ تین، آیت نمبر ۴

۳۴......قرآن حکیم، سورۂ تین، آیت نمبر ۵

۳۵......تصوف کا باطنیت (Mysticism) سے کوئی تعلق نھیں، "باطنیت" تقریباً ہر مذہب میں پائی جاتی ہے۔ اس لیے لاطینی، جرمنی، فرانسیسی میں اس کے لیے انگریزی سے ملتے جلتے الفاظ ہیں...... تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل لغات ملاحظہ فرمائیں:

(1) Jhon:Ogilvie: English Dictionary, London, 1907, p.471.

(2)......William Dwight Whitney: German And English Dictionary, 1889, p.198

(3)......Charles Annandale: The Concise Dictionary, 1914, p. 448

تصوف میں واضح وروشن دستورِ حیات واضح نہیں یہاں اندھیرا ہی اندھیرا ہے روشنی کی تلاش ہے روشنی نہیں۔ تصوف میں قائدورہبر ہے، باطنیت میں نہیں...... باطنیت کے معنی لغات میں یہ لکھے ہیں:...... خدا کی تلاش، خدا میں ضم ہونے کی آرزو...... دیکھیے:

(i) William Geddie: chameers Twentieth century Dictionary, London 1954, P 708

(ii) F.J. Foweer etc. Oxford Dictionary London 1952, P 518

۳۶...... عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوف (مخطوطہ ۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء)، :ص، ا بحوالہ احمد بن محمد عیسی البرنسی الفاسی (م۔۸۹۹ھ/۱۴۹۳): کتاب الجمع بین الشریعہ والحقیقہ۔

۳۷...... قرآن حکیم، سورہ رحمٰن، آیت نمبر ۵۵

۳۸...... مخطوط مذکور، ص ۲

پروفیسر نکلسن (Nicholson) اور پروفیسر میکڈونلڈ (Mc Donald) کو ملاوٹ کی وجہ سے تصوف میں عیسائی رہبانیت اور یونانی لاطینیت کی بو آ رہی ہے حالاں کہ فرانسیسی محقق پروفیسر ماسینوں (Massignon) نے صاف لکھا ہے کہ تصوف کی بنیاد سراسر قرآن وحدیث پر ہے۔ تفصیل کے لیے مطالعہ کریں:۔

(i) R.A.Nicholson: Mysticism---The Legacy of Islam, 1952, p.213

(ii) D.B.Mc Donald: Development of Muslim Theology Jurisprudence and Constitutional Theory, p. 130

(iii) Hamilton A.R Gibb: Mohammadanism, New York,1955, p.100

ان شاء اللہ ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ تصوف کی بنیاد سراسر قرآن وحدیث پر ہے۔ اس کا باطنیت یا Mysticism سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسعود)

۳۹...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۰۔ سورہ ص، آیت نمبر ۱۶

۴۰...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۱

۴۱...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۴۔ سورہ اعراف، آیت نمبر ۱۲۔ سورہ اسراء آیت نمبر ۶۱۔ سورہ کہف آیت نمبر ۵۰۔ سورہ طٰہٰ، ایت نمبر ۱۱۶

۴۲...... قرآن حکیم، سورہ طہ، آیت نمبر ۲۱،

۴۳...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۷

۴۴...... قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۳۳

۴۵...... قرآن حکیم، سورہ اسراء، آیت نمبر ۷۰

۴٦...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۷

۴۷...... قرآن حکیم، سورہ ممتحنہ، آیت نمبر ۲۱

۴۸...... ایضاً

۴۹...... صحیح بخاری، (ترجمہ اردو: محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری) لاہور ۱۹۸۲ء، باب نمبر ۴٦۴ ''جبۃ الصوف فی الغزو''۔ ج ۳، ص ۲۹۰

۵۰...... سنن ابوداؤد (ترجمہ اردو علامہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری) لاہور ۱۹۸۰ء، ج ۳، ص ۲۲۰

۵۱...... سنن ابن ماجہ (ترجمہ اردو محمد عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری) لاہور ۱۹۸۳ء، ج ۲، ص ۳۷۴ باب نمبر ۵۷۷، ''لبس الصوف''

۵۲...... شہاب الدین سہروردی: عوارف المعارف، مطبوعہ مکتبہ الوھیہ، مصر ۱۲۹۲ء، ص ۳۲، ۳۳

۵۳...... حیرت کی بات یہ ہے کہ ہمیں یہود و نصاریٰ اور ہنود و مشرکین کے لباس سے نفرت نہیں، ہمیں انبیاء علیہم السلام کے لباس اور اس کے پہننے والوں سے نفرت ہے، اپنی حالت پر غور فرمائیں، کہیں دشمنانِ اسلام نے ہم پر جادو تو نہیں کیا؟ ان کی کوئی بات بری نہیں لگتی، اپنی سب باتیں بری لگتی ہیں۔ (مسعود)

۵۴...... قرآن حکیم میں بھی ''صوف'' سے ملتے جلتے الفاظ آئے ہیں مگر اس کا مادہ مختلف ہے، پھر بھی مجازاً صوفیہ پر اطلاق ہوسکتا ہے۔ مثلاً

(۱) صفصفا (ہموار) طہ، ۲۰/۱۰٦۔

(۲) صفصفا (پرا باندھے) کہف، ۱۸/۴۸

(۳) صافات (پر پھیلائے) نور، ۲۴/۴۱

(۴) صافون (پر پھیلائے ہے) ۳۷/۱٦۵

(۵) صواف (ایک پاؤں بندھے تین پاؤں سے کھڑے) حج، ۲۲/۳٦

(٦) مصفوفہ (قطار در قطار) طور، ۵۲/۲۰

۵۵...... اسماعیل بن حماد الجوہری: الصحاح، بیروت، ۱۹۵٦ء، جلد ۴

۵٦...... سید محمد مرتضٰی الحسینی الزبیدی: تاج العروس، دارالہدایہ للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۹۸۷ء

۵۷...... ابوالفضل جمال الدین محمد مصری: لسان العرب، ج ۷، ۱۴۰۵ھ، ایران، ص ۱۹۹

۵۸...... فیروز اللغات، لاہور ۱۹٦۸ء، ص ۳۸۷

۵۹......Prof Maan Z.Madina: Arabic English Dictionary U.S.A ،1973,p.382

۶۰......المنجد (اردو) کراچی ۱۹۷۵ء، ص۵۸۲

۶۱......(ا) بخاری شریف، ص۸۹۰ (ب) مسند امام احمد، ج ۲، ص۳۱۲

۶۲......قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر۱۵۹

۶۳......قرآن حکیم، سورہ نحل، آیت نمبر۸۹

۶۴......قرآن حکیم، سورہ حشر، آیت نمبر۷

۶۵......قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر۱۶۵

۶۶......ترمذی شریف، کتاب الدعوات، ص۵۰۳

۶۷......قرآن حکیم، سورہ توبہ، آیت نمبر۲۴

۶۸......قرآن حکیم، سورہ فاطر، آیت نمبر۱۰

۶۹......قرآن حکیم، سورہ فاطر، آیت نمبر۳۲

۷۰......قرآن حکیم، سورہ مومنون، آیت نمبر۶۱

۷۱......قرآن حکیم، سورہ واقعہ، آیت نمبر۱۰_۱۴

۷۲......قرآن حکیم، سورہ فاطر، آیت نمبر۲۲

۷۳......قرآن حکیم، سورہ دہر، آیت نمبر۷

۷۴......ابن تیمیہ: اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت (ترجمہ اردو عبدالرزاق ملیح آبادی) الدار السّلفیہ، مطبوعہ، بمبئی، ص۴۷

۷۵......قرآن حکیم، سورہ مطففین، آیت نمبر۲۲_۲۴

۷۶......قرآن حکیم، سورہ نسآء، آیت نمبر۶۹

۷۷......قرآن حکیم، سورہ بینہ، آیت نمبر۸

۷۸......قرآن حکیم، سورہ مائدہ، آیت نمبر۵۷

۷۹......قرآن حکیم، سورہ احزاب، آیت نمبر۲۲

۸۰......قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر۱۱۴_۱۱۳

۸۱......مسلم شریف، ج ۲، ص۳۲۹

۸۲......(ا) مسند احمد، ج ۱، ص۲۳۷ (ب) نسائی، ج ۱، ص۲۵۶ (ج) بخاری شریف، ج ۲، ص۹۶۱

۸۳......بخاری شریف، ج ۲، ص۹۴۹

۸۴......تفسیر شیخ الاکبر، ج ۱، ص۲۸۸

۸۵......(ا) تفسیر شیخ الاکبر، ج ۱، ص۷

(ب) فتوحات مکیہ، ج ۲ ص ۳۴۴

(ج) اشعۃ اللمعات، ج ۴ ص ۱۳۴

۸۶...... شیخ عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفۃ الفقہ والتصوّف، ترجمہ مخطوطہ از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۶

نوٹ۔ الامام المحدث الحافظ ابی زکریا یحی بن شرف النووی (م ۶۶۷ھ/ ۹-۱۲۶۸ء) نے ''ریاض الصالحین'' کے نام سے احادیث کا ایک مستند مجموعہ مرتب کیا ہے (مطبوعہ لاہور ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۶ء)۔ اس میں مختلف ابواب کے تحت جن احادیث کو جمع کیا ہے وہ تقریباً وہی ہیں جن کا تعلق صوفیہ کی تعلیمات اور ملفوظات سے ہے۔ اس کے مطالعہ سے ان حضرات کی تشفی ہوسکتی ہے جو تصوف کو قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس سے متنفر ہیں یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مطالعہ اور صحیح فکر ہی سے غلط فہمیاں دور ہوسکتی ہیں۔ (مسعود)

۸۷...... قرآن حکیم، سورہ احزاب، آیت نمبر ۴۱، الرسالۃ القشیر یہ، مصر ۱۹۴۰ء، ص ۱۱۰

۸۸...... قرآن حکیم، سورہ طلاق، آیت نمبر ۱، سورہ مآئدہ، آیت نمبر ۲

۸۹...... قرآن حکیم، سورہ بقرہ، آیت نمبر ۳۷، الرسالۃ القشیر یہ، ص ۱۳۴

۹۰...... قرآن حکیم، سورہ دہر آیت نمبر ۷۔۸

۹۱...... قرآن حکیم، سورہ بینہ، آیت نمبر ۳۰، سورہ فجر، آیت نمبر ۲۷۔۲۸

۹۲...... قرآن حکیم، سورہ رحمٰن، آیت نمبر ۱۲

۹۳...... ایضاً، آیت نمبر ۱۲

۹۴...... قرآن حکیم، سورہ احزاب، آیت نمبر ۶

۹۵...... قرآن حکیم، سورہ زمر، آیت نمبر ۱، الرسالۃ القشیر یہ، ص ۱۰۴

نوٹ۔ نقشبندیہ سلسلے کے مشائخ نے سالک کے لیے یہ آٹھ شرائط تجویز کی ہیں۔ (۱) ہوش در دم (۲) نظر برقدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت در انجمن (۵) یاد کرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت۔ اسی طرح (۱) وقوفِ زمانی (۲) وقوفِ عددی (۳) وقوفِ قلبی۔ یہ ساری مصطلحات تصوف سے بیگانہ انسان کے لیے بظاہر عجیب سی لگتی ہیں مگر میں نے جب قرآن کریم کا مطالعہ کیا تو یہ راز کھلا کہ کوئی نہ کوئی آیت کسی نہ کسی اصطلاح کی تصدیق کر رہی ہے۔ گویا یہ اصطلاحات صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کی آسانی کے لیے وضع کی گئی ہیں اور ایسا کرنے کی کسی آیت یا حدیث میں ممانعت نہیں۔ (مسعود)

۹۶...... قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۹۱

۹۷...... قرآن حکیم، سورہ توبہ، آیت نمبر ۱۲

۹۸......قرآن حکیم، سورہ زخرف، آیت نمبر ۳۳۔۳۵

۹۹......ترمذی شریف ص ۳۳۷

۱۰۰......مسند امام احمد، ج ۵، ص ۴۲۷

۱۰۱......مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۰۷

۱۰۲......مسند امام احمد، ج ۱، ص ۳۶۸

نوٹ۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ/ ۷۹۷ء) نے ''کتاب الزہد'' مرتب کی جس میں زہد کی فضیلت سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں۔ (مسعود)

۱۰۳......قرآن حکیم، سورہ کہف، آیت نمبر ۱۲،

۱۰۴......قرآن حکیم، سورہ کہف، آیت نمبر ۱۱، ۱۸

۱۰۵......قرآن حکیم، سورہ کہف، آیت نمبر ۲۱

۱۰۶......قرآن حکیم، سورہ کہف، آیت نمبر ۹

۱۰۷......شیخ عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفتة الفقه والتصوّف، ترجمہ مخطوطہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۱۔۲

۱۰۸......شیخ عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفتة الفقه والتصوّف، (ترجمہ مخطوطہ از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص ۲)

۱۰۹......عبدالوہاب شعرانی: طبقات اولیاء، مصر، ج ۱، ص ۱۳۱

۱۱۰......شہاب الدین سہروردی: عوارف المعارف، مصر، ج ۱، ص ۱۳۹

۱۱۱......عبدالوہاب شعرانی: الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر، ج ۱، ص ۱۳۹

۱۱۲......عبدالوہاب شعرانی: کتاب الیواقیت والجواہر، ص ۲۲

۱۱۳......امام غزالی: احیاء علوم الدین، ص ۱۳

۱۱۴......عارف ریوگری: عارف نامہ، ترجمہ اردو: قدیر محمد قریشی، کراچی ۱۹۹۷ء، ص ۹

۱۱۵......الطبقات الکبریٰ، ص ۴

۱۱۶......ایضاً ص ۴

۱۱۷......احمد سرہندی: مکتوبات، جلد اول، امرتسر ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء، مکتوب نمبر ۳۶، ص ۹۷

۱۱۸......شیخ عبدالحق محدث دہلوی: تحصیل التعرف فی معرفتة الفقه والتصوف، ترجمہ اردو محمد عبدالحکیم شرف قادری، ص۔

۱۱۹......عبدالغنی نابلس' حدیقہ ندیہ' جلد اول صفحہ ۱۳۰۔۱۳۱

۱۲۰......بقول سرسید احمد خاں، مسجد فتحپوری ۱۰۶۰ھ/ ۱۶۵۰ء میں شاہجہاں بادشاہ کی ملکہ فتحپوری بیگم نے تعمیر کرائی تھی (آثار الصنادید، ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء تیسرا ایڈیشن ص ۷۰) یہ مسجد صدیوں سے علم و دانش اور معرفت و طریقت کا مرکز ہے۔ آجکل ڈاکٹر مفتی محمد مکرم احمد اس مسجد کے شاہی امام و خطیب ہیں۔ مسعود

۱۲۱......قرآن حکیم، سورہ انبیاء، آیت نمبر ۶۹

۱۲۲......قرآن حکیم، سورہ توبہ، آیت نمبر ۴۰۔

۱۲۳......محمد مسعود احمد پروفیسر ڈاکٹر، مکاتیب مظہری، کراچی ۱۹۶۹ء، جلد اول، ص ۳۴۴

۱۲۴......دارالشکوہ: سفینۃ الاولیاء، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء، ص ۱۰۴، سکینۃ الاولیاء

۱۲۵......محمد امین بدخشی: مناقب الحضرات (۱۰۷۰ھ) مخطوطہ مکتوبہ ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۶۷ء برٹش میوزیم، لندن، ورق ۱۷۱

۱۲۶......اقبال: بال جبریل، لاہور ۱۳۷۹ھ/ ۱۹۵۹ء ص ۲۱۱

۱۲۷......قرآن حکیم، سورہ حشر، آیت نمبر ۲

۱۲۸......قرآن حکیم، سورہ کہف، آیت نمبر ۱۸

۱۲۹......قرآن حکیم، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۵۱

۱۳۰......قرآن حکیم، سورہ انفال، آیت نمبر ۱۲

۱۳۱......قرآن حکیم، سورہ رعد، آیت نمبر ۲۸

☆......☆......☆

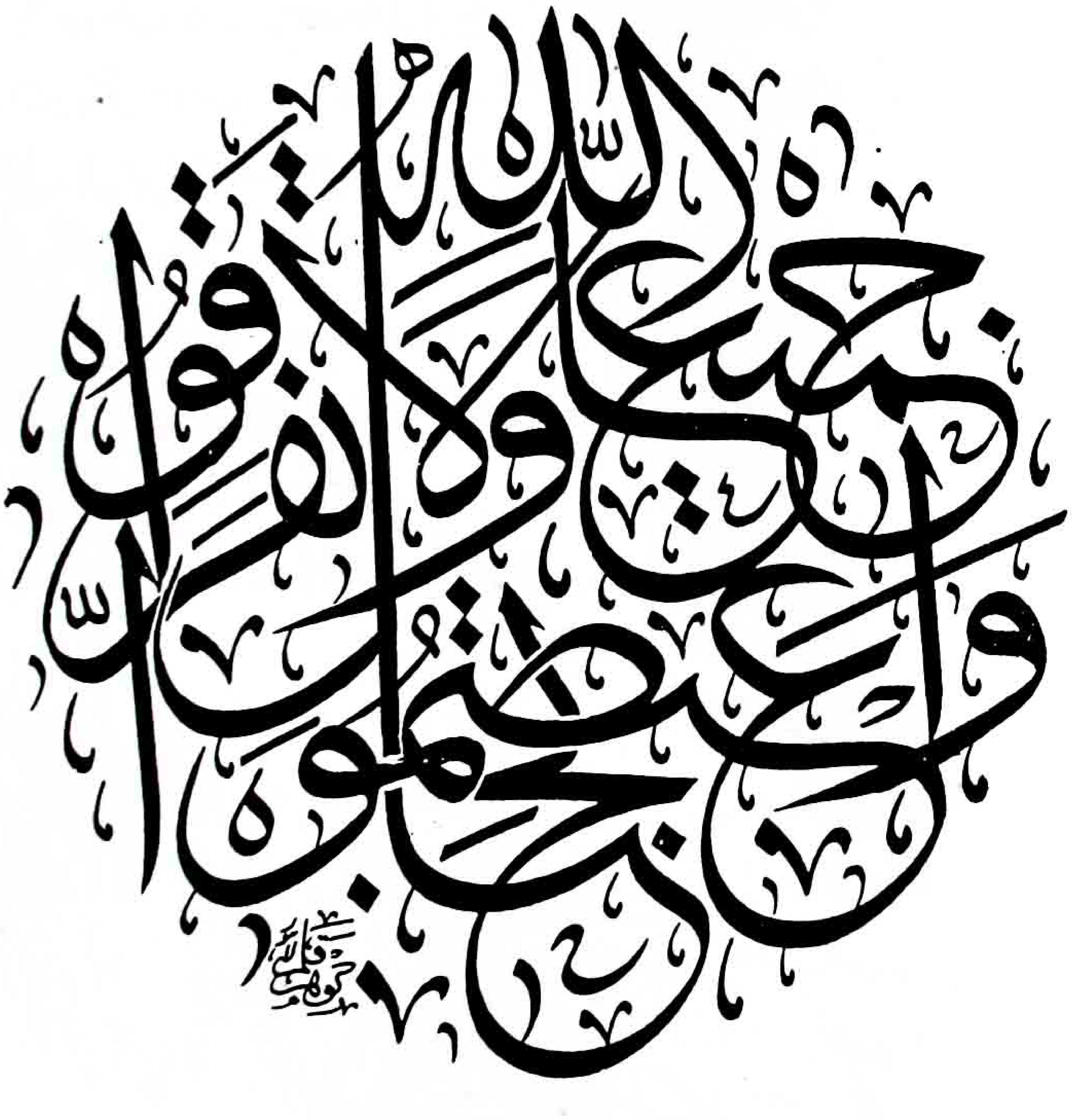
واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا

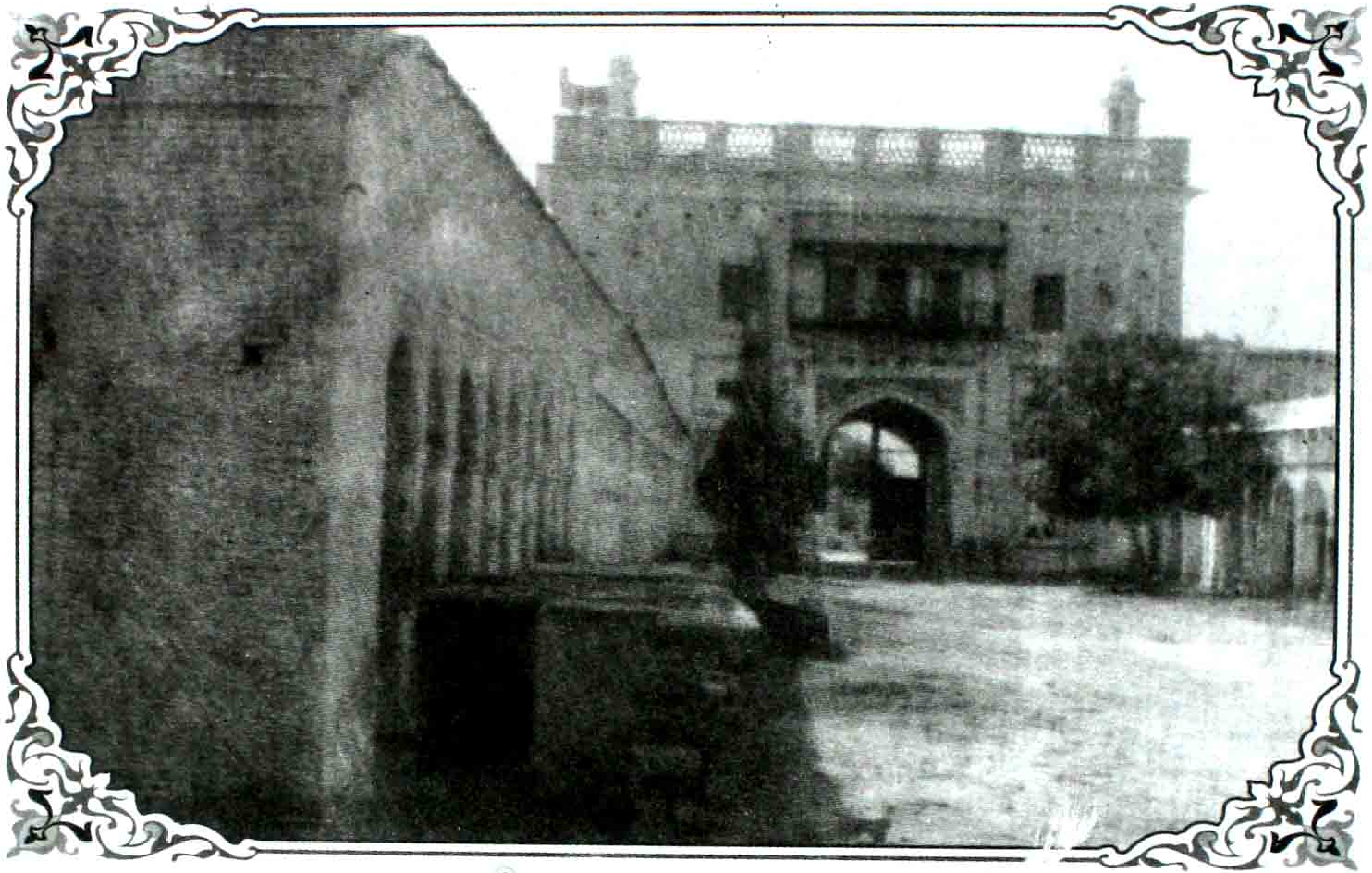

مرکزی دروازہ درگاہ شریف امام ربانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرھند شریف، مشرقی پنجاب۔ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشورِ سوم

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہِ پنہان بحرم قافلہ را
(مولانا جامیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قصیدہ در مدح خواجہای نقشبندیہ

شیخ محمد شعیب

☆☆

نقشبندیہ عجب طائفۂ پرکار اند
کہ چو پرکار درین دائرہ سر بر کار اند
ہمہ گرد آمدہ بر مرکز یک دائرہ اند
ہمہ واقف شدہ از گردش یک پر کار اند
نقشبندند ولی بند بہر نقش نیند
ہر دم از بوالعجبی نقش دگر پیش آرند
ہر زمان بوقلموں وار برنگی دگر اند
ویں عجب ترکہ ز رنگِ دو جہان بیزارند
آبِ نیل اند، ولی بر لبِ قبطی خون اند
روح محض اند ولی برخر عیسیٰ بار اند
گرچہ مرآت صیقلند حبش را زنگ اند
ورچہ گلزار خلیل اند، حطب رانارند
در قبا از روش آل عبا یاد دہند
نہ چو زراق و شاں خرقۂ ازرق دارند

سرّ و تلبیس بود شیوهٔ ایں عیاراں
متلبس بصفاتِ ملک ستار اند
سرّ و تلبیس ایں کثرت موهوم در آن وحدت صرف
چشم دارند از آن برسر استغفار اند
نکند کثرت آثار در ایشان تاثیر
خویش را دوخته بر مبدأً ایں آثار اند
پاسِ انفاس بود خصلتِ ایں شاه و شان
پاسبانند ولی پادشه اخیار اند
دم نگهداشته چوں نافهٔ مشک اندگر
لب کشایند روان پرور صد عطار اند
خامشانند ولی وقت سخن طوطی وار
همه شیریں حرکات وشکریں گفتار اند
بر لبِ تشنه لباں روح فزا یاقوت اند
در کفِ وسوسه کیشان زرمشت افشار اند
شاهد شاه وجود اند دریں دار ولی
نه چو منصور سر عربده جوی دار اند
میرسد شان رطبِ معرفت از نخلِ وجود
یا رب از بختِ خود ایں قوم چه بر خوردارند
هفت بیت از غزل بی بدل عارفِ روم
که همه با خبران والهٔ آں گفتار اند

می کنم تضمین کاندر صفت ایں پاکاں
آن گہرھا شَرف عقدِ ثریاً دارند
چون صدف گوش نہ و جای دہ اندر دل صاف
ایں غزل را کہ بجز عقد درش نشمارند
ہلہ ھشدار کہ در شہر دو سہ طرار اند
کہ بتدبیر کلہ از سرمہ بر دارند
دو سہ رندند کہ ہشیار دل و سرمستند
کہ فلک را بیکی عربدہ در چرخ آرند
صوِرتی اند ولی دشمن صورتہا اند
در جہانند ولی از دو جہان بیزارند
یار آں صورت غیب اند کہ جان طالبِ اوست
ہمچو چشم خوش او خیرہ کش و بیمار اند
سردہانند کہ گر سرندہی، سر ندہند
ساقیانند کہ انگور نمی افشارند
کہ بکف خاک بگیرند زر سرخ شود
روزِ گندم دروند' ارچہ بشب جو کار اند
مردمی کن مرو از صحبتِ شاں مردم شو
زانکہ ایں مردم دیگر ہمہ مردم خوار اند

(شیخ محمد شعیب (۱۲۳۸ھ): ''مرآۃ الاولیاء'' (تحقیق و تصحیح ڈاکٹر غلام ناصر مروت)، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد۔ ۲۰۰۱ء، ص۲۲۲۔۲۲۴)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قافلہ سالارِ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ
خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامہ صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری،

(بصیر پور، اوکاڑا)

☆☆

حسبِ معمول آج بھی گلی میں بڑی رونق اور چہل پہل تھی...... گلی کے نکڑ پر ایک ہال نما کمرا تھا، جسے خوب سجایا گیا تھا...... چاروں طرف مختلف اشکال کے بت قرینے سے رکھے گئے تھے اور کمرے کے عین وسط میں ایک قد آدم مجسمہ نصب تھا...... ساکت وصامت بتوں کے آگے نذر و نیاز کے ڈھیر لگے ہوئے تھے اور ان کے پرستار اپنے ہاتھوں تراشے ہوئے ان بتوں کے آگے سراپا نیاز ہیں...... کوئی ہاتھ جوڑے کھڑا ہے تو کوئی رکوع کے بل جھکا ہوا ہے...... کوئی ان کے چرنوں کو چھو رہا ہے تو کوئی سجدہ ریز ہے...... اسی اثناء میں ایک شخص اپنے ننھے منے سے بچے کی انگلی پکڑے بت خانہ میں داخل ہوا...... پہلی ہی نظر میں یہاں کے پراسرار ماحول نے بچے کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا...... شاید وہ یہ سوچ رہا تھا کہ زندہ ومتحرک انسان، ان بے حس وحرکت مجسّموں کے سامنے کیوں جھکے جاتے ہیں...... اس کی یہی فطری سوچ تھی کہ وہ گھر میں رکھے ہوئے بت کی طرف بھی کبھی متوجہ نہیں ہوا تھا...... بت خانے میں آج وہ پہلی بار آیا تھا، نہ جانے یہاں تک لانے میں اس کے والد کو کتنی ترغیب وتشویق اور محنت سے کام لینا پڑا ہوگا...... بت خانے میں پہنچ جانے کے بعد اس کا والد بے حد شاداں وفرحاں نظر آ رہا تھا...... وہ پیار بھرے انداز میں بیٹے سے مخاطب ہوا:

”یہ رہے تیرے بلند وبالا عظمت والے خدا، انہیں سجدہ کر“...... سوچوں میں گم صم دکھائی دینے والے بچے کو جھنجھوڑ کر باپ نے اپنی بات پھر دہرائی، بتوں کا تفصیلی تعارف کرایا...... وہ باتیں کرتا رہا، بیٹے کا تجسس

بڑھتا رہا، آخر وہ آگے بڑھا، بڑے بت کے ذرا قریب ہو کر اپنی توتلی زبان کے ساتھ یوں گویا ہوا:

''میں بھوکا ہوں، کچھ کھلائیے...... ننگا ہوں، پہننے کے لیے اچھے سے کپڑے دیجیے''......

باپ اپنی محنت پر مطمئن تھا اور ان باتوں کو بچے کی کم عمری پر محمول کر رہا تھا...... اسے کیا معلوم تھا کہ یہ ساری گفتگو اس روشن ضمیر بچے کے استدلال کا ایک حصہ ہے...... بچہ ضد کے انداز میں اپنی بات دہراتا رہا، مگر ادھر سے کوئی جواب نہ پا کر بچے نے کہا:

''اچھا تیار ہو جا...... اگر تو ''خدا'' ہے تو میرے حملے سے بچ کر دکھا''......

یہ کہہ کر زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور بت کے منہ پر دے مارا...... بت زمین بوس ہو گیا......

بچے کے اس کام پر بت خانے میں سناٹا چھا گیا...... عبادت گزار ہکا بکا رہ گئے...... وہ اس بات پر سراپا حیرت ہیں کہ یہ کیسا بچہ ہے جس کے نرم و نازک ہاتھ سے نکلے ہوئے پتھر نے زمین میں نصب شدہ ہمارے ''خدا'' کو پچھاڑ کے رکھ دیا ہے...... انہیں اپنے خدا کی اس بے عزتی پر ندامت بھی تھی اور غصہ بھی...... مگر بچہ اپنے اس کارنامے پر مطمئن و مسرور نظر آ رہا تھا...... باپ نے بیٹے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا، پھر زور سے اس کے ریشم جیسے ملائم گالوں پر تھپڑ رسید کیے اور بت خانے سے کھینچ کر گھر لے آیا...... اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا، اپنی بیوی سے کہا:

''آج میری بڑی رسوائی ہوئی...... تیرے اس لعل نے ہمارے خدا کو ذلیل و خوار کیا اور پتھر مار کر نیچے گرا دیا''...... خاوند کا طعنہ سن کر عورت بولی: اسے اس کے حال پر چھوڑ دینے میں ہی ہماری بھلائی ہے...... مجھے تو پہلے ہی یہ بڑا عجیب اور پراسرار سا لگتا ہے''...... آخر بچے میں ایسی کیا بات دکھائی دی تھی...... خاوند نے سوال کیا؟...... آج سے کوئی چار پانچ سال پہلے کی بات ہے بیوی نے جواب دیا، جب اس کی پیدائش کا وقت تھا غیب سے مجھے ایک آواز سنائی دی:

يا امة الله على التحقيق'
ابشری بالولد العتيق'
اسمه فی السماء الصديق'
لمحمد صاحب و رفيق [1]

اے اللہ کی بندی! تحقیق تجھے ایک ایسے آزاد لڑکے کی بشارت ہو...... جس کا نام آسمانوں میں صدیق ہے اور وہ محمد ﷺ کا صاحب و رفیق ہو گا''......

بتوں سے متنفر، شہر مکہ کا رہنے والا یہ پراسرار بچہ وہی تھا، جس کا نام گھر والوں نے ''عبد الکعبہ بن ابی قحافہ'' رکھا، مشرف باسلام ہونے کے بعد عبد اللہ کہلایا اور چہار دانگ عالم میں ''ابو بکر صدیق'' کے لقب سے ممتاز ہوا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ......

ولادتِ باسعادت

سیدنا ابو بکر صدیق کی ولادت باسعادت واقعہ فیل (جب حبشہ کا بادشاہ ابرہہ، ہاتھیوں کے لشکر سے مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا) سے تقریباً دو سال چار ماہ بعد ہوئی......[2] آپ رسول اللہ ﷺ سے دو سال چند ماہ چھوٹے تھے......[3] رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی[4] تب سن عیسوی ۲۲/ اپریل ۵۷۱ء بکرمی یکم جیٹھ ۶۲۸ تھا......[5]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق میرے گھر میں تشریف فرما تھے اور اپنے اپنے میلاد کے حوالے سے محو گفتگو تھے......جس کا خلاصہ اور حاصل یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک حضرت ابو بکر سے زیادہ تھی......[6]

بوقت ولادت اعلان خداوندی

حافظ ابن عساکر، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالے سے نقل کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> **لما ولد ابوبکر الصدیق اقبل الله تعالٰی علٰی جنة عدن فقال وعزتی وجلالی لاادخلک الا من یحب هذا المولود......[7]**
>
> جب ابو بکر صدیق کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ جنت عدن سے مخاطب ہوا، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم، اے جنت! تجھ میں صرف ان ہی لوگوں کو داخل کروں گا جو اس نو مولود سے محبت رکھے گا......

نام ونسب

سیدنا ابو بکر صدیق کا اسم گرامی زمانۂ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا، رسول اللہ ﷺ نے تبدیل کر کے عبد اللہ تجویز فرمایا......[8]

آپ کے والد ماجد ابوقحافہ کا نام عثمان تھا، جن کا تعلق بنوتیم قبیلہ سے تھا اور نسب اس طرح ہے۔ ابوقحافہ عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر القرشی التیمی والدہ ماجدہ کا نام ام الخیر سلمٰی تھا، ان کا نسب یوں ہے۔ سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم۔ ۱۰

القاب

آپ عتیق اور صدیق کے لقب سے ممتاز ہیں، جب کہ کنیت آپ کی ابوبکر ہے۔

عتیق

بعض کا خیال ہے کہ عتیق آپ کا نام تھا، مگر صحیح یہ ہے کہ عتیق آپ کا لقب ہے ۱۱...... آپ کو عتیق کیوں کہا جاتا ہے؟ چند وجوہ حسب ذیل ہیں:

☆ آپ کی والدہ ماجدہ کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی، جب آپ پیدا ہوئے تو والدہ آپ کو بیت اللہ شریف لے گئیں اور دعا کی: ''بارالہا! اسے موت سے آزاد کرکے میری خاطر زندگی عطا فرمادے''...... دعا قبول ہوئی اور آپ کا لقب عتیق پڑ گیا ۱۲......

☆ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: **ھذا عتیق اللہ من النار** ۱۳...... ''من جانب اللہ جہنم کی آگ سے آزاد (محفوظ) ہیں''...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے دوسری روایت میں ہے، فرماتی ہیں: ایک دن میں اپنے گھر میں موجود تھی، باہر رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، میرے اور صحابہ کے درمیان پردہ حائل تھا، اچانک ابوبکر حاضر خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا:

> **من سرہ ان ینظر الی عتیق من النار فلینظر الی ابی بکر** ۱۴......
>
> جو دوزخ سے آزاد شخص کو دیکھنا پسند کرے وہ ابوبکر کی زیارت کرے......

اگرچہ بعض روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کا لقب عتیق پہلے سے تھا مگر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد سے لقب عتیق کو شہرت مل گئی ۱۵......

☆ عتیق معنی حسن و جمال...... چونکہ آپ بہت حسین و جمیل تھے، اسی وجہ سے لوگ آپ کو عتیق کہتے تھے ۱۶......

شیخ ابن جوزی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کا لقب عتیق رکھا[۱۷]......

☆ آپ کے نسب میں کوئی عیب نہ ہونے اور حسن نسب کی وجہ سے عتیق کہا گیا[۱۸]......

☆ عتیق معنی قدیم......آپ کیونکہ قدیم الاسلام ہیں اور ابتدا ہی سے خیر اور بھلائی آپ کے لیے مقدر ہو چکی تھی اس لیے عتیق ٹھہرے......[۱۹]

صدیق

آپ کا سب سے مشہور لقب صدیق ہے......حافظ ابن عبدالبر اس کی توجیح بیان کرتے ہیں:

لبداره الی تصدیق رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فی کل ماجاء به صلی الله علیه و آله وسلم[۲۰]......

آپ نے ہر معاملہ میں حضور ﷺ کی تصدیق کرنے میں پہل کی، اس لیے آپ کا لقب صدیق رکھا گیا......

شیخ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ خود حضور ﷺ نے آپ کا لقب صدیق رکھا اور فرمایا:

میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے، ابوبکر صدیق تھوڑی مدت کے لیے خلیفہ رہیں گے[۲۱]......

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نام......صدیق

دیلمی، ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

یا ابا بکر ان الله سماک الصدیق[۲۲]......

اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیق رکھا ہے......

حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے کہ یہ لقب اللہ رب العزت نے نازل فرمایا، آپ حلفیہ بیان کرتے ہیں۔

لانزل الله عزو جل اسم ابی بکر من السماء الصدیق[۲۳] ......

اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کے لیے صدیق کا لقب آسمان سے نازل فرمایا۔

واقعہ معراج کی تصدیق

امام حسن بصری اور قتادہ کہتے ہیں: آپ کا یہ لقب شب معراج کے اگلے دن کی صبح سے مشہور ہوا ۲۴......

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شب معراج سے اگلے دن مشرکین مکہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا، اپنے صاحب کی اب بھی تصدیق کرو گے؟......انہوں نے دعویٰ کیا ہے: ”راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر آتے ہیں“......

ابوبکر صدیق نے کہا: ”بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے، میں تو صبح و شام اس سے بھی اہم اور مشکل امور کی تصدیق کرتا ہوں“......اس واقعہ سے آپ کا لقب صدیق مشہور ہو گیا ۲۵......

ابن سعد، حضرت ابوہریرہ ﷺ کے غلام ابو وھب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ سفرِ معراج سے واپسی پر وادی طوی پہنچے تو آپ نے جبریل امین سے فرمایا، میری قوم اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرے گی، جبریل امین نے کہا:

یصدقک ابوبکر وھو الصدیق ۲۶......

ابوبکر آپ کی تصدیق کریں گے، وہ صدیق ہیں......

کنیت ....ابوبکر

عرب میں بالعموم کنیت کا رواج تھا، یہ کبھی اولاد کے نام پر ہوتی ہے، جس طرح حضور ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور کبھی کسی اور مناسبت کے پیش نظر رکھ دی جاتی، جیسے ابوہریرہ، ابوتراب وغیرہ......

حضرت صدیق اکبر، ابوبکر کی کنیت سے مشہور ہوئے، اس کی وجہ تسمیہ کیا تھی، صحیح بخاری کی ایک روایت سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بنوکلب قبیلہ کی بکر نامی عورت آپ کے نکاح میں تھی، جسے ہجرت کے موقع پر آپ نے طلاق دے دی تھی ۲۷......

البتہ آپ کی اولاد میں سے بکر یا بکرہ نامی کسی کا ذکر نہیں ملتا، جس کی نسبت سے ابوبکر کنیت رکھی گئی ہو......

امام زرقانی فرماتے ہیں، آپ کی کنیت ابوبکر، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے رکھی یا کسی اور نے، اس بارے میں پتا نہیں چل سکا، زمخشری نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے:

لا بتکارہ الخصاص الحمیدہ......۲۸

اپنی ذات میں اوصافِ حمیدہ جمع کرنے میں سبقت لے جانے کی وجہ سے آپ کو ابوبکر کہا گیا......

زمخشری کی بیان کردہ توجیح زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہے......

صدیق اکبر کا آسمانی نام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ابوبکر صدیق کا قریب سے گزر ہوا، جبریل نے عرض کی، یا رسول اللہ! وہ ابوقحافہ کے صاحبزادے ہیں؟...... حضور ﷺ نے فرمایا: تم آسمان میں رہنے والے انہیں پہچاتے ہو؟...... جبریل امین نے عرض کی:

والذی بعثک بالحق لھو فی السماء الشھر منه فی الارض، وان اسمه فی السماء الحلیم ۲۹......

قسم ہے آپ کو مبعوث فرمانے والے کی! ابوبکر کا زمین کی نسبت آسمانوں پر زیادہ شہرہ ہے، وہاں ان کا نام حلیم ہے......

حلیہ مبارک

آپ کا رنگ سفید، رخسار ہلکے ہلکے، چہرہ باریک اور پتلا، پیشانی بلند، منحنی جسم، چادر باندھتے تو نیچے ڈھلک جاتی اور داڑھی کو سرخ وسیاہ مہندی سے رنگا کرتے ۳۰......

آپ کی نشو ونما مکہ مکرمہ میں ہوئی، کبھی کبھی تجارت کے لیے باہر جاتے، آپ نہایت متمول شخص تھے، قریش میں اخلاق وعادات، فضل وشرف اور احسان کے لحاظ سے اہم مقام کے حامل تھے۔ ۳۱ قریش کے مشہور قبیلہ قارہ کے سردار ابن دغنہ نے آپ کے اوصافِ حسنہ کا بایں الفاظ اعتراف کیا:

انک تکسب المعلوم، و تصل الرحم، وتحمل الکل، وتقری الضیف، و تعین علی نوائب الحق ۳۲......

اے ابوبکر! بے شک آپ ناداروں کی مدد کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں مصیبت زدہ افراد کے کام آتے ہیں......

عہد جاہلیت

امام نووی فرماتے ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار دور جاہلیت میں قریش کے سرداروں اور اہل مشاورت میں ہوتا تھا...... آپ کی شخصیت نہایت محبوب تھی، قریش کے معاملات کو بہتر طور پر سمجھتے تھے[۳۳]...... قبائل عرب میں باقاعدہ کوئی بادشاہ نہ ہوتا تھا، بلکہ ہر قبیلہ کے سردار کے ذمہ کوئی نہ کوئی خدمت تفویض کردی جاتی چنانچہ دیت اور تاوان کی ذمہ داری سیدنا ابوبکر صدیق کے سپرد تھی[۳۴]......

حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں، آپ اسلام سے پہلے کے دور میں بھی نہایت وجیہ اور روسائے قریش میں سے تھے، اشناق یعنی دیت وخون بہا کے فیصلے آپ کے سپرد تھے آپ کا فیصلہ سب کے لیے قابل قبول ہوتا، اگر کسی قاتل کے آپ ضامن ہوجاتے تو اسے معتبر سمجھا جاتا، جبکہ کسی اور کی ضمانت قابل لحاظ نہ سمجھی جاتی[۳۵]......

شراب نوشی سے محفوظ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع ہی سے سلیم الفطرت تھے، شراب نوشی سے عمر بھر محفوظ رہے...... ایک بار صحابہ کرام نے پوچھا، زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب نوشی کی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں“...... صحابہ نے وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا: ”مجھے اپنی عزت اور مال کی حفاظت مطلوب تھی، شراب نوشی عزت وآبرو کے لیے باعث نقصان ہے“...... حضور ﷺ کو یہ بات پہنچی تو آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا۔ صدق ابوبکر[۳۶]...... ”ابوبکر سچ کہتے ہیں (واقعی انہوں نے کبھی شراب نوشی نہیں کی)......

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وانه كان قد حرم الخمر فى الجاهلية[۳۷]......

آپ نے زمانہ جاہلیت میں ہی شراب کو حرام کررکھا تھا......

بت پرستی سے نفرت

ایک ایسے معاشرے میں جہاں کھلے عام بتوں کی پوجا کی جاتی، آپ دور جاہلیت میں بھی بت پرستی سے محفوظ رہے...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں انصار ومہاجر صحابہ کرام حاضر تھے، سیدنا ابوبکر صدیق نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ کی حیات مقدس کی

قسم! میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا، یہ سنتے ہی حضرت عمر نے کہا، زمانہ جاہلیت میں بت پرستی سے حفاظت کا دعویٰ کیوں کر ممکن ہے؟......

اس پر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بچپن کا وہ واقعہ سنایا جب آپ کے والد انہیں بت خانہ لے گئے، جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق نے جب واقعہ سُنایا تو سیدنا جبریل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تین مرتبہ حضرت ابوبکر کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: ''ابوبکر نے سچا واقعہ بیان کیا ہے''[۳۸]......

قبول اسلام

رسول اللہ ﷺ سے آپ کی شروع ہی سے دوستی تھی، آپ حضور ﷺ کے ندیم خاص اور راز داں تھے...... بعثت سے پہلے حضور ﷺ غیب سے آواز سنتے، کوئی پکارتا: یا محمد...... اس خصوصی راز سے آپ نے ابوبکر کو آگاہ فرما دیا[۳۹]......

۱۸ سال کی عمر میں آپ نے حضور کے ساتھ بغرض تجارت شام کا سفر اختیار فرمایا، اس موقع پر بحیرہ راہب کے ہاں اور راستہ میں حضور ﷺ کی برکات اور ارہاصات کا مشاہدہ فرماتے رہے[۴۰]......

مزید برآں بعثت نبوی سے پہلے آپ نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا، آسمان پر چودھویں کا چمکتا ہوا چاند اچانک پھٹ گیا، اس کے ٹکڑے مکہ کے ہر گھر میں بکھر گئے، پھر یہ ٹکڑے سمٹ کر اکٹھے ہوئے اور یہ چمکتا ہوا چاند آپ کی گود میں آ گیا...... آپ نے خواب اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) کے عالم کو سنایا تو اس نے تعبیر بتائی کہ وہ نبی محتشم جن کا انتظار ہے، اس آخرالزماں نبی کے آپ معاون و مددگار ہوں گے ......سو جب حضور کی بعثت ہوئی تو آپ نے بلاتوقف بغیر کسی پس و پیش کے اسلام قبول کر لیا[۴۱]......

آپ کے قبول اسلام کے سلسلے میں بہت سے واقعات کتب سیر و مناقب میں مرقوم ہیں لیکن خود حضور ﷺ کے بعض ارشادات کی روشنی میں یہ امر یقینی ہے کہ آپ قدیم الاسلام ہیں......

حافظ ابن عساکر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابوبکر کے سوا میں نے جس کو اسلام کی دعوت دی، اس نے توقف کیا،
ابوبکر نے میری ہر بات کو قبول کیا اور استقامت کا مظاہرہ کیا[۴۲]......

محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

مادعوت احدا الی الاسلام الا کانت له عنه کبوة و تردد انظر الا ابابکر ماعتم عنه حین ذکرته له وما تردد فیه[۴۳] ......

میں نے جس کسی کو بھی دعوت اسلام دی، اس نے توقف کیا اور متردد ہوا مگر ابوبکر نے میری دعوت کو کسی پس وپیش کے بغیر بلا تردد قبول کرلیا......

مدح صدیق اکبر بزبان حسان بن ثابت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا، سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا، آپ نے فرمایا، کیا تم نے حضرت حسان کے یہ اشعار نہیں سنے:

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقه
فاذکرا خاک ابابکر بما فعلا
خیر البریه اتقاها و اعدلها
بعد النبی و اوفاها بما حملا
والثانی التالی المحمود مشهده
واول الناس ممن صدق الرسلا[۴۴]

جب تم اپنے سچے پکے بھائی کے دکھ درد کو یاد کرنے لگو تو اپنے بھائی ابوبکر کے کارناموں کو یاد کرلینا...... آپ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں، آپ سب سے زیادہ متقی، عادل اور حقوق وذمہ داریوں کو نبھانے میں سب سے زیادہ وفادار ہیں...... آپ رسول اللہ ﷺ کے ثانی، آپ کے تابع، ہمیشہ ساتھ رہنے والے اور ممدوح ومرجع خلائق ہیں...... آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے سب سے پہلے رسولوں کی تصدیق کی......

آخری مصرع میں آپ کی اسلام میں اولیت کی زبردست شہادت ہے اور سرکار کی بارگاہ میں اسے بیان کرنے اور آپ کے سماعت فرمانے سے اس کی ثقاہت واہمیت محتاج بیان نہیں......

حافظ ابن عبدالبر نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مزید دو شعر درج کیے ہیں:

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العلو بہ اذ صعدوا الجبلا
وکان حب رسول اللّٰہ قد علموا
خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا ۴۵

اس بلند پہاڑ پر واقع غار میں دو میں سے دوسرے آپ ہی تھے، جب پہاڑی پر چڑھنے کے بعد دشمن غار کے ارد گرد منڈلانے لگے......

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں، سب کو معلوم ہے کہ آپ تمام مخلوق میں سے بہتر ہیں اور کوئی بھی ان کے برابر نہیں......

صدیق اکبر کی منقبت سننا سنت مصطفیٰ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

حافظ ابن عساکر بیان کرتے ہیں، سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

ھل قلت فی ابی بکر شیا...... ''کیا ابوبکر کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے؟ عرض کی ہاں پھر آپ نے درج بالا اشعار سنائے...... **فسر النبی بذلک فقال احسنت یا حسان** ۴۶......

اشعار سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت کیا اور فرمایا، اے حسان! تو نے خوب کہا......

کنز العمال میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **قل وانا اسمع** (صدیق کی منقبت کہو میں سننا چاہتا ہوں حضرت حسان بن ثابت منقبت سنا چکے تو آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوگئے:

فضحک نواجدہ وقال صدقت یا حسان ھو کما قلت ۴۷......

مسکراہٹ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے حسان! تو نے سچ کہا ہے واقعی صدیق ایسے ہی ہیں جیسے تو نے بیان کیا......

اس روایت سے ثابت ہوا کہ ''نعت'' کی طرح منقبت صدیق اکبر کی سماعت بھی سنت مصطفیٰ ہے اور منقبت سنانا سنت صحابہ ہے نیز حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح سرائی پر اظہار مسرت، آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے......

مصدق اول

حضرت ابولدردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضورﷺ نے فرمایا:

> **ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم: کذبت، وقال ابوبکر: صدق**[۴۸]……
>
> اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سب کی طرف مبعوث فرمایا تو سب نے میری تکذیب کی، جب کہ ابوبکر نے میری تصدیق کی……

صدیق اکبر کے لیے تمام ایمانداروں کا ثواب

آپ کے ایمان کی اولیت کا اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا سکتا ہے جسے خطیب بغدادی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کیا، آپ فرماتے ہیں حضورﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق کو فرمایا:

> **یا ابابکر! ان اللہ اعطانی ثواب من آمن لی منذ خلق آدم الی ان بعثنی، وان اللہ اعطاک یا ابابکر ثواب من آمن بی منذ بعثنی الی ان تقوم الساعۃ**[۴۹]……
>
> اے ابوبکر، آدم علیہ السلام سے لے کر میری بعثت تک جو کوئی بھی مجھ پر ایمان لایا، ہر ایک کا ثواب اللہ تعالیٰ مجھے پہنچائے گا اور اے ابوبکر! میری بعثت سے تا قیامت تمام ایمان داروں کا ثواب تجھے ملے گا……

تطبیق روایات

قبول اسلام کی اولین سعادت کسے نصیب ہوئی؟ اس کا حتمی فیصلہ نہایت مشکل ہے کیونکہ اس سلسلہ میں متعدد و متضاد روایات ملتی ہیں جن میں تین حضرات کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں:

۱۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم

تاہم قول فیصل وہی ہے جو حافظ امام جلال الدین سیوطی نے سراج الامہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے...... آپ نے اولیت ایمان کی تمام روایات میں تطبیق کرتے ہوئے نہایت قرین قیاس اور دل لگتی بات کہی ہے، فرماتے ہیں:

> مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بچوں میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا[۵۰]۔

اعزاز

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام میں جو مقام و مرتبہ ہے اس کا انکار ممکن نہیں، مزید برآں اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ اعزاز بھی بخشا کہ آپ کی چار پشتیں شرف صحابیت سے بہرہ یاب ہوئیں اور یہ اعزاز کسی اور کے حصے میں نہیں آیا:

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

یہ دراصل ان پر اللہ و رسول (جل جلالہ و ﷺ) کا عظیم کرم اور ان کی اپنی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھا......

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ خداوندی میں دعا کیا کرتے:

> رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی و علی والدی وان اعمل صالحا ترضه واصلح لی فی ذریتی وانی تبت الیک وانی من المسلمین[۵۱]......
>
> اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر فرمایا اور اس پر کہ میں وہ نیک کام کرتا رہوں جو تجھے پسند آئے اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی رکھ دے، بے شک میں تیرے فرماں برداروں میں سے ہوں......

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کے والدین اور تمام اولاد کو دولت ایمانی سے سرفراز فرمایا۔[۵۲]

حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ العزیز رقمطراز ہیں:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدین بھی مسلمان اور آپ کے صاحبزادے محمد اور عبداللہ اور عبدالرحمٰن اور آپ کی صاحبزادیاں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء اور آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن (اور نواسے حضرت عبداللہ بن زبیر (محبّ) ...... یہ سب مومن اور سب شرف صحابیت سے مشرف صحابہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ...... آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں ہے جس کو یہ فضیلت حاصل ہو کہ اس کے والدین بھی صحابی ہو، اولاد بھی صحابی اور پوتے بھی صحابی، چار پشتیں شرف صحابیت سے مشرف ۵۳ ......

تفصیل قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی بیان کی ہے ۵۴۔

امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:

> **حکی الواحدی عن ابن عباس و قوم کثیر من متاخری المفسرین و متقدمیهم ان هذه الایة نزلت فی ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنه ۵۵ ......**
>
> حضرت ابن عباس اور مقتدمین و متاخرین مفسرین میں سے بہت سے حضرات کے نزدیک یہ آیت مبارکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ......

اشاعتِ اسلام

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی قوم کی تالیف قلوب کرنے والے اور محبوب شخصیت کے حامل تھے، وہ قریش کے نسب اور ان کے تمام معاملات سے خوب واقف تھے۔ آپ تاجر، خلیق اور نیک سیرت انسان تھے۔ آپ کی قوم کے لوگ آپ سے نہایت درجہ انس رکھتے اور اپنے امور میں آپ کے علم اور تجربے سے مستفید ہوتے، آپ خوش مجلس تھے، چنانچہ آپ نے دعوت اسلام کا کام شروع کیا، آپ کی ترغیب سے حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایسے جلیل القدر لوگ مشرف باسلام ہوئے۔ ۵۶

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں اسلام لانے والے ان پانچ حضرات کا تعلق دس افراد پر مشتمل اس مقدس جماعت سے ہے جنہیں عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے[۵۷]......

سرکار ﷺ نے انہیں ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت عنایت فرمائی...... عشرہ مبشرہ میں سے باقی پانچ، حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت مولا علی، حضرت سعید بن زید اور حضرت عبیدہ بن حضرت جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین[۵۸]......

مظلوم غلاموں کی آزادی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دولت اشاعتِ اسلام کے لیے وقف کر رکھی تھی، آپ اسلام لائے تو آپ کے پاس چالیس ہزار (درہم یا دینار) تھے، پینتیس ہزار آپ نے ہجرت سے پہلے راہ حق میں خرچ کیے اور جب مدینہ منورہ پہنچے تو آپ کے پاس صرف پانچ ہزار باقی تھے...... مدینہ منورہ میں بھی آپ کی دولت کا یہی مصرف تھا[۵۹]......

یہ ساری کی ساری رقم مظلوم اور کمزور غلاموں کی آزادی اور مسلمانوں کی مدد پر خرچ کر دی...... غرض اسلام کے ابتدائی دور سے لے کر تادمِ آخر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں...... خدمتِ اسلام کے لیے آپ کی ان ہی مساعی جمیلہ کے پیش نظر آقا حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

امن الناس علی فی صحبته وماله ابوبکر

تمام انسانوں میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان ابوبکر صدیق کا ہے......

حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے اس حقیقت کی یوں ترجمانی کی:

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیمِ اول سینائے ما
ہمت او کشتِ ملت را چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

☆......☆......☆

حواشی

۱......ارشاد الساری، شرح صحیح بخاری، جلد۶، صفحہ۱۰ـ۲۰۹

۲......مختصر تاریخ دمشق، لابن عساکر، جلد۱۳، صفحہ۳۷

۳......تاریخ الخلفاء، صفحہ۳۰

۴......المواہب اللدنیہ مع زرقانی، جلد۱، صفحہ۱۳۰

۵......رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلمان منصور پوری، جے ایس پرنٹرز لاہور، جلد۱، صفحہ۴۰

۶......الاصابہ، جلد۲، صفحہ۳۳۳

۷......مختصر تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۶۹

۸......الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۲۹

۹......الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۲۹/ طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۱۶۹

۱۰......الکامل فی التاریخ، جلد۲، صفحہ۴۰۲

۱۱......تاریخ الخلفاء، صفحہ۲۸

۱۲......مختصر تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۳۵

۱۳...... طبقات ابن سعد، جلد۳، صفحہ۱۷۰

۱۴......تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۳۵/ الریاض النضرۃ، جلد۱، صفحہ۷۸

۱۵......زرقانی، جلد۱، صفحہ۲۲۱

۱۶......تاریخ الخمیس، جلد۲، صفحہ۱۹۹

۱۷......صفۃ الصفوۃ، جلد۱، صفحہ۸۸

۱۸......تاریخ الخمیس، جلد۲، صفحہ۱۹۹/ الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۲۹

۱۹......زرقانی، جلد۱، صفحہ۳۳۸

۲۰......الاستیعاب، جلد۱، صفحہ۳۳۱

۲۱......صفۃ الصفوۃ، جلد۱، صفحہ۸۸

۲۲......سبل الہدیٰ، جلد۱، صفحہ۲۵۲

۲۳......مختصر تاریخ دمشق، جلد۱۳، صفحہ۵۲

۲۴......تاریخ الخلفاء، صفحہ۲۹

۲۵......ایضاً

۲۶......طبقات ابن سعد، جلد ۳، صفحہ ۱۷۰

۲۷......صحیح بخاری، باب ہجرۃ النبی، جلد ۲، صفحہ ۶-۸۰۵

۲۸......زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۲۳۸

۲۹......الریاض النضرۃ، جلد ۱، صفحہ ۸۲

۳۰......الکامل فی التاریخ، جلد ۲، صفحہ ۴۲۰

۳۱......تاریخ الخلفاء، صفحہ ۳۱

۳۲......صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۵۵۲

۳۳......تاریخ الخلفاء، صفحہ ۳۱

۳۴......ایضاً

۳۵......الاستیعاب، جلد ۱، صفحہ ۳۳۱

۳۶......الریاض النضرۃ، جلد ۱، صفحہ ۲۰۱

۳۷......ایضاً

۳۸......ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، جلد ۶، صفحہ ۱۰، ۲۰۹

۳۹......الریاض النضرۃ، جلد ۱، صفحہ ۹۲

۴۰......المواہب اللدنیہ/ زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۱۹۷/ مدارج النبوۃ، جلد ۲، صفحہ ۲۶

۴۱......زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۲۴۰/ سبل الہدیٰ والرشاد، جلد ۲، صفحہ ۳۰۳

۴۲......مختصر تاریخ دمشق، جلد ۱۳، صفحہ ۴۴

۴۳......ایضاً

۴۴......الاستیعاب، جلد ۱، صفحہ ۳۳۰/ زرقانی، جلد ۱، صفحہ ۲۳۹

۴۵......الاستیعاب، جلد ۱، صفحہ ۳۲۰

۴۶......ایضاً

۴۷......کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۳۱۸-۳۲۰

۴۸......صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۵۱۷، حدیث نمبر ۳۲۶۱

۴۹......تاریخ بغداد، جلد ۴، صفحہ ۲۵۶

۵۰......تاریخ الخلفاء، صفحہ ۳۴

۵۱......الاحقاف، ۴۶: ۱۵

۵۲......سبل الہدٰی والرشاد، جلد ۱۱، صفحہ ۲۵۷/ تفسیر مظہری، جلد ۸، صفحہ ۴۰۴ـ۴۰۵

۵۳......خزائن العرفان، زیر آیت بالا

۵۴......مظہری، جلد ۸، صفحہ ۵ـ۴۰۴

۵۵......تفسیر کبیر، جلد ۲۸، صفحہ ۱۹ تا ۲۱

۵۶......الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد ۲، صفحہ ۲۳۴

۵۷......نور الابصار، صفحہ ۵۳

۵۸......ترمذی، باب مناقب عبدالرحمٰن بن عوف، جلد ۲، صفحہ ۲۳۹

۵۹......الاصابہ، جلد ۲، صفحہ ۳۳۴

☆......☆......☆

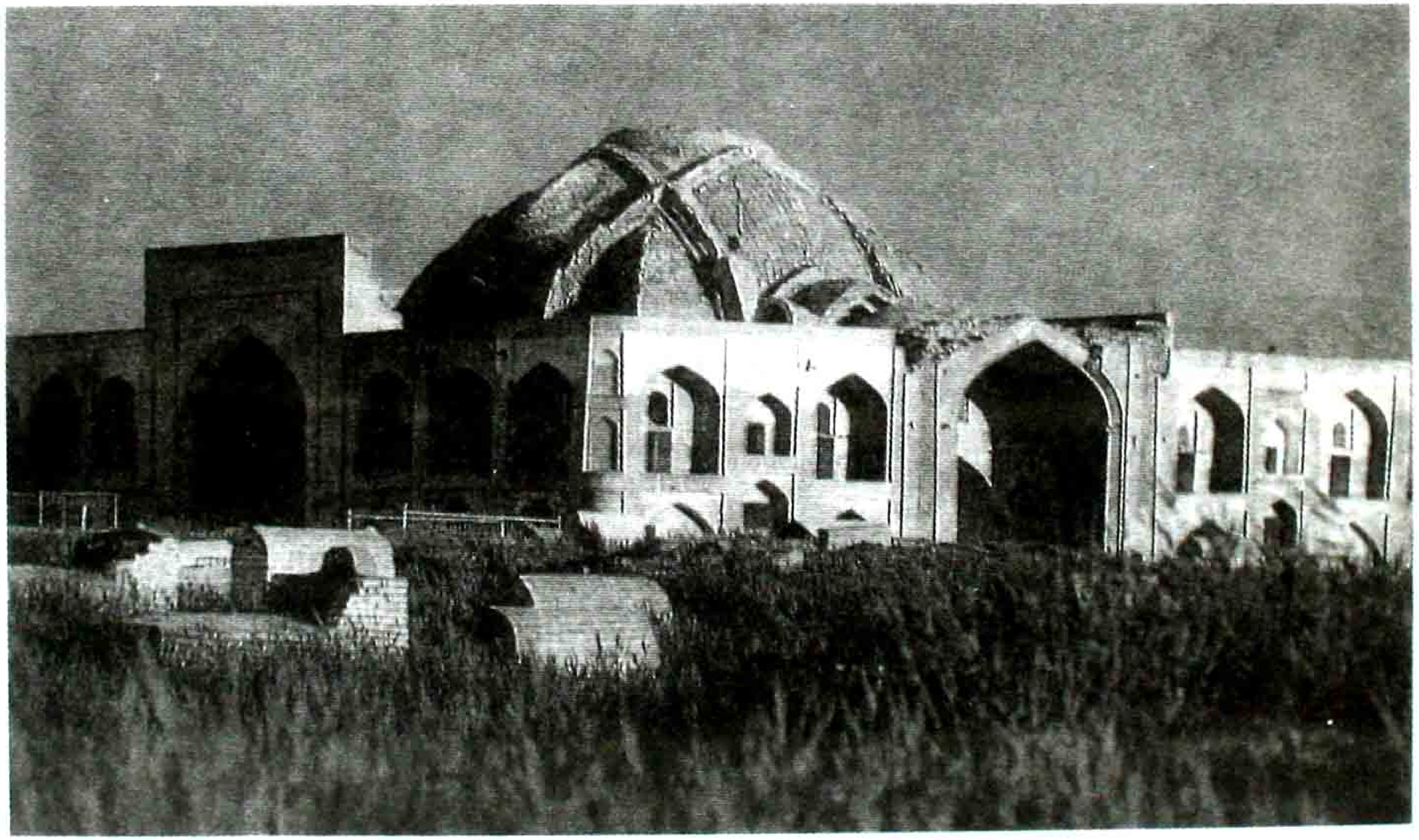

مزارات حضرت خواجگان علیہم الرحمہ، قصر عارفاں، بخارا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت خواجۂ نقشبند اور طریقتِ نقشبندیہ

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد
(سری نگر، مقبوضہ کشمیر، بھارت)

☆

حضرت خواجۂ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سال ۷۱۸ھ میں قصرِ عارفان گاؤں میں متولد ہوئے۔ یہ مقام ازبکستان کے مشہور شہر بخارا سے پانچ یا چھ میل دور ہوگا۔ منظوم رسالہ نقشبندیہ کے مؤلف ملّا بہاء الدین متو کشمیری نے آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا سالِ پیدائش ۷۱۵ھ لکھا ہے اور ماہِ محرم کی پہلی تاریخ۔ لیکن انہوں نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔[۱]

قصرِ عارفان کہلانے سے پہلے اس جگہ کو قصرِ ھندوان کہتے تھے۔ خواجہ بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے آبائی خاندان کے یہاں آباد ہونے کے بعد اور اُن کے تولّد کے بعد بالخصوص، اسے قصرِ عارفان کا نام دیا گیا اور اسی نام سے مشہور ہوگیا۔

خواجہ بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد گرامی کا نام محمد تھا اور دادا کا محمد جلال الدین (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) یا شاید جلال الدین لقب تھا اور نام محمد۔ آپ خواجہ محمد بابای سماسی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے سخت معتقد تھے۔ خواجہ بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد گرامی کے بارے میں کوئی تفصیلی اطلاع دستیاب نہیں۔ بس یہ معلوم ہوا کہ وہ بابا صاحب سرمست (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نام سے مشہور تھے اور سمرقند میں مسجد جوز جانیہ کے نزدیک آسودہ ہیں[۲]۔ یہ معلوم نہیں ہوا کہ حضرت خواجہ بزرگ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اس دنیا میں جب آنکھ کھولی تو تین دن کے بعد اُن کے دادا صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہی کیوں انہیں حضرت بابای سماسی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی خدمت میں لے گئے اور والد صاحب کیوں نہیں لے گئے؟

کیا آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) کے والد گرامی (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) اس وقت حیات تھے؟ کیا بخارا میں موجود تھے یا بخارا سے باہر گئے ہوئے تھے؟ کیا درویش صوفی ہونے کی وجہ سے ایک درویش مسافر تھے یا صوفی سیّار؟ ان سوالوں کا غبار ابھی تک دھلا نہیں۔ شاید آیندہ ایّام میں ان پر تحقیق ہوتے وقت یہ بادل چھٹ جائیں۔

حضرت محمد بابای سماسی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ قصرِ عارفان میں تشریف لائے تھے (۷۱۸ھ)۔ جب دادا صاحب اپنے فرزند کے لختِ جگر خواجہ بہاء الدین محمد کو ان کی خدمت میں لے کر گئے تو انہوں نے آپ کو دیکھ کر فرمایا:

> یہ ہمارا بیٹا ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کر لیا۔

اس کے بعد اپنے مریدوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

> یہ اپنے وقت کا مقتدیٰ ہوگا۔

مریدوں کی اس جماعت میں حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد گرامی) بھی موجود تھے۔ اُن کی طرف رخ پھیر کر فرمایا:

> کتنی ہی بار ہم اس مقام سے گزرے اور ہر بار ہم آپ سے کہا کرتے تھے کہ اس جگہ کی مٹی سے ایک مرد کی خوشبو آ رہی ہے اور آج جب ہم یہاں پہنچے آج ہی آپ سے ہم نے کہا کہ وہ خوشبو بہت تیز ہو گئی ہے۔ غالباً وہ مرد اس دنیا میں آ چکا ہے دیکھ لو اُسے۔ یہ آپ کے سامنے ہے اور یہ شخص مقتدائے عالم ہوگا۔

اٹھارہ برس کی عمر میں آپ کا عقد ہوا [۳]۔ اور حضرت خواجہ محمد بابای سماسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں آتے جاتے رہے اور گویا اولین روحانی رہبری کا فیض اُن ہی سے پایا۔ سال ۷۵۵ھ میں حضرت خواجہ سماسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہو جانے کے بعد حضرت خواجہ بزرگ، حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رہبری کے دامنگیر ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد بابای سماسی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو وصیت فرمائی تھی کہ:۔

> میرے فرزند بہاء الدین محمد کی تربیت کرنے اور ان کے حق میں شفقت کو

روا رکھنے میں کوئی کمی نہیں کرنا۔ [۴]

حضرت سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تربیت کی تکمیل کے بعد خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب رخصت چاہی تو اُنہوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خُداداد اہلیت اور استعداد و قابلیت کے پیش نظر اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

> اب آپ کا میرے یہاں قیام جاری رکھنا ضروری بھی نہیں۔ آپ جہاں اور جس کسی کے پاس جانا چاہیں جا کر ہل مِن مزید کی تکمیل کیجیے۔

اس کے بعد گویا اپنے مرید کو گواہ بناتے ہوئے آپ نے حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے کہا:۔

> فرزند بہاءالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! میں نے اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ سماسی کا نفس آپ کے نفس میں سمو دیا ہے۔ اُنہوں نے اپنی وصّیت میں مجھے تلقین کی تھی کہ بہاءالدین محمد کی ایسی ہی تربیت کرنا جیسی ہم نے تمہاری کی۔ اور میں نے وہی کیا ہے جو اُن کا حکم تھا۔

اس کے بعد اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

> سوکھ چکا یہ سینہ ہمارا آپ کی تربیت کرنے میں۔'' مکمل تربیت کے زیرِ اثر آپ کی رُوحانیت کا پرندہ بشریت کے انڈے سے باہر نکل چکا ہے۔ آپ کے عزم و ہمت کے پرندے کی پرواز بلند ہے۔ اب آپ کو کہیں سے بھی خوشبو پانے کی اجازت ہے۔ خواہ تُرک ہو یا تاجیک آپ اُن کے پاس جا کر فیض پالیں اور اپنی ھمّت سے طلب و جستجو میں کوئی تقصیر نہ کریں۔ [۵]

سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے رخصت پا کر حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا عارف دیگ گرانی [۶] رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور سات سال تک متواتر آپ سے رہبری پائی۔ وہاں سے اجازت حاصل کرنے کے بعد تین ماہ تک حضرت خواجہ ترکستان خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ علیہ [۷] سے منسوب مرشد بزرگ حضرت شیخ قثم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ [۸] کی خدمت میں حاضر ہو کر ریاضت کی۔ یہاں سے فارغ ہو کر آپ ایک اور ترکستانی رہبرِ طریقت حضرت خلیل اتا [۹] کے حضور میں حاضر ہوئے اور بارہ

سال تک اُن کی خدمت میں قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے دینی علماءِ شہیر کے پاس جا کر احادیث پڑھیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اپنی واقفیت میں اضافہ کیا۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو بار حج کے فرائض انجام دیے۔ اسی سفر میں آپ نے ھرات (مہ افغانستان) کے بادشاہ مُعز الدین حسین ابنِ غیاث الدین کی دعوت پر اُس سے ملاقات کی۔ بادشاہ نے آپ کا بڑی محبت اور تکریم و احترام کے ساتھ استقبال کیا۔ ایک مجلس ترتیب دی گئی جس میں ھرات کے مشاہیر دینی علماء مدعو تھے۔ بادشاہ نے عرفان و طریقت سے مربوط آپ سے چند سوالات کیے۔

بادشاہ :------------- کیا یہ درویشی آپ کو ورثے میں ملی ہے؟

خواجہ بزرگ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ): جی نہیں! یہ درویشی ہمیں وراثت میں نہیں ملی ہے

بادشاہ:----------- گانا سننے کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: ہم اس کے بالکل قائل نہیں ہیں۔

بادشاہ:----------- آپ کی طریقت میں چلّہ کشی اور ذکرِ جہر ہے؟

خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: بالکل نہیں ہے۔ سلسلہ خواجگان نقشبندیہ میں ان بدعتوں کا کوئی وجود نہیں۔ میری طریقت میں بدعتوں کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

بادشاہ:----------- آپ کی طریقت کیا ہے؟

خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: بدعتوں کی بیخ کنی۔ لوگوں میں رہ کر اور اُن کی صحبت میں نشست و برخاست، نیز دنیا کے لوازمات سے عہدہ برآ ہونے کے عمل کے ساتھ ساتھ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہنا۔

بادشاہ:----------- کیا یہ ممکن ہے؟

خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ: یقیناً ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: رِجَال ''لَاتُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃ'' وَلَابَیْع'' عَنْ ذِکرِ اللّٰہ (یعنی ہیں ایسے لوگ جن کو دنیوی تجارت ولین دین اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے سے نہیں روکتے)۔

سلطان مُعز الدین حسین کا دل اور زیادہ منور ہوا اور حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف

اور زیادہ مائل اور اُن کا اور زیادہ معتقد ہوا [۱۰]

دوسرے سفرِ حج میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور عارف اور ولی حضرت زین الدین ابوبکر تایباری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے گئے اور تین دن تک اُن کے ساتھ خلوت میں رہے۔ حضرت زین الدین ابوبکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ۷۹۱ھ میں ہوا۔

ان سفروں کے علاوہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی مشائخِ عظام سے رُوبرو ملاقات کی اور اس ذوق وشوق میں آپ رحمتہ اللہ علیہ نے خراسان، ماوراء النہر، مرو، طوس، سمنان، مشہد، سمرقند، جدی مولیان، بیکنہ، نسف، کرمینیہ، مشلاق خواجہ مبارک، مرشی، کوفین، قزیل، رباط اور کش وغیرہ شہروں اور دیہات میں سفر کیے اور پیرانِ طریقت سے مستفیض ہوئے۔

لیکن جای تاسّف ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاندانی حالات تفصیل کے ساتھ آشکارانہیں ہیں۔ آپ کی طریقۂ نقشبندیہ پر اطلاعات دستیاب ضرور ہیں البتہ اس صاحب طریقت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ابتدائی پرورش، اوّلین تعلیم وتربیت، خاندان کی کیفیت، والدین کے حالات، نیز زندگی کے عام واقعات کے بارے میں ہماری واقفیت بہت محدود ہے اور تذکروں نیز تواریخ تک میں بھی تسلّی بخش اطلاعات موجود نہیں ہیں۔

سوموار کے روز ۳ ربیع الاوّل سال ۷۹۱ھ میں حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رحمت الٰہی سے پیوست ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر کے ۷۳ برس گزار چکے تھے اور ۷۴ ویں میں قدم ڈال چکے تھے۔ [۱۱]

بخارا شہر کے قصرِ عارفان کے علاقے میں آسودہ ہیں اور جہاں آسودہ ہیں وہاں ایک گاؤں آباد ہے جو ان کے نام کے احترام میں بہاء الدین کہلاتا ہے۔ قصرِ عارفان غالباً پورے علاقے کا نام رہا ہوگا۔ ورنہ بہاء الدین گاؤں سے خاص قصرِ عارفان (جسے وہاں کے لوگ بگڑی ہوئی صورت میں قصرِ فان یا قصرِ فن کہتے ہیں) ڈھائی مین میل کی دوری پر واقع ہے۔

آپ کا مدفن بس ایک سادہ سا مزار ہے۔ ایک چاردیواری کے اندر آپ رحمتہ اللہ علیہ کی تربت پاک ہے جس کا فرشِ خاک زمین ہے اور عرشِ آسمان کی وسعتوں تک چلا گیا ہے۔ نہ کوئی بقعہ بنا ہے نہ کوئی روضہ۔ نہ گنبد ہے نہ کوئی مینار۔

آپ کے وصال پر کئی تاریخیں کہی گئی ہیں۔ شاعروں، دینی عالموں، مؤرخوں اور ادیبوں نیز معتقدین

نے فرطِ عقیدت میں اسالیب ادب کا خیال رکھتے ہوئے خوبصورت ترکیبات اور دلنشیں اشعار کی صورت میں تاریخیں نکالی ہیں۔ مثلاً خُلقِ قصرِ عرفان، قُربِ طاعت، مشکل کشائے اہلِ دل، خواجہ اہلِ عالم وغیرہ۔

ان ترکیبات کے علاوہ منظوم اشعار وقطعات میں بھی آپ کی وفات کا ماتم کیا گیا ہے جن کا ذکر تذکروں میں موجود ہے۔ آپ کی وفات پر سخت ماتم ہوا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ

> آپ کی وفات پر اصحاب واحباب نے بڑی آہ وزاری کی۔ غم واندوہ کی کیفیتوں میں لوگوں نے آنسوؤں کی بارش برسائی۔ رنج وقلق کی خشک زمینوں کی اشکباری کی ندیوں سے آبپاشی کی۔ مردوں اور عورتوں نے وہ گریہ وزاری کی کہ زمین ساکن ہوکر رک گئی۔ شہروں اور دیہات سے وہ شور برپا ہوا کہ آسمان ششدر ہوکر رہ گیا۔ چاندی جیسے رخساروں والے نوجوانوں نے خون کے آنسو بہا کر اپنے چہرے سُرخ کردیے۔ خم کمر اور خستہ جگر پیرانِ بخارا اپنے ہمنواؤں کے سہارے چل کر اشکہائے ندامت بہا رہے تھے۔ زیرک اور ہوشمند اصحاب حواس باختہ تھے۔ پردہ دار اور پشمینہ پوش خواتین سیاہ چادروں کو کندھوں پر پھیلائے برملا ماتم داری کا اظہار کرنے کے لیے بازاروں میں نکل آئیں۔ ایسی حالت ماحول پر غالب آگئی جسے نہ قلم بیان کرسکا نہ ہی قوتِ کلام۔ [۱۲]

بہرحال خاص احباب واصحاب نے مشک وگلاب سے معطر گرم پانی میں حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسم پاک کو نہلایا۔ اس کے بعد آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تابوت شریف میں رکھ دیا گیا جو نقشبندی حضرات میں خواجہ عزیزان کے لقب سے معروف ہیں اور مزار شریف کی طرف روانگی ہوئی۔ وصیّت کے مطابق راستے میں آپ کے خلفاء تابوت شریف کے پیچھے پیچھے حضرت احمد جام [۱۳] رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئًا لِلّٰہ از جمالِ رُوئے تو [۱۴]

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مشہور خلیفہ خواجہ عبدالقدوس رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے

بیان کیا کہ:

> جب ہم حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دفنا چکے تو میں تہجد کی نماز کے بعد سو گیا۔ میں نے دیکھا کہ گویا میں قبر میں حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے روبرو حسبِ معمول حاضر ہو کر بیٹھا ہوا ہوں آپ کے روئے مبارک کے سامنے سے ''القبرُ روضۃ مِن ریاض الجنۃ'' کی حدیث کے مصداق جنّت کی طرف کھڑکی کھل گئی اور وہاں سے دو نوربار حوریں قبر میں اُتر آئیں اور حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں سلام عرض کر کے کہا: ہم دونوں آپ کی ملکیت ہیں آپ نے اُن سے فرمایا:
>
> میرا اللہ تعالیٰ سے وعدہ ہے کہ جب تک نہ میں اس خدائے وحدہٗ لاشریک کا دیدار کروں اور اس ذات بے مانند کو نہ دیکھوں اور ان لوگوں کی شفاعت نہ کروں جنہوں نے میرے دامن کو پکڑ رکھا ہے تب تک میں کسی اور کام کی طرف توجہ نہیں کروں گا۔
>
> یہ خواب دیکھ کر جب میں بیدار ہوا تو میں نے فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ خواب حضرت خواجہ علاء الدین عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو سنایا۔ اُنہوں نے میرے خواب کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خود ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔ [۱۵]

خاندانی حالات مکمل طور پر دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے درست معلوم نہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی صحیح تعداد کیا تھی۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ کی اہلیہ محترمہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا کون خاتون تھیں، اُن کا اسمِ شریف کیا تھا اور وہ کس بزرگ کی صاحبزادی اور کس خاندان سے متعلق تھیں۔ بہر حال تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وصیت کے بموجب آپ کی ایک صاحبزادی کا نکاح سیّد شرف الدین کے فرزند [۱۶] سے ہوا تھا اور دوسری صاحبزادی کا نکاح آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود خواجہ علاء الدین عطّار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کیساتھ کیا تھا جب کہ ابھی بخارا میں

وہ زیرِ تعلیم تھے۔ بعد میں آپ رحمتہ اللہ علیہ کے رحمتِ حق سے پیوست ہو جانے کے بعد آپ رحمتہ اللہ علیہ کے یہی داماد خواجہ علاء الدین عطّار بعد میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے جانشین بن[17] گئے۔ ان کے فرزند خواجہ حسن عطّار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نقشبندی مشائخ میں شمار ہوتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے گویا آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی نرینہ اولاد میں سے کوئی حیات نہیں تھا یا شاید ایک ہی فرزند تھا جس کے بارے میں بعض رسالوں میں آیا ہے کہ حج کے موقع پر جب قربانی کا وقت آن پہنچا تو آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دُعا فرمائی:

> خداوندا! میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے فرزند ابراہیم کو تیری راہ میں قربان کر رہا ہوں۔
>
> حج کے بعد جب آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دوبارہ بخارا پہنچ گئے تو وہ فرزند اللہ تعالیٰ کے بلاوے پر لبیک کہہ کر جا چکے تھے۔

نقشبندی فارسی لفظ ہے۔ اس لفظ کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے بعضوں نے لکھا ہے کہ نقشبند نام کا بخارا میں ایک گاؤں ہے جو بخارا سے تین میل کی دوری پر واقع ہے۔ چونکہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اسی گاؤں کے رہنے والے تھے اس لیے نقشبند کہلاتے تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ اوّل تو نقشبند نام کا کوئی گاؤں بخارا میں ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض ہوتا بھی جب بھی حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نقشبند نہیں کہلائے جاتے بلکہ مقام کی نسبت سے نقشبندی کہلائے جاتے جیسے مثلاً سوپور سے سوپوری یا خانیار سے خانیاری وغیرہ۔

بعض اگلے ادیبوں نے لکھا ہے کہ کثرت کیساتھ اللہ کا ذکر کرنے کے سبب حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس مرتبہ پر پہنچے تھے کہ اللہ کا پاک لفظ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل پر نقش ہو چکا تھا چنانچہ بعضوں نے کہا ہے۔

؎ ای برادر! در طریقِ نقشبند
ذکرِ حق را در دلِ خود نقش بند[18]

بعضوں کا خیال ہے کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے طریقت کی بنیاد ذکرِ خفی اور مُراقبہ پر ہے اور ان ہی دو چیزوں پر پوری عمر صرف کی جاتی ہے اور اس طرح سے ذکر دلوں میں منقش ہو جاتا ہے اس لیے یہ طریقہ

طریقت نقشبندیہ کہلاتا ہے۔ گویا حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصوّف و عرفان میں بلند مدارج پانے کے بعد نقشبند کا لفظ رائج ہوا۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت خواجہ بہاء الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ حلقہء تصوف میں اور منازلِ عرفان کو طے کرنے سے پہلے نقشبند کہلاتے تھے۔ کیونکہ آپ کا خاندانی نام ہی نقشبند تھا جسے کشمیری زبان میں ہم ذات کہتے ہیں۔

فارسی میں نقشبندی کے معنی ہیں نقش بستن یعنی صورت گری، تصویر کشی، نقش و نگاری، اور نقاشی اور نقشبند کے معنی ہیں مصور، صورتگر اور نقاش۔ فارسی نظم و نثر کی کتابوں میں یہ لفظ ان ہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ نقشبندی گویا ایک فنّی اصطلاح ہے یعنی فنِّ تصویر گری۔ یہ تصویر گری یا صورت کشی پھولوں، بیل بوٹوں، درختوں، ہریالی کی مختلف صورتوں اور شکارگاہوں کی ہوا کرتی تھی جو ترقی یافتہ فنِ کاریگری کی صورت میں تیموری دور (جس میں ہمارے حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ زندگی گزار رہے تھے) کی نمایاں خصوصیّت تھی اور شرعی نقطہ نظر سے اس طرح کے پیشے کو اختیار کرنے میں کوئی ممانعت نہیں تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس دور تیموری کے پارچہ جات میں ہمیں قدرتی مناظر کی تصویر کشی نظر آتی ہے۔ ایسے تصویر کش فن کاروں کو نقشبند کہتے تھے اور ان کے پیشے کو نقشبندی گویا ہم یہ گمان کر سکتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا آبائی پیشہ نقشبندی تھا۔ چونکہ باطنی طور پر بھی آپ نقشبند تھے اس لیے یہ لقب خاص آپ ہی کا ہو گیا۔

مختلف تذکروں اور رسالوں[۱۹] کے مطالعے سے عیاں ہو جاتا ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا حلیہ مبارک پُر وجاہت تھا۔ چہرہ نور افشاں تھا اور ملاحت و کشش کا حامل۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور وسعتِ نظر پر برہانِ مُبین۔ ابرو لمبے گھنے اور سیاہ، ناک ستوان، ہونٹ نازک اور بدخشان کی مانند سرُخ۔ دانت جیسے سفید درخشاں موتی۔ داڑھی کا رنگ گویا نُور سایہ میں ڈھلی ہوئی تھی۔ سراپا دلکش اور جیسے نکھرا ہوا آپ کا جمال مبارک حسن کے آبِ زلال میں ڈھلا ہوا جسے دیکھ کر ہرات کا بادشاہ اور اس کے امراء اور وزراء حیرت زدہ ہو کے رہ گئے۔

خوش لباس تھے۔ خوشبو پسند تھے۔ مہمان نواز تھے۔ گھر کا کام خود انجام دیتے تھے۔ گھر کے لیے سامان کا بوجھ بھی اُٹھاتے تھے۔ دوسروں کی مدد کرتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور انھیں اپنے مشوروں کا فیض بھی پہنچاتے تھے۔ حیوانوں کے زخموں کی مرہم پٹی بھی کرتے، مومنین کے حق میں دُعا فرماتے تھے۔

آپ مرشدِ قلوب بھی تھے اور رہبرِ خُلق بھی۔

حلال روزی خوری کے لیے پاک و مطہر زندگی گزارتے تھے۔ اپنی کاشت کی ہوئی زمین سے کھاتے تھے۔ ہر سال خود ہی بارانی بوتے تھے، خود ہی ہل چلاتے تھے، تخم ریزی خود ہی کرتے تھے اور زمین جوتنے کے لیے کشادہ سینگوں والے تندرست بیلوں کا انتخاب بھی خود ہی کرتے تھے۔ بزرگ اور بزرگوارِ عالم اور اکابرِ معتقدین آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں حاضر ہو کر ایسی حلال غذا کو تبرّک جان کر تناول کیا کرتے۔ صالحین اور متّقی لوگ، بادشاہ امیر تیمور اور اُس کے دربار کے اُمراء اور وزراء سعادت یاری اور طلب دُعائے نیک کے لیے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانے پر جبین سائی کرنے کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اُن کے حق میں دُعا فرماتے اور اُن کے قلوب میں تقویٰ کی نقشبندی بھی کرتے۔

طریقت میں سخت ریاضتوں اور مُجاہدات سے معمور اوقات گزارنے کے علاوہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی معمول کی زندگی سنّتِ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت پیروی تھی قایم الصلوٰۃ تھے اور دایم الوضُو۔ پابندی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تھے۔ توبہ استغفار اور ذکرِ الٰہی میں ہمیشہ سرگرم و مصروف تھے۔ گویا آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی پوری زندگی اورادخوانی، وظائف خوانی، نوافل خوانی، تراویح خوانی، روزہ داری، تہجد خوانی، تسبیح خوانی اور ذکر و یادِ خداوندی میں گزری۔

طریقت رُوحانیت میں حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اُویسی طریقت کے تھے۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لازمی طور پر کسی زندہ جسم و حیات والے مرشد کے رُوبرو جا کر اُن سے روحانی رہبری پانے کے نہ قائل تھے اور نہ ہی پابند۔ البتہ اس حقیقت کے بالیقین معتقد تھے کہ راہِ حق کے سالک کے لیے کسی مرشد و راہبر کے ارشاد پانے اور رہبری کا دامن پکڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تا کہ راہبر کی راہبری کی روشنی اور مرشد کی ہدایات سے مختلف رُوحانی منازل سے گزر کر وہ آغاز اور انجام میں صراطِ المستقیم پر رہے اور نجات کی منزل پائے اسی لیے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مریدی اختیار کر کے اُن کو اپنا مرشد اور پیر راہبر بنالیا۔ اوّلین طریقت نبوی میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے مسجدِ نبوی ﷺ کے صُفّہ پر بعض چیدہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خود رہبری فرمائی تھی۔

جیسا کہ آپ سُن چکے کہ حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ[۲۰] سے تربیت مکمل کر چکنے کے بعد حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کی اجازت پا کر دوسرے مُرشدین اور رہبرانِ رُوحانیت

سے مُستفیض ہونے کے لئے راہِ طلب اختیار کی چنانچہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس راہِ تلاش میں کتابوں اور تذکروں میں جن رہبروں کے نام درج ہیں اُن میں حضرت شیخ قثم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خلیل اتا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، اور حضرت زین الدین ابوبکر تایباری ۲۱ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نمایاں ہیں۔ حضرت خلیل اتا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایسے بلند مقام اور جلیل المرتبت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک ملک کی سلطنت و بادشاہت عطا فرمائی اور اُنہوں نے حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کو اپنا وزیر بنالیا۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

> بادشاہی تخت پر بیٹھ کر بھی حضرت خلیل اتا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ بارہ سال تک بادشاہ رہے اور میں بھی بارہ سال تک اُن کا وزیر بنا رہا۔ پھر جب مقدر کا وقت آن پہنچا اور بادشاہی کا سورج زوال پذیر ہوا میں بخارا میں ریورتون گاؤں میں لوٹ آیا۔

گویا ظاہری طور پر ایک پیر رہبر اور مرشد طریقت کی رہنمائی سے کوئی مفر نہیں اور اس پر بالاتفاق سب ہی محققین یک رائے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی کئی سال تک خدمت کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اُن کی رہبری فرمائی۔ حضرت امیر کبیر میر سیّد علی ھمدانی شاہ ھمدان رحمتہ اللہ علیہ ورسعۃ نے اوائل سفرِ رُوحانیت میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں بلاواسطہ و براہِ راست حاضر ہوکر رہبری وارشاد پانے کی خواہش کا اظہار کیا تو رہبرِ نجات حضرت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

> فرزند! پہلے تم شیخ محمود مزدقانی کے پاس جاؤ۔ وہی تم کو ہمارے پاس پہنچادے گا۔ ۲۴

حالانکہ شاہ ھمدان اولادرسول مولانا رُومی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

پیر را بگزیں کہ بی پیر ایں سفر
ھست بس پُر آفت و خوف و خطر

ھر کہ او بی مرشدی در راہ شد
او ز غولان گمرہ و در چاہ شد[۲۵]

خواجہ شیراز حافظ نے کہا ہے :

؎ بکُوئِ عشق منہ بی دلیل راہ قدم
کہ گم شد آں کہ درین رہ بہ رہبری نہ رسید[۲۶]

لیکن ظاہری پیران ومرشدینِ رُوحانیت سے رُو برو تربیت وفیض پانے کے باوجود یہ حقیقت عُروۃ الوثقیٰ [۲۷] ہے کہ سفرِ روحانیت میں حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اُویسی طریقت کے تابع تھے۔ اس طریقت میں ظاہری پیر رہبر کی حاجت نہیں۔ اس طریقت میں چند ہی مادرزاد اولیائے عظام **ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم** [۲۸] کی رحمتِ ایزدی کے نور میں پل کر اور پرورش کے بعد براہِ راست اور بلاواسطہ حضرت ہادیِ برحق جناب رحمتہ للعالمین ﷺ کی توجہ وعنایت کے سایۂ عاطفت میں پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ایسے چند مادرزاد اولیاء میں شامل تھے جن پر اُویسی طریقت کے عین مطابق براہِ راست الطاف وعنایت کریمانہء رسول اکرم ﷺ کا نزول ہوا اور اُن کی توجّہ خاص سے آغوش رحمتِ بارِ نبی ﷺ میں پرورش پائی۔ یہی وہ اُویسی راہ تھی جس پر گزر کر حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ محض ظاہری پیرانِ طریقت پر قانع نہیں رہے بلکہ اضافی رُوحانی رہبری اور الہامات پانے کی بے پناہ تلاش وجستجو میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اُن مشائخ واولیاء اللہ العظام سے بھی فیض یاب ہوئے جو اس زمانے میں بظاہر نہ حیات تھے اور نہ ہی موجود۔

ایسے رہبران راہِ روحانیت میں اوّلین مثال حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی [۲۹] رحمتہ اللہ علیہ کی ہے جو سلسلۂ خواجگان کے ایک عظیم المرتبت ولی اللہ تھے۔ آپ غجدوان گاؤں کے رہنے والے تھے جو بخارا سے تیس یا پینتیس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ حضرت خواجہ محمّد پارسا رحمتہ اللہ علیہ [۳۰]، جو حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خاص، بلکہ خاص الخاص، اور جنہوں نے حضرت خواجہ مبارک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے

ملفوظاتِ مبارکہ کو اپنی مشہور کتاب قُدسیّہ میں، جس کی حضرات نقشبندیہ میں خاصی اہمیت ہے، قلمبند و محفوظ رکھ کر ہم پر بڑی منّت رکھی ہے اپنی اِسی تصنیف میں فرماتے ہیں:

> امّا نسبت تربیت حضرت خواجہ ء ما، قدّس اللہ روحہ، در سلوک بہ حقیقت
> از رُوحانیتِ خواجہ ء بُزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی است قدّس اللہ روحہ۔۔

اس کے بعد حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، تفصیل سے بیان کرتے ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وقتاً فوقتاً کس طرح کی رہبری کرتے اور کن فرمائشات سے اُن کو نوازتے رہتے تھے۔ مثلاً آپ نے حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا:

۱------ درھمہ احوال قدم بر جادۂ شریعت و استقامت امر و نہی می باید نہاد۔

۲------ عمل بر عزیمت و سنّت می باید کرد۔

۳------ از رُخصتہا و بدعتہا نیک دوری باید بود۔

۴------ درھمہ احوال و افعال احادیثِ مصطفی ﷺ را پیشوای خود می باید داشتن۔

۵------ دایماً منفحصّ و متجسّس از اخبارِ رسول، ﷺ و از آثارِ صحابۂ کرام اومی باید بُودن و در عمل بموجِبِ آن کوشیدن [۳۱]......

یہ روحانی غائبانہ لیکن رُو برو رہبری کی میں نے صرف ایک مثال پیش کی ہے جو اِن دونوں عظیم الشان مرُشد و طالب کے درمیان رُوحانی لین دین میں آمنے سامنے عمل میں آتی تھی۔ ایسی کئی مثالیں رُو برو کلام کرنے اور سننے کی کتابوں میں درج ہیں۔ یہ حقیقت یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اکثر مؤرخین کے بقول حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سال ۵۷۵ھ میں ہوئی اور ہمارے حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ آپ کی وفات کے ۱۴۳، سال بعد متولد ہوے اور جب ہمارے حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ سال ۷۹۱ھ میں رحمت حق سے پیوست ہوے اس وقت حضرت خواجہ غجدوان کو یہ فانی دنیا چھوڑے ہوئے دوسو سولہ سال گزر چکے تھے۔ دو صدیوں سے اُوپر زمانہ بیت جانے کے باوجود حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خواجہ غجدوان کے ساتھ رُو برو کلام کرتے، رہبری و ہدایات پاتے اور رابطہ علاقہ جاری رکھتے ہوئے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات مبارک سے الہامات حاصل کرتے تھے۔ گویا حضرت خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ مبارک اور آپ کا طریقتِ نقشبندیہ اس

حقیقت پر ایک بُرہان مبین ہے اور اثباتِ روشن ہے کہ اولیاءُ العظام الٰہی زندہ ہیں۔ نقشبندی طریقت میں ظاہر میں حیات نہ ہونے والے مشائخ واولیاء اللہ سے روحانی ہدایت ورہبری حاصل کرنے کی یہ حقیقت اس صدی کے مردِ درویش حضرت علّامہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول شریف کی یاد دلاتی ہے کہ :

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں[۳۲]

اولیاء اللہ کے زندہ وحیات ہونے کی حقیقت پر یقین کامل رکھنے کی قوت سے ہی اِس ولی اللہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت شاہِ ھمدان کے حیات ہونے کی حقیقت کے پیشِ نظر فرمایا !

یک نگاہِ اُو گشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بہ دل راہی بدہ[۳۳]

حضرت خواجہ غجدوان رحمتہ اللہ علیہ ماوراء النّہر کے (جو مملکت ایران کا جُز تھا) نامی گرامی مشائخ میں سے تھے۔ سلسلۂ خواجگان آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہی منسوب ہے۔ طریقت نقشبندیہ میں جن گیارہ بنیادی اصولوں کی پیروی کی جاتی ہے اُن میں بقول مشہور آٹھ بنیادی اصول آپ کے ہی وضع کردہ ہیں جن پر طریقت نقشبندیہ کی عُروۃ الوثقٰی عمارت کھڑی کردی گئی۔ یہ آٹھ بنیادی اصول یہ ہیں :

(۱) ھوش دردم (۲) نظر برقدم (۳) خلوت درانجمن (۴) سفر در وطن
(۵) یادکرد (۶) بازگشت (۷) نگاہ داشت (۸) یادداشت

ہمارے حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اِن آٹھوں اصولوں کو اپنا کر ان میں اپنی طرف سے تین اور اصولوں کا اضافہ کر کے گیارہ اصولوں کی نقشبندی طریقت کی محکم واستوار اور عروۃ الوثقٰی جیسی مضبوط وپائیدار عمارت تعمیر کی۔ یہ تین اصول ہیں: وقوفِ قلبی، قوفِ عددی اور وقوف زمانی۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی[۳۴] رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بہت متاثر تھے۔ خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو قدوۃُ الاولیاء کے خطاب سے یاد کرتے ہیں کیونکہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو اسی لقب سے یاد کرتے تھے۔ حضرت حکیم ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کا کلام فکری اور رُوحی

لحاظ سے بہت مفید مانا اور پایا گیا ہے اور حضرت خواجہ نے راہِ سلوک میں آپ کی تعلیمات وفرمائشات سے متاثر ہو کر اوایل حال میں اور بعد کے زمانے میں بھی ان سے رہبری پائی اور یہی وجہ ہے کہ طریقت نقشبندیہ کے بزرگ مشائخ میں خواجہ حکیم ترمذی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خیالات کا خاصا اثر ہے۔ نقشبندی بزرگوں نے اپنی تحریروں میں آپ کے بہت سے اقوال نقل کئے ہیں۔

نمونہ کلام :

۱------طالبِ سلوک میں اگر اسکی ایک بھی اپنی صفت باقی ہے تو اُس غلام کی طرح ہے جس کے پاس ایک درم باقی ہے اور اس ایک درم کی وجہ سے اس کا مالک اُسے آزاد نہیں کرتا اور وہ غلام ہو کے رہتا ہے۔ لیکن جس کے پاس کچھ بھی باقی نہیں وہ آزاد ہو چکا ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اُس کو نفس کی غلامی کرنے سے آزاد کر دیا ہوتا ہے۔''

۲------جس آدمی کو ایمان کی سعادت پانے کی تمنا ہے اُسے ہر حال اور ہر کام میں لا الہ' الا اللہ پڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اور شرک کی ظلمت کو اسی کلمہ پاک سے دُور کرنا چاہیے اور ایمان کے نُورِ ظہور کو تازہ کرتے رہنا چاہیے جیسا کہ حضرتِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' لا الـہ' الا اللہ سے اپنے ایمان کو تازہ کیا کرو۔

۳------عزیز وہ ہے جسے گناہوں نے ذلیل نہ کیا ہو۔ آزاد وہ ہے جسے حرص وطمع نے اپنا غلام نہ بنایا ہو۔ خواجہ وہ ہے جسے شیطان نے اپنا بندہ نہ بنایا ہو اور عاقل وہ جو اللہ کے لیے اور نفس کا محاسبہ کرنے کی خاطر پرہیز گاری کرتا ہو۔

۴------اللہ تعالیٰ کی محبت کی حقیقت یہ ہے کہ ہمیشہ اس کے ذکر کرنے سے محبت ہو۔

۵------ایک سو بھوکے شیر بھیڑوں کے ریوڑ کو اتنی تباہی نہیں لاتے جتنی کہ شیطان کا ایک لمحہ لاتا ہے اور ایک سو شیطان اتنی تباہی نہیں لاتے جتنی آدمی کا اپنا

نفس آدمی کے ساتھ ایک لمحے میں لاتا ہے۔

حضرت حکیم ترمذی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات سال ۲۵۵ھ (یا ۲۸۵ھ) میں ہوئی۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تقریباً ساڑھے چار سو سال پہلے ظاہری طور پر دنیا میں حیات تھے اور چار صدیاں گزر جانے کے بعد بھی حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ سے روحانی رہبری اور فیض لیتے اور پاتے رہے۔ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب قدسیہ میں لکھا ہے:

> جب شیخ عبداللہ خجندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رہبر کی تلاش میں نکلے اُس وقت آپ خود ایک قوی جذبہ وحال کے مالک تھے لیکن رہبر روحانیت کی جستجو کے لیے بے چین تھے۔ اسی خیال کو لیکر آپ حضرت خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر ترمذ پہنچ گئے۔

فرماتے ہیں:

> جب میں مزار شریف پر پہنچا تو فرمایا، واپس چلے جاؤ۔ آج سے بارہ سال بعد تم بخارا میں اپنے مقصد کو پاؤ گے جب وہاں خواجہ بہاء الدین محمد نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ظہور ہوگا۔ یہ ہدایت سُن کر میرے دل کو قرار آ گیا اور میں واپس خجند چلا گیا۔

بارہ سال کے انتظار کے بعد شیخ عبداللہ خجندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بخارا آ کر حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُن کو اپنا خلیفہ بنالیا۔

اس بات کا قوی امکان ہے کہ طریقت اُویسی کی متابعت میں حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کئی اور مرشدین کبار کی طرف توجہ کی ہوگی۔ رہبری اور ہدایت پائی ہوگی یا اُن سے متاثر رہے ہونگے جو آپ کے عرفانی اور متصوّفانہ افکار و تعبیرات خالص شرعی اُمور کے قریب تھے۔ البتہ ان رہبرانِ راہِ سلوک کی تفصیل ہمیں معلوم نہیں۔

اسلامی تصوّف کے میں آنے سے پہلے صدرِ اسلام میں تصوّف صرف رسُولِ اکرم ﷺ کی ذات اقدس اور آپ کے دینِ آسمانی اسلام یعنی اسلام کے ساتھ مربوط و مخصوص تھا۔ رہبر بھی وہی تھے، معلّم اخلاق بھی

وہی، صراط المستقیم کے ہادی بھی وہی، اور دینی، دنیوی اور اُخروی خوشنودی ونجات کی منزل تک پہنچا دینے والے بھی وہی تھے۔ ظاہر ہے آپ کے ہوتے ہوئے صحابہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی اور رہبر روحانی کی کیا حاجت تھی۔ سعادتمند حضراتِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم محبت سے معمور دلوں کے ساتھ پیشگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر روبرو بیٹھ جاتے:

؎ در دلِ پاکِ رسول معبود
اہل شاں را ز دُروں راہی بود
گوش گشتنہ چو اُو لب بگشود
دیدہ گشتنہ چو اُو رُوی نمود
جانِ شاں پردہ گُشایِ تنزیل
نطقِ شان راھنمایِٔ تاویل
ھریکی محرم را زِ جبریل
موردِ فیض خداوندِ جلیل
ظاہرِ شان بہ عبادتِ معمور
باطنِ شان بہ طہارت پُر نُور
جہد از نورِ ہدایت منظور
سعی از حُسنِ کفایت مشکور ۳۵

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

عہدِ نبوی ﷺ کے دور ہوجانے اور زمانہ گزر جانے کے ساتھ ساتھ خاص خاص قرآن شناسوں نے آیاتِ قرآنی میں عرفانی موتی تلاش کرنا شروع کیے اور اس کے نتیجے میں تصوف وعرفان میں آگئے۔

بقولِ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولین صوفی ابو ہاشم کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے جن کی سال ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی۔

تصوف کے ترقی کرنے کے نتیجے میں صوفیوں کی ایک مستقل جماعت وجود میں آ گئی۔ تصوف کو ایک اندرونی ضرورت کے طور پر قبول کیا گیا جس کے ذریعے سے ایک بندہ اپنے خداوند کا قرب پانے کے اہل بننا چاہتا تھا لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ علماء وفقہاء نے شریعت اور دین واسلام کی تاویلات میں جو سخت ضوابط مقرر کیے تھے اُن سے تنگ آ کر بھی تصوّف کے خواہشمند تصوف کے حلقے میں داخل ہو گئے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ تجربات کے زیر اثر تصوف کیلئے بھی سخت قواعد وضوابط مقرر کیے گئے جنہیں روحانی اور بدنی ورزشوں کا نام دیا جاسکتا ہے تصوف کی کتابوں میں ان کی تفصیل درج ہے۔

پس دینِ اسلام کے اوّلین طریق کار کے ساتھ ساتھ ایک ایسا طریقِ کار بھی وجود میں آ گیا جس کی بنیاد قرآنِ کریم کی آیات کے معنی پر تھی اور جو ایک رُوحانی فلسفیانہ طریق کار تھا۔ تصوّف کے اس نظام کے رہبر، پاک اور پاکیزہ زندگی گزارتے ہوئے سالکوں اور طالبوں کو راہِ نجات کی طرف ہدایت کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ تصوّف ایک مکتبِ فکر بن گیا اور عالمِ اسلام کے ان تمام ممالک میں ان مکاتب کی بنیاد پڑی جہاں صوفی حضرات موجود تھے۔ تصوف کے اذکار وعمل کی تبلیغ گاہوں اور مکتبوں کا نام خانقاہ پڑ گیا اور ان خانقاہوں میں راہِ سلوک کے سالکین داخل ہوئے۔ یہ خانقاہیں دنیا کی زمین پر آباد ہو کر بھی دنیا سے الگ تھیں۔ ان میں طالبین مُرشدین کے تابع فرماں خالص تصوف کو اپنانے کی راہ سے قربِ الٰہی کو پانے کے لیے سخت اور صبر آزما ریاضات ومجاہدات میں سے گزرتے تھے۔ یہ خانقاہ نشین سالکین دنیا اور دنیاداری کے شائبات تک سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ خانقاہ میں خود خیالی کی دیواروں کو مسمار کرنے، نفس کو مارنے اور حرص وطمع کو کچل دینے کی سخت بدنی اور روحانی ورزشوں کی راہ سے راہ الٰہی اختیار کرنے کا ماحول تھا۔

میں تصوف کی داستان بیان نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر سیکڑوں کتابیں موجود ہیں۔ مقصد بیان کرنے کے پیشِ نظر کہنا چاہتا ہوں کہ گردشِ زمان اور انقلابِ روزگار کے نتیجے میں حرص وطمع کا کیڑا خانقاہ کے بدن میں بھی داخل ہوا۔ بادشاہوں، امیروں، وزیروں اور حکّام نے ان ہی پاکیزہ خانقاہوں کے مرشدوں کو اپنا رہبر بنا لیا۔ ایسا کرنے سے اُن کے سیاسی عمل استوارتر ہو جاتے تھے اور مرشدوں کی دامنگیری کے توسط سے رعایا میں اُن کی عزّت وآبرو بھی محفوظ رہتی تھی۔

اب خانقاہ نشین حضرات گاہے گاہے شاہی دربار نشین بھی ہو گئے۔ بادشاہی درباروں میں آمد ورفت رکھنے اور حضور پانے کی وجہ سے نیز بادشاہوں اور مقتدر حکّام کے خانقاہوں میں جا کر خانقاہ نشین مُرشدوں اور صوفیوں کی پیشگاہ میں نذرانے اور عقیدت کا اظہار کرنے کے نام سے اشرفیوں کی تھیلیاں گذار گذار کر اُن کی حرص وطمع کا اوّلین کمزور سا کیڑا اب مگرمچھ بن گیا۔ دنیوی شوکت ظاہر ہوگئی اور دنیوی جاہ وحشمت کے چھا جانے کے نتیجے میں بے شرمی اور بے حیائی کی ہوائیں خانقاہوں میں ڈھلنے لگیں۔ بادشاہ تو عیاش ہوتے ہی ہیں خانقاہوں میں ان کے قدم پڑنے سے خانقاہ نشین بھی عیّاش ہو گئے اور فریب کار اور مکّار بن گئے۔ ''بزرگواری'' اور ''درجہ ولایت'' کی مہر کے سائے میں شیطانی عملیات کے حامل یہ خانقاہی حضرات ایسے ایسے کاموں کے عامل بن گئے جن کو پڑھ کر شرم آتی ہے۔

بادشاہوں اور حکّام کے غیر شرعی اور بدترین افعال وحرکات کو ڈھانپ کر شریعت کے اور طریقت کے دعویدار علماء اور صوفی حضرات مقصد براری اور ان بدکار حکام وشاہانِ وقت کی دنیوی حاجتوں کی تکمیل کی خاطر عجیب وغریب تاویلات سے بدعتوں کو رواج دینے لگے۔ نئی اور حیران کُن تاویلات کی بدعتوں نے پورے ایران پر غلبہ پالیا۔ واعظ، مفتی اور فقیہ تک بھی بدعتوں کے رنگ میں رنگ گئے اور صحیح شریعت ودین کو دانستہ طور پر مسخ کر دیا گیا۔ اس غیر شرعی اور بدعتوں میں جکڑے گئے ماحول پر اس زمانے کے بعض حسّاس اور دردمند دل رکھنے والے چشم دید گواہوں نے بڑی واویلا کی ہے۔ ان میں خاص طور پر نمایاں ہیں خواجہ شمس الدین محمد حافظ شیرازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ [۳۶] اور عبید زاکانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ [۳۷] جن کا کلام پڑھ کر وہ عہد، وہ علماء، وہ فریب کار صوفی اور وہ خانقاہیں ہماری آنکھوں کے سامنے جلوہ نمائی کرتے ہیں جنہوں نے اس پورے ملک کے ماحول کو سیاہ خانہ بنا دیا تھا۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ کے سخت معتقد خواجہ حافظ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۷۹۲ھ) کے یہ چند شعر سنیے۔

مَی خور کہ رند و حافظ و مفتی ومحتسب — چوں نیک بنگری ہمہ تزویر می کنند [۳۸]
فقیہ مدرسہ دی مست بود وفتویٰ داد — کہ مَی حرام، ولی بہ ز مالِ اوقاف است [۳۹]
صوفی بیا کہ جامۂ سالوس برکشیم — وین نقش زرق را خط بطلان بسر کشیم [۴۰]
نقد صوفی نہ ہمہ صافی وبی غش باشد — ای بسا خرقہ کہ مستوجبِ آتش باشد [۴۱]

نظام الدین عبید زاکانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ (وفات ۷۷۲ھ) نے ماحول کے ناخوشگوار فشار سے

مجبور ہو کر بعض ناموں اور لفظوں کو رائج ماحول کے مطابق معنی پہنا دیے :

مُرشد : ابلیس

صُوفی : مُفت خور

فریب : دنیا کے بارے میں صُوفی کا وعظ

شیطان : صُوفی کے پیرو

امام : نماز فروش

خانقاہوں کی کیفیت پر خواجہ حافظ شیرازی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی گواہی ؎

مُرغِ زیرک بہ در خانقہ اکنون نہ پَرد — کہ نہاداست بہ ہر مجلس وعظی دامی[۴۲]
ز خانقاہ بہ میخانہ می رود حافظ — مگر ز مستی زُہد وریا بہ ھوش آمد[۴۳]
بیا بہ میکدہ و چہرہ ارغوانی کُن — مرو بہ صومعہ کانجا سیاہ کاران اند[۴۴]
عارفان جُملہ حریف اند و نظر باز، ولی — زان میاں حافظِ دلسوختہ بدنام افتاد[۴۵]

یہ تھا مختصر طور پر اس ماحول کا حال، جو گمراہی کا ماحول تھا، عام بے دینی کا اور رسُول اکرم ﷺ کی شریعت کو شعوری اور دانستہ طور پر پسِ پشت ڈال کر نئی اختراع کی گئی شریعتوں کا ماحول، جس میں ہمارے حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمّد نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پلے بڑھے۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ماحول کے خلاف بغاوت کی اور اسے ٹھکرا دیا۔ بقول حضرت علاّمہ اقبال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ :

؎ گفتند جہانِ ما آیا بہ تو می سازد؟ — گفتم کہ نمی سازد، گفتند کہ برہم زن[۴۶]

آپ (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نے دیکھا کہ جو دین، تصوّف اور عرفان خانقاہوں سے صادر ہو رہا ہے وہ محض ضلالِ مبین ہے، گمراہی ہے اور دین فروشی۔ آپ نے سختی کے ساتھ محسوس کیا کہ دینِ اسلام اور شریعت محمدی ﷺ جب آیات قرآنی اور احادیثِ رسول ﷺ کے فرامین کی روشنی میں بغیر کسی کجروی اور اُلجھن کے اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی پاک و پاکیزہ راہ ہے تو پھر ابہام کی بھول بھلیوں اور نئی نئی ذہنی اختراع کی بدعتوں سے معمور واسطے سے دینِ اسلام کی حقیقی اور پُر جمال صورت کو بدل دینے کے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کیوں؟

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بدعتوں اور غیر شرعی افعال کے اس سیلاب کو روک دیا۔ یہ اپنے عہد کے وہ تنہا مجاہد اور مجدد تھے جنہوں نے اس طغیانی کو زمین کی گہرائیوں میں معدوم کر دیا اور اسی لیے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو آٹھویں صدی کا مجدد (مجدد مأیہ ثامنہ) کہا گیا ہے۔ [۴۷]

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سنّتِ نبوی ﷺ کا معتدل اور میانہ رو طریق کار پھر سے رائج کیا۔ اس کی بنیاد فقط و فقط شریعت کے طریق کار کو اپنا کر بدعتوں سے پرہیز کرنے پر ہے۔ اس میں نہ خلوت کشی ہے نہ ہی گوشہ گیری، اور نہ ہی ترکِ دُنیا۔ اس میں ذکر جہر کا کوئی گزر نہیں۔ اس میں نہ سماع کی محفلیں منعقد کرنے کی نشاط انگیزی ہے اور نہ ہی سماع کے سماعت کی گوش نوازی یا قلب کی بہجت۔ اس میں بس سنّت اور فرموداتِ حضرتِ رسول ﷺ کی سنجیدگی کے ساتھ ساتھ متابعت کرنے کی کارفرمائی ہے اور شریعت محمدی ﷺ کی حفاظت۔ اس میں سوائے اللہ کی طرف توجہ کرنے اور اسی کی ذاتِ پاک کے ساتھ تمام خیالات کو مار کر لو لگانے کے بغیر اور کوئی عمل نہیں۔ اس میں ترکِ دنیا کے فلسفے کا کوئی دخل نہیں بلکہ حقیقت پسندی سے کام لے کر دنیا بسانے کے فلسفے کا دخل ہے۔ اس میں غاروں اور کہساروں میں جا کر اللہ کی ذات تلاش کرنے کی اجازت نہیں۔ اس میں خاندان کو وجود میں لا کر عیال بار بننے کی اجازت ہے۔ صاحبِ زن فرزند بن جانے اور کسبِ معاش کے لیے جستجو اور محنت و مشقت کرنے کی اجازت ہے۔ لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست کرنے اُن کے ساتھ تجارتی اور معاشی لین دین رکھنے کی اجازت ہے۔ اس میں خلوت گیری اور چلّہ کشی نہیں۔ اس میں دنیا میں رہ کر قربِ الٰہی کو ذکرِ الٰہی کی راہ سے پانے کا ہی عمل دخل ہے۔ لوگوں کے ساتھ رابطہ رکھتے ہوئے بھی اللہ کے ساتھ رہنے بلکہ اُسی کے حضور میں حاضر رہنے کا عمل ہے۔ ظاہر میں لوگوں کے ساتھ اور باطن میں اللہ کے ساتھ۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیا گیا! ''آپ کے طریقت نقشبندیہ کی بنیاد کس چیز پر ہے''؟ فرمایا: ''خلوت در انجمن پر''۔ یعنی باہر سے لوگوں کے ساتھ رہنا اور اندر سے اللہ کے ساتھ رہنا۔ ہمارا طریقہ ہے لوگوں کی صحبت اختیار کرنا، لوگوں میں رہنا اُن کے ساتھ گزر بسر کرنا اور خلوت نشینی سے پرہیز کرنا۔ خلوت اختیار کرنے سے شہرت ہوتی ہے اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت لوگوں کی جماعت کے ساتھ رہنے میں ہے۔

بقولِ علّامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ۔

ے موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں
یا
پیوستہ رہ شجر سے اُمیدِ بہار رکھ

گویا بطور خلاصہ طریقتِ نقشبندیہ کا لبِ لباب یہ ہے "دنیا بسانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کو دل میں بسانا"۔ اس طریقت میں ترکِ دُنیا نہ ہونا ہی حرکت ہے، جنبش ہے۔ رواں دواں رہنے کا حرکی عمل ہے جدوجہد ہے کسبِ معاش کے لیے کاوشوں کی عرق ریزی اور "جاوداں ہر دم رواں پیہم رواں دنیوی زندگی" کو گلے لگا کر اللہ تعالیٰ کو، جو حقیقی مالک ہے، دل میں اُتارتے ہوئے قلب کے اندرونی نہاں خانوں میں اُسی کی یاد کے نقوش کو جاوداں کر دینا ہے۔ جب اللہ کو دل میں بسایا تو اس دل سے فریب کاری، بے ایمانی، بدنیتی اور بداخلاقی کی بدبو خود بخود معدوم ہو جائے گی۔ آدمی اللہ کو دل میں بسا کر فرشتے کی طرح پاکیزہ ہو گا۔

یہی سادہ سی تعلیم حضرتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی۔ انہوں نے گھر بسایا۔ دنیا بسائی۔ لوگوں میں نشست و برخاست کی اور ان سے الگ نہیں رہے اور عبادت و اطاعتِ الٰہی بھی کی اور ایسی کہ معراجِ خداوندی سے ہمکنار ہوئے۔ آپ ﷺ نے نکاح بھی کیے۔ صاحب اولاد تھے، جدوجہد کی۔ عمل اور جنبش و حرکت سے کام لیا۔ میدانِ جنگ میں بھی اُترے۔ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر میں دوشِ مبارک پر اینٹیں بھی لادیں۔ کٹے پھٹے نعلینِ مبارک بھی خود ہی درست کیے۔ کپڑوں میں خود ہی پیوند بھی لگائے۔ بازار جا کر گھریلو کام بھی انجام دیے۔ بکریوں کا دودھ بھی گھر کے صحن میں خود اپنے ہاتھوں سے دوہا۔

زندگی اور دنیا بسانے کی اس تگ و دو میں رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے قلبِ مبارک میں اللہ وحدہٗ لاشریک کو بھی بسایا۔ اسی کی طرف رجوع کیا۔ اور اسی کے خیال میں رہ کر آنکھوں سے آنسو بہائے۔ مغفرت کے طلبگار رہے جب کہ آپ ﷺ پہلے سے ہی مغفور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ دنیا کو ترک کیا نہ خلوت نشینی کی اور نہ ہی سخت چلّے کاٹے۔ آپ نے 'دل بایار دست باکار' کی تعلیم دی اور خود بھی اسی پر کاربند رہے اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی اسی پر عمل کیا۔

بھلائے گئے اسی طریقتِ رسول ﷺ، سادہ اور بدنی ورزشوں سے دور اسی طریقہ حیات کا، جسے دنیا پرست، طمع کار اور دین فروش حضرات نے جو خود کو عالم، فقیہ، شیخ اور پیرانِ طریقت کہتے یا کہلواتے تھے، حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر سے احیاء کیا اور خود اسی طریقت کی سختی سے متابعت و تبلیغ کی

اوراس کے، ذِکرالٰہی سے مربوط، چند اصول وضع کیے اوراقوام عالم میں طریقتِ نقشبندی کے نام سے پیش کیا۔

طریقتِ نقشبندی میں یہ سہولت روشن ہے کہ تصوّف میں مقرر منزلوں میں سے گذرے بغیر ہی طالب **لا الٰہ الّا اللہ** کو عُروۃ الوُثقیٰ بنا کر پکڑتا، اپناتا ہے اور بالیقین مؤمن اور صاحبِ ایمان بن کر اللہ کے نزدیک پہنچ جاتا ہے۔ اسی سادہ راہ سے دل میں اللہ کی جگہ بناتا ہے۔ اُسے دل میں ذکر کے توسّط سے قلب کی گہرائیوں میں محفوظ کر کے اُسی کے خیال میں رہتا ہے اور اُسی کی طرف متوجہ رہتا اور ظاہر و باطن کے تمام عملیات میں شریعت رسول ﷺ کو نیز فرامینِ رسول ﷺ کو پیش نظر رکھ کر اللہ کا قرب پاتا ہے جو ہر مومن کا منتہائے مقصد ہے اسی لئے کہا گیا ہے۔

؎ انتہائے دیگران است مبتدائے نقشبند

سادگی کی راہ سے قُربِ الٰہی پانے کا یہ آسان طریقہ اُس خانقاہی ماحول کے خلاف، جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے ایک واضح بغاوت تھی۔ خانقاہی نظام کی اس عمارت میں طریقت نقشبندیہ نے ایک دریچہ کھول دیا اور یوں محسوس ہو جیسے ایک خوشبو سے آباد گلستان میں داخل ہو کر آزادی کی سانس لی۔ یہ تجدید واحیائے سنتِ رسول ﷺ گویا طریقت نقشبندی کی راہ سے علاّمہ اقبال کے اس شعر کا ترجمان تھا کہ :

؎ سُوئے قطار می کشم ناقۂ بی زمام را

سادہ طریقے سے سُنّتِ رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرنے اور بس خدائے وحدہٗ لاشریک کو لاالٰہ الا اللہ کے ذکر کی راہ سے توجہ کے ساتھ یاد کرنے اور اُس کے قرب کو پانے کا یہ طریقہ یعنی طریقت نقشبندیہ گیارہ اُصولوں کا مجموعہ ہے۔ اور وہ اصول یہ ہیں :

۱۔ ہوش دردم: یعنی سالک جو بھی سانس لے، واقفیت اور حضور قلب کے ساتھ لے۔ اس میں غفلت نہ برتے۔ کوئی بھی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رہ کر نہ لے اور اُسے یاد کر کے ہر ایک سانس لے۔

۲۔ نظر برقدم: یعنی راہ چلتے اور آنے جانے میں نظر نیچے کی طرف ہو کہ نظر منتشر نہ ہونے پائے اور کسی ایسی جگہ پر نہ پڑے یا اُن جگہوں پر نہ پڑے جہاں پر نظر کو پڑنا نہیں چاہیے اس لیے کہ خوشنما اور مرغوب

جگہوں پر نظر پڑ جانے سے آدمی کے دل کی حالت میں تغیر ہوتا ہے جس سے وہ آفت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور مقصد سے دُور۔

۳۔ **سفر در وطن:** یعنی بشری طبیعت میں سے نکل کر سالک کا اپنے اندر مَلکی صفات پیدا کرنے کی منزل کی طرف سفر اختیار کرنا۔ بُرے خیالات اور بُری صفتوں کی ظلمت سے نکل کر نیک صفتوں کی راہ پر چلنا کہ فرشتگی کو اپنائے۔ بقولِ خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فرشتگی چو نہ باشد بشر چہ سود کند ؎ گذر کُن از بشریت فرشتہ باش دلا

۴۔ **خلوت در انجمن:** یعنی لوگوں کے ہجوم میں رہ کر بھی تنہا رہنا اللہ کی یاد میں، اور اُسی کی طرف تمام تر توجہ کے ساتھ دھیان رکھے۔ بقولِ خواجہ غجدوان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

درِ خلوت را در بند و درِ صحبت را بگشائی’’۔ ظاہر میں لوگوں کے ساتھ لیکن
باطن میں اللہ کے ساتھ۔ رِجال ’’**لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ**‘‘ **وَلَا بَيْعٌ**‘‘
عَنْ ذِكْرِ اللهِ ۔

۵۔ **یاد کرد:** یعنی یاد کرنا۔ ذکرِ الٰہی کرنا کہ قلب کو اطمینان ملے **اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوب**، یہ ذکرِ الٰہی اندر سے ہو یعنی ذکرِ قلبی۔ طریقت نقشبندی میں ذکرِ جہر یعنی بلند آواز کے ساتھ ذکر کا وجود نہیں ہے۔

۶۔ **بازگشت:** ہر ذکر کے بعد زبان سے خاموشی کے ساتھ یا دل میں کہنا: ’’الٰہی! **اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاكَ مَطْلُوْبِیْ** ۔‘‘ اے اللہ میرا مقصد تو ہے اور تیری رضا۔ یہ گویا عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنی تقصیرات کا اظہار ہے۔ اس سے مراد ہے اپنے دل کے برے اور اچھے تمام خیالات کو مٹا کر بس اللہ ہی کے خیال کو دل میں سمونا ہے۔

۷۔ **نگاہ داشت:** یعنی دل کی حفاظت مکمّل طور پر کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ کے خیال کے بغیر کسی دریچے سے کسی اور خیال کی ہوا دل میں داخل نہ ہونے پائے۔ صرف لا الٰہ الا اللہ کو دل کے حُجرے میں بند کر دینا۔ اسے گویا حضور بھی کہہ سکتے ہیں۔

۸۔ **یادداشت:** یعنی کمالِ ذوق وشوق اور محبت کے ساتھ دل کے اندر اللہ تعالیٰ سے آگاہ رہنا۔ ہر

لا الہٰ الا اللہ پڑھنے کے فوراً بعد دل میں خیال لانا: ''خداوندا! میرا مقصود بس تیری ذات ہے۔'' گویا یہ محبتِ الٰہی کی راہ سے اللہ کے شہود کا غلبہ پانے کی تمنا ہے۔

۹۔ وقوفِ زمانی: یعنی ہر ساعت اپنی حالت و کیفیّت سے خبردار اور آگاہ ہو جانا۔ خبردار رہنا چاہیے کہ وقت بہ وقت ہر وقت میں اپنی کیفیّت و حالت میں کہاں پر ہوں۔ کیا میری سانسیں حضور کامل کے ساتھ چڑھتی اترتی ہیں یا غفلت کے ساتھ؟ کیا میری ثناء لایقِ شُکر ہے یا ابھی میں عُذر خواہی کے ہی عالم میں ہوں؟ اس حالت کا ہر دم احتساب کرنا ہوگا۔ یہی ہے وقوفِ زمانی۔

۱۰۔ وقوفِ عددی: یعنی ذکر کا شمار۔ ایک سانس میں کتنی دفعہ ذکر کرنے کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ تین دفعہ، پانچ دفعہ، سات دفعہ یا اکیس دفعہ۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

> ذکر کرتے وقت شُمار کرنے سے مراد ہے دل کو متفرق خیالات سے بچانا
> اور اس طرح سے دل کو فائدہ پہنچانا ہے۔

۱۱۔ وقوفِ قلبی: یعنی ذکر کرتے وقت دل کا اللہ تعالیٰ سے آگاہ اور واقف رہنا اور کسی اور چیز کے وجود کا اللہ تعالیٰ کے بغیر میں موجود نہ ہونا اور یوں محوِ ذکر ہو جانا کہ دل باتیں کرنے لگے۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ وقوفِ قلبی کو بڑی اہمیّت دیتے اور اسے لازمی جز قرار دیتے تھے۔ ذِکرِ الٰہی کرنے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حبسِ نفس (سانس بند کر دینے) کے قائل نہیں تھے اگرچہ اسے مفید جانتے تھے اور وقوف زمانی و وقوف عددی کو لازمی نہیں سمجھتے تھے۔ البتہ وقوف قلبی کو سخت اہم جانتے تھے کہ ذکر کا اصلی مقصد مختصر الفاظ میں وقوفِ قلبی ہی ہے۔

طریقت نقشبندیہ کے یہ گیارہ اصول گو مختلف نام رکھتے ہیں لیکن در حقیقت یہ کلّی طور پر لا الہٰ الا اللہ کے ذکر کو قلب میں کامل طریقے کے ساتھ اپنانے کا ایک ہی نام ہے۔ کسی بدنی سختی کے بغیر تپّسیا کرنے کے قریب ریاضت و مجاہدہ کی سخت منزل سے گذرے بغیر لا الہٰ الا اللہ کو دل میں سما دینا اور جذبۂ ذوق و شوق کے ساتھ یاد کر کے اپنانا۔ اس طریقت کو اپنانے، دنیوی زندگی گذارنے اور عبادات میں رسول اللہ ﷺ کے احکام اور اُن کی ہمارے لئے چھوڑی ہوئی سنت پر کاربند رہنا کہ یہی راہ نجات ہے اور اس راہِ رسول ﷺ

کے بغیر جو راہِ مستقیم ہے قرب الٰہی کے لئے اور کوئی راہ نہیں۔

حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی ایک سادہ سا طریق عمل اپنے پیچھے باقی چھوڑا۔ آپ نے سنتِ رسول ﷺ کا احیاء کیا اور تجدید کی۔ ذات خداوندی کو اپنانے کی آسان راہ دکھائی اور اسی طریق کار کا نام ہے طریقت نقشبندیہ۔ میں نے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ حضرات کی خدمت میں اسے پیش کیا۔ کوتاہیوں اور تقصیرات کے لیے آپ سے عذر خواہی کرتا ہوں۔

سہل اور آسان طریق عمل ہونے کی وجہ سے طریقت نقشبندیہ اوّل اوّل شہر بخارا کے متوسّط گھرانوں میں داخل ہوا اور اطراف کے دیہات میں پھیلا۔ پھر اس کے بعد عالی نژاد اقوام کی جماعتوں، حویلیوں، مکانوں اور شاہی محلّات میں جاگزین ہوا گو کہ ابتدائی ایام میں بازار کے پیشہ ور افراد نے ہی اسے گلے لگایا۔

حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا اور آپ کے آباء کا پیشہ نقشبندی تھا۔ نقشبندی مشائخ اور خواجگانِ سلسلہ سادہ اور درویشانہ زندگی گزارتے تھے۔ کسبِ معاش کے لئے محنت کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ [۴۹] گلکار تھے۔ حضرتِ خواجہ عزیزان [۵۰] خواجہ علی رامیتنی جولاہا تھے۔ حضرت سیّد امیر کلال رحمتہ تعالیٰ علیہ مٹی کے برتن بناتے تھے یعنی کُمہار تھے۔ خود حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا حال بقولِ صاحبِ انیس الطالبین یہ تھا کہ:

> در شہر ایشان را خانہ بہ ملکی نہ بود۔ عاریت بُود۔ غریب وار می زیستند۔
> ایشان را خادمی وخادمہ ئی نہ بود۔ ازین معنی ایشان را سوال کردند۔
> فرمودند: ”بندگی با خواجگی راست نیاید۔“

پھر نقشبندی حضرات وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ صاحبانِ اثر و رُسوخ ہو گئے۔ خانقاہوں سے دُور اور عوام سے قریب رہنے کی وجہ سے ان حضرات کا ایران اور ماوراء النّہر کی سیاسی کشمکشوں میں بڑا حصہ رہا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے۔

بہر حال میں عرض کر رہا تھا، آسان ہونے کی وجہ سے آخر کار طریقت نقشبندیہ بخارا سے نکل کر چین پہنچا اور وہاں سے ”قازان، قفقاز، قسطنطنیہ، ھندوستان (بہ شمول مہ ممالکِ پاکستان اور بنگلہ دیش) بلخ، مصر، بصرہ، بغداد، ایران، توران، افریقہ اور تمام عربی ممالک میں پھیلا۔

طریقت نقشبندیہ ہمارے پاس کشمیر میں بھی پہنچا۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عہد میں اسے حضرت ایشان خواجہ خاوند محمود نقشبندی [۵۱] بخارا سے اپنے ہمراہ لائے یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس طریقت کے صاحبِ طریقت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وابستگان میں سے تھے۔ اِس طریقت کو کشمیر میں مرکزیت بخشنے اور عام کرنے کے لیے آپ نے یہ خانقاہِ نقشبندیہ تعمیر کی جس میں میں اس وقت آپ حضرات سے مخاطب ہوں۔ آپ حضرات کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ یہ خانقاہ سلطان زین العابدین بڈشاہ نے وقت کے عظیم صاحب عرفان اور ولی اللہ سید محمد امین اویس (سالِ شہادت ۸۸۹ھ) [۵۲] رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے موضع اشم (تحصیل صفاپور) میں بنائی تھی۔ شہادتِ سیّد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور سُلطانِ مذکور کی وفات کے بعد خانقاہ بیکار پڑی تھی کشمیر کے دینی بزرگوں، مفتیوں اور علمائے شریعت کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد متفقہ فیصلے سے خانقاہ مذکور کو منہدم کر کے اس کی ایک ایک اینٹ کے ساتھ اس زمانے میں اڑتالیس ہزار روپے کی بھاری رقم کے مصرف سے اس جگہ پر تجدیدِ تعمیر ہوئی۔ یہ ۱۰۴۲ ہجری کا سال تھا۔ اور یہاں پر چک بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ حسین شاہ نے اپنے نام پر ایک خوبصورت باغ بنایا تھا جو رنگ رنگ کے پھولوں، فواروں، آبشاروں اور پانی کی چھوٹی چھوٹی ندیوں سے آباد تھا۔

بادشاہ اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو لاہور بلا لیا۔ وہاں سے آپ نے اپنے فرزندِ ارشد و امجد عارف باللہ حضرت خواجہ معین الدّین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو طریقت نقشبندیہ کو ترقی دینے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے کشمیر کی خانقاہ نقشبندیہ میں بھیج دیا۔ حضرت خواجہ معین الدین باطناً بھی خوب سیرت تھے اور ظاہر میں بھی خوب صُورت۔ ان ایام میں بادشاہ اورنگ زیب کشمیر آئے تھے۔ آپ سے ملاقات کی۔ دربار میں آپ کی دینی اور علمی اہلیت نیز آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر بہت محظوظ و مسرور ہوئے اور عجب نہیں کہ اس ملاقات کا اثر لے کر ہی بادشاہ اورنگ زیب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی ہمشیرزادی کو آپ کے عقد میں دیا ہو۔

حضرت خواجہ معین الدین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کا بڑے دینی عالموں، مفتیوں، فقیہوں، اولیاء کرام اور فارسی و عربی نثر و نظم والے ادیبوں میں اپنا منفرد مقام ہے۔ آپ نے ان دونوں زبانوں میں کئی کتابیں لکھی ہیں جو مضمون کے لحاظ سے بڑی اہم ہیں لیکن جن پر ابھی تحقیقی کام کرنا باقی ہے۔

میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت خواجہ معین الدّین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ جو اس

خانقاہِ نقشبندیہ کے صحن شریف میں ایک خوش نما روضۂ متبرک کے نیچے آسودہ ہیں، کے حالاتِ زندگی اور اُن کے دینی مقام نیز عرفانِ ربّانی میں اُن کے مرتبے سے، جس کی وجہ سے آپ کا شمار اولیاء کبار میں ہوتا ہے، کشمیر کے اکثر معتقدین ناآگاہ ہیں، بالخصوص ہماری نوجوان نسل، جو یقیناً اس حقیقت کو، دلوں میں لیے پھرتے ہونگے کہ اس روضۂ متبرک میں حضرت خواجہ مُعین الدّین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نام کے کوئی ولی اللہ آسودہ نہیں بلکہ اس میں خود حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدّین محمّد نقشبندِ مشکل کُشا رحمتہ اللہ علیہ آرام فرما رہے ہیں۔

اس بہت بڑی تاریخی غلطی کی اوّلین وجہ مشرق میں واقع ڈیوڑھی، جو بڑے بازار میں کُھلتی ہے، کے بلند سرِ در پر وہ عبارت ہے جو ''زیارت حضرت خواجہ نقشبند مشکل کشا رحمتہ اللہ علیہ'' کے جلی الفاظ کے ساتھ کندہ ہے۔ میں آپ حضرات کی توجہ ایک علمی نکتے کی طرف مبذول کر رہا ہوں۔ اگر بالفرض یورپ کے کسی ملک کا یا کوئی عالم اور محقق یا کوئی بھی غیر مُلکی محقق اس آستانِ عالیہ کی زیارت کے لیے آئے گا اور اسکی نظر اس غیر صحیح مذکورہ عبارت پر پڑے گی تو واپس جا کر پورے یقین اور چشم دید گواہی کے ساتھ وہ اپنی تحقیق میں لکھے گا کہ حضرت خواجہ بزرگ نقشبندِ مشکل کشا رحمتہ اللہ علیہ بخارا میں نہیں بلکہ کشمیر میں مدفون ہیں اور اس طرح سے ایک بڑا علمی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوگا اور یہ علمی اختلاف اُن تمام اسلامی ممالک میں گمراہی کا سبب بنے گا جو طریقت نقشبندیّہ کے مراکز ہیں اس نادرست عبارت کے نتیجے میں خود حضرت خواجہ مُعین الدّین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی، دینی اور ولی اللّٰہی شخصیت نظروں سے اوجھل ہو کے رہ گئی ہے اور اس نام سے اکثر اہالیانِ کشمیر ناواقف ہیں اور اگر وہ واقف ہیں تو پورے یقین کے ساتھ اس بات سے واقف ہیں کہ اس روضۂ پاک میں حضرت خواجہ بزرگ نقشبندی مشکل کشا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خود آسودہ ہیں۔

میں نے اسمِ علمی نکتے کی طرف آپ حضرات کی توجّہ مبذول کی ہے اور ایسا کرنا ایک محقق کی حیثیت سے میرا ایک علمی فریضہ ہے وما علینا اِلّا البلاغ! لیکن فرض جان کر میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ منتظمین آستان عالیہ کو اس پر غور وخوض کرنا چاہیے اور اس کیلیے قابلِ قبول عملی اقدام! یہ اطّلاع آپ تک پہنچانے سے میں قیامت کے دن، حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے استفسار سے بری الذّمہ ہو گیا ہوں۔

حضرت خواجہ معین الدّین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر آج تک کوئی علمی کام نہیں ہوا ہے اور میرا یقین ہے کہ سال ۱۰۸۵ھ سے نہیں ہوا جو آپ کا سالِ وصال ہے۔ آپ کی اہالیان کشمیر کے ساتھ

شناسائی کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ پر سال میں دو ایک سیمنار منعقد کرانے کی اشد ضرورت ہے یا کم از کم آپ کے ہر سال میں عرس پاک برپا ہونے سے دو تین روز پہلے سیمنار کرائے جائیں اور معتقدین کو عام رائج ذرائع سے اس طرح کی علمی مجالس کے انعقاد کی تاریخوں سے باخبر کیا جائے۔ یہ مجلسیں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہمہ جہت علمی اور دینی اور عرفانی شخصیت کو آشکارا کرانے میں بڑی مددگار ثابت ہونگی۔

منتظمین حضرات اور اُن لوگوں سے بھی، جو خود کو آپ کے خاندان سے منسوب کر کے نقشبندی کہلاتے ہیں یا جو سندِ صحیح سے براہِ راست آپ کی اولاد میں سے ہیں، میری گذارش ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذاتِ گرامی سے مربوط اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات، خاص کر کشمیر میں طریقت نقشبندیہ کی تبلیغ، نیز آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصانیف پر علمی تحقیق کو عام کرنے کے لئے، ایک ماہوار رسالے کا اجرا کیا جائے۔ علمی تحقیق کے سلسلے میں ایک ہیئت کو تشکیل دیا جائے۔ اور آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریرات کو، جو قلمی نسخوں کی صورت میں بکھری ہیں، یکجا کر کے ان کو متن کی اصلی صورت میں بھی چھاپ دیا جائے اور بعد میں تحقیق اور تصحیح کے ساتھ بھی۔

کشمیر میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد آپ ہی کے وجود سے نقشبندی کہلاتے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شانِ والا مرتبت کی روشنی کو کشمیر کے معتقدین تک گھر گھر پہنچانا، اولادانِ حضرت ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر فرض بھی ہے اور قرض بھی۔ یہ قرض اتارنا اُن پر لازم ہے اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو نقشبندی ہو کر بھی ظلم کریں گے۔

اس بارے میں بالخصوص میں ڈاکٹر سید عاشق حسین نقشبندی، سید عبدالرشید نقشبندی اور سید غلام حسن شاد نقشبندی سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ میری تجویزوں پر عمل کر کے اپنے اوپر عائد فرض کو پورا اور قرض کو ادا کریں۔ بلکہ اس حُسن رہگذر سے ان نقشبندی حضرات سے بھی ملتمس ہوں، جن کے نام سے مجھے واقفیت نہیں کہ وہ بھی اپنا حصہ ادا کریں۔

حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین محمد نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں اس مقالے میں میری تحقیق پر مبنی معروضات مختصر تھیں۔ مگر یہ بہرحال ایک مقالہ بھی تھا جس میں تفصیل کے ساتھ بیان پیش کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اور اسی لیے مقالے میں ہمیشہ تشنگی باقی رہتی ہے۔

الحمد للہ! میں اس وقت حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر اسی طرز تحقیق پر ایک مبسوط کتاب لکھ

رہا ہوں جس پر میں نے ''شاہِ ہمدان، حیات اور کارنامے'' کے نام کی ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اللہ مجھے اس کتاب کو مکمل کرنے کی مجال عطا فرمائے آمین۔ اور نیز وہ راہیں مجھ پر کھول دے جن سے میرے قلب ونظر میں وسعت اور کشادگی پیدا ہو کہ میں حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیّت کا ادراک پاؤں.... آمین! اللہ تعالیٰ اُن کے دل بھی کھول دے جو تنگ بصری اور غلبۂ بُخل کے سبب' حضرت خواجہ بُزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر حوالہ جات کا مذکورہ کتاب کی تکمیل کرنے کے ضمن میں عمداً اور ارادۃً میرے لیے مہیّا نہیں رکھتے۔ ایسا کرنا یقیناً حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ناراض کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

☆......☆......☆

حواشی

(۱)......۔ رسالہ نقشبندیہ (قلمی نسخہ) ص ۸۔ محکمہ تحقیق واشاعت (کشمیر یونیورسٹی)۔ زیر شمارہ ۵۵۸

(۲)......۔ رسالہ قدسیہ بکوشش ایرج افشار۔ ناشر کتابخانہ طہوری۔ خیابانِ شاہ آباد۔ تہران، ص۔ ۹۱

(۳)......۔ انیس الطّالبین وعدۃ السالکین۔ نقل از قدسیّہ (مقدّمہ وتصحیح وتعلیق از احمد طاہری عراقی)۔ کتابخانۂ طہوری ص۔ ۴۱، نیز نفحات الانس (مولانا جامی) ناشر کتابفروشی محمودی۔ تہران (تصحیح از مہدی توحیدی پور) ص۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱

(۴)......انیس الطّالبین از طریق قدسیّہ۔ ص۔ ۴۱

(۵)......رشحات عین الحیاۃ تالیف فخر الدّین علی ابن حسین واعظ کاشفی۔ چاپ تہران ص۔ ۵۵

(۶)......دیگ گران، بخارا سے ۲۷ میل دور ایک گاؤں کا نام ہے آپ وہیں کے تھے

(۷)......ترکستان کے شہر یسی کے رہنے والے تھے اسی لئے یسوی کہلائے۔ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ ترکستان میں شاہ یسی خواجہ احمد اتا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ترکی زبان میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں

(۸)......ترکی مشائخ میں سے ہیں اور حضرت خواجہ احمد یسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاندان سے۔ بخارا میں مدفون ہیں۔ (نفحات الانس ص۔ ۳۸۳)

(۹)......ترکی مشائخ کبار میں سے ہیں اور بزرگ اولیا اللہ میں آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے

(۱۰)......الحدایق الوردیہ۔ رشحات عین الحیات۔ انیس الطالبین از طریق قدسیہ

(۱۱)......رشحات عین الحیات ص ۵۷۔ قدسیہ ص۔ ۴۳

(۱۲)......رشحات عین الحیات۔ ذکر الصادقین از مولانا صدر الدین محمد مفتی کشمیری (نسخہ قلمی) در ذکر خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ

(۱۳)......ژندہ پیل لقب تھا اور احمد نام۔ سو سال عمر پائی اور ۵۳۶ھ میں جام میں فوت ہوئے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور اولیاء کرام میں ممتاز درجہ کے حامل

(۱۴)......مفلس ہو کر تیرے کوچے میں آئے ہیں۔ خداوندا! اپنے چہرے کے حُسن و جمال کی ایک جھلک عطا ہو

(۱۵)......ذکر الصّادقین از مولانا مفتی صدر الدّین محمّد (نسخہ قلمی) در ذکرِ خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ریسرچ لائبریری کشمیر یونیورسٹی زیر شمارہ ۱۶۴۹

(۱۶)......طرایق الحقایق از معصوم علی شاہ نایب المصّدر ج۔۲

(۱۷)......خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام محمد تھا اور دامادِ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہونے کے علاوہ آپ اُن کے اصحابِ کبار میں سے تھے۔ آپ چغانیان میں مدفون ہیں جہاں آپ کا روضہ مشہور ہے سال ۸۰۲ھ میں وفات پائی

(۱۸)......اے برادر! طریقتِ نقشبندیہ میں اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کو نقش بند کرو یعنی دل میں اس کا نقش باندھو

(۱۹)......سیرت نقشبند از ڈاکٹر محمد اسمٰعیل نقشبندی (چھاپ ۱۹۱۷ء) رشحات عین الحیات۔ رسالہ عرفان از مفتی محمد رشید الدین۔ مختصر سوانح حیات ناشر بزم نقشبندیہ سری نگر۔ درِ عرفان چھاپ از جمعیۃ المسلمین سری نگر

(۲۰)......سوخاری گاؤں کے رہنے والے جو بخارا سے چھ میل دور ہے۔ کوزہ گر تھے اور پہلوان بھی۔ خواجگانی اصحاب کے پیشوا بن گئے اور خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد اور رہبر طریقت، سال ۷۷۲ھ میں وفات پا کر سوخاری میں مدفون ہوئے

(۲۱)......شیخ الاسلام حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ سے جن کا اوپر ذکر ہوا' روحانی تربیت رُوحانی راہ سے پائی جیسے خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی۔ مشہور اولیاء کرام سے ہیں۔ سال ۷۹۱ھ میں وفات پائی

(۲۲)......ریورتون۔ بخارا کے قریب ایک گاؤں کا نام جہاں حضرت خواجہ بزرگ رہتے تھے (ترکستان نامہ تالیف بارتولد چھاپ بنیاد فرہنگ ایران) نفحات الانس ص۔۳۸۴

(۲۳)......نفحات الانس تالیف مولانا جامی ص ۳۸۴

(۲۴)......دیکھیے میری تصنیف شاہِ ھمدان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ.....حیات اور کارنامے۔ ناشر حاجی شیخ غلام محمد تاجران کتب مالسیہ بازار سری نگر ص۔۳۹

(۲۵)......پیر کو اختیار کر لو کیونکہ پیر طریقت کے بغیر یہ سفر نہایت ہی پُر آفت اور پُر خوف و خطر ہے' جو بھی کوئی اس راہ میں

بغیر رہبر کے چلے گا راستے کے چھلاوے اسے گمراہ کر کے کنوئیں میں دھکیل دیں گے

(۲۶)......عشق کے کوچے میں رہبرِ طریقت کے بغیر قدم نہ رکھ کیونکہ اس راہ میں وہ شخص گم ہو جاتا ہے جس نے کسی راہبر کا دامن نہ پکڑا ہو

(۲۷)......یعنی محکم دستاویز۔ مضبوط عہد و پیمان

(۲۸)......یہ خدا کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے، سورہ جمعہ آیت ۴

(۲۹)......ماوراء النہر کے نامی شیخ غجدوان کے رہنے والے تھے جو بخارا سے پچیس میل کی دوری پر مشہور گاؤں ہے۔ خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانیت کی راہ سے رہنما و رہبر تھے۔ سال ۵۷۵ھ میں فوت اور غجدوان میں دفن ہوئے۔ میں نے بخارا سے غجدوان جا کر آپ کے مزارِ مقدّس کی زیارت کرنے کی سعادت پائی ہے۔

(۳۰)......سال ۷۴۹ھ میں بخارا میں متولّد ہوئے۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریبی اصحاب میں سے تھے۔ نقشبندی طریقت میں آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں سال ۸۲۲ھ میں ذی الحج کے مہینے میں مدینہ منورہ میں رحمت الٰہی سے جا ملے اور وہیں مدفون ہیں۔

(۳۱)......ہر حال میں شریعت پر چلنا چاہیے اور استقامت کے ساتھ امر و نہی کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ فریضۂ الٰہی اور سنّتِ رسول ﷺ پر عامل رہنا چاہیے۔ ممنوعات سے دور رہنا چاہیے ہر حالت میں اور ہر عمل میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث پاک کو اپنا رہبر بنانا چاہیے۔ ہمیشہ احادیثِ نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھوج میں رہنا چاہیے اور ان پر غور کرنا چاہیے اور اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے......

(۳۲)......بال جبریل از ڈاکٹر اقبال

(۳۳)......جاوید نامہ از ڈاکٹر اقبال

(۳۴)......تیسری صدی ہجری کے نامور ولی اللہ تھے۔ نقشبندیوں میں آپ کے افکار و خیالات بڑے مؤثر رہے ہیں۔ خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قدسیہ میں آپ کا کئی بار ذکر کیا ہے اور نقشبندی تاریخ میں بھی آپ کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی روحانیّت سے بھی فیض پایا۔ خواجہ حکیم ترمذی نے ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ ترمذ میں دفن ہیں

(۳۵)......رسولِ خدا ﷺ کے قلب پاک تک اندر اندر ہی سے پہنچتے تھے۔ جب رسول کریم ﷺ کلام کرنے کے لیے اپنے ہونٹ کھولتے تھے یہ سراپا کان بن جاتے اور جب آپ روئے انور ان کو دکھاتے تھے تو یہ سراپا آنکھ بن جاتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اِن کی روح نُزول وحی کی نکتہ دان اور پردہ کشا تھی یعنی رازہائے پنہانی کو آشکار

کرنے والی ۔ ان کا کلام تاویلاتِ قرآن کا رہبر تھا۔ ان میں سے ہر ایک صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جبرئیل علیہ السلام کے رازوں سے واقف تھا اور خداوند عظیم وجلیل کے فیض سے مستفیض تھے۔ ان کا ظاہر عبادت سے معمور اور باطن پاکی وپاکیزگی سے پُرنور تھا۔ نور ہدایت کی وجہ سے ان کی مشقتیں اللہ کے حضور میں قبول ہو چکی تھیں اور ان کی کوششیں کافی عمدہ ہونے کے سبب مقبول تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ (اکیس بندوں پر مشتمل یہ خوبصورت ترجیع بند، حسن شعری کشمیری کا ہے)۔

(۳۶)...... تفسیر اور حکمت اور عربی ادب کے ممتاز عالم ہونے کے علاوہ خواجہ حافظ شیرازی ایک مشہور عارف اور صوفی شاعر تھے۔ سال ۷۹۲ھ میں وفات پائی۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمزمان تھے۔ شیراز میں آپ کا مقبرہ مرجع خاص وعام ہے۔ میں نے کئی بار آپ کے مقبرہ کی شیراز میں زیارت کی ہے

(۳۷)...... اصلاً قزوین کے تھے۔ بعد میں زاکان میں منتقل ہوگئے۔ اپنے زمانے کے ناخوشگوار ماحول کے زبردست ناقد تھے اور طنز نگار۔ سال ۷۷۲ھ میں وفات پائی

(۳۸)...... شراب پیو کیونکہ رند، حافظ، محتسب اور مفتی حضرات سب کے سب، اگر غور سے دیکھو گے، فریب کاری کرتے ہیں

(۳۹)...... کل اگرچہ مکتب کا فقیہ مستی میں تھا لیکن فتویٰ صادر کر ہی دیا کہ گو کہ شراب حرام ہے لیکن اوقاف کا مال ہڑپ کرنے سے بہتر ہے

(۴۰)...... آؤ صوفی کے کمر کے لباس کو (جسم سے) باہر نکالیں اور اس کے پرفریب نقش ونگار پر باطل ہونے کا خط کھینچیں

(۴۱)...... صوفی کا قلب سراسر صاف اور بے کھوٹ نہیں ہوتا۔ کتنے ہی خرقے نذر آتش ہونے کے لائق ہیں

(۴۲)...... اب زیرک پرندے خانقاہ کے گرد نہیں اُڑا کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ وہاں ہر مجلسِ وعظ میں جال بچھائے گئے ہیں

(۴۳)...... حافظ خانقاہ کو چھوڑ کر میخانے کی طرف جا رہا ہے۔ کیا زُہد وریاکاری کی مستی سے نجات پا کر ہوش میں آ گیا؟

(۴۴)...... آ جاؤ میخانے میں اور چہرہ سُرخ کر کے نکلو۔ خانقاہ کی طرف نہ جانا وہاں سیاہ کار لوگ ہیں

(۴۵)...... عارف حضرات سب کے سب، ہم پیشہ اور حسن پرست ہیں بیچارہ حافظ خواہ مخواہ ان کے درمیان بدنام ہو گیا ہے

(۴۶)...... زبورِ عجم تالیف ڈاکٹر اقبال

(۴۷)...... قدسیہ (مقدمہ ص ۲۵)۔ تصحیح از احمد طاہری عراقی (تہران)

(۴۸)...... بانگِ درا تالیف ڈاکٹر اقبال (کہا' کیا ہماری اس دنیا کو تم اپنے مزاج کے موافق پاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں پاتا ہوں۔ کہا' مٹا دو اسے)

(۴۹)...... بخارا کے مضافات میں واقع انجیر فغنو گاؤں کے رہنے والے تھے۔ اسی گاؤں میں متولّد ہوئے اور دفن بھی ۔

پیشے سے گلکار تھے اور سلسلۂ خواجگان کے مشہور عارف۔ آپ کا سالِ وفات ۷۱۵ھ ہے لیکن ۶۸۵ھ اور ۷۱۰ھ بھی لکھا گیا ہے

(۵۰)...... نقشبندی حضرات میں عزیزان یا حضرت عزیزان کے لقب سے معروف ہیں۔ آپ خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ بخارا سے چھ میل کی دوری پر واقع رامتین گاؤں کے رہنے والے تھے۔ مشہور عارف تھے آخر عمر میں خوارزم آ گئے اور وہیں فوت ہوئے (۷۱۵ھ میں)

(۵۱)......خواجہ میر سیّد شریف رحمتہ اللہ علیہ کے فرزند اور خواجہ معین الدین ہادی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار تھے۔ طریقتِ نقشبندیہ کے کشمیر میں بانی تھے۔ نامور درویش اور عارف باللہ تھے۔ لاہور میں مدفون ہیں۔ سال ۱۰۵۰ھ میں وفات پائی (واقعات کشمیری ص۔۱۳۸، تاریخ حسن جلد اوّل ص۔۴۸۲)

(۵۲)......کشمیر کے لوگ انہیں دُوسی صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بڈشاہ کی بیوی نے فرزند بنا کر پالا۔ بابا حاجی ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے مرید ہوگئے اور ترک دنیا کر کے اشم کے گاؤں میں خانقاہ نشیں ہوگئے۔ دنیائے عرفان کے بادشاہ تھے۔ سری نگر میں شہید ہوئے اور عالی کدل محلے میں آپ کا روضہ مرجعِ خلایق ہے۔ ایک ممتاز صوفی فارسی شاعر بھی تھے

(۵۳)......رامتین گاؤں (جو بخارا سے چھ میل دور ہے) سے ایک میل کی مسافت پر سماس گاؤں واقع ہے، آپ وہیں کے رہنے والے تھے۔ حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے جدّ بزرگوار کے مریدوں میں سے تھے۔ خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایام طفلی میں آپ کی گود میں تبرّک کے لیے رکھ دیے گئے۔ سن بلوغ تک خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے زیر نظر رہے۔ خواجہ سماسی نے ۷۵۵ھ میں وفات پائی آپکا مزار سماس میں ہے

(۵۴)......مشہور ہے کہ حضرت شاہ ھمدٰان رحمتہ اللہ علیہ نے خواجہ بزرگ حضرت بہاء الدّین محمد نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے رحمتِ حق سے پیوست ہونے کی خبر سن کر یہ رُباعی فرمائی۔

از بزمِ طرب بادہ گساراں رفتند
و ز کوئی جنون سلسلہ داران رفتند
فی کوہ کن ماند و نہ مجنوں و مفتی
با کہ نشیلیم کہ یاراں رفتند

اگر چہ یہ قطعہ تاریخ نہیں اور اظہار غم واندوہ ہے لیکن یہ حضرت شاہ ہمدان رحمتہ اللہ علیہ کا کلام نہیں کیونکہ اُن کی کسی بھی تالیف میں نہ اس رُباعی کی طرف کوئی اشارہ موجود ہے اور نہ ہی اُن کے منظوم کلام میں درج ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ رُباعی آپ کی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ حضرت شاہ کی وفات حضرت خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے پانچ سال پہلے ۷۸۶ھ میں ہو چکی تھی اور خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ۷۹۱ھ میں رحمتِ خداوندی سے پیوست ہوے۔ دراصل یہ اشعار غزالی مشہدی (وفات ۹۸۰ھ) کی ایک خوبصورت غزل کے ہیں جو اکبر بادشاہ کے دربار میں ملک الشعراء تھا۔ خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کسی باذوق معتقد نے ان اشعار کو حضرت شاہ ہمدان رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کردیا۔ اور اگر بالفرض خواجہ بزرگ رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شاہ ہمدان رحمتہ اللہ علیہ کے نوحہ میں یہ رُباعی کہی ہوگی جب بھی تاریخی اشتباہ ہے کیونکہ اصل میں اشعار غزالی مشہدی کے ہی ہیں

(۵۵)……- بے لگام اونٹنیوں کو ایک قطار میں لا رہا ہوں زبور عجم ص۔ ۷۹

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خواجگانِ نقشبندیہ اور تبلیغ اسلام

پروفیسر عبدالحکیم مراد
(لیکچرر کیمبرج یونیورسٹی، یو۔ کے)

ترجمہ: ڈاکٹر علی سرفراز مسعودی

☆☆

۱...... اُس وقت جب جدید دور کی پریشان خیالی مذہب کے مختلف تصورات میں داخل ہوتی ہوئی معلوم دے رہی تھی یہ بات قابل شکر وطمانیت ہے کہ کوئی اس کتاب کی طرف رُخ کرے جو نہ عوامی بحث میں الجھاتی ہے نہ کسی نفع نقصان کو بیان کرتی ہے نہ نظریات کی تشریح کرتی ہے بلکہ روحانی شفا مہیا کرتی ہے۔ قرآن مجید خود شفا ہے۔ (۱۷:۸۲) اور ادب وفن کے ماننے والے صرف اس وقت دعوٰی کر سکتے ہیں کہ وہ خود بھی وحی کے سچے ماننے والے ہیں جب وہ اپنے عمل سے یہ ثابت کریں کہ وہ دوسروں کے دعوٰی شفا کا باعث ہیں۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی انسانی جسموں اور روحوں کے ایک روحانی طبیب تھے۔ کسی بھی بات یا عمل کو دعوٰی کیساتھ اس وقت تک اسلامی نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہو۔

۲...... یہ اسلام کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے کہ صدیاں گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے رہنماؤں نے نہ صرف دین اسلام کے دستور اور عقائد کی تبلیغ کی بلکہ بیمار دلوں کے لیے بھی شفا فراہم کی۔ ہماری تواریخ اور ہمارے قبرستان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ہزاروں مرد اور خواتین جنہوں نے نہ صرف ان حقائق کو سمجھا اور آگے منتقل کیا بلکہ وہ سوز وگداز حاصل کیا جس سے انہوں نے یادالٰہی کو اُس کی رضا وخوشنودی کی خاطر زیادہ سے زیادہ روحوں تک پہنچایا۔ مذہب کی سچائی کا اظہار مسلمانوں کی خود سپردگی سے ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانی زندگی کے پست ترین احکامات پر غالب

آ کر اپنے دل میں وہ چین اور خوشی محسوس کرتے ہیں جو بڑھتی ہی رہتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے حاصل ہوتی ہے۔

> سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (۲۸:۱۳)

قرآن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ مذہب صرف اللہ کے لیے ہے جبکہ وہ دلوں میں امن اور چین پیدا کرے۔

> اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ
> زندگانی ہے۔ (۱۲۴:۲۰)

۳...... قرآن مجید کی یہ بنیادی حکمت و دانائی اسلامی ملکوں اور تمام اسلامی علاقوں میں بارآور ہوئی۔ دانشوروں اور عام معتقدین نے ایک ساتھ ان کا ساتھ دیا جو کہ

> اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (۱۹۱:۳)

اسلام کی بارآوری ایمان کے تمام پہلوؤں کے ارتقاء کی ضمانت دیتی ہے۔ جس کا ہر ایک اسلامی بھائی اپنے اپنے طریقوں سے اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے۔ جیسا کہ ابن البنا نے کہا

> جن طریقوں سے ہم ذکر کرتے ہیں وہ گوناں گوں ہیں مگر حسن و جمال
> ایک ہے اور یہ سب اس کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

اسلام کلیت پسند نہیں۔ رنگا رنگی میں اس کی وحدت ہے اور یہی اس کی حقیقت ہے اور یہی اس کا اصول۔ اس کے قوانین ایک بنیادی قانون کا حصہ ہیں۔ اور اسی کے روحانی خاندان ایک اجتماعی روحانی خاندان کا جز ہیں جو امت مسلمہ کی اخوت ہے۔ صوفیاء کرام کے خاندان طریقت اس طرح نظر آتے ہیں۔ جیسے کہ ایک مور نے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں یعنی مخلوق ایک ہے مگر اس کے حسن کی تکمیل اس کے تمام پروں کی ہم آہنگی (مناسبت) سے ہوتی ہے۔

۴...... دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک منفرد خصوصیت یہ ہے کہ طریقت کے یہ خاندان اتنے سارے اور اتنے مختلف ہیں، ہر ایک نے ایک ہی ہیرے کے ایک خاص پہلو کو اپنے لیے منتخب کیا ہوا ہے۔ اس ہیرے سے نکلنے والی روشنی سب کو چمکاتی ہے لیکن یہ اس کی مختلف سمتوں سے چمک حاصل کرتے ہیں اور

اس کے کمال کا مختلف پہلوؤں سے نظارہ کرتے ہیں۔ یہ ہے اسلام کی عالمگیریت۔

۵ ...... رضائے الٰہی کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی عظیم انسانیت کی روحانی اور حیاتیاتی نسل میں اس کی بیکراں برکتوں اور نعمتوں کا ظہور ہے۔ اسلامی ثقافت کے پھیلنے کی بھرپور صلاحیت اور خاندانِ نبوت کا منفرد نور (روشنی) خود بانیِ اسلام کی شان وشوکت کا اعلان کرتا ہے۔ یہ وہ ہے کہ جس کے لیے قرآن کریم نے اعلان کیا۔

بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔ (۱۰۸:۳)

جوں جوں اسلامی تہذیب کی ہمیشہ پھیلتی ہوئی ندی مختلف چٹانوں سے گزرتی گئی جو اس کے نیچے آ گیا اس کے رنگ میں رنگتا گیا مگر اس نے اپنا اصلی رنگ قائم رکھا۔ صوفیوں کے بعض خاندانِ طریقت مقامی رہے اور کچھ مسلمانوں کے صوبوں میں پھیلے مگر دوسری جگہ نہیں گئے۔ لیکن کچھ خاندانِ طریقت دور دراز علاقوں میں پھیلے اور آفاقی ثابت ہوئے۔ اس ضمن میں قادری اور نقشبندی سلسلے سب سے زیادہ متاثر کرنے والی شہادت ہیں۔

۶ ...... سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا سرچشمہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اس سلسلے کے علماء کرام کو صدیوں سے عزت واحترام حاصل رہا کیونکہ وہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سختی سے وابستہ رہے۔ انہوں نے صرف ظاہر پر ہی قناعت نہ کی، بلکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی عظمت کو مسلسل تلاش کیا اور ہمیشہ ان خطرات سے جو کہ مذہب کو ظاہر پرستانہ طرزِ عمل سے درپیش تھے ہوشیار رہے۔ باتوں سے بچوں کو مطمئن کیا جا سکتا ہے مگر پختہ دل ودماغ کچھ حقوق رکھتے ہیں۔ اسلام ایک ایسے مذہب کی حیثیت سے جس کی بنیاد خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منور دل میں پڑی بہترین طریقے سے مطمئن کر سکتا ہے (اور ہر سوال کا جواب دے سکتا ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے ساتھ ہی پیغمبری اور نبوت کا سلسلہ بند ہو گیا۔ سوائے رویائے صادقہ کے، لیکن ولایت محمدی (پیغمبر کی ولایت یعنی ان کا روحانی مرتبہ) مسلمانوں کے لیے محرک بنا رہا۔ جس کی طرف وہ مستقل متوجہ رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخالف ایک آنکھ سے دیکھتا ہے۔ مذہب کے ظاہری یا باطنی پہلوؤں کے بارے میں غیر متوازن مفروضات ایامِ جاھلیت میں تو ممکن تھے (مگر اب نہیں)۔ اسلام کے مجدد جو اپنے زمانے کے مقابلے میں کھڑے ہوئے، یہ وہ حضرات ہیں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم دونوں آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

(یعنی تصویر کے دونوں رخ دیکھتے ہیں) اور اسی طرح دنیا کو تناظر میں دیکھتے ہیں۔ نسل در نسل زمانۂ حال تک نقشبندی علماء اور امام کی یہی سوچ رہی ہے۔

۷...... پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت جو نیکیوں میں احسان کی صورت میں جلوہ گر ہوئی صحابہ کرام کے ذریعہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری اور وصال کے بعد آپ کے بہت ہی قریب رہے شاندار طریقے سے منتقل ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ''صدیق'' کا لقب پایا۔ جس سے غار حرا میں آپ کی بہترین رفاقت کا اظہار ہوتا ہے۔ جبکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ فرمایا کہ

غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (۹:۴۰)

یہ ہے ولایت کا مقام جہاں کہ کوئی تکلیف دہ پریشانی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں طمانیت قلب کا ہزار شکر۔ یہ سکون وطمانیت (یا ''سکینہ'') سلسلہ نقشبندیہ کے طریقہ ذکر کا حقیقی مقصود ہے اور یہ اکثر خاموشی میں کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے محاسن کی عاجزی وانکساری اور طمانیت قلب کی نشانی ہے۔ دوسرے سلاسل بھی ہیں جو پیغمبرانہ کمال کے اس پہلو کو آنے والی نسلوں کی روحانی اصلاح کیلیے کامیابی کیساتھ منتقل کرنے میں نقشبندیوں سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

۸...... محدثین اور ائمہ فقہ میں یہ طریقہ منتقل اور منظم ہوتا گیا یہ طریقہ یہاں تک کہ یہ ان مبارک نسلوں تک پہنچا جنہیں خواجگان کہتے ہیں۔ خواجہ یوسف ہمدانی (م۔ ۱۱۴۱ء) کو پہلا متحرک دانشور کہا جا سکتا ہے اور انہی کی وجہ سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ دوسرے سلاسل سے بالکل ممتاز ہو گیا۔ خواجہ یوسف ہمدانی نے جو کہ عظیم حنفی فقیہ تھے۔ مفتی ابواسحاق الشیرازی کی زیر سرپرستی علم حاصل کیا اور بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی کے رفیق طریقت بھی رہے۔ آپ کی تعلیمات اور تقدس کو وسط ایشیا میں متعارف کیا۔ جہاں ایک قدیم شہر مرو (Merv) میں ایک عظیم دارالعلوم اور خانقاہ قائم کی جس کا مقصد بے شمار مردہ دلوں کو زندہ کرنا تھا۔

۹...... خواجہ یوسف ہمدانی کے چار خلفاء میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی (م۔ ۱۲۲۰ء) ایک عظیم بزرگ تھے۔ ایک مشہور واقعہ جو کہ حضرت خضر علیہ السلام کیساتھ پیش آیا جس میں انہوں نے ذِکر خفی سے اپنے تعلق کا یقین دلایا جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:۔

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ۔ (۵۵:۷)

حضرت غجد وانی علیہ الرحمۃ کے ہشت گانہ کلماتِ قدسیہ کا سلسلہ نقشبندیہ پر احسان ہے جس کا اثر آنے والے نقشبندی رسائل میں دیکھا جا سکتا ہے اور اس کتاب میں بھی۔

۱۰۔ حضرت شاہ بہاء الدین نقشبند (م۔ ۱۳۸۹ء) حضرت خواجہ عبد الخالق غجد وانی کے ایک سے زیادہ سلسلوں سے روحانی اولاد تھے۔ انہوں نے اپنے بچپن میں روحانی تربیت حضرت امیر کلال سے حاصل کی (جو خود بھی خواجگان کے سلسلے کے شروع کرنے والے تھے) لیکن انہوں نے مراقبہ میں روحانی تربیت خواجہ عبد الخالق سے حاصل کی جنہوں نے ذکرِ خفی کی اہمیت بتائی۔ ان بزرگوں کی رہنمائی اور فطری طور پر روحانی اور لطیف مزاج کی وجہ سے حضرت شاہ بہاء الدین اُن حضرات میں سے ایک ہو گئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے مقرر کیا کہ اس فیض کو حاصل کریں جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ وحی سے جاری و ساری ہے، اس کی حفاظت کریں اور اسے تیزی کے ساتھ اس کی راہ پر چلتا رکھیں، اس طرح ان گنت روحوں کی پیاس بجھائیں۔ وہ ایک غوث تھے۔ ہزاروں کے لیے مددگار۔ ان کا طریقہ جرأت مندانہ تھا، مفاہمت پسندانہ نہ تھا۔ وہ سب کو بے خوف و خطر سچائی کی طرف بلاتے تھے۔ انسانی روحوں اور ایوانوں میں جہاں بھی ظلم ہوتا وہ اس کو للکارتے اور سب کو اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے کی ہدایت کرتے، صرف اس کی اطاعت میں انسانیت کی فلاح ہے۔ یہ وراثت جاری رہی اور اس کی تجدید حال میں ہوئی جس کا اندازہ بخارا کے قریب ان کے مقبرے کی حالیہ تعمیرِ نو سے ہوتا ہے جو کہ ازبکستان کے حالیہ مفتی ملا یوسف صدیقلو کے حکم پر ہوئی۔

۱۱...... حضرت خواجہ عبید اللہ احرار (جو کہ حضرت شاہ بہاء الدین نقشبند کے معروف مرید تھے) جن کی ذات میں تمام نقشبندی محاسن جلوہ گر ہوئے۔ مثلاً بیماروں کا علاج کرنا، غریبوں کو کھانا کھلانا اور حاکموں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا۔ جیسا کہ انہوں نے ایک حاکم کو بے خطر لکھا:۔

> دنیا و آخرت میں تمام جسمانی اور روحانی خوشیاں اور خوبیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔
> اس لیے تم پر لازم ہے کہ جو بھی معاملہ تمہارے سامنے آئے اس میں شریعت محمدیہ کو نافذ کرو۔

۱۲...... حضرت شاہ بہاء الدین اور خواجہ احرار کے مریدین وسط ایشیا سے نکل کر اسلامی دنیا اور دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ ان حضرات نے صوفیوں کی خوبیوں کو ظاہر کیا کہ وہ حق وصداقت کی تبلیغ میں کسی بھی قسم کا خطرہ مول لے سکتے ہیں۔ ان حضرات نے چین کے بہت سے علاقوں میں اسلام پھیلایا اور کریمیا (Crimea) کے شمال کے بے آب وگیاہ میدانوں میں اور بنگال کے جنگلی علاقوں میں اسلام کی شمع روشن کی۔ خواجہ احرار کے ایک خلیفہ ملا الٰہی مقدونیہ (Macedonia) میں مقیم ہوے۔ جہاں سے ان کے مریدین جزائر بلقان (Ottoman Balkans) میں پھیل گئے۔ اور اسلام کا پیغام دور دراز علاقوں تک پھیلا دیا۔ خواجہ احرار کے دوسرے مریدین نے ہندوستان کی طرف بحری سفر کیا جہاں بادشاہِ بابر نے خواجہ احرار کی ایک کتاب کو ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ہندوستان میں خواجہ احرار کی روحانی طاقت اور حکمت حضرت شیخ احمد سرہندی۔ (م ۱۶۲۴ء) کی ذات کی صورت میں بارآور ہوئی۔ شیخ احمد سرہندی اپنے وقت کے مجدد تھے۔ آپ اپنی اس مہم کی وجہ سے مشہور ہیں جو آپ نے مغلیہ قوانین اور عقائد کو اسلام کے مطابق ڈھالنے اور مذہبِ اسلام میں ہندوانہ رسومات کی مداخلت کو کم کرنے کے لیے چلائی۔ آپ نے بہت سی پُر تاثیر تصانیف بھی لکھیں جن میں ''ردّ رفضہ'' بھی شامل ہے۔ آپ نے مکتوبات شریف کا یادگار ذخیرہ بھی چھوڑا جس کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں کیا جا چکا ہے اور جو آج تک بہت سے نقشبندی مدارس اور حلقوں میں موجود ہیں۔

۱۳...... اسی سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی بھی تھے۔ (م ۱۷۶۳ء) جو اسلامی تاریخ کے ایک عظیم فقیہ اور نبض شناس تھے۔ ان کی کتاب ''حجتہ اللہ البالغہ'' احکامِ الٰہی کی حکمت وجامعیت کا نمونہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ معاشرے کی روحانی، مادی اور اخلاقی حالت کو کس طرح سنوارا جا سکتا ہے۔

۱۴۔ حضرت شاہ بہاء الدین کے سلسلے کے ایک اور عظیم مجدد مولانا خالد البغدادی (م ۱۸۲۷ء) تھے۔ مولانا خالد وسیع اسلامی دنیا کے لیے کردستان کا ایک عظیم تحفہ تھے، ایک قسم کے روحانی ''سلادین'' ان کے مریدین مثلاً شیخ عثمان سراج الدین نے سلطنت عثمانیہ میں کردوں میں اور ایران میں بھی سنی اسلام کو زندگی بخشی۔ ایک اور مرید مکی زاد مصطفیٰ عاصم پوری خلافتِ عثمانیہ کے شیخ الاسلام بنے۔ مولانا خالد کی سلطنت عثمانیہ میں یورپی اور ایرانی مداخلت کے خلاف شریعت کے دفاع پر زور دینے اور اس احساس نے کہ دور دراز کے مریدوں کو موثر طریقے سے رابطہ (تصور شیخ) کے ذریعے ملائے رکھا جا سکتا ہے، اسلامی معاشرے اور اسلامی تاریخ پر بہت اہم اثرات مرتب ہوے۔

۱۵......اس طریقے کا ڈرامائی اظہار روسی حکومت کے خلاف مزاحمتی جنگ، قانون کی مزاحمت کی شکل میں ہوا جو کہ کوکاسس (Coucasus) میں اچانک شروع ہوئی اور پھیل گئی۔ شیخ شامل خالدی اماموں میں سے وہ واحد امام تھے، جنہوں نے روسی استعماریت کے خلاف انصاف اور آزادی کا علم بلند کیا۔ نقشبندی حضرات وسط ایشیائی مزاحمتی جنگوں کے سربراہ بھی رہے ہیں اور ۱۹۱۷ء میں زار روس کی حکومت کے زوال کے بعد انہوں نے کمیونسٹ حکومت کی سات دہائیوں کے دوران اسلامی قدروں کا خفیہ ذخیرہ فراہم کیا۔ رابطہ کے عمل کی وجہ سے نقشبندیوں نے جمہوریہ ترکستان میں بھی اسلام کو محفوظ رکھنے میں انتہائی فعال کردار ادا کیا جبکہ وہاں سلاسل طریقت پر قانونی پابندی تھی اور حال ہی میں گزرے ہوئے سالوں میں اہم اسلامی پارٹی کے لیڈروں بشمول سابق صدر نک مٹن اربکان (Necmettin Erbakan) (جو کہ نقشبندیوں کے پیروکار تھے) پر قانونی پابندیاں تھیں۔

۱۶......مزید مشرق کی جانب مولانا خالد کا مضبوط اثر شیخ اسماعیل (م۔ ۱۸۵۷ء) (Missang Kaban) کے ذریعے سماٹرا (Sumatra) تک پہنچا، جنہوں نے حجاز میں مولانا خالد کے خلیفہ شیخ عبداللہ الارزنجانی سے طریقہ خالدیہ حاصل کیا۔ ایک اور خالدی شیخ، شیخ عبدالوہاب رکن (م۔ ۱۹۲۶ء) جنہوں نے سماٹرا میں اسلامی انقلاب برپا کرنے میں کام کیا۔ ۱۸۸۳ء میں باب السلام (Bab-al-Salam) قائم کیا، ایک روحانی تنظیم جس کے فارغ ہونے والے علماء اور فضلاء نے بہت جلد سماٹرا کے بڑے بڑے اسلامی کالجوں کو مذہبی رہنمائی فراہم کی۔ دونوں حضرات ڈچ نو آبادیات کے خلاف مظلوم ملائی عوام کے نجات دہندہ تصور کئے جاتے ہیں۔ بیسویں صدی کے آخر میں خالدی حضرات انڈونیشیا کے جزیروں میں مزید پھیل گئے اور آج مادہ پرستوں اور مذہبی انتہا پسندوں کے خلاف جنگ میں اگلے محاذ پر ہیں۔

۱۷......آج مشکلات کے باوجود اسلامی دنیا میں نقشبندی سلسلے کی متحرک قوت ظاہر و باہر ہے۔ شیخ امین کی اہم کتاب ''علاء الدین کی روحانی ہدایت کا خزانہ''

(Ala'al Din's Treasury of Spiritual Instruction)

کا انگریزی ترجمہ مزید ثبوت فراہم کرتا ہے۔ یہ اُن اسلامی دعووں کی شہادت بھی فراہم کرتا ہے کہ قرآن اور حدیث روحانیت کے بہترین ذرائع پیش کرتے ہیں۔ یہ وہ حقیقت ہے جو اُن لوگوں کے لیے بہت حیران کن ہے جن کی پرورش دقیانوسی میڈیا پر ہوئی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ کھلی انتہا پسندی ہی مذہب کی

پہچان ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں کا ثبوت ہے کہ کوئی بھی زمانہ چاہے کتنا ہی عقل سے محروم یا بے راہ وگمراہ ہو منور روحوں (نورانی ہستیوں) سے محروم نہیں ہوگا۔ جو اُن شکستہ دلوں کے لیے شفاء اور سکون کا باعث ہیں جو اللہ تعالیٰ سے غفلت، خود پرستی اور مادہ پرستی کے باعث زخمی ہیں۔

☆……☆……☆

نوٹ: عبدالحکیم مراد (لیکچرر کیمبرج یونیورسٹی، یو۔کے) نے یہ مقدمہ ایک کتاب ''تصوف کیا ہے؟'' پر لکھا تھا۔ جو اصل میں ترکی زبان میں تھی پھر اس کا عربی میں ترجمہ ہوا' عربی سے انگریزی میں ترجمہ ہوا' اب انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے شامل کیا گیا ہے (مرتبین)

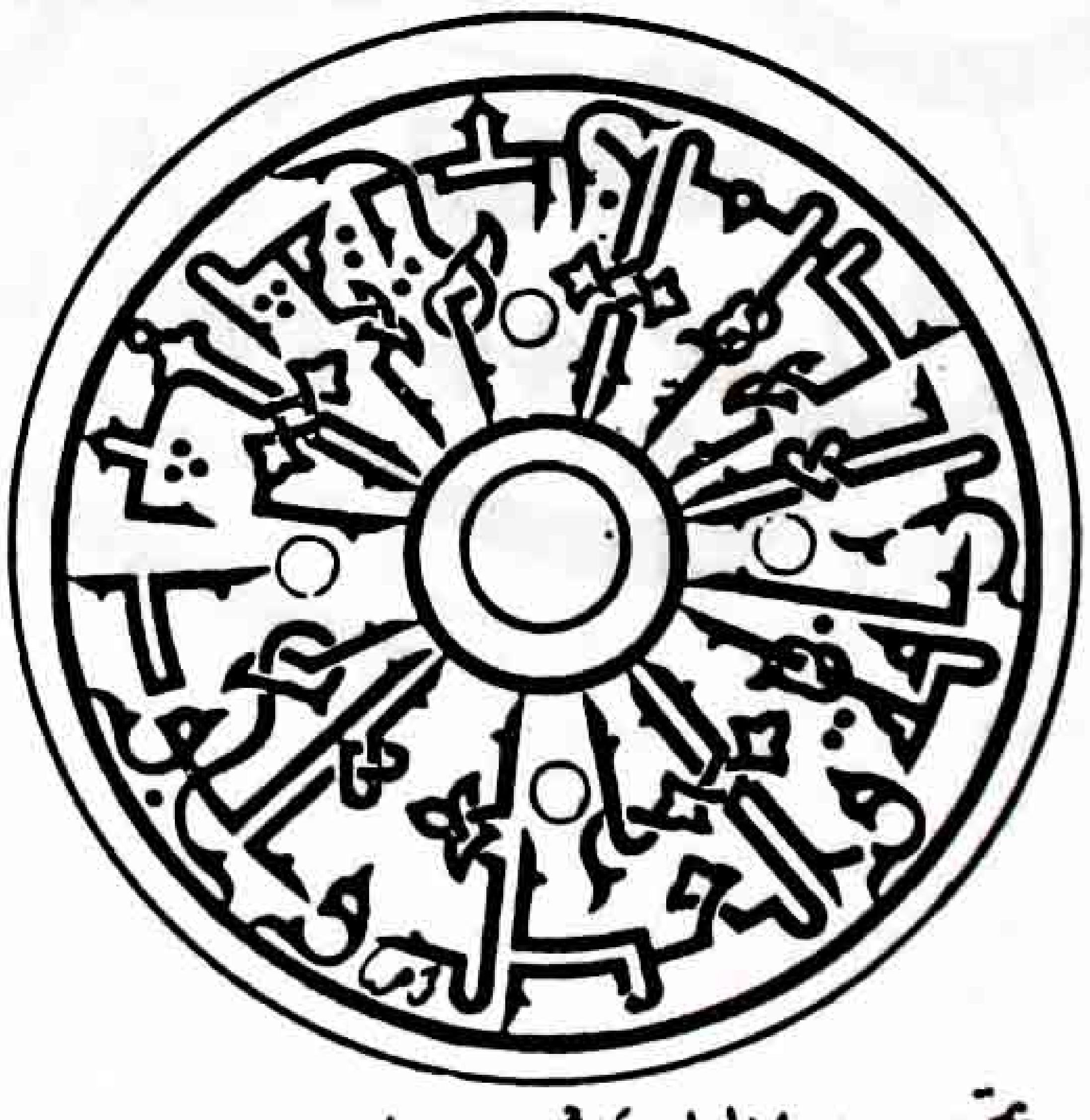

محصن اللہ الرافۃ والعدل والجود

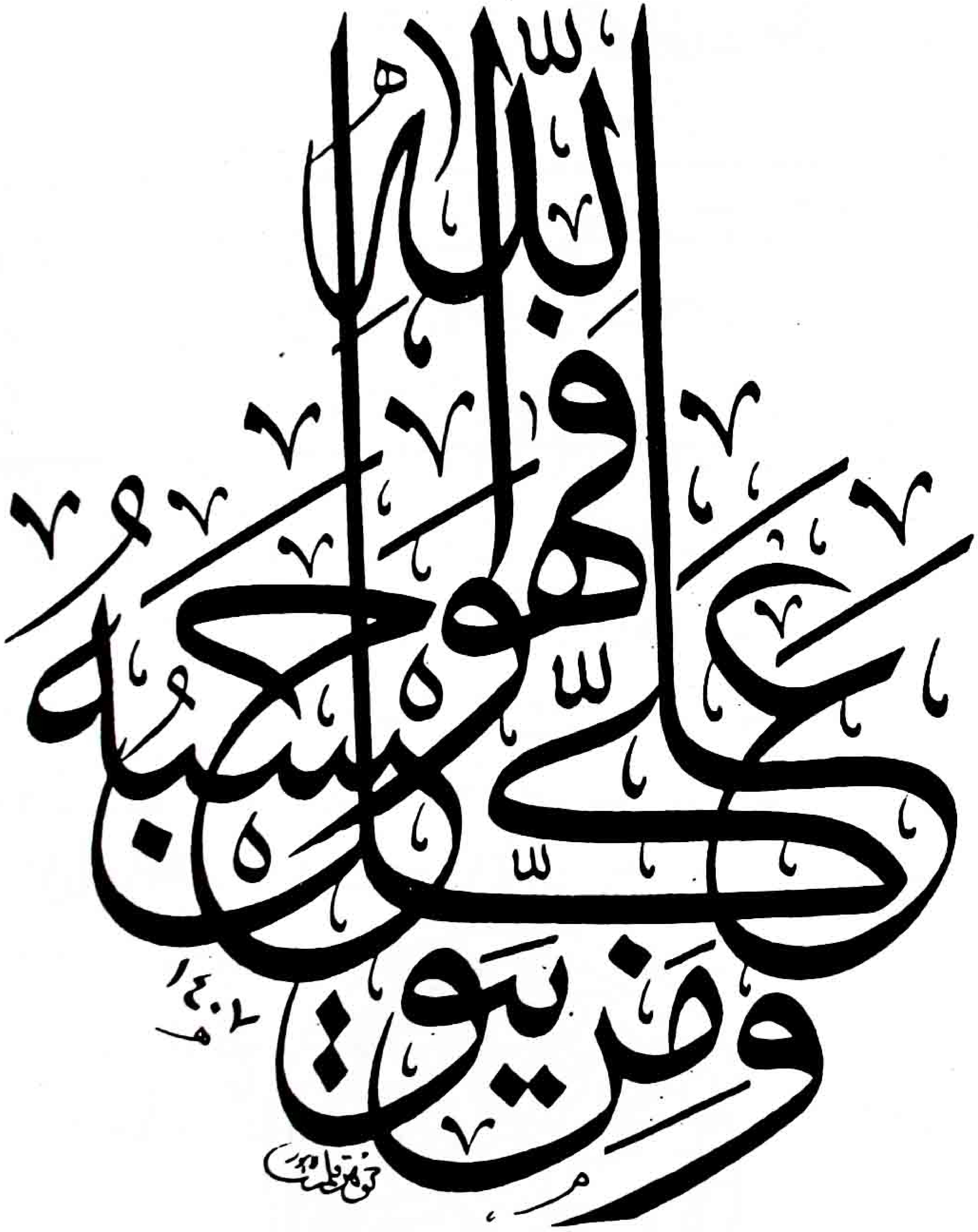
ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٧

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ چہارم

جناب غوث اعظم نے خبر دی اُن کی آمد کی
نہ ہوگا کوئی بھی ہمسر مجدد الف ثانی کا

(احمد حسین مجددی)

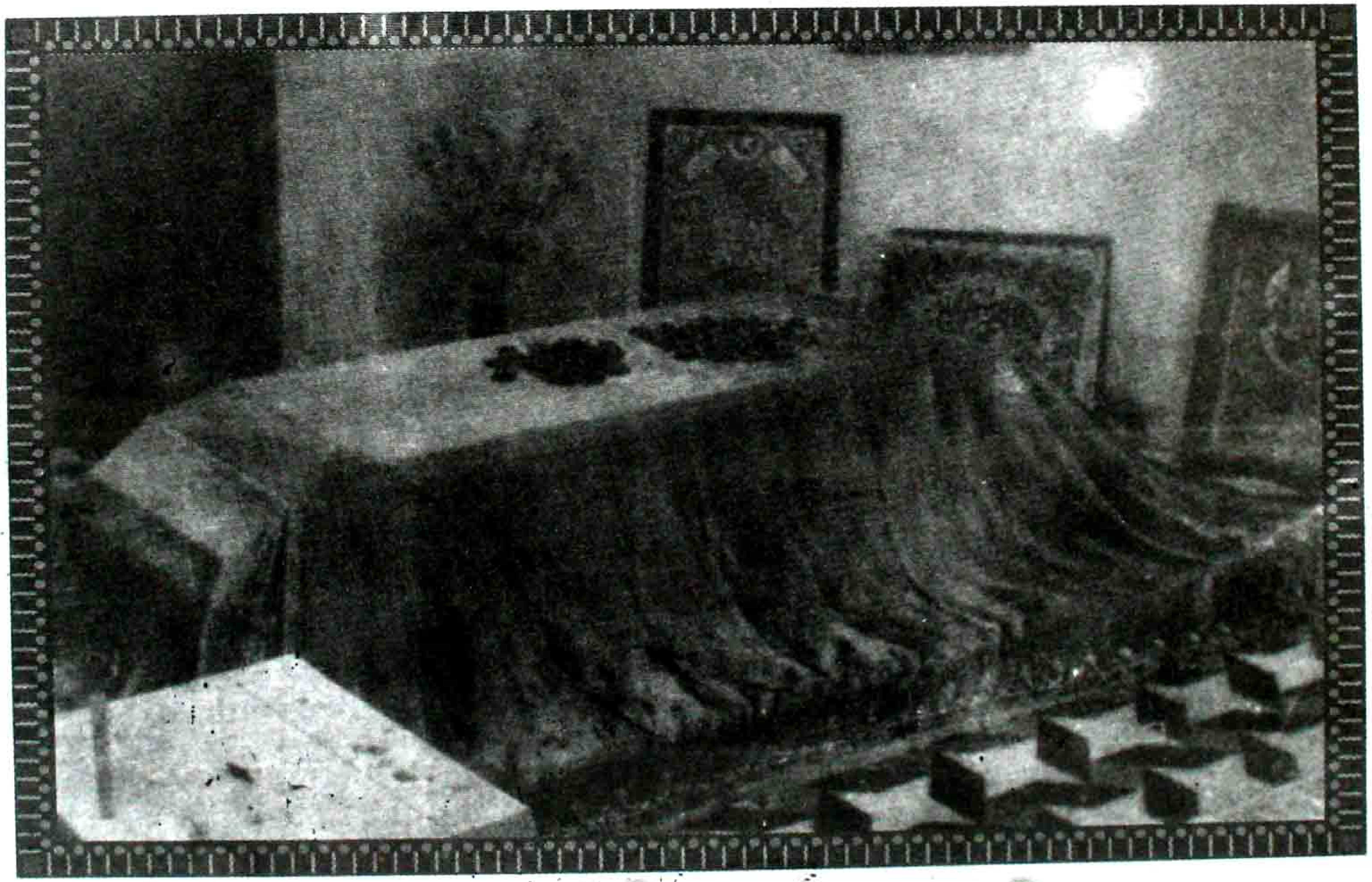

قبرِ انور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرہند شریف۔ مشرقی پنجاب۔ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خواجہ محمد عبدالباقی کابلی

(حیات، مناقب وکرامات)

مؤلفہ، مولانا محمد صادق کابلی، مترجمہ، مولانا سید محمد دہلوی

☆☆

(۱)

نسب شریف:

اگرچہ خدا کی درگاہ کے مقرب لوگوں کو نسبت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ان کی تعریف میں ان کی ذاتی شرافت اور بزرگی کا بیان کرنا کافی ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ شرافت حسبی اصل ہے اور شرافت نسبی فرع۔ اگر اعمال اچھے نہ ہوں اور نسب عالی ہو تو کیا نتیجہ۔ اسی واسطے حضرت سید خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ والصلوٰۃ والسلام نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا تھا۔ اے میری بیٹی فاطمہ! (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تم سے قیامت کے دن یہ پوچھا جائے گا کہ تم نے کیسے عمل کیے یہ سوال نہیں ہوگا کہ تمہارا نسب کیا ہے۔ اس لیے عمل کرو عمل۔ عمل ہی کی پرسش ہوگی۔

یہ ظاہر بات ہے کہ شریعت پر قائم رہنا اور سنت کی پیروی کرنا نجات کی کنجی ہے۔ صرف سید ہونا کام نہیں آتا۔ بندہ کی بزرگی اور عظمت کا دارومدار حق تعالیٰ کی عبادت پر ہے۔ جس قدر عبادت کرے گا مرتبہ میں ترقی حاصل ہوگی۔ البتہ شرافت حسب کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اگر شرافت نسب بھی مرحمت فرمادے تو یہ اور زیادہ اچھی بات ہے۔ اس لیے سب سے پہلے حضرت صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کا نسب نامہ لکھا جاتا ہے۔ آپ کا نسب والد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس طرح ختم ہوتا ہے۔

نسب نامہ:

حضرت مولانا الشیخ الحاج عبدالباقی قدس سرہ' ابن مولانا الشیخ المجد دللماۃ الثالثہ العشر قیومِ جہاں ہادی الخلق فی سبیل اللہ حضرت خواجہ محمد صفی اللہ قدس سرہٗ ابن مولانا الشیخ قطب الاقطاب غوث الاحباب حضرت

خواجہ غلام محمد معصوم قدس سرہٗ ابن مولانا الشیخ امام العارفین حضرت خواجہ محمد اسمٰعیل قدس سرہٗ ابن مولانا الشیخ قیوم زمان واقف سرِّ لی مع اللہ حضرت خواجہ محمد صبغۃ اللہ قدس سرہٗ ابن مولانا الشیخ امام الاولیاء عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہٗ ابن مولانا الشیخ امام ربانی محبوب سبحانی غوث صمدانی واقف اسرار متشابہات قرآنی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی اویسی قدس سرہٗ ابن مولانا الشیخ الملقب بالمجذوم خواجہ عبدالاحد قدس سرہٗ ابن امام المحققین شیخ زین العابدین ابن شیخ الشیوخ عبدالحیٔ قدس سرہٗ ابن مقبول بارگاہِ صمد شیخ محمد قدس سرہٗ ابن خواجہ حبیب اللہ قدس سرہٗ ابن امام رفیع الدین قدس سرہٗ ابن خواجہ سلیمان قدس سرہٗ ابن خواجہ محمد یوسف قدس سرہٗ ابن خواجہ محمد اسحٰق قدس سرہٗ ابن خواجہ عبداللہ قدس سرہٗ ابن خواجہ ابوسعید قدس سرہٗ ابن خواجہ احمد قدس سرہٗ ابن خواجہ محمد یوسف قدس سرہٗ ابن حضرت شہاب الدین المشہور بہ فرخ شاہ کابلی قدس سرہٗ ابن خواجہ نصیر الدین قدس سرہٗ ابن خواجہ محمود قدس سرہٗ ابن حضرت سلیمان قدس سرہٗ ابن حضرت خواجہ عبداللہ الاکبر قدس سرہٗ ابن حضرت خواجہ عبداللہ الاصغر قدس سرہٗ ابن شیخ ابوالفتح قدس سرہٗ ابن حضرت محمد اسحٰق قدس سرہٗ ابن شیخ ابراہیم قدس سرہٗ ابن امام ناصر الدین قدس سرہٗ ابن حضرت سیدنا ومولانا صاحبۃ الدرجۃ العلیا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن حضرت سیدنا و مولانا الناطق بالحق والصواب قاتل الکفرۃ والمرتاب امیر المومنین وامام الاعدلین الذی قویت بذاتہ الشریفۃ ارکان الدین وظہرت باسلامہ معالم الشرع فی الارضین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں مدینہ کے تاجدار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے۔

لو کان بعدی نبیاً لکان عمر

اگر مجھ پر نبوت ختم نہ ہوتی تو میرے بعد عمر نبی ہوتے

(رضی اللہ عنہ و عن سائر الصحابۃ اجمعین)

اور آپ کا نسب شریف والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت شیخ احمد جام زندہ پیل پیر جو سادات عظام سے ہیں ختم ہوتا ہے۔ آپ کے نسب نامہ کے ذیل میں یہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کو عالمِ باطن میں فرزند روحانی کے خطاب سے سرفراز فرمایا ہے۔

غرض یہ کہ حضرت کے تمام آباؤ اجداد جلیل القدر اور عالی مرتبہ تھے اور اپنے اپنے وقت پر مسندِ ارشاد و ہدایت

کو مشرف کر کے عالمِ دنیا کو منور فرماتے تھے۔ **قدس اللہ تعالیٰ اسرار ھم وافاض علینا انوارھم**

(۲)

طریقہ اور مسلک:

اہل طریقت جانتے ہیں کہ حضرات مجددیہ تمام خاندانوں میں اجازت وخلافت رکھتے ہیں اور جس لیاقت وقابلیت کا آدمی دیکھتے ہیں اُسے اسی طریق میں بیعت کر کے فیوض و برکات کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

راہِ طریقت کے سالک حضرات مجدّدیہ سے خاندان چشتیہ، قادریہ، سُہروردیہ، نقشبندیہ میں فیضان حاصل کر کے منزلِ مقصود تک پہنچتے ہیں اور اس زمانے میں حضرت مولانا نور المشائخ متع اللہ المسلمین بطول بقائہم مسندِ ارشاد پر جلوہ آراء ہیں۔ ان سے چاروں خاندانوں میں فیض کا سلسلہ جاری ہے لیکن حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے زمانے کے بعد سے حضرات مجددیہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ میں زیادہ مشہور ہو گئے ہیں۔ اس کا ایک خاص سبب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جس کا تذکرہ اپنے مکتوبات شریف اور بعض دوسرے رسالوں میں صراحت کے ساتھ فرمایا ہے۔ یہی باعث ہے جو عام لوگ حضرات مجددیہ کے نقشبندیہ خاندان کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ اب تک حضرات مجددیہ کی ذات خاندان اربعہ کی نسبت کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہے چونکہ اس مختصر رسالہ میں اس امر کی گنجایش نہیں ہے کہ چاروں سلسلوں کا بیان کیا جائے اس لیے حضرات عالیات نقشبندیہ کے مبارک سلسلہ کے ذکر پر اکتفا کی جاتی ہے۔

حضرات نقشبندیہ مجددیہ کا سلسلۂ خاندانی اس طرح ہے۔

مشکوٰۃ نبوت، خاتم الرسالۃ شفیع روزِ جزا سرورِ ہر دو سرا فخر بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت افضل البشر بعد انبیاء بالتحقیق سیّدنا ومولانا ابوبکر ابن الصدیق رضی اللہ عنہ کو فیض پہنچا۔ اُن سے حضرت عالی منزلت سیدّنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، اُن سے حضرت سیّدنا قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، اُن سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، اُن سے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو، اُن سے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو، اُن سے حضرت خواجہ علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کو، ان سے حضرت خواجہ

یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ علی رامتینی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ میر کلال بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجۂ خواجگان بہاء الحق والدین خواجہ محمدن البخاری المشہور خواجہ نقشبند قدس سرہ کو' اُن سے حضرت یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ محمد زاہد رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ محمد درویش املنگی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ مشہور بہ خواجہ بیرنگ رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے حضرت سیّدنا و مولانا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے اُن کے صاحبزادے امام الاولیاء عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے اُن کے صاحبزادے قیومِ زمان خواجہ محمد صبغتہ اللہ قدس سرہٗ کو اُن سے اُن کے صاحبزادے امام العارفین واقف اسرارِ تنزیل حضرت خواجہ محمد اسمعیل قدس سرہٗ کو اُن سے اُن کے صاحبزادے قطب الاقطاب خواجہ غلام محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے اُن کے صاحبزادے قیومِ جہاں مجدد مأۃ ثالث العشر ہادی الخلق فی سبیل اللہ حضرت خواجہ محمد صفی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے اُن کے صاحبزادے سیّدنا و سندنا قطبِ ربّانی بادۂ وحدت کے ساقی' خواجہ محمد عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے ان کے صاحبزادے ولی اللہ بالتحقیق خواجہ غلام صدیق رحمتہ اللہ علیہ کو' اُن سے اُن کے صاحبزادے قدوۃ السالکین' زبدۃ العارفین' ہادیِ امتِ خیر البشر' مجدد مأۃ رابع العشر' کاشف اسرار مکتوم خواجہ غلام قیوم قدس سرہٗ کو' اُن سے ان کے بڑے صاحبزادے سیّدنا و مولانا و مرشدنا ولی اللہ الاحد حاجی الحرمین الشریفین حضرت خواجہ فضل محمد شمس المشائخ قدس سرہٗ کو' اُن سے اُن کے دوسرے صاحبزادے جانشین حضرت مرشدین مرحومین بَل خاتم اولیاء اللہ الواصلین صاحب القدر مولانا الحاج نور المشائخ فضل عمر متع اللہ المسلمین بطول حیاتہم کو' اور ان بزرگان دین کے فیضوں کے دریا سے ان کلمات کے جمع کرنے والے کے حلق میں فیض کے قطروں کا اثر پہنچا ہے۔

میں اپنے گناہوں کی زیادتی اور اطاعت کی کمی کو دیکھتا ہوں تو مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے آپ کو بزرگوں کے سلسلہ میں منسلک کروں۔ میری ہستی ایک ٹھیکری سے بھی زیادہ بے قدر و قیمت ہے۔ اور میرے نام کا گمنام ہی رہنا اچھا ہے۔ لیکن چونکہ میں اپنے آپ کو اُن حضرات کے خرمن فیوض کا خوشہ چیں سمجھتا ہوں اور

ان کے خوانِ احسان کی زلّہ ربائی کو اپنے لیے باعث فخر جانتا ہوں۔ اور نیز سلسلۂ عبارت بھی اس امر کی مقتضی ہے۔ مجبوراً عرض کرنا پڑتا ہے کہ میرا نام محمد صادق مجددی ہے۔ اور میں حضرت مجدد رابع عشر کی اولاد میں سب سے چھوٹا ہوں۔

اے میرے کریم! اے میرے کردگار! میں نے اپنی عمر کو نفس کی تابعداری اور خواہشات کی پیروی کے علاوہ کسی اچھے کام میں صرف نہیں کیا۔ اور مجھے سوائے گمراہی اور گنہگاری کے راستے کے نیکی کے طریقے پر چلنے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ لیکن تجھ سے بطفیل خواجگانِ عالی شان قدس سرہم امیدوار ہوں کہ تو مجھے گمراہی سے بچا کر منزلِ مقصود تک رسائی کی توفیق دیگا۔ اور ہدایت کے نور سے میرے سینے کو جگمگا دیگا۔ تو ہی بیکسوں کی سُننے والا اور ہر کام پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس موقع پر حضرت خواجہ انصار علیہ الرحمتہ والغفران کے کلمات یاد آ گئے جنہیں برکت حاصل کرنے کے لیے درج کرتا ہوں۔

اے میرے پروردگار اگرچہ کاسنی کڑوی ہوتی ہے۔ مگر آخر ہوتی تو باغ ہی میں ہے۔ میں اگرچہ بہت زیادہ گنہگار ہوں مگر تیرے پیاروں سے مجھے نسبت تو حاصل ہے۔ تو انہی کے صدقے سے مجھ پر کرم کر دے۔

الٰہی تو ہمیں غم سے چھڑا دیگا تو کیا ہوگا　　رہ عرفان غریبوں کو بتا دیگا تو کیا ہوگا

تو صدہا کافروں کو دولتِ اسلام دیتا ہے　　مسلماں مجھ سے کافر کو بنا دیگا تو کیا ہوگا

میں نے اس رسالے میں صرف ان احوال پر اکتفا کی ہے جو خاندانِ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جن حضرات کو خاندانِ چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ کے حالات معلوم کرنے ہوں۔ وہ کتاب ”مقامات العارفین کا مطالعہ کریں۔

(٣)

ملفوظات:

حضور کے چند ارشادات غیبیہ اور کلمات قدسیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ اہلِ محبت فائدہ اور منفعت حاصل کریں۔

ارشاد فرمایا...... کہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میرا زمانہ بہت اچھا ہے اس کے بعد وہ زمانہ اچھا ہے جو میرے بعد ہو۔ پھر جو اس کے بعد ہو۔ ان وجوہات کی بناء پر صحابۂ کرام کے زمانے کے متعلق بحث نہ کرنی چاہیے۔ جو لوگ اوّل گذر گئے۔ وہ اوّل ہی جنت میں داخل ہونگے۔ اور انہیں سب سے پہلے خدا تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوگی۔ اس زمانے کے لوگ اگر سونے کے پہاڑ کے برابر بھی نیکی کریں تو اُن بزرگوں کی جَو برابر نیکی کا مقابلہ بھی نہیں ہوسکتا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

ارشاد فرمایا...... اگر کوئی آسمان پر اُڑتا ہو اور اہل سنت و جماعت کے طریقے سے الگ ہو تو میرے نزدیک یہ استدراج ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کی پیروی کی دولت کے ساتھ ساتھ جو کچھ حاصل ہو۔ شکریہ اور تعریف کے لائق ہے۔

اگر دنیا کے لوگوں کو مرتبۂ بزرگی حاصل ہوجائے اور فوق العادت امور کا ظہور ہونے لگے۔ اہل سنت و جماعت کی پیروی کی توفیق نصیب نہ ہو۔ تو یہ کھلی ہوئی بدنصیبی ہے۔ اور اگر اہلِ سنت کی پیروی حاصل ہوجائے۔ اور ان باتوں میں سے کچھ بھی نہ ہو۔ جب بھی یہ سمجھنا چاہیے کہ سب کچھ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تمام برائیوں کو ہم سے دُور رکھے۔ آمین۔

ارشاد فرمایا...... تکبّر بہت بُری چیز ہے اور اس کا نتیجہ ذلّت و خواری کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ چھوٹے چھوٹے امیروں اور مالداروں کو کون پوچھے۔ بڑی بڑی شان و شوکت والے بادشاہوں کے دماغ میں جب تکبّر اور فخر کی بُو سما گئی۔ ذلیل و خوار ہوگئے۔ یہی دنیا کا دستور ہے۔ یہی ہمیشہ سے ہوتا رہا۔ اور یہی ہمیشہ ہوتا رہیگا۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ تکبّر سے دُور رہے۔ نفسانی خواہشوں سے پرہیز کرے۔ کسی کے ساتھ زبردستی اور ظلم کے ساتھ پیش نہ آئے۔ اپنی اصلیت پر تو غور کرے۔ ابتداء یہ ہے کہ ناپاک پانی سے پیدا ہوا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ خاک میں مِل جائے گا۔ پھر غرور کس بات پر انسان کی یہ حالت ہے۔ کہ آج زمین پر چلتا ہے۔ تو دامن بچا کر چلتا ہے۔ کہیں مٹی نہ لگ جائے۔ کل یہ کیفیت ہوگی کہ زمین پر بے حِس و حرکت پڑے ہونگے۔ اُوپر۔ نیچے۔ اِدھر۔ اُدھر مٹی ہی مٹی ہوگی۔

ارشاد فرمایا...... مراقبہ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے آپ کو ظاہری اور باطنی طور پر ان باتوں سے بچائے جو شریعتِ مقدسہ میں منع کی گئی ہیں۔ اور یہ وقت اپنے آپ کو بادشاہِ حقیقی کے سامنے حاضر سمجھے۔ سمجھنے کی بات

یہ ہے کہ دنیا کے لوگ بادشاہ مجازی کے سامنے کس قدر ادب آداب کا برتاؤ کرتے ہیں۔ افسوس ہے اگر انسان اس سے ہزار ہا درجہ زیادہ حقیقی بادشاہ کے ساتھ ادب وعظمت کا لحاظ نہ رکھے۔

ارشاد فرمایا...... بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ میں بلند آواز سے ذکر کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا۔ یہ بات نہیں ہے کہ میں مطلقاً اس بات کو نامناسب سمجھتا ہوں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ جو بات ہو۔ طریقے سے ہو بے اصولی اور بے قاعدگی ہر کام میں بُری ہوتی ہے۔ متقدمین میں سے بعض بزرگوں نے ذکرِ جہر کیا ہے یہ نہیں کہ نہ کیا ہو۔ مگر اس کے ساتھ خود بھی چند شرائط کی سختی کے ساتھ پابندی کی ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید بلیغ فرمائی ہے۔ ذکرِ جہر کے لیے پانچ شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ آدمی جھوٹ نہ بولے۔ کسی کی غیبت بیان نہ کرے۔ بیکار باتیں نہ بنائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ریاکاری سے بچتا رہے۔ مشتبہ اور حرام مال سے پرہیز کرے۔ اپنے باطن کو پاک صاف رکھے۔ تیسری بات یہ ہے کہ مکروفریب سے کوسوں دور بھاگے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ذکر ایسی جگہ کیا جائے۔ جہاں فسادی، ظالم، بدکار خداورسول سے غافل۔ دین میں رخنہ اندازی کرنے والے لوگ موجود نہ ہوں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ ذکر کی مجلس میں لڑکیوں اور عورتوں کا گذر نہ ہو۔ جو شیخ ذکرِ جہر میں ان باتوں کا لحاظ رکھے۔ وہ لائق تعظیم ہے۔ اس کی کیفیت وحالت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

جو کچھ حاصل ہوتا ہے شریعت کی پابندی سے حاصل ہوتا ہے۔ جو گروہ خداورسول کے احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ حق پر ہیں، اور دنیا کو ان کی عظمت وتوقیر قائم رکھنی چاہیے۔

ارشاد فرمایا...... جو شخص جتنی عبادت کریگا۔ اُسے اُتنا ہی مرتبہ حاصل ہوگا۔ جس طرح حق جل وعلا کے مرتبہ کی انتہا نہیں ہے۔ اسی طرح عبادت واطاعت کی بھی انتہا نہیں ہے۔ **واعبد ربک حتی یاتیک الیقین** اپنے پروردگار کی عبادت مرتے دم تک کرو۔ اس لیے کہ انسان عبادت ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس آیت میں یقین کی تفسیر موت کے ساتھ کی گئی ہے۔ دوسرے معنی اس طرح بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ جب تک تمہیں مشاہدہ اور یقین کا درجہ حاصل نہ ہو۔ جب تمہیں بندگی اور عبادت کی برکت سے مشاہدہ اور یقین کا درجہ حاصل ہو جائے۔ اس وقت تم بندہ کہلائے جانے کے مستحق ہو یقین کے بلند مقام تک پہنچنا ہی تصوف اور سلوک ہے۔ جس نے یہ بات پالی۔ اُس نے حقیقت میں مقصود کو پالیا۔ یقین کے معنے یہ ہیں کہ آدمی بحث ومباحثہ اور دلیلوں کی تاریکیوں سے نکل کر کشف ومشاہدہ کے نور

میں آ جائے۔ اس منزل میں پہنچ کر وہ جلوہ جو بہت کم نظر آتا ہے۔ صاف صاف آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ جب تک یہ بات نہ ہو تو آدمی کفر و دین کے جھگڑوں کے دریا میں غوطے کھایا کرتا ہے۔ دیکھ لو تنہائی میں وقت گزارنے والے نادان انسان انہی خیالات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

ارشاد فرمایا...... نماز پانچوں وقت جماعت کے ساتھ ادا کرنی چاہیے اور فرائض واجبات۔ سُنن۔ مستحبات کو اچھی طرح دل لگا کر درجۂ تکمیل تک پہنچانا چاہیے۔ اور آداب میں سے کسی ادب کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ کوشش کے ساتھ مفسدات اور مکروہات تک سے بچنا چاہیے۔ کہ یہی باتیں ترقی کے لیے ضروری ہیں۔

ارشاد فرمایا...... جو شخص مشاہدہ کے درجے تک پہنچنا چاہتا ہے۔ اُسے مجاہدہ کرنا چاہیے۔ مشاہدہ بغیر مجاہدہ کے حاصل نہیں ہوتا۔ جس طرح علم بغیر عمل کے نفع نہیں دیتا۔

ارشاد فرمایا...... شرعی ضرورت کے بغیر فقیر کو امیر کے دروازے پر نہ جانا چاہیے یہ بہت بُری بات ہے۔

ارشاد فرمایا...... حضرات مشائخ کا مقولہ ہے کہ سلوک کے راستے میں ابتداء میں قبولیت اور آخر میں یافت ہوتی ہے۔ قبولیت (۱)...... یعنی مرید مشائخ کی نظروں میں مقبول ہو جائے۔ (۲)...... قبولیت سے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اصحابِ حقیقت کی معرفت مرید کے دل میں پیدا ہو جائے۔ یافت، یعنی حق تعالیٰ جل جلالہ، کا وصال حاصل ہو جائے۔

ارشاد فرمایا...... تصوف سے مراد کیا ہے۔ اشکال۔ تلبیس۔ کتمان۔ اشکال سے مراد ریاضت کی سختی کو برداشت کرنا ہے۔ تلبیس سے مراد ملامت کا طریقہ اختیار کرنا ہے۔ اور کتمان سے مراد اپنی ریاضت وعبادت کا دوسروں سے چھپانا ہے۔ ان بے بہا موتیوں کو اپنے عقل کے کانوں میں آویزاں کرنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا...... حضرت خواجہ بزرگ یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرّہٗ سے کسی نے کہا کہ کیونکر پہچاننا چاہیے کہ آپ کس پایہ کے بزرگ ہیں۔ اور درگاہِ الٰہی میں آپ کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا۔ میرے اعمال وافعال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی کسوٹی پر پرکھ لو۔ جو شخص حضور کی تابعداری میں جتنا زیادہ حصہ لے گا اسی قدر مرتبے میں زیادہ ہو گا۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا۔ ہمارا طریقہ عروۃ الوثقیٰ ہے۔ تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

کوئی سنت ایسی نہیں ہے۔ جس پر ہمارا عمل نہ ہو۔ اور صحابہ کرام کا کوئی طریقہ ایسا نہیں ہے۔ جس کی ہم پیروی نہ کریں۔ جو شخص ہمارے طریقے سے روگردانی کرتا ہے۔ اُس کے ایمان کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ہمارے خواجہ بزرگ قدس سرّہٗ شریعت وسنّت کی پیروی میں اس قدر مضبوط تھے۔ کہ رقص وسماع کے جذبات کے باوجود جیسے کہ اکثر بیقرار سالکوں کی حالت ہوتی ہے۔ نہ ابتدا میں نہ توسط کی حالت میں نہ آخر سلوک میں۔ غرض یہ کبھی کسی زمانے میں آپ نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ اور اسی طرح وہ باتیں بھی جو ظاہر میں شریعت کے خلاف ہوں حضور سے کبھی ظاہر نہیں ہوئیں باوجودیکہ متقدمین میں سے بعض مشائخ کبار نے اپنے ابتدائی حال یا توسط کے زمانے میں ایسے امور کا ارتکاب کیا ہے جو عندالشرع مستحسن نہیں ہیں۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ، جو بہت بڑے کامل درویش تھے۔ اپنے ابتدائی زمانے بلکہ توسط کے زمانے میں بلکہ توسط کے زمانے تک رقص وسرود کی محفل میں شریک ہوتے تھے۔ جب سلوک کے آخری درجوں تک آپ کی رسائی ہوئی تو آپ نے اس کو ترک فرما دیا کبھی کبھی ایسے کلمات بھی آپ کی زبان مبارک پر جاری ہوتے تھے۔ جو ظاہر شرع کے اعتبار سے درست نہیں ہیں **لیس فی جبتی الا اللہ.** میرے جبہ میں اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ **شجرة مبارکة یحکی عن اللہ و کان اللہ ولم یکن شئی۔** اللہ تھا اور اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں تھی۔ یہ سب انہیں کے کلمات طیبات میں سے ہیں۔

ارشاد فرمایا...... سعادت مند وہ شخص ہے جس کا دل دُنیا کی طرف سے سرد ہو جائے اور حق تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں سرگرم ہو۔

ارشاد فرمایا...... جس راہ پر خدا کے برگزیدہ بندے چلتے ہیں۔ وہ کچھ ایسی زیادہ دور نہیں ہے۔ صرف سات قدم کا فاصلہ ہے۔ جس وقت سالک کوئی قدم اُٹھاتا ہے اپنے آپ سے دُور ہو جاتا ہے اور خدا کا قُرب حاصل ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا...... ہمارے طریقے کے خواجگان کی افضلیت دوسرے طریقے کے بزرگوں پر اس طرح ہے۔ جیسے صحابۂ کرام کی افضلیت تمام امت پر افضلیت اقربیت کی وجہ سے ہوتی ہے چونکہ اصحاب کبار اقرب ہیں تابعین کی نسبت اس لیے ان کو تابعین پر فضیلت تامہ حاصل ہے اور حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ جو خیر التابعین تھے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے اصحاب کے بال برابر مخالفت کو بھی شرعی زندگی

کے لیے زہرِ قاتل سمجھتے تھے۔

ارشاد فرمایا...... آدمی کو دیکھو اپنی نادانی کی وجہ سے ظاہری بیماریوں کے دُور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ باطنی امراض کے دُور کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ یہ کتنی بری بیماری ہے کہ آدمی اپنے پیدا کرنے والے معبود کو بھول جائے اور دنیا کی ادھر اُدھر کی باتوں میں الجھا رہے۔

ارشاد فرمایا...... دنیا کی چند روزہ زندگی پر بھروسا نہ کرنا چاہیے۔ یہ سمجھنا کہ ہم ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اوّل درجے کی نادانی ہے، کوئی ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہا ہے۔ نہ رہے گا، جب یہ بات ہے تو جو وقت میسر آئے اُسے قلبی امراض کے دُور کرنے اور ترقی و رفعت کے آسمان تک عروج حاصل کرنے کے لیے خدا کی عبادت میں صرف کرنا چاہیے۔

(۴)

مکاشفات و کرامات:

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ظہور کرامت بزرگی کی دلیل نہیں ہے۔ اس بناء پر جس سے زیادہ کرامتیں ظاہر ہوں اُسے بڑا ولی اور جس سے کم کرامتیں ظاہر ہوں اُسے چھوٹا ولی ہم نہیں کہہ سکتے۔

حضرت نے اپنے مکتوبات میں اس بحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بِسطامی اور حضرت خواجہ نقشبند بہاء الملۃ والدین بخاری قدس سرہم سے بہت کم کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں بزرگ بڑے مرتبے والے تھے اور اپنے اپنے حلقے کے سردار تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ کرامت ولایت کی دلیل نہیں ہے بلکہ شریعتِ مقدسہ کی پابندی بزرگی کی دلیل ہے۔ جو شخص جس قدر سنتِ بیضا کا پابند ہوگا۔ اُسی قدر اُسے بزرگ سمجھنا چاہیے لیکن چونکہ دنیا والوں کی آنکھیں صرف نظر آنے والی چیزوں کو دیکھتی ہیں اور ان چیزوں کی تجلّی سے محروم ہیں۔ جو ظاہری طور پر محسوس نہیں ہوتیں بلکہ حالت اس سے بھی بدتر سمجھنی چاہیے۔ جو چیز ظاہری طور پر جلوہ افروز ہے۔ اُسے بھی دیکھنا مشکل ہے۔ ہماری حالت چمگادڑ کی طرح ہے جو اس قدر روشن آفتاب کی ضیاباری سے محروم ہے اور رات کی تاریکی کو پسند کرتی ہے۔ اسی طرح اگرچہ کرامت کامل ہونے کی دلیل نہیں ہے مگر لوگ کرامتوں ہی

کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لیے حضرت قطب ربانی خواجہ عبدالباقی کی ہزار ہا کرامات ومکاشفات میں سے بعض کرامات ومکاشفات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بزرگوں کو اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ اُن کے حالات وکرامات کا تذکرہ کیا جائے۔ کیونکہ۔

حاجتِ مشاطہ نیست روے دلآرام را

حسنِ ذاتی کو کنگھی چوٹی سے آراستہ ہونے کی ضرورت نہیں۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

آفتاب نکلتا ہے۔ کل عالم دیکھتا ہے۔ اس بات کی ضرورت نہیں کہ آفتاب نکلنے کا اشتہار دیا جائے۔

حضرت خواجہ عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہ سنتِ نبوی کی پابندی میں اس قدر اہتمام فرماتے کہ آداب میں سے کوئی ادب نہیں چھوٹتا تھا۔ یہاں تک کہ مستحباتِ ومستحسنات کو کبھی آپ نے فوت ہونے نہیں دیا۔ آپ کا زہد وتقوٰی آپ کی بزرگی آپ کے کمالات اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ آپ کے قبلۂ امجد قدس سرہٗ نے اپنی وفات کے وقت آپ کے نام کا یہ سجع تحریر فرمایا تھا۔

بہار درگزر است و شتاب کن ساقی
زگلستانِ صفی ماند یک گلے باقی

(مطلب) بہار کا موسم ختم ہو رہا ہے۔ ساقی اپنے کام میں شتابی کر۔
گلستان صفی میں ایک پھول باقی رہ گیا۔

اس سے آپ کی بزرگی اور عظمت اور کمال پر روشنی پڑتی ہے۔ ایسی حالت میں کون ہے جو آپ کے مرتبہ وشان کو اچھی طرح جان سکے اور جب آپ کے مرتبہ کو جاننا پہچاننا ہماری حد سے باہر ہے تو پھر بیان کرنا تو اور زیادہ مشکل ہے۔

اس محبت سے جو سجع کی صورت میں مترشح ہوئی ہے صاف ظاہر ہے کہ حضور قیوّم وقت اور جانشین مجدد الف ثانی تھے۔ معتقدین کے اسرار اور طالبین کی ذوق انگیزی اور حصول برکت کی غرض سے کچھ حالات ''مقامات العارفین'' سے نقل کر کے بیان کرتا ہوں۔

ا......حیدرآباد سندھ میں ایک موضع ہے جو متعلوی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں حضرت کے مخلصین ومعتقدین

کی ایک بڑی جماعت آباد ہے۔ یہاں ایک شخص حیدر شاہ نامی مدرسہ میں بچوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ انہوں نے جو حضرت کے حالات اور بزرگی کا تذکرہ سنا تو ان کے دل میں دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا اور اشتیاق بڑھتے بڑھتے عاشقانہ جذبات کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ جمال جہان آرا کی زیارت کے شوق میں سامانِ سفر درست کیا۔ اور کابل کی طرف چل کھڑے ہوئے۔ چلتے چلتے بلوچستان کی سرحد میں پہنچے۔ یہاں آ کر راستہ بھول گئے۔ اور غلط راستہ پر پڑ گئے دو رات دن اسی طرح چلتے رہے۔ بلوچی زبان سے واقف نہ ہونے کے باعث بڑے پریشان ہوئے اور مشکل یہ آن پڑی کہ کوئی اُن کی زبان بھی نہیں سمجھتا تھا کہ کسی سے راستہ دریافت کرنے میں آسانی ہو۔ بغیر دانہ پانی کے بیچارے چلتے جاتے تھے۔ ادھر اُدھر بھٹکتے پھرتے تھے۔ منزل کا نشان نہ ملتا تھا۔ یہاں تک کہ بھوک پیاس کے ہاتھوں ہلاک ہونے کی نوبت پہنچ گئی۔

خود حیدر شاہ کا بیان ہے کہ مجھے زندگی سے ناامیدی ہو گئی اور یہ یقین ہو گیا کہ بس اب زندگی کا خاتمہ ہے۔ پکارا یا خواجہ عبدالباقی حضور پر روشن ہے کہ مجھے آپ کے دیدار کے سوا کسی چیز کی آرزو نہیں اور مرنے کا بھی کچھ غم نہیں۔ غم ہے تو اس بات کا ہے کہ آپ کی قدمبوسی کی حسرت لیکر دل میں جاتا ہوں۔ اسی درمیان میں مجھے کچھ غنودگی سی ہو گئی۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک عمر رسیدہ بزرگ ایک لڑکے کو لیے ہوئے تشریف لائے ہیں۔ میں ان کی نورانی صورت دیکھ کر عرض کرنے لگا۔ حضور مجھ میں کھڑے ہونے کی طاقت نہیں ہے۔ کمزوری کی وجہ سے چلنا پھرنا دوبھر ہے۔ مجھ پر کرم فرمایے۔ ارشاد کیا تمہیں یہ لڑکا کلات نصیر تک پہنچا دے گا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں۔ سچ مچ وہی لڑکا میرے سرہانے بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے کہا وہ بزرگ کہاں ہیں جو تمہیں یہاں تک پہنچانے آئے تھے۔ لڑکا اردو زبان جانتا تھا۔ کہنے لگا میں کچھ نہیں جانتا۔ پانی اور روٹی میرے ساتھ موجود ہے۔ اسے نوش جان فرمایے۔ اور میرے ساتھ کلات نصیر تک چلیے میں نے روٹی کھائی۔ پانی پیا۔ پھر جان میں جان آئی اور دونوں ساتھ ساتھ باتیں کرتے ہوئے کلات نصیر کے راستے پر چل کھڑے ہوئے۔ جب میں کلات نصیر پہنچا۔ ایک شخص سے ملاقات ہوئی جو حضرت صاحب کے مریدوں میں سے تھا اور قندھار جا رہا تھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ قندھار گیا۔ پھر وہاں سے قافلے کے ساتھ ساتھ کابل چلا گیا۔ فارسی زبان نہ جاننے کی وجہ سے کسی سے کچھ بات چیت نہ کر سکا۔ خاموش ایک راستے پر پڑ گیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک کوچے میں پہنچا۔ تھوڑی

دُور چلا تھا کہ ایک مسجد نظر آئی۔ دیکھا کہ وہی بزرگ جو خواب میں نظر آئے تھے۔ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہیں۔ میں مسجد کے اندر گیا اور ان کے مبارک قدموں میں اپنا سر رکھا۔ حضرت دیکھ کر مسکرائے اور میرے ساتھ بہت کچھ تسلی و اطمینان کی باتیں کیں۔ پھر ایک خادم سے فرمایا۔ انہیں فلاں حجرے میں لے جا کر ٹھہراؤ اور ان کے کھانے پینے کا انتظام کرو۔ میں مدت تک حضور کی خدمت میں رہا اور آپ کی صحبت کی برکت سے بہت کچھ فیض و سعادت حاصل کی۔

۲...... ۱۲۷۵ھ ہجری شہر کابل میں ایک سخت وبا نازل ہوئی۔ بہت سے لوگ جاں بحق ہو گئے۔ تقریباً چار مہینے تک یہی حالت رہی۔ شہر کے لوگ چیخ اُٹھے۔ جسے دیکھو پریشان و وحشت کے آثار چہرے سے ظاہر ہیں۔ مصیبت کے وقت خدا یاد آتا ہے۔ لوگ گھبرائے ہوئے تعویذ نازلہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے توجہ فرمائی۔ تعویذ دیے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سے لوگوں کو شفایاب کیا۔

ایک دن حضرت نے فرمایا۔ آج تہجد کی نماز پڑھ کر جو میں سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ مزنگ دروازہ کے باہر بلاؤں کی فوجیں جمع ہیں اور شہر میں داخل ہونے کا ارادہ کر رہی ہیں۔ ایک سب سے بڑی بلا ان تمام بلاؤں کی سردار ہے۔ مگر یہ بلا اندھی ہے اور سر سے لے کر پیر تک اس کے ہزاروں ہاتھ ہیں اور سب ہاتھ حرکت میں ہیں اور تمام مخلوقات اس کے ہاتھوں کے نیچے ہے اس کے ہاتھوں کے ملنے سے کوئی بالکل ہلاک ہو جاتا ہے اور کوئی نیم بسمل ہو جاتا ہے میں حبس دم کا شغل کر رہا تھا۔ دماغ سے ایک سانس کھینچ کر میں نے اس بلا کی طرف پھونک دیا۔ اس کے بعد دیکھا کہ میرے سانس کا اثر ایک برق بلا بن کر اُس بلا پر گرا اور اس دم کے آتشین شعلوں سے آس پاس کی دوسری بلائیں بھی گھبرا گئیں اور شمالی پہاڑ کی طرف بھاگ گئیں اس خواب کے دوسرے ہی دن شہر کابل اس بلائے عظیم سے محفوظ ہو گیا۔

۳...... گنجابہ بلوچستان تابع کچی میں ایک قصبہ ہے۔ جہاں ایک بہت بڑا پانی کا چشمہ تھا۔ تین برس تک وہ چشمہ بند رہا لوگ پانی کی کمی کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ آخر لوگ آس پاس کے گاؤں میں چلے گئے۔ کچھ لوگ جو باقی رہ گئے تھے وہ پانی لینے کے لیے ایک منزل تک جاتے تھے لوگوں نے مرادیں بہت مانیں۔ صدقہ و خیرات بہت کچھ دیا مگر (خدا کا حکم) پانی جاری نہ ہوا۔ ۱۲۶۰ھ ہجری میں جب حضرت سفر حج کے ارادے سے چلے۔ تو مقام کچی راستہ میں پڑا۔ یہاں کے لوگ حضرت سے بہت عقیدت و محبت کے ساتھ پیش آئے تھے حضور کی تشریف آوری کی خبر سن کر سب کے سب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور

عرض کرنے لگے۔ ہمیں پانی کی تکلیف ہے دعا فرمایے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے اور اس چشمے میں پانی جاری ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں آج رات کو استخارہ کر کے کل صبح انشاء اللہ دعا کروں گا۔ رات کو حضور نے درگاہ الٰہی میں دعا کی۔ ہاتف غیبی نے ندا دی کہ پانی کا جاری ہونا تمہاری دعا پر موقوف ہے۔ صبح مراقبے سے فارغ ہونے کے بعد مسجد میں نماز اشراق ادا کی۔ لوگ منتظر تھے کہ حضرت کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور نے دوبارہ مراقبہ فرمایا اور تھوڑی دیر کے بعد مراقبے سے سر اُٹھا کر گاؤں کے باشندہ مولوی محمد اکرم سے جو اس مجلس میں حاضر تھے فرمایا کہ مکان کی چھت پر جا کر تین دفعہ اذان دو۔ پھر گنجابہ کے چشمے کی طرف رُخ کر کے تین مرتبہ کہو کہ اے گنجابہ کے پانی خدا کے حکم سے جاری ہو جا۔ حضور کے حسب ارشاد انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پہلے تین مرتبہ اذان دی۔ پھر گنجابہ کے چشمہ کی طرف رُخ کر کے تین مرتبہ وہی الفاظ ادا کیے جو حضور نے فرمائے تھے ان کلمات کے کہنے کے بعد ایک ساعت بھی نہ گزری ہوگی کہ چشمے میں پانی اُبل آیا۔ اب پانی میں پہلے سے تین حصہ زیادہ جوش تھا۔ گاؤں کے تمام لوگ پانی کے دیکھنے کو چلے گئے۔ خاص خاص آدمیوں کے سوا حضرت کے پاس کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ عجیب لوگ ہیں کہ سب پانی کے دیکھنے کو چلے گئے اور مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد گاؤں کے لوگوں نے عرض کیا۔ حضور کم از کم دو رات دن اس پانی پر آپ اپنا قبضہ رکھیے جو شخص پانی لینے آئے۔ اُس سے قیمت لے کر دیجیے چنانچہ ایسا کیا گیا۔ آٹھ سو روپیہ کا پانی فروخت ہوا۔ حضور کی یہ کرامت کلات کے حدود میں چاروں طرف مشہور ہے۔

۴...... حضرت صاحب گنجابہ سے نصیر آباد کی طرف جو ایک مشہور شہر ہے تشریف لے گئے۔ یہاں بھی ایک بہت بڑا تالاب تھا جو پانی کا رُخ دوسری طرف بدل جانے سے خشک ہو گیا تھا۔ پانی کی کمی کی وجہ سے لوگوں نے اپنا شہر چھوڑ کر دوسرے مقامات کو آباد کرنا شروع کر دیا تھا۔ باقی ماندہ لوگوں نے جب گنجابہ کے پانی کے جاری ہونے کا واقعہ سنا۔ تو اخلاص کے ساتھ دوڑے ہوئے حضور کی خدمت میں آئے اور تعظیم و تکریم کے ساتھ شہر میں لے گئے اور زاری و التجا کے ساتھ عرض کیا کہ حضور ہمارے حق میں بھی دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ حضور کی برکت سے پانی کو پھر تالاب میں جاری فرمائے۔ اس کا رُخ جو دوسری جانب ہو گیا ہے۔ پھر اُسی طرف ہو جائے۔

حضرت نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور دوسرے روز وہاں سے روانہ ہو گئے۔ نصیر آباد سے وہی مقام شہر بک میں پہنچے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد یہاں اس شدت کا مینہ برسا کہ لوگوں کو شہر

کے غرق ہونے کا ڈر ہونے لگا۔ پریشان و بدحواس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے۔ حضور پانی کا طوفان عظیم آیا ہے۔ ہم لوگ ڈوب کر مر جائیں گے آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں۔ تمہیں کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ آخر اس پانی کا رُخ شہر نصیر آباد کی طرف ہو گیا اور پانی اس تالاب میں۔ قدیمی معمول کے موافق وہ تالاب پانی سے لبریز ہو گیا۔ جو لوگ شہر سے بھاگ کر دوسرے مقامات پر چلے گئے تھے۔ پھر واپس آ گئے اور شہر پھر اسی طریقے سے آباد اور بارونق ہو گیا۔

۵……سعادت پناہ میرے غلام فاروق فرماتے ہیں۔ کہ میری عمر بہت چھوٹی تھی کہ میرے والد ماجد فوت ہو گئے۔ حضرت صاحب میرے حال پر بہت کرم فرماتے تھے میری تعلیم وغیرہ کی نگرانی کرتے تھے چونکہ حضرت کی مسجد کی امامت میرے والد کے متعلق تھی اس لیے حضرت نے مجھے ان کا جانشیں قرار دیا اور میرے کم عمر ہونے کے باعث دس برس میری طرف سے حضرت نے امامت فرمائی۔ جب میں بالغ ہوا تو ایک دفعہ عید کے دن عید کی نماز کے وقت جب حضرت پہلی صف میں رونق افروز تھے میں بھی آ کر دوسری صف میں بیٹھ گیا۔ جب جماعت کے کھڑے ہونے کا وقت آیا تو حضرت صاحب نے دائیں بائیں نظر کی۔ مجھے دیکھ کر فرمایا صاحبزادے چلو آگے آؤ۔ میں حیران ہو گیا۔ یا اللہ کیا کروں میں نے تو اس سے پہلے کبھی نماز پڑھائی بھی نہیں۔ نہ مجھے خطبہ یاد ہے۔ اب اس مہم کو کیونکر حل کروں گا۔ اگر حضرت صاحب پہلے سے حکم فرما دیتے تو میں خطبہ وغیرہ دیکھ لیتا اور نماز پڑھانے کے لیے پوری طرح تیار ہو جاتا۔ میں اسی تردد میں تھا کہ حضرت نے دوبارہ میری طرف رُخ کر کے فرمایا۔ چلو کھڑے ہو۔ نماز پڑھاؤ۔ ادب کی وجہ سے کچھ عرض نہ کر سکا۔ اور چپ چاپ آگے کھڑا ہو گیا لیکن دل دھڑکنے لگا۔ کہیں ایسا نہ ہو مجھ سے نماز میں کچھ بھول ہو جائے اور اتنے آدمیوں کے سامنے شرمندگی اُٹھانی پڑے، خیر ہمت کر کے آگے بڑھا اور اللہ اکبر کہہ کے میں نے نماز پڑھانی شروع کی۔ نماز شروع کرتے ہی دل میں ایک اطمینان سا پیدا ہو گیا۔ خضوع وخشوع اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر چڑھا۔ اس خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ میں نے خطبہ پڑھا اور احکام فطر وغیرہ بیان کیے کہ تمام نمازی خوش ہو گئے۔ اور تعجب کرنے لگے۔ اس کے بعد لوگوں کو میرے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہو گیا۔ لوگ بڑی خوشی سے میرے پیچھے نماز پڑھنے آنے لگے۔ مجھ میں کیا رکھا ہے۔ یہ سب کچھ حضرت صاحب کی برکت اور کرم کا نتیجہ ہے۔

۶……۱۲۵۵ھ ہجری میں انگریزوں کا لشکر ہندوستان سے کابل پر حملہ آوری کے لیے چلا۔ اور تھوڑی سی

کشمکش کے بعد کابل پر فتحیاب ہوگیا اس زمانے میں حضرت صاحب حرمین شریفین کی زیارت کی غرض سے تشریف لے گئے تھے۔ جب حج اور زیارت سے واپس ہوکر شہر کلات میں پہنچے لوگوں نے خبر سُنائی کہ آجکل اس جگہ انگریزوں کا قبضہ ہے۔ حضرت بہت رنجیدہ ہوے۔ اور ایک خط لکھ کر حاجی کو دیا۔ کہ جاؤ اس عرض کو دربار سرکارِ رسالت میں پیش کرو۔ اُدھر عرض حضور کے دربار میں پیش ہوئی۔ اور اِدھر حضرت صاحب کو خواب میں معلوم ہوا۔ کہ تین برس تک انگریزوں کا قبضہ رہیگا۔ اور اس کے بعد اس ملک میں کہیں اُن کا پتا نہ ملے گا۔

اس خواب کے سننے کے بعد لوگ تین برس کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ جب وہ تین برس ختم ہوے۔ تو ایسا ہی ہوا۔ جیسا حضور نے خواب میں دیکھا تھا۔

۷......فضیلت پناہ اخوند ملا محمد عظیم نے وصیّت کی کہ جب میری وفات ہوجائے۔ تو میرے جنازے کی نماز حضرت خواجہ عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہ پڑھائیں۔ حضرت صاحب ان کے جنازے کی نماز پڑھانے کے لیے ندی کے کنارے ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ نماز جنازہ پڑھائی۔ چونکہ ابھی قبر تیار نہیں ہوئی تھی اس لیے حضرت صاحب اُسی باغ میں ایک مناسب مقام پر بیٹھ گئے۔ اہل محفل سے ارشاد فرمایا۔ یہ باغ مقبرہ کے لائق ہے۔ ہمیں بہت پسند آیا۔ تجہیز وتدفین کے بعد حضور اپنے گھر تشریف لائے اور صاحبزادہ غلام صدیق قدس سرہ، اور صاحبزادہ غلام حیدر قدس سرّہ سے فرمایا۔ جس طرح ممکن ہو باغ خرید لو کیونکہ مقبرہ کے لائق ہے۔ لیکن دونوں صاحبزادوں کو موقع میسّر نہ آیا۔ اور باغ کی خریداری کا معاملہ معرض التوا میں رہا۔ حضرت صاحب نے دوبارہ فرمایا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ باغ ایک قصاب کا ہے۔ جو فوت ہوچکا ہے۔ اس کے وارثوں کا تلاش وجستجو کے بعد بھی کہیں ٹھیک ٹھیک پتا نہ چلا۔ مجبوراً کئی اور مقامات حضرت صاحب کو دکھائے گئے مگر کوئی جگہ پسند نہ آئی اور فرمایا مجھے تو وہی باغ پسند ہے۔

یہ باغ ابھی خریدا بھی نہ گیا تھا۔ کہ حضرت صاحب کی وفات ہوگئی آپ کے دفن کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا۔ کسی نے کہا جاں باز میں دفن کرو۔ کسی نے کہا سیاہ سنگ میں دفن کرو۔ حضرت خواجہ غلام صدیق قدس سرّہ، نے فرمایا۔ حضور کو وہ ندی کے کنارے والا باغ بہت پسند تھا۔ وہیں دفن کرنا چاہیے۔ اُسی وقت قبر تیار کرنے کے لیے آدمی بھیجا گیا۔ ہم سب جنازے کو ساتھ لیکر اُسی باغ میں پہنچے۔ نماز جنازہ ہزارہا آدمیوں نے پڑھی۔ قبر تیار ہوئی اور اس میں حضور کو دفن کیا گیا۔ اس کے بعد کئی سو آدمیوں نے کہا

جس جگہ حضور دفن کیے گئے ہیں یہی وہ جگہ ہے۔ جو حضور کو بہت پسند تھی۔

حضرت خواجہ غلام صدیق قدس سرہ فرماتے ہیں۔ جب دفن کر کے ہم لوگ چلنے لگے۔ تو باغ کے وارثوں سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے کہا یہ باغ فروخت کرتے ہو انہوں نے کہا ہاں۔ آخر کابلی سکہ کے موافق ایک سو بیس روپیہ میں معاملہ طے ہو گیا۔ اور ہم نے وہ باغ خرید لیا۔

۸...... حضرت صاحب اپنے بھائی کے صاحبزادے حقائق آگاہ میاں عبدالرسول صاحب کو ساتھ لیکر حج کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر بندرگاہ حدیدہ پر اپنے قبلہ گاہی کی زیارت کی غرض سے چند روز قیام فرمایا پھر ایک کشتی میں سوار ہوئے۔

حقائق آگاہ میاں عبدالرسول نے خواب میں دیکھا کہ میری کشتی ڈوب رہی ہے۔ اور میں طوفان میں مبتلا ہوں۔ حضرت نے اس رات کو از روئے مکاشفہ معلوم کیا تھا۔ کہ ہماری کشتی کو تھوڑا بہت نقصان پہنچے گا۔ لیکن جو شخص کشتی میں رہیگا وہ ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہیگا۔ اور جو کشتی کے باہر نکلے گا ہلاک ہو جائیگا۔ چونکہ حضرت حقائق آگاہ میاں عبدالرسول، صاحبِ حال تھے۔ اس لیے ان کو تھوڑا بہت حال معلوم ہو گیا۔ اور حضرت صاحب کامل و مکمل تھے۔ اس لیے انہیں پوری تفصیل معلوم ہوگئی۔

غرض یہ کہ کشتی چلتے چلتے جب بمبئی کی بندرگاہ کے قریب پہنچی تو دریا میں ایک سخت طوفان آیا۔ اور کشتی طوفان میں پھنس گئی۔ ایک رات دن یہی کیفیت رہی۔ آخر ناموافق ہوا نے کشتی کو ایسے مقام پر پہنچا دیا۔ کہ کشتی کے معلّم اور ناخدا اُس سے ناواقف تھے۔ یہاں تک کہ پانی کم ہو گیا اور کشتی چلنے سے رُکنے لگی۔ دُور سے سُرخی و سپیدی نظر آتی تھی۔ جس سے اندازہ ہوا کہ آبادی بالکل نزدیک ہے۔ لوگ کشتی میں بیٹھے بیٹھے گھبرا گئے تھے اور اندیشہ بھی تھا کہ کہیں کشتی ڈوب نہ جائے۔ لوگوں نے بوکھلاہٹ کی وجہ سے آپس میں تین تین چار چار لکڑیوں کو باندھا۔ اُن پر بیٹھے اور خشکی کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

حضرت صاحب کشتی کے کنارے پر آئے اور فرمایا۔ اے لوگو! کشتی سے باہر نہ نکلو جو کشتی سے باہر نکلے گا ہلاک ہو جائیگا۔ آپ کے برادرزادہ بھی لوگوں کے کہنے سُننے سے لوگوں کے ساتھ اُن لکڑیوں پر بیٹھے اور خشکی کی طرف چلے اور بہت سے آدمی آپ کے رُوکنے سے رُک گئے۔

جو لوگ آپ کے منع کرنے کے باوجود بھی نہ رُکے تھے اور لکڑیوں پر بیٹھ کر چل نکلے تھے۔ قضائے الٰہی سے پانی انہیں بے راستہ لے گیا۔ اور سب کے سب بیچارے پانی میں ڈوب کر مر گئے۔ اور جو لوگ کشتی میں

بیٹھے رہ گئے تھے۔ انہیں کنارے کے رہنے والے لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بٹھا کر لے گئے اور صحیح وسالم خشکی پر اُتار دیا۔

حضرت صاحب نے اصحاب طریقت سے ارشاد فرمایا کہ میاں عبدالرسول نے جو دیکھا تھا کہ میری کشتی ڈوب رہی ہے تو واقعی ان کے لیے ایسا ہی ہوا مگر واقعی امر یہی تھا کہ جو لوگ کشتی کے اندر رہے۔ وہ سلامت رہے اور جو بے صبری کی وجہ سے کشتی کے باہر گئے ڈوب گئے۔

۹......ایک شخص وردک قوم سے ممکیہ کا رہنے والا۔ جس کا حبیب اللہ نام تھا۔ دیوانہ ہوگیا۔ ہزار ہا علاج معالجہ کیے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس کے عزیز واقارب اُس دیوانے کو حضرت کی خدمت میں لے کر آئے۔ گذارش کی کہ حضور دعا فرمائیں۔ اس کا جنوں جاتا رہے۔ سات دن تک حضور نے اس کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا۔ خدا کے فضل سے اس عرصے میں وہ بالکل تندرست ہوگیا۔ اور اس کی دیوانگی جاتی رہی۔ اس کے بعد اُس نے درخواست کی کہ مجھے مرید فرمایئے۔ حضور نے مرید فرما کر حکم دیا کہ جاؤ تم اپنے کام کاج میں لگ جاؤ چنانچہ وہ اپنے کاروبار میں مصروف ہوگیا۔ اور پھر کبھی اسکو دیوانگی کا کچھ اثر لاحق نہیں ہوا۔

۱۰......کلات نصیر کا رہنے والا ترکی قوم سے ملاگلزار نامی ایک شخص آپ کا بہت زیادہ معتقد اور اخلاص مند تھا۔ ایک دفعہ آپ کی پیٹھ پیچھے اپنے احباب سے کہہ رہا تھا کہ جس وقت میں حضرت صاحب کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں۔ میرا دل دنیا کے کاموں سے ہٹ جاتا ہے۔ آپ کی باتوں میں بلا کی تاثیر ہے۔ آپ کی صحبت سے ہٹنے کو دل نہیں چاہتا۔ جب میں آپ کے مبارک چہرے پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو مجھے نور ہی نور نظر آتا ہے۔ جمال پاک سے نظر اٹھانے کو دل نہیں چاہتا۔ ان سب خوبیوں کے باوجود یہ ذرا سی بات میرے دل میں کھٹکتی ہے کہ حضور کو نسوار سونگھنے کا شوق ہے۔ ایسے بزرگ آدمی کو ایسا شوق نہیں ہونا چاہیے۔

ایک شخص نے ملاّ گلزار کی یہ بات من وعن حضرت صاحب کی خدمت میں آ کر بیان کردی۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ ہماری نسوار ہمارے منکر کو ہمارا معتقد بنا دیتی ہے۔

حضرت صاحب تو اس کے بعد بیت اللہ شریف لے گئے اور کچھ عرصے بعد ملاگلزار کے کان میں درد پیدا ہوا۔ اور اس شدّت کا درد ہوا کہ ملاگلزار بے چین ہوگئے۔ جس قدر علاج کیا۔ درد زیادہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ درد کان سے گذر کر دوسرے اعضاء تک سرایت کر گیا کسی نے ملاگلزار سے کہا اگر تم

نسوار کا استعمال شروع کر دو تو یہ تکلیف جاتی رہے گی۔ مرتا کیا نہ کرتا آخر انہوں نے نسوار کا استعمال شروع کر دیا۔ استعمال کرتے ہوئے زیادہ دن نہ گزرنے پائے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شفا مرحمت فرما دی پھر تو نسوار سونگھنے کی ان کو عادت ہوگئی۔ لوگوں نے جو انہیں کثرت سے نسوار سونگھتے ہوئے دیکھا تو اعتراضاً کہا کہ جناب والا آپ تو دوسروں کو نسوار سونگھنے سے منع کرتے تھے۔ اور خود اس فعلِ شنیع میں مبتلا ہو گئے۔

آخر ملا گلزار تنگ آ گئے اور ایک رسالہ نسوار سونگھنے کے ثبوت میں تصنیف کیا۔ اور دل میں اس بات کے قائل ہو گئے کہ عینی طریقہ سے اللہ نے وہ شک دور کیا۔ جو نسوار سونگھنے کے سبب سے حضرت صاحب کی طرف سے میرے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ بیشک بزرگانِ دین کے معاملات کو شک کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیے۔

(۵)

کرامات:

جاننے والے اس مسئلے کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ خدا کے برگزیدہ لوگوں کو موت حقیقی پیش نہیں آتی **الاان اولیاء اللّٰہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار** اللہ کے پیاروں کے پاس موت نہیں آتی۔ بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیے جو مبارک نفوس فنافی اللہ اور بقاباللہ کے درجے پر فائز ہو گئے ہیں اور جنہوں نے اپنی حیات کو مٹا کر عروج کامل حاصل کیا ہے۔ اُن کا مقصد دنیا میں آنے سے صرف یہ ہے کہ حضرت خاتم الرسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعتِ مطہرہ کے احکام کو زندہ رکھیں اور یہی لوگ حقیقت میں سرکار ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور وارث ہیں اور اسی لیے یہ موتِ حقیقی کے درجہ سے گزر کر حیات حقیقی کے مرتبے پر پہنچ گئے ہیں۔ صوفیائے کرام کے نزدیک اُن کی موت عین زندگی ہے موت حقیقت میں سانس کے آنے جانے کی گرفتاری سے آزادی کا نام ہے۔ خدا رسیدہ لوگ کبھی فنا نہیں ہوتے بلکہ دنیا سے جانے کے بعد خدا کے فضل وکرم سے جو قوت ان کو حاصل ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں رہنے کی حالت میں حاصل نہیں ہوتی ولی کامل ومکمل کی روح جب جسم کی چار دیواری سے علیٰحدہ ہوتی ہے تو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے تلوار نیام سے علیٰحدہ ہوتی ہے۔ تلوار نیام سے نکلنے کے بعد ہی اپنے جوہر دکھاتی ہے اسی طرح بزرگان دین جب اس عالم سے روپوش ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے تصرفات اور اثرات اس عالم میں زیادہ ہو جاتے ہیں اور ان کے جاننے والے' اُن سے سچی محبت رکھنے

والے اُن کے فیوض و برکات سے زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔

خود خواجہ عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

فیض می بخشند فیاضاں بعد از موتِ خود
سنگ بعد از سوختن سازد بسے ایواں سفید

اسی وجہ سے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی زندگی کی بہ نسبت وفات کے بعد زیادہ کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ **ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم** ؕ

ا...... حضرت صاحب بیمار ہوے بیماری ابھی ابتدائی حالت میں تھی کہ آپ کے دوسرے صاحبزادے اور جانشین ولی اللہ بالتحقیق حضرت خواجہ غلام صدیق قدس سرّہٗ نے عرض کیا۔ حضور بخار کو تین دن گزر گئے علاج کے لیے حکم دیں تو میں طبیب کو حاضر کروں فرمایا اے میرے فرزند یہ وہ مرض نہیں ہے۔ جس کا علاج ہو سکے دوبارہ عرض کیا جب بھی یہی جواب دیا کہ بے فائدہ اور بے نتیجہ کوشش نہ کرو علاج سے کچھ نہ ہوگا تیسری دفعہ عرض کیا۔ مردان سفر جریدہ باشند۔ پھر اسی دن اسی قافیہ و ردیف اور اسی بحر میں ایک لاجواب نعت کی غزل تحریر فرمائی اور صاحبزادے سے کہا کہ تمہیں میرے علاج کا زیادہ خیال ہے تو خیر جاؤ حکیم کو بلا لاؤ۔

صاحبزادہ فرماتے ہیں طبیب کو بلانے کی اجازت پا کر میں خوش ہوا اور دوڑا دوڑا مکان کے باہر آیا خادم سے کہا جلدی حکیم کو بلا کر لاؤ خادم اُدھر روانہ ہوا اور صاحبزادے واپس گھر کے اندر آنے لگے آنے کے لیے پردہ اٹھایا دفعتہً حضور کے حجرۂ خاص پر جو جنوبی عمارت میں تھا نظر پڑ گئی دیکھا کہ چھت کے اوپر نیچے خوبصورت عورتیں اچھے اچھے کپڑے پہنے بیٹھی ہیں۔ عورتوں کے شکل و شمائل وضع قطع کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ یہ دنیا کے کسی حصّہ کی رہنے والی نہیں ہیں ان عورتوں کے چہرہ پر فرحت و مسرت کے آثار نمایاں تھے میں یہ تماشا دیکھ کر دنگ رہ گیا یا اللہ یہ خوبصورت عورتیں میرے مکان میں کہاں سے آ گئیں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا عرض کیا کہ دیکھیے حضور یہ کیا کیفیت ہے۔ دوبارہ جو اس طرف دیکھا کچھ نظر نہ آیا حضرت صاحب مسکرائے اور فرمایا شاید تم نے کتاب نفحات کو نہیں پڑھا۔

دوسرے دن میں نے کتاب نفحات کا مطالعہ کیا ایک بزرگ کی کرامتوں کے بیان میں لکھا ہوا تھا۔ کہ جب ان کی وفات کا زمانہ قریب آیا اور مرض الموت میں مبتلا ہوے تو ان کا ایک خاص مرید اجازت لیکر

مکان کے اندر آیا کیا دیکھتا ہے کہ حسین وجمیل عورتیں زرق برق کپڑے پہنے ہوئے مکان کے صحن میں کھڑی ہیں چونکہ یہ متقی اور پرہیزگار آدمی تھے انہوں نے منہ رومال سے ڈھانک لیا۔ تاکہ ان عورتوں پر نظر نہ پڑے اور اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام عرض کیا ان بزرگ نے جو اُن کے پیر بھی تھے جواب سلام کے بعد فرمایا کہ تم نے آنکھوں پر رومال کیوں رکھا عرض کیا کہ میں جب مکان کے اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا بہت سی عورتیں اچھے اچھے کپڑے پہنے ہوئے کھڑی ہیں خیال کیا شاید حرم سرا کی نیک بیبیاں ہیں۔ شیخ نے فرمایا نہیں گھر کی عورتیں اس طرح اور اس وقت ایسے لباس میں کیونکر ہوسکتی ہیں۔ یہ اس دنیا کی عورتیں نہیں ہیں یہ جنت کی حوریں ہیں جو میری روح کے استقبال کے لیے آئی ہیں۔

حضرت تاج العارفین خواجہ عبدالباقی نوراللہ مرقدہٗ نے یہ تفصیل اپنی زبان مبارک سے بیان نہیں فرمائی مگر اہلِ عقیدت کی ذوق انگیزی کے لیے کتاب نفحات کا حوالہ دیدیا سچ ہے۔

خاصانِ خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

۲..... قاعدہ ہے کہ میت کے اُٹھنے بیٹھنے کے مقام پر وفات کی پہلی رات کو چراغ جلاتے ہیں۔ جب حضور کا انتقال ہوا تو پہلی رات کو جب سارے گھر میں چراغ جلائے گئے حضور کے مخصوص حجرہ میں بھی چراغ جلایا گیا۔ اور خادمہ چراغ جلا کر باہر نکلی اور حجرے کا دروازہ بند کردیا تو ان عورتوں نے جو کوٹھے کی چھت پر بیٹھی ہوئی تھیں دیکھا کہ حجرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ چراغ جل رہا ہے اور حضرت صاحب قبلہ نماز میں مشغول ہیں اور باقاعدہ رکوع وسجود فرما رہے ہیں اس بات سے عورتوں میں ایک تہلکہ مچ گیا نیچے آکر دوسری عورتوں سے تذکرہ کیا انہوں نے بھی یہی دیکھا اب تو سب کی عجیب کیفیت ہوگئی شوق قدمبوسی میں دروازہ کے قریب آئیں، دیکھا دروازہ بند ہے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا وہاں کوئی بھی نہیں ہے صرف چراغ جل رہا ہے۔

۳..... حضرت کے انتقال کے بعد سے سات آٹھ دن تک یہی کیفیت رہی جو حضور کے حجرہ کی طرف جاروب کشی کی غرض سے یا کسی اور کام کی نیت سے جاتا۔ اُسے ایک نور نظر آتا، صاف اس طرح جیسے آفتاب کی روشنی روشندان سے چھن کر مکان کے اندر آتی ہے بعض دفعہ اُس نور کو ہاتھ میں پکڑنے کی کوشش کی گئی مگر بیکار ثابت ہوئی۔

۴...... حضرت کے ایک خاص مرید نے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ میں ایک بہت بڑے قریہ میں کھڑا ہوں، ایک شخص دُور سے آیا اس کے چہرے سے رعب داب ظاہر ہوتا تھا۔ جیسے کوئی سرکاری افسر ہوتا ہے، آ کر کہنے لگا اے لوگو! خبردار ہو جاؤ' باادب صف باندھ کر کھڑے ہو جاؤ' بادشاہ عالیجاہ کی سواری آتی ہے یہ آواز سنکر لوگ سہمے سہمے ادب و تعظیم کے ساتھ کھڑے ہو گئے اُس کے بعد ایک دوسرا شخص آیا جس کے چہرے سے عظمت و بزرگی ظاہر ہوتی تھی کہنے لگا اے لوگو! خوشیاں مناؤ اور مطمئن ہو جاؤ کہ غوث زمان تشریف لاتے ہیں۔ لوگ دوڑے دوڑے گئے اور راستہ میں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے اتنے میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت آسمان سے نیچے اُتر رہا ہے قریہ کے لوگ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے یہاں تک کہ آہستہ آہستہ وہ تخت ہوا کے ذریعے سے اُتر کر زمین پر آ گیا۔ اہل قریہ ایک دوسرے سے حیرت کے ساتھ پوچھنے لگے۔ یہ کس کی سواری ہے میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو اُس میں حضرت خواجہ عبدالباقی رحمتہ اللہ علیہ تشریف رکھتے ہیں اہل قریہ نے کہا غوث زمان یہی ہیں۔ غیب سے ندا آئی یہی غوث زمان ہیں۔ قریہ کے لوگوں نے حضرت صاحب کے قدموں پر سر رکھا اور دعا کی طلبگاری کی۔

۵...... ایک عالم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت کے وصال کے بعد خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا باغ ہے جس میں بڑے بڑے خوشنما محل اور محلوں پر کنگرے عجیب عجیب وضع کے بنے ہوئے ہیں۔ خوشبو سے سارا باغ مہک رہا ہے۔ اس باغ کے دیکھنے سے آنکھوں میں تراوت اور دل میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔ دروازے پر نوکر چاکر موجود ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کس عالی مرتبہ شخص کا مکان ہے۔ مجھے جواب دیا گیا یہ جنت ہے میں ایک کونے میں کھڑے ہو کر سیر کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد آواز دی گئی کہ عبدالباقی کو اور فلاں آدمی کو لاؤ دو نوکر دوڑے ہوئے گئے۔

حضرت صاحب کا نام سنتے ہی میری باچھیں کھل گئیں اور دل میں ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اتنے میں دیکھا کہ دو آدمی حضرت صاحب کو لیے ہوئے آ رہے ہیں۔ حضرت صاحب کے پیچھے پیچھے اور بہت سے آدمی ہیں۔ ایک جماعت شان وشوکت کے ساتھ حضرت صاحب کے استقبال کے لیے اندر سے باہر آئی اور تعظیم و تکریم کے ساتھ حضرت صاحب کو باغ کے اندر لے گئی۔ اتنے میں آواز آئی کہ جس دوسرے شخص کو بلایا گیا تھا اسے اب لانے کی ضرورت نہیں۔ کسی نے جواب دیا وہ موجود نہیں ہے اس قدر دیکھنے پایا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

انہیں عالم کا بیان ہے کہ اس خواب کے دیکھنے کے بعد میں حضرت کے صاحبزادے ولی اللہ بالتحقیق حضرت غلام صدیق قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور خواب کا سارا ماجرا بیان کیا۔

حضرت نے فرمایا اس سے تمہاری محبت وعقیدت کا اظہار ہوتا ہے مزید عقیدت کے لیے تمہیں دکھایا گیا ہے کہ حضرت مرحوم برگزیدہ اور خاصانِ خدا میں سے تھے۔

۶...... پیر کے دن ظہر کے وقت حضرت صاحب کا وصال ہوا تھا۔ تجہیز وتکفین کے انتظام وانصرام میں شام کا وقت آ گیا۔ دفن کا موقع میسر نہ ہوا یہ رائے قرار پائی کہ آج کی رات دفن نہ کیا جائے۔ اسی لیے جنازہ مبارک کو مسجد میں رکھا گیا۔ رات ہوئی تو چاند نکلا۔ باوجودیکہ آسمان پر بدلی وغیرہ کچھ بھی نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی چاند کی روشنی مدھم تھی۔ اسی رات کو زلزلہ آیا دوسرے دن آفتاب کی روشنی بھی غبار آلود تھی۔ کابل میں جس طرف جایئے یہی چرچا تھا کہ آفتاب وماہتاب کی روشنی کم کیوں نہ ہو۔ دنیا میں اندھیرا کیوں نہ ہو جائے زمین پر زلزلے کیوں نہ آئیں۔ آج قطب کابل دنیا سے اٹھ گیا۔ اطراف وجوانب کے لوگ آ آ کر یہی خبریں سناتے تھے کہ جس تاریخ کو حضرت صاحب کا وصال ہوا۔ اسی تاریخ کو زلزلہ آیا۔ اسی تاریخ کو آفتاب وماہتاب کی روشنی کم ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی وفات اہل عالم کے لیے قیامت سے کم نہیں۔

۷......کابل کے رہنے والے ایک مخلص مرید کہتے ہیں کہ ہمارے اطراف میں ایک ہندو بچے نے صرّافی کی دکان کھولی تھی۔ اس کے ساتھ میری دوستی اور محبت ہوگئی۔ اس محبت کی بناء پر میرے دل میں ہمیشہ یہ بات آتی تھی کہ خداوند تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے مسلمان بنادے۔ موقع ملتا تھا تو میں اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اسلام کی محبت پیدا کردے۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ میری نصیحت اس پر کچھ اثر نہیں کرتی اور اس کا دل اسلام کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ اس بات سے مجھے ایسا صدمہ ہوتا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔

مجھے جب خیال آتا تھا کہ ایسا خوبصورت جوان دوزخ کی آگ میں جلے تو میرا دل جلنے لگتا تھا۔

اسی رنج کی حالت میں میں ایک دن حضرت صاحب کے مزارِ فیض آثار پر حاضر ہوا اور حضور کے سامنے اپنا دردِ دل بیان کیا کہ حضور آپ خدا کے برگزیدہ ہیں آپ کو درگاہِ الٰہی میں تقرب حاصل ہے مولیٰ تعالیٰ سے التجا کیجیے کہ یہ ہندو دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہوجائے۔

دعا اور فاتحہ کے بعد اپنے مکان پر آیا وہ دن اسی طرح گزر گیا رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب جس طرح عین حیات میں قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے اسی طرح غلام کے گھر میں رونق افروز ہوئے ہیں میں نے اپنا سر حضور کے قدموں پر رکھا اور عرض کی کہ حضور دعا فرمائیے کہ یہ ہندو مسلمان ہو جائے۔

آپ نے مجھے بزرگانہ شفقت اور مہربانی کے ساتھ فرمایا تم اُسے ہندو کہتے ہو وہ ہندو نہیں ہے بلکہ وہ تو ہمارا ہے۔

حضور سے خواب میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اتنے میں وہ ہندو بھی حاضر ہوا حضور نے نہایت محبت و اخلاص کے ساتھ اسے اپنے پاس بٹھایا میں اس بات سے بہت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اگر یہ ہندو ہوتا تو حضور اسے کیوں اپنے پاس بٹھاتے اور کیوں اس کے ساتھ ایسی محبت کے ساتھ پیش آتے آج مسلمان نہیں ہے تو کل اِن شاء اللہ ضرور مسلمان ہو جائے گا۔

اتنا دیکھنے پایا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی اس مبارک خواب سے میرے دل میں بہت خوشی پیدا ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرا خواب سچا ہے ایک نہ ایک دن ایسا ضرور ہو گا۔

چنانچہ میں ہمیشہ انتظار کیا کرتا تھا کہ دیکھیے یہ ہندو دوست کب مجھ سے اپنے مسلمان ہونے کا ذکر کرتا ہے۔

خدا کی قدرت ایک دن اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے روشنی پیدا کر دی کلمہ پڑھا......

لاالٰہ الا اللہ محمّد رسول اللہ

اور دین اسلام میں داخل ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَالسَّلَامَ عَلٰی مَنِ اتبعَ الْھُدٰی

☆......☆......☆

سورہ اخلاص مربع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

ایم۔اے، ایل۔ایل۔بی، پی۔ایچ۔ڈی، ڈی۔لٹ

(پروفیسر ایمرٹس سندھ یونیورسٹی، جام شورو، سندھ)

☆

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حضرت قدس سرہٗ کے حالات جمع کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود اس کی رحمت پہ تکیہ کر کے قلم اٹھاتا ہوں۔ **السعی منّی والا تمام من اللہ**

آپ کابل میں ۹۷۱ھ یا ۹۷۲ھ میں پیدا ہوئے۔[۱] اسم مبارک محمد الباقی خود آپ نے اپنے کئی رقعات (۷۔۸۔۳۸۔۴۳) میں لکھا ہے۔[۲] آپ کے والد قاضی عبدالسلام سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ ''اربابِ فضل وصفا'' میں سے تھے۔ ۹۷۸ھ میں جب مُلا صادق حلوائی رحمتہ اللہ علیہ، حج سے واپسی پر کابل ہوتے ہوئے اپنے وطن سمرقند جانے لگے تو ہمایوں کے چھوٹے بیٹے مرزا محمد حکیم (م ۹۹۳ھ) نے جو کابل کا حکمران تھا اور درویشوں اور عالموں سے بہت محبت رکھتا تھا، ان کو درس وتدریس کے لیے وہاں روک لیا۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ان کے درس میں جانے لگے۔ لیکن جب وہ کابل چھوڑ کر سمرقند (ماوراء النہر) جانے لگے تو ان کے ساتھ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بھی چلے گئے اور علومِ متداولہ کی تحصیل کرتے رہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی (م۔ ۱۰۰۲ھ) ان کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''ان دنوں وہ (ملا صادق حلوائی رحمتہ اللہ علیہ) ماوراء النہر میں درس وتدریس میں مصروف ہیں۔ شعر کا بڑا اچھا سلیقہ ہے اور ادبی ذوق نہایت بلند ہے''[۳] ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی یہ تاریخ ۱۰۰۴ھ میں مکمل کی۔ ہوسکتا ہے کہ اس زمانے تک یا اس کے بعد بھی ملا صادق حلوائی، سمرقند ہی میں رہے ہوں اور وہیں کسی وقت حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو ان کی خدمت ہی میں شعر وشاعری کا ذوق پیدا ہوا ہو۔

اس ذوق کی شہادت ''مثنوی قبل از زمانِ درویشی'' سے ملتی ہے جو بحرِ سریع مسدّس مطوی موقوف جیسی مشکل زمین میں ہے اور جو بلند ذوق والا ہی لکھ سکتا ہے۔ یہ مثنوی اس طرح شروع ہوتی ہے۔

من نہ چُنینم کہ نمودِ من است　　جاے دگر رقصِ وجودِ من است
نقطۂ محرابِ جماعت منم　　دانۂ سیرابِ زراعت منم
ابروی پیشانیِ من دلکش است　　قطرۂ نیسانیِ مَن آتش است
عقل نمک ریزِ کبابِ من است　　خونِ جگر نامِ شرابِ من است
مر دمکِ دیدہ بہ ہندوئی ام　　گوش نصیحت بہ رضا جوئی ام

ایسے لطیف استعارے اور دلکش ترکیبیں معمولی استعداد والا شخص استعمال نہیں کر سکتا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے سمرقند میں چوں کہ علومِ متداولہ کی تکمیل سے پہلے ہی اپنے اندر تصوف کا ذوق بھی پیدا کر لیا تھا۔ (جیسا کہ مذکورہ بالا مثنوی سے بھی ظاہر ہے) اور جذباتِ الٰہیہ آپ کے قلب پر شدت کے ساتھ مستولی ہو چکے تھے، اس لیے آپ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ: ع...... قطع ایں راہ بجز پاے جنوں نتواں کرد

مرزا محمد حکیم کے زمانے میں خواجہ عبید کابلی (جو مولانا خواجگی کاسانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۴۹ھ کے خلیفہ مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۹ھ[۴] کے خلیفہ تھے) طالبانِ طریقت کی تعلیم میں مشغول تھے۔ اس کے بعد وہ ہندوستان بھی تشریف لائے تھے۔ مرزا محمد حکیم (م۔ ۹۹۳ھ) نے ایک مذہبی فرمان کے تحت ان کو صوبہ تبت میں لوگوں کی تربیت کے لیے بھیجا وہیں ان کا انتقال ہوا۔ اس طرح ظاہر ہے کہ ۹۹۳ھ سے پہلے بھیجا ہو گا اور حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب ان سے بیعت کی ہو گی تو آپ بہت کم عمر رہے ہوں گے۔ پھر آپ سمرقند میں افتخار شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے[۵] جو خواجہ احمد یسَوی ترکستانی رحمۃ اللہ علیہ[۶] (م۔ ۵۶۲ھ) کے خاندان سے تھے۔ وہ آپ کی توبہ وانابت پر راضی نہ ہوے اور فرمایا کہ ''تم ابھی جوان ہو۔'' لیکن آپ کا ارادہ پختہ تھا اس لیے مجبوراً فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ ''خدا استقامت عطا فرمائے۔'' آخر کار ان کی فراست صحیح ثابت ہوئی اور آپ کی عزیمت ڈانوا ڈول ہو گئی۔ پھر آپ بغیر تصنع و اختیار کے حضرت امیر عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تجدید بیعت کی اور مصافحہ کرتے ہی نعمتِ غیر مترقبہ حاصل ہوئی۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ مولّفِ حضرات القدس نے خواجہ محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیاحت اس طرح بیان کی ہے کہ ''آپ نے بیعتِ توبہ خواجہ عبید کابلی قدس سرہ سے کی (جو مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور وہ

مولانا خواجگی کاسانی دہبیدی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے) لیکن خیالِ رجوع اور عزمِ ترک، باطن میں مخفی تھا اور توفیق استقامت (اس وقت) پیدا نہیں ہوئی تھی، اس لیے دوسری بار افتخار شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں توبہ وانابت کی۔ آپ سمرقند میں تشریف رکھتے تھے اور خانوادہ خواجہ احمد یسّوی قدس سرہ کے اکابر میں سے تھے۔ اگرچہ آپ اس توبہ (بیعت) کی اجازت نہیں دے رہے تھے اور فرمایا کہ “تم ابھی جوان ہو” لیکن چوں کہ ارادہ پختہ تھا اس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خدا استقامت دے۔ اس بزرگوار کے ارشاد کے مطابق یہ عزیمت پھر فسخ ہوگئی اور عجیب وغریب خرابیاں پیدا ہوئیں۔ تیسری بار بغیر ارادہ واختیار کے حضرت امیر عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ ۷ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ تجدید ظاہر ہوئی اور اس مرتبہ کی توبہ جو مصافحہ کے ساتھ تھی بامعنی نصیب ہوئی۔ امید ہے کہ اس کی برکات قیامت تک باقی رہیں گی۔ البتہ کچھ مدت تک یہ توبہ نگہداشت کی حدود میں رہی مگر اس پر بھی اسم المُضِلّ کی تاثیر غالب آگئی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کی عنایت سے (خواب میں) حضرت خواجہ بزرگ بہاء الدین قدس سرہ العزیز کی خدمت میں صورتِ توبہ منعقد ہوئی اور طریقہ اولیاء میں داخلی ظہور میں آئی۔ بمصداق اس کے کہ الغریقُ یتعلّقُ بِکُلِّ حشیشٍ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہے) میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا، آخرکار بعض بزرگوں نے فرمایا کہ آں حضرت ﷺ سے جو ذکر متصل ہوکر پہنچتا ہے وہی سودمند ہے۔ چنانچہ یہ آرزو ہوئی کہ اسی بزرگ سے ذکر ومراقبہ کا طریقہ اخذ کیا جائے۔ پس دو سال تک اسی مخدوم کے سلسلے کے ذکر ومراقبہ اور اوراد کو قائم رکھا۔ اور میں کہیں سن چکا تھا کہ جب تک سالک قریب چالیس سال تک لا الٰہ کے میدان کو طے نہیں کرلیتا وہ الا اللہ کی منزل تک نہیں پہنچتا اور میری سادہ لوحی کا تقاضا بھی یہی تھا کہ جتنا وقت ذکر ومراقبہ میں لگ سکے بہت غنیمت ہے اور اسی صورت میں قناعت چاہیے۔” ۸

اس کے بعد حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان تشریف لائے اور لاہور میں قیام کیا۔ اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ خواجہ عبید کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کے بعد افتخار شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت چاہی اور انہوں نے فرمایا کہ “تم ابھی جوان ہو” تو اس وقت آپ کی عمر ۱۸۔۲۰ سے کیا کم ہوگی؟ یعنی یہ زمانہ ۹۹۱ھ سے پہلے کا نہ ہوگا۔ پھر تیسری بار جب آپ نے امیر عبداللہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور پھر دو سال تک نقشبندی سلسلے کا ذکر ومراقبہ کیا تو وہ زمانہ ۹۹۴ھ کا ہوگیا ہوگا۔ اسی زمانے میں آپ لاہور تشریف لائے ہوں گے اور یہی وہ زمانہ ہے جب کہ اکبر لاہور میں (۹۹۴ھ تا ۱۰۰۷ھ) تھا۔ یہاں آپ کے بعض “اقتران” چاہتے تھے کہ آپ کو “اربابِ عسکر” میں شامل کرادیں۔ لیکن آپ نے

ناپسند فرمایا۔ محمد غوثی نے ''گلزار ابرار'' میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے روزینہ مصارف کی ذمہ داری شیخ فرید بخاری نے لے لی جو اکبر کے بخشی بیگی تھے اور نہایت غریب دوست تھے۔ یہیں آپ نے ''سابق برگزیدگانِ خدائی بارگاہ'' کے پرانے تذکرے پڑھے تو ''سلوک کی شورش آپ کے باطن میں اٹھی'' [۹] اور ایک مرتبہ آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ از خود رفتہ ہو گئے۔ پھر حضرت بہاء الدین نقشبندی بخاری قدس سرہ کی روحانیت سے تلقین ذکر اور القائے جذبات سے سرفراز ہوئے۔ اس لیے اہل اللہ کی تلاش در تلاش کا جذبہ اور بھی قوی ہو گیا۔ لاہور میں اس وقت سخت کیچڑ پانی کا زمانہ تھا۔ لیکن آپ ایک مجذوب کے پاس ایسے ہی موسم میں پہنچے۔ وہ گالیاں دیتا' پتھر مارتا اور کبھی ناراض ہو کر دوسری جگہ چلا جاتا۔ لیکن آخر کار وہ مہربان ہوا اور دعا دینے لگا۔

ع...... سنگِ ما دیدو دل از شیشۂ مے روی نتافت

۹۹۹ھ میں اکبر نے کشمیر کے میرزا یادگار کی سرکوبی کے لیے شیخ فرید بخاری رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کو بطور ہراول وہاں بھیجا تھا۔ ممکن ہے کہ انہی کے ساتھ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں تشریف لے گئے ہوں اور وہاں بابا والی ترکستانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رہے ہوں۔ وہ بھی سلسلہ نقشبندیہ میں مجاز تھے۔ ان کی وفات ۱۵ صفر ۱۰۰۱ھ کو ہوئی۔ ''شیخ کامل'' (۱۰۰۱ھ) ان کی تاریخ ہے۔ [۱۰]

کشمیر سے واپسی پر آپ ضلع میرٹھ کے مقام پر گڑھ مکٹیسر بھی تشریف لے گئے اور وہاں سلسلہ عشقیہ شطّاریہ کے بزرگ خواجہ اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ (م ۹ رمضان ۱۰۰۲ھ) سے بھی نیاز مند ہوئے۔ [۱۱] حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ''محبوبِ حق و مجذوبِ وجہ مطلق میر سید علی قوام جونپوری رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۹۵۰ھ) کے مرید تھے''۔ [۱۲]

پھر آپ (غالباً ۱۰۰۲ھ کے اواخر میں) دہلی تشریف لائے اور چشتیہ سلسلے کے بزرگ شیخ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۹۷۵ھ) کی خانقاہ میں ان کے صاحب زادے قطبِ عالم رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۲۴ھ) کے نیاز مند ہوئے۔ غالباً آپ کا یہ قیام دہلی میں پہلی بار ہوا تھا۔ اور ممکن ہے کہ ۱۰۰۳ھ کے اوائل تک رہا ہو۔ اس عرصے میں آپ کا حلقۂ عقیدت بہت وسیع ہو گیا ہو گا۔

کشمیر سے واپسی پر دہلی کے قیام کا ذکر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے خودنوشت حالات میں نہیں ہے۔ بابا والی رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کا حال خود حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس طرح لکھا ہے کہ ''آپ کی وفات کے بعد حضراتِ خواجگان کی عینیت معہودہ کا ظہور ہوا اور ان بزرگوں کی ارواح طیّبات سے

بشارات شروع ہوئیں اور انہوں نے تلقینات فرمائیں۔ پس ان کی توجہ کی برکت سے اس نسبت میں قوت پیدا ہوگئی اور دائرہ عینیت میں وسعت ہوئی۔ راستہ زیادہ روشن ہوا اور فی الجملہ جمعیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ ان کی عنایات کی کشش نے مجھے مخدومی حقائق پناہی' ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا دیا اور آپ ہی کے ہاتھ پر بڑی رغبت اور شغف کے ساتھ بیعت کی اور خواجگانِ نقشبندیہ کا طریقہ اخذ کیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل میں اور حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء کی ارواحِ طیّبات کے طفیل میں اس راہ کے افتادگان اور نیاز مندان میں داخل ہوا۔''

اس عبارت میں یہ ذکر نہیں ہے کہ کشمیر سے واپسی پر آپ دہلی اور لاہور میں بھی قیام پذیر رہے۔ لیکن دہلی میں قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے نیاز مندی کے سلسلے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''انفاس العارفین'' میں یہ بھی لکھا ہے کہ ان سے آپ نے (ابتداے سلوک میں) کچھ کتابیں بھی پڑھی تھیں۔ [۱۳] اور انہی کے ارشاد کے مطابق آپ پیر ظاہر سے بیعت کے لیے ماوراء النہر تشریف لے گئے تھے۔ دہلی سے آپ لاہور (مع رفقاء) تشریف لے گئے۔ [۱۴] ''زبدالمقامات'' میں آپ کے یہ اشعار نقل ہوے ہیں جن سے آپ کی اویسیت ظاہر ہوتی ہے:

شنیدستم کہ مشتاقانِ درگاہ — طلبگارانِ سرِّ لی مع اللہ
خصوصاً کاشفِ رازِ نہانی — ابوالقاسم چراغِ گورگانی
بخلوت در بدایت کارش ایں بود — انیسِ خاطرِ افگارش ایں بود
کہ بودش وردِ جاں نامِ اویسش — کہ باشد شرب از جامِ اویسش
اویس آسا ازاں بحرِ عنایت — مگر بے واسطہ یابد خدایت
کیم من کیں ہوس گیرد دماغم — بیابد نور ایں سودا چراغم
دل از ذکرِ اویسم شاد گردد — دماغم زیں ہوا آباد گردد
دریں رہ قدرِ خود چنداں نہ دانم — کہ دردِ نخلِ ایں سودانشانم
زبانم زیں تلفظ گرچہ بند است — سرم بے خواست صیدایں کمنداست
دل اندر شرم و جاں سرگرم این است — کہ جاناں رحمۃ للعالمین ﷺ است [۱۵]

لاہور ہی کے زمانۂ قیام کا یہ واقعہ ہے کہ ایک مسجد میں فرض نماز پڑھتے وقت ایک مہیب آواز آپ کے سینے سے نکلی جس سے تمام نمازی حیرت میں ہوگئے۔ نماز کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ جلد ہی مسجد سے باہر چلے گئے، پھر اپنی قیام گاہ پر دو تین تعلق والوں کے ساتھ ہی جماعت پڑھنے لگے۔ ان مقتدیوں میں سے ایک نے خواجہ محمد ہاشم رحمتہ اللہ علیہ کو بتایا کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ حضرت کا رخ تو قبلہ کی طرف ہے لیکن ہماری طرف بھی آپ کی نظریں ہیں۔ میں یہ حالت دیکھ کر کانپنے لگا۔ (خواجہ محمد ہاشم رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور انور ﷺ کی یہ خصوصیت ہمہ وقت تھی)۔

لاہور سے پھر آپ ماوراء النہر کے لیے روانہ ہونے لگے تو دہلی سے شیخ الہ داد (م۔ ۱۰۵۱ھ) لاہور آگئے اور آپ کے رفقاء (اعزّہ) کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے رقعہ نمبر ۴۴ میں ہے۔

> ''دریں روزہا داعیۂ سیرِ ولایت (ماوراء النہر) قوی گشتہ۔ امید است کہ بعد از چند روز دیگر متوجہ شویم۔ خدمت میاں شیخ الہ داد خویشتن داری کردہ خود را بودن و ماندن قرار دادہ۔ **طوبیٰ لمن یکون معه فیفوز فوزاً عظیما۔**''

داغِ بے یاری و دردِ بے دلی   ایں ہمہ برخود پسند یدیم و رفت

معلوم نہیں اس رقعہ کا مکتوب الیہ کون تھا۔ اغلب ہے کہ خود جامع ملفوظات و رقعات ہی تھے۔ اس رقعہ میں مذکورہ بالا عبارت سے پہلے آپ نے ان کو اپنی والدہ کی خدمت کے لیے بھی فرمایا ہے اور یہ کہ ''مرضی ولیِ نعمت آنست کہ خود بجانبِ کابل کشند و بجہتِ شما مدد معاشی بامداد آشنایاں در آن جانب بگیرند، چنانچہ بہ مرزا کوکہ و والدۂ ایشاں و بعضے از عورات دیگر ایں معنی را ظاہر ساختہ اند......'' اس عبارت میں ''ولی نعمت'' سے اگر مراد اکبر ہے تو ۱۰۰۳ھ کے لگ بھگ اس کا کابل جانا تاریخ میں مذکور نہیں۔ تاہم اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کا تعلق دربار شاہی سے (خواجہ شیخ فرید بخاری کی وجہ سے) بہت قریب ہوگیا تھا۔[۱۶] مرزا کوکہ نے ۱۰۰۲ھ میں حج کیا تھا۔ اس لیے ظاہر ہے کہ ۱۰۰۳ھ کے اوائل سے پہلے وہ ہندوستان میں نہ ہوں گے۔ بہرحال اس کے بعد حضرت خواجہ ماوراء النہر کے سفر پر روانہ ہوے ہوں گے۔[۱۷] پہلے آپ بلخ پہنچے جس کا ذکر رقعہ ۵۷ میں ہے۔ وہاں مُلّا آ کہ (مولانا شبر غانی) المتخلّص ابن یمین (م۔ ۱۰۰۴ھ) سے ملاقات ہوئی۔ وہ بھی خواجہ عبید کابلی

رحمتہ اللہ علیہ کی طرح مولانا لطف اللہ (م۔ ؁۹۷۹ھ) کے خلیفہ تھے۔ اس رقعے میں ذکر ہے کہ وہ ان دنوں اپنا دیوان مکمل کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے طریقے کو بہت پسند کیا۔ [۱۸]

حضرات القدس (۱/۲۶۷۔۲۶۸) میں ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو دو مسئلے (اس راہِ سلوک کے) درپیش تھے جو کسی طرح (اور کسی بزرگ کے یہاں) حل نہ ہوتے تھے۔ ''حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے واقعے میں فرمایا تھا کہ جو شخص ان مسئلوں کو حل کر دے گا وہی تمہارا پیر ظاہر ہوگا۔ اس بناء پر آپ جس بزرگ کی خبر سنتے اس کی ملاقات کے لیے جاتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بکثرت مشائخ سے اسی وجہ سے ملاقات کی تھی۔ لیکن اِن اشکال کا حل کسی اہلِ کمال سے نہ ہو سکا تھا۔ چنانچہ آپ بلخ و بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں بھی بہت سے بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ جب مولانا شبر غانی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں باتیں انتہا میں حاصل ہوتی ہیں (اور ان کے جواب میں انہوں نے بھی کچھ لب کشائی نہ فرمائی) آخر کار مولانا خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں جب آپ پہنچے تو انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ بیعت کریں اور ان دونوں باتوں کو بغیر آپ کے سوال کے، انہوں نے حل کر دیا۔'' [۱۹]

ابھی آپ ماوراء النہر کے ایک شہر میں تھے کہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ (م۔ ؁۱۰۰۸ھ) ایک واقعے میں ظاہر ہوئے اور فرمایا، اے فرزند، میری آنکھیں تمہاری راہ تک رہی تھیں۔'' [۲۰] حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور اسی موقع سے متعلق آپ نے یہ شعر کہا ہے:۔

می گذشتم ز غم آسودہ کہ ناگہ زکمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

بہر حال جب آپ مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ کی خدمت میں (بنفس نفیس) پہنچے تو آپ پر بڑی عنایتیں اور شفقتیں مبذول ہوئیں اور حالات معلوم ہونے پر تین دن اور تین رات تک خلوت میں بھی رکھا گیا۔ پھر حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے بعض زائد فوائد سے مطلع فرما کر تکمیل کی خوشخبری بھی سنائی اور ہندوستان واپس جانے کے لیے ارشاد فرمایا تاکہ سلسلۂ عالیہ کو فروغ ہو سکے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ انکسار ظاہر کرتے رہے لیکن حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ نے اصرار فرمایا تو آپ نے استخارہ بھی فرمایا جو موافق آیا۔ بعض حضرات کو حضرت مولانا رحمتہ اللہ علیہ کے اس غیر معمولی کرم کی وجہ سے کچھ شکایت تھی تو فرمایا کہ دوستوں کو علم نہیں کہ اس جوان کو پوری تربیت دینے کے بعد ہی ہمارے پاس بھیجا گیا تھا۔ [۲۱]

اس کے بعد حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان واپس ہوئے۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ ؁۱۰۰۳ھ

کے اوائل کے بعد آپ ماوراء النہر کے لیے روانہ ہوئے۔ بلخ میں مولانا شبر غانی رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۰۰۴ھ) سے ملاقات کی جو ۱۰۰۳ھ کے اواخر میں ہوئی ہوگی۔ پھر آپ ۱۰۰۴ھ کے اوائل میں امکنہ پہنچ کر حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ سے مستفیض ہوئے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ ۱۰۰۴ھ کے اواخر یا ۱۰۰۵ھ کے اوائل میں آپ پھر لاہور تشریف لائے اور (بقول زبدۃ المقامات) ایک سال تک وہاں قیام فرمایا جب کہ بکثرت علماء اور فضلاء آپ کے حلقۂ ارادت وعقیدت میں داخل ہوئے۔ ایک سال کے قیام کے بعد ۱۰۰۶ھ کے لگ بھگ دہلی پہنچے۔ [۲۲] ۱۰۰۷ھ میں آپ کا قیام دہلی میں یقیناً تھا جب کہ آپ کے ملفوظات کے آخری عنوان ''شب پانزدھم ماہ شعبان'' کے ذیل میں شرحِ رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کا ذکر ہے کہ وہ وہاں اسی زمانے ۱۰۰۷ھ میں لکھی گئی تھی۔ دہلی میں آپ کا قیام قلعہ فیروزی (فیروز شاہ کا کوٹلہ) میں تھا'' جو سہ منزلہ بھی ہے، بہت دلکش اور لبِ دریا ہے اور وہاں ایک پر عظمت و بابرکت مسجد بھی ہے۔ وہاں آپ اپنی وفات تک رہے اور پھر کسی جگہ منتقل نہیں ہوئے۔''

آپ کے ملفوظاتِ مذکورہ کو مجالس کی شکل میں مولینا رشدی رحمتہ اللہ علیہ (مولانا محمد صدیق ہدایت کشمی رحمتہ اللہ علیہ) [۲۳] نے مرتب کیا تھا اور ان مجالس کی تحریر کا آغاز یکم صفر ۱۰۰۹ھ سے ہوا تھا۔ پنجشنبہ، ششم صفر ۱۰۰۹ھ کے ذیل میں وہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ سے ان ملفوظات کو مرتب کرنے کی اجازت حاصل کرنے کا واقعہ لکھتے ہیں کہ بہت اصرار اور عرض و معروض کے بعد اجازت ملی۔ لیکن فرمایا کہ مجھے دکھلا دیا کرو۔ پھر رمضان ۱۰۰۹ھ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ میاں شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ (یعنی حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ) کی مکرر درخواست پر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے مرتب کو اجازت مرحمت فرمائی۔

ان مجالس کی تعداد صرف بیس ہے لیکن ان میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے آخر وقت تک کے حالات ہیں۔ [۲۴] مُرتّبِ پابندی کے ساتھ حاضر نہ ہو سکتے تھے۔ درمیان میں دوم جمادی الاولیٰ ۱۰۱۰ھ کے بعد یکم صفر ۱۰۱۲ھ کی مجلس کا حال ہے۔ پھر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے وصال (۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ) تک صرف چار مجلسوں کا ذکر ہے۔

یہ مجالس (ظاہر ہے کہ) دین اور شریعت، نیز طریقت کے مباحث سے متعلق ہیں لیکن ان میں بعض تاریخی اور معاشرتی حالات کے اشارے بھی ملتے ہیں۔ مجموعے کے شروع میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے ایک رسالے کی لمبی [۲۵] عبارت بھی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کس کس بزرگ کی خدمت میں نیاز مند ہوئے۔ یکم صفر ۱۰۰۹ھ کی مجلس میں ''کدخدائی'' کے ضرر کا ذکر ہے (ممکن ہے کہ اس وقت تک

حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی شادی نہ ہوئی ہو) دوسرے دن ''حضور ذاتی'' پر جو بحث ہوئی اس کا ذکر ہے۔ ۶ صفر کو جامع مرتب نے ''مجلس چند'' جو بغیر اجازت تحریر کی تھیں، پیش کیں تو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو ناپسند ہوئیں۔ لیکن پھر اسی سال جیسا کہ اوپر عرض ہے ماہ رمضان میں حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کی سفارش پر ''بعد از تامل و تردد بسیار'' اجازت ملی۔ اس سال ۱۱ رمضان کو حضرت جلال تھانیسری رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۹۸۹ھ) کے ایک مرید آئے جو روزہ رکھنے کے باوجود کھانا بہت دیر میں یعنی تہجد پڑھنے کے بعد کھایا کرتے تھے، ان کی اصلاح فرمائی گئی۔ ۲۱ شوال ۱۰۰۹ھ کی مجلس میں مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی نفحات الانس کے مطالعے کا ذکر ہے۔ اسی سلسلے میں

> ''فرمودند کہ حق سبحانہ تعالیٰ مقتدیان را در ہر زمان بطورے می دارد کہ صلاح مریدانِ آں وقت در آن است۔ ہمانا مریدانِ آں وقت را کدخدائی مضر بود۔''

لیکن اس وقت تک حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی شادی ہو چکی ہوگی کیونکہ آپ کے بڑے صاحبزادے (خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ) کی ولادت یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو ہوئی تھی اور دوسرے صاحبزادے (خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ) چار ماہ بعد یعنی ۶ رجب ۱۰۱۰ھ کو پیدا ہوئے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں:۔

ما بین ظہورِ ایں دو گوہر   بگذشت چہار ماہ و اکثر

اسی ۲۱ شوال ۱۰۰۹ھ والی مجلس میں آپ کی شرحِ رباعیات (۱۰۰۷ھ) کا ذکر بھی ہے[۲۶] اور پنجاب کے ایک بزرگ شیخ نورالدین کا ذکر بھی ہے جن کی عمر ۱۲۰ سال ہو چکی تھی۔ لیکن نوافل بہت پڑھتے تھے اور جنہوں نے تیس سال تک اپنا پہلو زمین پر نہیں لگایا تھا۔ پھر ذی قعدہ ۱۰۰۹ھ کی چار مجلسوں کا ذکر ہے جن میں شریعت اور طریقت کے مباحث ہیں۔ سلخ ذی قعدہ کی مجلس کے ذیل میں ہے کہ ایک دن حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ (مجدد الف ثانی قدس سرہ) کو سرہند روانہ کیا اور فرمایا کہ ابھی ''اخفائے نسبت'' کو کام میں لاتے ہوئے فجر کی نماز سے اشراق تک مصلے پر بیٹھے رہیں لیکن حلقہ نہ کریں[۲۷]......۔

پھر اسی سال کی ۱۳ ذی الحجہ کی مجلس کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے ابو عبداللہ مروزی رحمتہ اللہ علیہ کا قصہ سنایا کہ انہیں جہاں کہیں بزرگوں کی کوئی بات ملتی وہ کسی سے لکھوا لیتے۔ اس طرح ایک بڑی کتاب تیار ہوگئی۔ لیکن اتفاق سے وہ کتاب کسی دریا میں ڈوب گئی تو انہیں بڑا قلق ہوا۔ خواب میں

حضرت سہل عبداللہ تستری رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ ''عمل بمقتضاے سخنان ایشاں باید کرد۔ نوشتن ہیچ نیست'' لیکن کچھ عرصے کے بعد حضور انور ﷺ نے خواب میں ابوعبداللہ مروزی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ''بایں صدیق یعنی سہل تستری رحمتہ اللہ علیہ بگوے کہ سخنانِ ایشاں نوشتن اثر محبتِ ایشان است و محبتِ ایشاں عین مقصود''۔

اس کے بعد ۱۶۔ ۱۷ ذی الحجہ کی مجلسوں کا حال بھی ہے۔ پھر سنہ ۱۰۱۰ھ کی صرف ۲ جمادی الاولیٰ والی مجلس کا ذکر ہے۔ اس میں جامع ملفوظات (مولانا رشدی رحمتہ اللہ علیہ) بعض ''ضروریات شرعیہ'' یعنی فرزندوں اور عزیزوں کی معاش کی خاطر، حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ سے رخصت چاہ رہے ہیں۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے لیے ایک ''خوب کردار'' شخص کے نام سفارش تحریر فرمائی۔ پھر مولانا رشدی رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کو عریضے بھیجتے رہے۔ ایک مرتبہ ان کو ''مخدومی حاجی شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ (شیخ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ) نے جواب لکھا تو اس کی پشت پر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے چند کلمات تحریر فرما دیئے جو اس طرح شروع کیے تھے:۔

> **اللہ ولی الذین آمنو ایخر جھم من الظلمٰتِ الی النور**۔ ہرچہ نوشتنی بود در صحیفہء بندگانِ مخدومی مندرج است۔ زیادہ چہ نویسم۔ بارے فرصت وقوت بلکہ وقت ونفس راغنیمت شمردہ بمقتضاے آن، زندگانی می باید کرد۔ دریغ کہ این عاجزِ گرفتار راقوتِ کار نماندہ ورنہ بتوفیق اللہ دریں دوروزہ عمر دیوانہ وار ماتمِ بازماندگی خودمی داشت....

رقعات کے بالکل آخر میں یہی رقعہ نمبر ۸۷ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ ''بہ مستعدِ مذکور قرابتے داشتند'' یہ مستعد وہی جامع ملفوظات (یعنی مولانا رشدی۔ محمد صدیق ہدایت) ہیں۔

جامع ملفوظات اس کے تخمیناً ۲۱ ماہ بعد، پھر یکم صفر سنہ ۱۰۱۲ھ کی مجلس کا ذکر کرتے ہیں اور بعد میں آخری چار مجلسوں کا ذکر کرتے ہیں جن میں اکثر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی بیماریوں اور تکلیفوں کا ذکر آتا ہے۔ آخری مجلس ۲۵ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۰۱۲ھ کو حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کا بیان۔ ہے **اللہ باقی من کل فان**

ملفوظات کے آخر میں ایک عنوان ''شب پانزدہم ماہ شعبان'' بھی ہے۔ لیکن اس کا سال درج نہیں۔ اسی عنوان کے ذیل میں حضرت رحمتہ اللہ علیہ کی شرحِ رباعیات کا ذکر ہے کہ ''درآن ولا بتازگی تسوید فرمودہ بودند'' چونکہ یہ شرح سنہ ۱۰۰۷ھ میں لکھی گئی اس لیے ظاہر ہے کہ اس عنوان میں بھی سنہ ۱۰۰۷ھ رہا ہوگا جو محذوف

ہوگیا۔ عنوان کے نیچے سب سے پہلے جامع ملفوظات نے اپنی شروع کی حاضری کا ذکر کیا ہے کہ ''روزے در اوائلہا کہ نو تماشائی ایں کارخانہ بلند قدر بودم'' حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''امشب شبِ برات است (شنبہ ۱۵ شعبان ۱۰۰۷ھ/ ۳ مارچ ۱۵۹۹ء) درسلسلۂ شما یعنی چشتیہ نمازے کہ دریں شب می گذارند چند رکعت است''۔ ۲۸

اس عنوان کے ذیل میں کئی واقعات مختلف لوگوں سے متعلق ہیں اور شرح رباعیات (سلسلۃ الاحرار) کے متعلق ہے کہ ''بجہت رعایت ظاہر شریعت ازیں تصنیف خود کہ سخن وحدتِ وجود درآنجا بخوب ترین تدقیقاتِ مبین است ناراضے بودند و می فرمودند' ازما ایں تصنیف خوب واقع نہ شدہ و می فرمودند کہ محقق شد کہ ورائے طریق توحید راہے است وسیع وراہِ توحید نسبت بہ آں شاہراہ کوچۂ تنگی بیش نیست۔ ۲۹

حضرت خواجہ کی دو بیویاں

ملفوظات میں ''دربیان بعضے از اطوار حضرت ایشاں'' عنوان کے ذیل میں ایک واقعہ آتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہی کھانا پکانے کے انتظام میں لگی رہتی تھیں۔ بعد میں بڑھاپے کی وجہ سے جب یہ کام دوسروں کے ذمے ہوا تو ان کو بڑا رنج ہوا۔ آخر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے مجبور ہو کر دوبارہ یہ کام والدہ کے سپرد کر دیا۔ لیکن یہ ''بی بی بانو کہ زنِ محمد صادق کہ خُسر پورہ (یعنی برادر زنِ) حضرت ایشاں باشند و زنِ شیخ محمد صدیق کشمیری کہ بی بی آغا باشد' برائے خمیر نمودن و مدد در بعضے امور گزاشتند'' اس عبارت سے ظاہر ہے کہ جامع ملفوظات کو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے ذاتی اور خانگی معاملات میں بھی بہت قرب حاصل تھا۔ ورنہ آج سے چار سو سال پہلے ایک غیر شخص کسی شریف گھرانے کی خواتین کے ناموں سے واقف نہیں ہو سکتا تھا۔

''حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی پہلی اہلیہ' محمد قلیج خان اندجانی (م۔ ۱۰۲۳ھ) کی بہن تھیں۔ ۳۰ یہ اکبری عہد کے مشہور منصب دار تھے اور فقہ' حدیث اور تفسیر کا درس دیا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی دوسری اہلیہ (جن کا ذکر اوپر آیا ہے) محمد صادق ''کشمیری'' کی بہن ہوں گی۔ یہ وہی محمد صادق کشمیری (ابن کمال الدین حنفی) ہمدانی ہیں جن کے نام' حضرت مجدّد رحمتہ اللہ علیہ کے مکتوبات (۱/۱۰۶۔۱۰۷ پھر ۲/۲۲۔۲۸ پھر ۳/۳۹) ہیں۔ ۳۱ یہی کلمات الصادقین کے مؤلف ہیں اور انہی کے ماموں مولانا حسن کشمیری رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۱ھ (ابنِ حاجی محمد کشمیری رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۰۶ھ) تھے۔ اور

مولانا حسن کشمیری رحمتہ اللہ علیہ وہی بزرگ ہیں جو حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ کے پاس (بیعت کے لیے) لے گئے تھے۔''

مذکورہ بالا عبارت میں اگر کاتب کا تصرف نہیں ہے تو بی بی بانو کے لیے ''باشند'' اور بی بی آغا کے لیے ''باشد'' ایک اور امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ بی بی بانو کے لیے احتراماً ''باشند'' لکھا ہوگا کہ وہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی (دوسری) اہلیہ کی بھاوج تھیں اور جامع ملفوظات نے بی بی آغا کے لیے ''باشد'' اس لیے لکھا ہوگا کہ وہ انہی کی بیوی تھیں۔ اس صورت میں وہ جو اس عبارت میں شیخ محمد صدیق کے ساتھ ''کشمیری'' لکھا ہوا ہے ''وہ 'کشمیری' نہیں 'کشمی' '' ہوگا۔ یعنی مولانا محمد صدیق کشمی رحمتہ اللہ علیہ المتخلص ہدایت (م۔ ۱۰۵۱ھ) جنہوں نے ہر موقع پر اپنا نام پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی ہے اور حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرثیے میں ہدایت کے بجائے رشدی تخلص اختیار کیا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)۔

ملفوظات کے مذکورہ بالا عنوان ''دربیان بعضے اطوارِ ایشاں'' کے ذیل میں (شروع میں) [۳۲] یہ واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی ایک اہلیہ نے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ سے ''بے ادبی'' کی تھی تو آپ نے تقوٰی کی وجہ سے ''تجدید نکاح'' کا خیال ظاہر فرمایا تھا۔ لیکن پھر علماء کے فتوے سے وہ خیال ترک کر دیا تھا۔ فصل ثانی میں ''دربیان مسترشدان طریقہ'' کے عنوان کے ذیل میں ایک طالب کا ذکر ہے کہ وہ دوسرے سلسلوں [۳۳] سے زیادہ مناسبت رکھتا تھا' اس لیے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو چار پانچ ماہ تک الگ رکھنے کے بعد اپنے ایک مرید (یعنی شیخ تاج الدین رحمتہ اللہ علیہ) سے طریقۂ ذکر سیکھنے کی اجازت دی۔ شیخ مذکور نے ایک رات اس طالب کے یہاں قیام بھی کیا تو اس طالب کی اہلیہ نے شوہر کی اجازت سے خود بھی طریقہ ذکر سیکھا اور اس پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور خود طالب بھی بے خود ہو گیا۔

حضرت خواجہ کے صاحبزادے

حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے دو صاحبزادے تھے (۱) خواجہ عبید اللہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۱۸ جمادی الآخر ۱۰۷۳ھ) اور (۲) خواجہ عبد اللہ رحمتہ اللہ علیہ (م ۲۵ جمادی الاوّل ۱۰۷۴ھ) مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی مرحوم نے اپنی کتاب ''خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ (لکھنؤ ۱۹۷۸ء) کے صفحہ ۴۱ پر پھر صفحہ ۴۸ تا ۵۲ میں یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ (بڑے صاحبزادے) خواجہ عبد اللہ رحمتہ اللہ علیہ تھے اور خواجہ خورد (چھوٹے صاحبزادے) خواجہ عبید اللہ رحمتہ اللہ علیہ تھے اور یہ بات انہوں

نے شیخ محمد ہاشم کشمی رحمتہ اللہ علیہ اور شیخ بدر الدین سرہندی رحمتہ اللہ علیہ جیسے قریب العہد مستند اور معتبر بزرگوں کے اقوال سے اعراض کرتے ہوئے کہی ہے۔

مولانا فریدی کی کتاب کے صفحہ ۵۱۔۵۲ میں خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ کے مختصر حالات ہیں اور صفحہ ۵۳ سے خواجہ خورد کے حالات شروع ہوتے ہیں۔ صفحہ ۵۲ میں وہ سید محمد کمال سنبھلی کی ''تاریخ اسراریہ'' کا ایک قول نقل کرتے ہیں کہ ''میرے شیخ نے فرمایا کہ خواجہ بزرگ (یعنی خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ) کے وصال (۲۵ جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ) کے وقت ان کی عمر دو سال چار ماہ تھی۔'' اس جملے میں مولانا فریدی نے ''میرے شیخ'' کے بعد اپنی طرف سے قوسین میں ''خواجہ خورد'' کا اضاضہ کر دیا ہے۔ حال آنکہ یہاں انہیں ''خواجہ کلاں'' لکھنا چاہیے تھا' کیوں کہ انہی کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ ہی اس وقت دو سال چار ماہ کے تھے یعنی ان کی ولادت یکم ربیع الاول ۱۰۱۰ھ کو ہوئی تھی اور خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ تو اس وقت دو سال کے بھی نہیں ہوئے تھے۔ یعنی ان کی ولادت تو ۶ رجب ۱۰۱۰ھ کو ہوئی تھی۔ خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کی یہ تاریخ خود مولانا فریدی نے بھی صفحہ ۵۳ میں لکھی ہے پھر مولانا فریدی نے صفحہ ۵۴ میں یہ بات بھی لکھی ہے کہ تاریخ اسراریہ کے مصنف کا قول ہے کہ خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ ''مجھ سے چار روز کم' آٹھ ماہ عمر میں بڑے تھے۔'' اور وہیں اس مصنف کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۱۱ھ لکھی ہوئی ہے' چنانچہ اس قول کے مطابق بھی خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت وہی ۶ رجب ۱۰۱۰ھ بنتی ہے۔

صفحہ ۵۲ میں مولانا فریدی نے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''میرے شیخ اس سال (۱۰۷۳ھ) میں سنبھل تشریف لائے تھے۔ ایک ماہ ۳۴ اور ایک روز غریب خانے پر قیام فرمایا۔ سنبھل سے واپسی پر دہلی میں شیخ منور بن شیخ عنایت اللہ (جو کہ جوان صالح اور شیخ الہٰ داد کے پوتوں میں سے ہیں) کے گھر رات کو فروکش ہوئے۔ اتفاقاً اسی رات کو زینے کی کجی کی بناء پر ان کے پاؤں کو صدمہ پہنچا اور اسی رات خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ چل بسے۔'' اس عبارت کے آخر میں خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ کا نام ہے لیکن شروع میں پھر ''میرے شیخ'' کے بعد قوسین میں مولانا فریدی نے خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ لکھ دیا ہے جو صحیح ہے' کیوں کہ جس رات خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ کے پاؤں کو صدمہ پہنچا تھا اسی رات خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تھی۔ اس بات کی تصدیق خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ کے ایک مکتوب کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جو اسی صفحہ میں درج ہے کہ ''سبحان اللہ' ہم پائے مرا شکستند و ہم بازوے مرا'' یعنی قضا و قدر نے میری ٹانگ بھی توڑ دی اور میرا بازو بھی (یعنی بھائی)۔

مولانا فریدی نے صفحہ ۵۲ میں خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ کی وفات پر سید محمد کمال سنبھلی کا لکھا ہوا ایک قطعۂ تاریخ نقل کیا ہے۔ وہ اس طرح ہے:۔

چو رفت خواجہ عبد اللہ از سرائے فنا　　کدام دیدہ زمژگاں کہ دُرِّ اشک نہ سُفت
ہزارِ جاں بفراقش چوگُل گریباں چاک　　ہزار دل زجدائیش ہمچوزلف آشُفت
کمال ازپئے سالِ وصالِ آں خواجہ　　چوفکر کرد ''بشد آں خواجۂ کلاں'' برگفت
۱۰۷۳ھ

اس قطعۂ تاریخ کے پہلے مصرع میں اگر ''خواجہ عبد اللہ'' پڑھیں (جیسا کہ مولانا فریدی نے لکھ دیا ہے) تو وزن ساقط ہو جائے گا' اور خواجہ عبید اللہ ہی صحیح ہوگا' یا پھر خواجۂ عبد اللہ پڑھیں تو وزن صحیح ہو سکتا ہے۔ مولانا فریدی نے صفحہ ۴۲ میں شیخ محمد ہاشم کشمی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ''خواب میں خواجہ صاحب (خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ) نے دیکھا تھا کہ ایک درویش کہہ رہے ہیں کہ ایک پسرِ حمیدہ سیر پیدا ہوگا اس کا نام خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر عبید اللہ رکھنا۔'' اور یہ کہ مثنوی میں خواجہ صاحب نے اس کا ذکر کیا ہے پھر مثنوی کے جو اشعار پیش کیے ہیں ان سے (مولانا فریدی لکھتے ہیں کہ) یہ بات معلوم نہیں ہوتی'' مولانا فریدی نے غالباً اپنے مفروضے کی تائید کے خیال سے ان اشعار پر غور کرنے کی کوشش نہیں فرمائی۔ ورنہ شیخ محمد ہاشم کشمی رحمتہ اللہ علیہ نے جو اشعار نقل کیے ہیں وہ مبہم نہیں ہیں۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

درخانۂ کمتریں غلامے　　شد بندہ یکے بزرگ نامے
این نام خجستہ و ملک زاد　　ان شاء اللہ شفیعِ من باد
بر درگہِ خواجہ ام رساند　　گوید زمن آں سخن کہ داند

یہ ''بزرگ نام'' بندہ وہی خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ کا ہم نام ہے۔ ان اشعار سے پہلے شیخ محمد ہاشم رحمتہ اللہ علیہ نے چار اشعار اور بھی دیے ہیں جن سے خواجہ زادہ کی تاریخ ولادت ظاہر ہے۔ یعنی:۔

او گشتہ دریں خرابہ مَنزل
روزِ یکم از ربیع الاول

بود آخر عصر کاں یگانہ
افتاد دریں سیاہ خانہ

تاریخ شناس تیز بیں مَرد
''بشگفت بہار'' در خطہ آورد
۱۰۱۰ھ

آخری مصرع میں ''بشگفت بہار'' کے اعداد سے ؁۱۰۱۰ ہجری بنتا ہے۔ یعنی اس سال خواجہ کلاں رحمتہ اللہ علیہ یکم ربیع الاول کو بعد عصر پیدا ہوئے۔ اور دوسرے صاحبزادے کی ولادت سے متعلق حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے یہ اشعار ہیں:۔

گل شکرے بوالعجبے دست داد — شکّرِ ہندی و گُلِ تُرک زاد
بلکہ ز کشمیر گل زعفراں — شد شکر آلودۂ ہندوستان
شاخِ گُل از باغ شتافت — از قدحِ ہند شکر آب یافت
شاخِ نباتے شد ازیں طرفہ فن — اَنۡبَتَـــہُ اللّٰہُ نبـــاتًـــا حَسَـــن
بلکہ نہالے است بروں از جہات — آمدہ در عرصۂ ایں شاہ مات
گرچہ فرو رفتہ دریں نیک مہد — بار و ر است از اثر قرب عہد
آمدہ پس درِخم ایں تیرہ خم — ماہِ رجب بود و صباحِ ششم

آخری مصرع میں خواجہ خورد رحمتہ اللہ علیہ کی تاریخ ولادت عجیب انداز سے بیان فرمائی ہے۔ یعنی ۶ رجب کی صبح بھی بتادی اور اس مصرع ''ماہِ رجب بودو صباحِ ششم'' کے اعداد سے ؁۱۰۱۰ھ بھی بنادیا۔ یہ بہت بے مثل تاریخ ہے۔ [۳۵] اور ان اشعار میں جو پہلا شعر ہے اس کی وضاحت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ نے کلیات باقی باللہ (مطبوعہ لاہور ؁۱۹۶۷ء کے مقدمہ ''مختصر احوال'' کے صفحہ ۱۲ میں اس طرح فرمائی ہے کہ ''آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گل شکر یعنی گل قند بتایا ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھول تُرک کا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند عالی قدر کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدر بزرگوار تُرک ہیں۔ [۳۶]

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے حسب ذیل مکتوبات میں ان دونوں صاحبزادوں کو خطاب فرمایا ہے:۔

دفتر اول۔ ۳۷ مکتوب نمبر ۲۶۶ (دونوں صاحبزادوں کے نام ہے) یہ مکتوب تاریخی لحاظ سے بہت اہم ہے، کیوں کہ اس میں (۱) خواجہ حسام الدین احمد کے احسان کا ذکر ہے کہ انہوں نے دونوں ۳۸ صاحبزادوں کی تربیت فرمائی ہے۔ (۲) حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ کی خدمت میں تین بار حاضری کا ذکر ہے۔ (۳) خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر، شرح مواقف کو تمام کیا تھا۔ (۴) اس وقت تک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی شرح رباعیات کی شرح مرتب فرمالی تھی۔ (۵) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھاتے وقت بھی بسم اللہ زور سے پڑھنے کو ناپسند فرمایا تھا۔ پھر تو سماع، رقص اور وجد کا کیا ذکر؟ مخدوم زادے سُرود اور قصیدہ خوانی کی مجلس شب جمعہ کو منعقد کرتے ہیں تو کیوں؟۔

دفتر دوم کے مکتوب ۳۵ میں خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت حضور کے شمول اور غلبے پر مبارکباد ہے کہ تین ماہ میں ایسی ترقی کی ہے۔ پھر توحید اور عین الیقین سے متعلق سوالات کا جواب بھی ہے۔ ان کو پھر اسی دفتر کے مکتوب ۵۹ میں تحریر فرمایا ہے کہ معقول و مشہود و موہوم و مکشوف سب ماسواء میں داخل ہیں۔

دفتر سوم کے مکتوب ۵۶ میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے محبت اور شفقت والی شکایت فرمائی ہے کہ آپ (خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ) اور خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے جمال الدین حسین، سرہند کے قریب پہنچ کر بھی مجھ سے ملنے نہیں آئے۔ (اس زمانے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ، چند دنوں کے لیے جہانگیر سے رخصت لے کر سرہند تشریف لائے تھے۔ لیکن اب واپس لشکر کو تشریف لے گئے ہیں۔ صاحبزادہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو گھر چھوڑ آئے تھے لیکن اب وہ بھی لشکر میں ہیں)۔ ۳۹

پھر اسی دفتر کے مکتوب نمبر ۶۰ میں خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خطاب ہے کہ انسان کی ذات اس کا نفسِ ناطقہ ہے جس کو ابتداء میں نفسِ امارہ کہتے ہیں۔

اس دفتر کے مکتوب نمبر ۷۱ میں جو خواجہ عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے عالَم اور صانعِ عالَم کے درمیان تمیز پر بحث ہے۔

ان کے علاوہ چند مکتوبات میں جو خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں ان صاحبزادوں کا ذکر ہے۔ اور مولانا فریدی مرحوم نے اپنی گراں قدر تصنیف کے آخری صفحات میں سماع، ۴۰ رقص، وجد،

مولود خوانی، نعتیہ اور غیر نعتیہ اشعار سے متعلق حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات کی وضاحت کی ہے کہ وہ حضرات (اور میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ بھی ۱/۲۷۳) ان چیزوں کو اختیار کر رہے تھے۔

☆☆☆

حواشی

۱ ــــــ یہ حالات خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ کی زبدۃ المقامات سے لیے جا رہے ہیں۔ اسی میں آپ کی ولادت کا سال اس طرح لکھا ہے۔ لیکن حافظ عزیز حسن بقائی نے کسی بناٗ پر سیرتِ باقی رحمۃ اللہ علیہ (دہلی ۱۹۳۳ء صفحہ ۱۰) میں ولادت کی تاریخ ۵ ذی الحجہ ۹۷۱ھ لکھی ہے۔ زبدۃ المقامات میں آپ کے اسم گرامی کے ساتھ ''رضی الملۃ والدین'' لکھا ہوا ہے۔ لیکن آپ کے ملفوظات ورقعات کے جامع نے ''مؤید الملۃ والدین الرضی'' لکھا ہے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات ۱/۲۹۰_۲۹۱ وغیرہ میں مؤید الدین الرضی لکھا ہے۔ حضرات القدس (دفتر اوّل) میں ہے کہ آپ کی والدہ شیخ عمر یاغستانی کے خاندان سے تھیں جو خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے نانا تھے اور آپ کی نانی سیدہ تھیں۔

۲ ــــــ آپ کے ایک شعر میں صرف ''باقی'' بطورِ تخلص مستعمل ہے:

بغیر اُنکہ بہ روزِ سیاہِ خود گرید
دگر زدیدہَ باقی چہ کار می آید

۳ ــــــ منتخب التواریخ (ترجمہ۔ لاہور ۱۹۶۲ء) صفحہ ۲۰۷

۴ ــــــ اس تفصیل کے لیے دیکھیں خواجہ محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ، نسمات القدس (ترجمہ۔ سیالکوٹ ۱۹۸۹ء) صفحہ ۲۶۷۔ زبدۃ المقامات میں یہ بھی ہے کہ آپ کو استخارہ میں خواجہ محمد پارسا (م۔ ۸۲۲ھ) نے فرمایا تھا کہ سلوک سے پہلے تہذیب اخلاق حاصل کرنا ضروری ہے۔

۵ ــــــ نسمات القدس (صفحہ ۲۰۷) میں ہے کہ حضرت خواجہ جب بھی سمرقند جاتے قاسم شیخ قالینی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں قیام کرتے یا ان کو اپنے پاس بلا لیتے۔ یہ بزرگ پہلے خواجہ دوست رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۹۷۴ھ) کے مرید تھے جو مولانا خواجگی کاسانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ پھر وہ خواجہ دوست رحمۃ اللہ علیہ کے پیر بھائی درویش سبز رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ نسمات القدس تاریخی اعتبار سے بھی بہت اہم ہے۔ اس میں حکمرانوں سے متعلق ایسے واقعات ملتے ہیں جو تاریخی کتابوں میں شاذ ہیں۔ دیکھیں صفحات: ۱۵۱_۱۵۶_۱۶۱_۱۶۳_۱۶۸_۱۶۹_۱۷۷_ ۲۰۶_۲۱۱_۲۱۲_۲۲۰_۲۳۱_۲۴۶_

۶ــــ خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے انہی کے ہم نام ایک اور نقشبندی بزرگ تھے جن کا ذکر تاریخِ کشمیرا عظمی (لاہور ۱۳۰۳ھ) کے صفحہ ۲۰۰ میں ہے۔ اس کے مولف خواجہ محمد اعظم شاہ نے (جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے اور ۱۱۷۹ھ میں فوت ہوئے) ان کو بچپن میں دیکھا تھا۔

۷ــــ زبدۃ المقامات میں ان کے نام کے ساتھ ''مدظلہٗ'' لکھا ہے۔ گویا اس کتاب کی تحریر کے وقت وہ زندہ تھے۔

۸ــــ مولانا احمد حسین خان ، ترجمہ حضرات القدس ،لاہور ۱۳۴۳ھ صفحہ ۱۱۹۔۱۱۸ کلیات باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ (ملفوظات ورقعات ومجموعہ کلام) کے شروع میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے یہی خودنوشت حالات ہیں۔ بعد میں بھی عرض کیا جائے گا کہ کلیات کے جامع یہی خواجہ محمد صدیق کشمی بدخشی رحمتہ اللہ علیہ تھے وہ گلزرا برار کے مولف محمد غوثی سے ۱۰۱۸ھ میں مانڈو میں ملے تھے جیسا کہ انہوں نے حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات میں اس ملاقات کا ذکر کیا ہے یقین ہے کہ انہی سے پوچھ کر محمد غوثی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے حالات (جو اوپر کے بیانات کے مطابق ہیں) اور حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ کے حالات لکھے ہوں گے۔ تذکرہ گلزارِ ابرار ۱۰۳۶ھ میں مکمل ہوا۔ (کابل میں راقم الحروف کو ایک رسالہ ''مشائخ طرقِ اربعہ'' حاصل ہوا تھا جس کے متعلق وہاں بتایا گیا تھا کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے وہ رسالہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر نقل کیا تھا۔ اس میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے مختلف سلاسل کی تفصیل ہے۔

۹ــــ یہاں تک گلزارِ ابرار سے ماخوذ ہے۔ زبدۃ المقامات میں یہ بھی ہے کہ لاہور کے اس قیام کے زمانے میں کچھ دن کے لیے مجازی محبت بھی پیدا ہو گئی تھی کہ المجاز قنطرۃ الحقیقہ۔

۱۰ــــ خواجہ محمد اعظم :۔ تاریخِ کشمیرا عظمی (لاہور ۱۳۰۳ھ) صفحہ ۱۱۰، غلام سرور کی خزینۃ الاصفیاء۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۳۸۔۳۳۷ میں بھی ان کے حالات ہیں۔

۱۱ــــ مولانا نسیم احمد فریدی: خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ...... (لکھنو ۱۹۷۸ء) صفحہ ۱۵۔۱۷

۱۲ــــ کلیات باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ (لاہور ۱۹۶۷ء) صفحہ ۱۴۹ لیکن تکمیل الایمان میں اللہ بخش رحمتہ اللہ علیہ کو شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ (م ۹۷۰ھ) کا مرید لکھا ہے (بحوالہ شاہ محمد غوث گوالیاری۔ مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد۔ صفحہ ۱۳۱)۔

۱۳ــــ انفاس العارفین (ترجمہ۔ لاہور ۱۳۹۴ھ) صفحہ ۶۰۔۳۵۳۔

انفاس العارفین میں شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے بہت سی باتیں خاندانی روایت کے مطابق (سنی سنائی) بھی لکھی ہیں۔ وہ بے شک صحیح ہوں گی لیکن بعض باتوں پر یقین نہیں آتا۔ صفحہ ۳۵۴ میں انہوں نے اپنی دادی کے والد رفیع الدین محمد رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ بھی حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ سے ناراض ہوئے اور وہ سرہند سے معافی کے لیے دہلی پہنچے

تو شیخ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ ہی نے معافی دلوائی تھی۔ لیکن یہ بات کسی معاصر نے نہیں لکھا اور نہ اس کا کوئی امکان تھا۔ ممکن ہے ناراضی کا یہ قصہ شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہو جن کی ''دماغ خشکی'' کا ذکر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے رقعہ نمبر ۱۲ میں کیا ہے اور رقعہ ۵ میں ''نانِ دیگرے خوردن و دعاے دیگرے کردن'' انہی کو لکھا تھا کہ وہ نقشبندی ہو کر پہلے والے شطاریہ سلسلے میں لوگوں کو بیعت کر رہے تھے۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ تو صرف تین مرتبہ دہلی آئے تھے۔ دیکھیں مکتوبات ۱/ ۲۶۶۔ پھر وصال کے بعد آئے تھے۔ (مکتوبات ۱/ ۲۹۱)۔

۱۴____ حضرت القدس (۱/ ۳۲۵) میں ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ جب لاہور میں تھے تو اس زمانے میں خواجہ حسام الدین احمد اپنی جوانی کے زمانے میں (ولادت ؁۹۷۷ھ) سیر کے لیے وہاں پہنچے اور نیاز حاصل کیا (حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی ماوراء النہر روانہ نہیں ہوئے تھے۔ مولانا فریدی صفحہ ۱۰۶) حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ یہ سمجھے کہ وہ کسی امیر کے نام سفارش لینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ نے فرمایا کہ آج کل دہلی سے پروانہ آیا ہے کہ اپنے باکمال مریدوں اور درویشوں کے نام بھیج دوں۔ خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں خالصۃً للہ آپ سے ملنے آیا ہوں، کوئی اور غرض نہیں ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیوں نہ ہو، آپ تو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ہیں لیکن یہ آخری جملہ غالباً نہ فرمایا ہوگا، کیونکہ ابھی تک (؁۱۰۰۳ھ میں) حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ بیعت نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اگر حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا امکنہ سے لاہور واپسی کا زمانہ بھی فرض کیا جائے تو وہ بھی صحیح نہیں، کیوں کہ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ تو ؁۱۰۰۸ھ میں بیعت ہوئے تھے۔

۱۵____ زبدۃ المقامات میں صرف اشعار نمبر ۲۔ ۴۔ ۶۔ ۹ درج ہیں۔

۱۶____ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے رقعہ ۸ کے آخر میں جو عبارت ہے کہ ''اندیشہ بادشاہ را در خاطر نیارند'' وہ دربارِ شاہی کے قرب کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اغلب یہ ہے کہ اہلِ قرب کی پروا نہ کرتے ہوئے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو اسرار و معارف ''بدستِ معتمدے نوشتہ فرستند'' کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے رقعات کا قلمی نسخہ جو مولانا ابو الحسن زید فاروقی صاحب کے پاس دہلی میں ہے اور جس کا ذکر راقم الحروف نے شیخ محمد اکرام کے جواب میں اپنے رسالے کے صفحہ ۲۱ میں کیا ہے اس میں پوری عبارت اس طرح ہے:۔ دیگر توجہ نمایند و بنیند کہ ترکِ مشغول ساختنِ مردم نسبت بما مرضی ہست یا نہ؟ ایضاً ایں جماعت کہ مصاحب مایند، ایشاں را در صحبت دیگراں فرستیم و خود مجرّد باشیم مرضی ہست یا نہ؟ اندیشہ بادشاہ در خاطر نیارند، غرض دیگر داریم، البتہ مکرر در اوقات نیک توجہ نمایند و بدست معتمدے نوشتہ فرستند ......'' غالباً اکبر ایسے اسرار و معارف والے علماء

کو پسند نہیں کرتا تھا۔ محمد غوثی نے گلزارِ ابرار میں حاجی ابراہیم سرہندی کے متعلق لکھا ہے کہ ان کو ''فیض پہنچانے کے لیے'' رنتنبھور بھیجا تھا۔ وہ قلعہ سے رسی کے ذریعے باہر آنا چاہتے تھے کہ رسی ٹوٹنے سے فوت ہو گئے۔ مولانا راشد برہان پوری نے بھی اپنی کتاب ''برہان پور کے سندھی اولیاء'' (صفحہ ۵۵۔۵۷۔۱۰۷) میں لکھا ہے کہ اکبر نے ''لطائف الحیل اور جبر و تعدّی سے متعدد مشائخ اور صوفیاے کرام کو آگرہ لیجا کر نظر بند کر دیا تھا۔''

۱۷____ اہل اللہ کی تلاش میں جو صعوبتیں آپ نے اٹھائی تھیں، خود فرماتے تھے کہ ''اگرچہ ما ریاضاتِ شاقّہ چنانکہ بعضے اہل اللہ کشیدہ، نہ کشیدہ ایم۔ لیکن انتظار ہا وقلق ہای عظیم دیدہ ایم کہ ریاضتہا وسختیہای شگرف را متضمن بود'' اور (والدہ ماجدہ) روے عجز و نیاز بدرگاہ بے نیاز آوردہ بگریہ ونالہ ءتمام می گفتند' خداوندا مرادِ فرزندِ مرا در طلبِ تو از ہمہ بگسستہ واز لذتِ جوانی دست شستہ برآوردہ بگرداں یا مرا زندہ مگزار کہ طاقتِ مشاہدۂ ایں ناکامی وبے آرامی اونہ دارم۔'' (زبدۃ القامات۔ ترجمہ صفحہ۳۴)۔

۱۸____ نسمات القدس۔ صفحہ۲۶۲۔۲۶۳۔

۱۹____ گلزارِ ابرار میں بھی ان دو مسئلوں کا ذکر ملتا ہے۔

۲۰____ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے رقعہ ۷ میں حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ ابوالقاسم رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۲۲ھ) کو لکھا ہے کہ ''حضرتِ ایشاں قدس اللہ سرہ ایں گدای بے حاصل را خود بخود قبول فرمودہ بودند۔ چنانچہ در اوّل وسیلہ طلب والتماس ہم درمیاں نبود......''

۲۱____ حضرات القدس (۲/ ۳۹) میں ہے کہ استخارہ میں معلوم ہوا کہ ایک طوطا شاخ پر بیٹھا تھا۔ وہ اڑ کر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ اس کی چونچ میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ بولنے لگا اور اس نے آپ کے منہ میں شکر ڈال دی۔ اس طوطے سے مراد حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ تھے (تفصیل دی ہے)۔

۲۲____ ڈاکٹر سلیم اختر نے کلمات الصادقین کے انگریزی مقدمے میں (صفحہ ۶۔۱۶۔۱۸۔۲۰) لکھا ہے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ ۱۰۰۸ھ میں دہلی تشریف لائے۔ یہ بات صحیح نہیں۔ اسی طرح صفحہ ۱۶ میں یہ بھی ہے کہ ۱۰۰۸ھ کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید اور مجاز ہوے۔

۲۳____ مولانا رشدی دراصل مولانا محمد صدیق ہدایت ہی تھے جنہوں نے اخفائے حال کے لیے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرثیے میں اپنا تخلص رشدی لکھا ہے۔

۲۴____ بعض مجالس کے ذیل میں کبھی کبھی دوسرے دنوں کی مجالس کا حال بھی آجاتا ہے۔ مثلاً ۶ صفر ۱۰۰۹ھ کی مجلس

میں رمضان کی مجلس کا ذکر ہے اور ۲۱ شوال ۱۰۰۹ھ کی مجلس میں دوسرے دنوں کی مجالس کے واقعات بھی آ گئے ہیں۔

۲۵___ اس رسالے کی عبارت اس رسالے کی عبارت جیسی ہے جو راقم الحروف کو کابل میں حاصل ہوا تھا۔

۲۶___ یہ شرحِ رباعیات (سلسلۃ الاحرار) ۱۰۰۷ھ میں مرتب ہوئی۔ اس کی چند رباعیات (وحدت الوجود سے متعلق) کی شرح خود حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔ پھر حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی تعلیقات لکھیں اور بعد میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح کی توضیح کے لیے تعلیقات لکھیں۔

۲۷___ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ تین بار حاضر ہوئے۔ پہلی بار ربیع الآخر ۱۰۰۸ھ کے آخری دنوں میں۔ دوسری بار ۱۰۰۹ھ میں رمضان سے ذی قعدہ تک اور تیسری بار ۱۰۱۲ھ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے چند ماہ قبل۔ لیکن جب واپسی پر لاہور میں وصال کی خبر ملی تو واپس دہلی تشریف لائے۔ اس ایک حاضری کا ذکر مکتوب ۱/۲۹۱ میں ہے جو وصال کے بعد ہوئی۔ مکتوب ۱/۲۴۳ میں ایک عرس میں حاضری کا ذکر ضرور ہے۔ لیکن رودِ کوثر میں صفحہ (۲۵۶-۲۶۰) میں ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ باقاعدہ عرس میں شریک ہوتے تھے ایسا کسی معاصرانہ کتاب میں مذکور نہیں۔

۲۸___ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہ مخاطب جامع ملفوظات (محمد صدیق ہدایت) ہیں جو ممکن ہے کہ اس زمانے کے مشہور چشتیہ بزرگ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۰۲۴ھ) سے پہلے بیعت ہوئے ہوں۔ یہ وہی بزرگ ہیں جن کی خانقاہ میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں قیام کیا تھا اور انہی کے ارشاد کے مطابق آپ (لاہور ہوتے ہوئے) امکنہ تشریف لے گئے تھے۔ مخاطب سے دریافت فرمانا کہ شب برات میں چشتیہ حضرات کتنی رکعتیں ادا کرتے ہیں اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خود آپ ان کی خانقاہ میں زیادہ عرصے تک نہیں رہے۔ ورنہ یہ بات ان کو ضرور معلوم ہوتی۔ ملفوظات کے شروع میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو خود نوشت حالات ہیں ان میں کہیں قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام کا ذکر نہیں ہے۔ حضرات القدس (۱/۳۰۶) میں جس چشتیہ شیخ زادہ کا ذکر ہے۔ ممکن ہے کہ یہی جامع ملفوظات ہوں۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے رقعے ۴۴-۴۲ کسی کی سفارش میں ہیں۔ ۱۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ کے ذیل میں اسی عزیز کا لشکر میں جانا مذکور ہے۔

۲۹___ حضرت خواجہ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے کہ آخر زمانے میں وہ وحدتِ وجود سے آگے کی راہ (وحدتِ شہود) کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ کلمات الصادقین کے مؤلف کو یہ بات الٹی یاد رہی۔ یعنی انہوں نے صفحہ ۱۸۷ میں

لکھا ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ ہی بعد میں وحدتِ وجود کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ یہ بات صحیح نہیں۔ آپ نے تو بعد میں وحدتِ شہود کی تائید فرمائی ہے۔ مثلاً مکتوبات ۱/ ۲۶۸-۲۷۲ جو کلمات الصادقین کے بعد لکھے گئے تھے۔

نسمات القدس (صفحہ ۲۶۹) میں ایک بزرگ حافظ خیابانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہے کہ وہ بلخ سے ہندوستان ہوتے ہوئے حج کے لیے جا رہے تھے تو دہلی میں ۱۰۱۲ھ میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے۔

۳۰ ______ دیکھیں حضرات القدس' دفتر دوم (ترجمہ۔ سیالکوٹ ۱۴۰۳ھ) صفحہ ۴۹ اسی صفحہ میں خواجہ محمد صدیق، اخوند ملا حسن اور جعفر بیگ کا ذکر بھی ہے کہ وہ دہلی میں شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے جنہوں نے محمد قلیج خان کو حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے لیے معافی دلوانے کے لیے خط لکھا تھا۔ گویا خواجہ محمد صدیق مقربین میں سے تھے۔

۳۱ ______ تاریخ کشمیر اعظمی۔ صفحہ ۱۳۴ میں بھی ان کا ذکر ہے لیکن نام کے ساتھ سودؔ بھی لکھا ہوا ہے اور یہ کہ دامت پورہ (کشمیر) میں ان کا مزار ہے۔ محمد صادق کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کلمات الصادقین' ڈاکٹر محمد سلیم اختر نے اسلام آباد سے ۱۹۸۸ء میں شائع کی ہے۔ اس کے صفحہ ۱۷۹ میں انہوں نے اپنی بہن (یعنی خواجہ خورد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ) کا حال لکھا ہے کہ جب وہ شادی ہو کر آئیں تو حضرت قبلہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف شکلوں میں دیکھا کرتی ہیں۔ صفحہ ۱۶۲ میں انہوں نے اپنی کتاب سلسلۃ الصادقین کا ذکر بھی کیا ہے جواب ناپید ہے۔ اگر وہ مل جاتی تو بہت سے خانگی تعلقات اور حالات معلوم ہو سکتے تھے۔

۳۲ ______ اس عنوان کے ذیل میں یہ بھی ہے کہ آپ کا حجرہ دونوں ازواج کے حجروں سے قریب قریب وسط میں تھا۔

۳۳ ______ جامع ملفوظات نے یہاں بھی اپنا نام پوشیدہ رکھنے کے لیے خود کو ''طالب'' کہا ہے وہی ایسے بزرگ ہیں جو پہلے چشتیہ سلسلے میں رہے ہوں گے جیسا کہ ملفوظات کے ایک عنوان ''شب (شنبہ) پانزدہم ماہ شعبان (۱۰۰۷ھ)'' کے ذیل میں ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کے چشتیہ سلسلے میں شبِ نصف شعبان میں کتنی رکعت نماز پڑھی جاتی ہے؟ جامع ملفوظات (محمد صدیق کشمی رحمۃ اللہ علیہ) کی اہلیہ بھی حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ سے مستفید اور صاحب حال تھیں اور ان کی جماعت میں خواتین کثرت سے شریک ہوتی تھیں۔ دیکھیں زبدۃ المقامات صفحہ ۵۰۵' نیز حضرات القدس ۲/ ۳۵۹ حضرات القدس ۱/ ۲۶۷ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات (قریبی تعلق کی وجہ سے) خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ سے معلوم کیے جا سکتے تھے۔

۳۴ ______ صفحہ ۶۴ میں بھی اس ایک ماہ اور ایک روز کے قیام کا ذکر ہے۔

۳۵ ____ اسی طرح کی ایک تاریخ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی ہے۔ یعنی ''روز دوشنبہ نہم ربیع الاول۔'' اس عبارت سے ۱۰۲۵ھ کے عدد برآمد ہوتے ہیں۔

سرسید کے زمانے میں ایک تاریخ صفدر حسین نے علی گڑھ کے ابتدائی مدرسے کے افتتاح (۲۴ مئی ۱۸۷۵ء) پر اس طرح کہی تھی:۔

تھی فکر مجھ کو اک دن تاریخِ مدرسے کی
بولا یہ مُلہمِ غیب ''اٹھارہ سے پچھتر''

''اٹھارہ سے پچھتر'' عیسوی سال ہے اور انہی الفاظ کے اعداد سے ہجری سال ۱۲۹۲ھ بن جاتا ہے۔

۳۶ ____ مولانا زید مدظلہ نے اسی مقدمے کے صفحہ ۱۴ میں واضح فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ خلج تُرک تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ، سادات کرام میں سے تھیں۔

۳۷ ____ مولانا فریدی مرحوم نے صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مالابُدّ منہ کے شروع میں عقائد کی جو بحث ہے اس کا زیادہ تر حصہ اسی مکتوب ۱/۲۶۶ سے ماخوذ ہے۔

۳۸ ____ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوب ۱/۲۲۹ میں خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کے اس کرم کا ذکر کیا ہے جو صاحبزادوں کی تربیت کے لیے تھا۔ یہ بھی لکھا ہے کہ بڑے صاحبزادے کی تعلیم و تربیت ان کے ماموں قلیچ خان (م۔ ۱۰۲۳ھ) کے سپرد نہ کریں۔

۳۹ ____ مکتوب ۳/۸۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ نے واپس اجمیر کے راستے میں خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کو وہ مکتوب لکھا تھا اور وہ موسمِ گرما کا زمانہ تھا۔ حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مدظلہ نے اپنی کتاب ''حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ناقدین'' (دہلی ۱۹۷۷ء) کے صفحہ ۱۵۸۔۱۶۱ میں فرمایا ہے کہ حضرت مجدّد رحمۃ اللہ علیہ ۸ جمادی الآخرہ ۱۰۲۸ھ سے ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۰۲۹ھ تک گوالیار میں قید رہے پھر تین سال اور دس مہینے تک شاہی فوج میں نظر بند رہے۔ اس کے بعد اجمیر میں بادشاہ کی اجازت سے آپ نے سرہند کو مراجعت فرمائی اور وہاں آپ ربیع الآخر ۱۰۳۳ھ کی ۱۹ یا ۲۰ تاریخ کو پہنچے۔

۴۰ ____ سماع اور رقص کے متعلق مکتوب ۱/۲۸۵ میں وضاحت ملتی ہے۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ

(مختصر حالات زندگی)

شاہ زید ابوالحسن فاروقی

☆☆

کسی علمی یا عملی فضیلت کے تصور میں خود یہ صلاحیت نہیں کہ وہ اپنی تاثیر دکھا سکے بلکہ اس میں تاثیر فضائل کی حامل شخصیات کے اثر ونفوذ سے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ شخصیت کی نشوونما اور سیرت کی تشکیل میں شخصیت ہی کا اثر ونفوذ کام کرتا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے نسب کی نسبت ہم عصر تذکرہ نگاروں سے صرف نظر کرنے کی بناء پر متاخرین کو کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے جس کی توجیہ، توضیح اور تصحیح مولانا زید ابوالحسن کے اس بیان سے ہو جاتی ہے جو سوانح خواجہ باقی باللہ پر مشتمل ہے۔ اس لیے اسے بجنسہٖ یہاں نقل کرنا مناسب خیال کیا گیا۔ (مرتبین)

قبلۂ راستان وکعبۂ حق پرستان، خواجۂ خواجگان، قطب جہاں، حضرت خواجہ مؤید الملۃ والدین الرضی ابوالوقت محمد الباقی المعروف بہ حضرت خواجہ بیرنگ باقی باللہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ ورحمہ ورضی عنہ وافاض علینا من برکاتہٖ واسرارہٖ کے احوال شریفہ کو مختصر طور پر سب سے پہلے آپ کے ایک مرید پاک دل نے قلم بند کیا ہے۔ اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے۔ البتہ جو مرثیہ اس نے اپنے پیرومرشد کا لکھا ہے اس میں اپنا نام رشدی لایا ہے۔ آیا یہ اس کا تخلص ہے یا نام۔ واللہ اعلم۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے وہ حضرت سے سنا ہے افسوس ہے کہ حضرت کی ابتدائی زندگی کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد کتاب برکات احمدیہ معروف بہ زبدۃ المقامات اور حضرات القدس کا درجہ ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مصنف حضرت امام ربانی مجدد الف

ثانی قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں لکھتے ہیں:

حضرت کے والد بزرگوار قاضی عبدالسلام تھے۔ سمرقند کے رہنے والے، پاک باطن اور صاحبِ علم وفضل تھے اکثر اوقات آہ وبکا میں رہا کرتے تھے۔ سمرقند سے کابل تشریف لائے اور وہاں آپ کی والدۂ ماجدہ سے نکاح کیا۔ ٩٧١ھ یا ٩٧٢ھ میں حضرت کی ولادت باسعادت ہوئی خُردسالی سے حضرت پر تجرید و تفرید وتبتّل اور آثارِ خلوت غالب تھے۔ سنِ رُشد کو پہنچنے پر آپ نے مولانا صادق حلوائی اور دوسرے اکابر سے علم ظاہر بہ تمام وکمال پڑھا اس سلسلے میں آپ ماوراءالنہر تشریف لے گئے اور تھوڑے عرصے میں امتیازی شان پیدا کرلی۔

علمِ باطن اور خداطلبی کا جذبہ عہد طفلی ہی سے آپ کے پاک سینہ میں ودیعت ہوا تھا۔ اس لیے ایام تحصیل علم ظاہر میں بھی جہاں آپ کو کوئی خدارسیدہ پاک نفس ملتا تھا آپ اس کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس کی صحبت اور انفاسِ قدسیہ سے مستفید ہوتے تھے اور علم ظاہر کی تکمیل کے بعد آپ نے ہندو بلخ وبدخشاں کا سفر کیا اور پائے طلب آپ کو پنجاب اور کشمیر تک لایا۔ جہاں بھی خدارس ملا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فوائد حاصل کیے جتنا آپ اہلِ دل کے قریب تر ہوتے تھے خداطلبی کا جذبہ اتنا ہی تیز تر ہوتا جاتا تھا۔ اگر کوئی مجذوب ملتا تھا آپ اس کے پیچھے لگ جاتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک مجذوب جب آپ کو دیکھتا تھا گالیاں دیا کرتا تھا بلکہ بعض اوقات آپ کو پتھروں سے مارتا تھا بایں ہمہ صرف جذبۂ خداطلبی آپ کو کشاں کشاں اس کے پاس لے جاتا تھا۔ ایک دن وہ دیوانۂ فرزانہ آپ پر مہربان ہوا اور آپ کے حق میں اس نے دعائیں کیں اور آپ کو باطنی فوائد حاصل ہوئے۔

آپ کے ہندوستان آنے پر آپ کے بعض دوستوں کو علم ہوا انھوں نے کوشش کی کہ آپ کو شاہ ہند کے عہدہ داروں کے زمرہ میں لے لیا جائے لیکن سلطان جذبات الٰہیہ کے سامنے کسی کی سعی وکوشش کارگر نہ ہوئی۔ دولتِ دیں اور متاعِ یقیں کی بادشاہت آپ کو ملنی تھی بھلا مزخرفات دنیویہ سے آپ کیا متاثر ہوتے۔

ایک واقعہ میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمہ اللہ آپ پر ظاہر ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ''مولانا خواجگی کی خدمت میں حاضر ہو وہاں فتحیاب ہوگا''۔ چنانچہ آپ حضرت خواجگی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بلکہ اسی دوران میں حضرت خواجگی بھی آپ پر ظاہر ہوئے تھے اور فرمایا تھا ''اے فرزند ہم چشم براہ ہیں تم

ہمارے پاس کب آ رہے ہو" اور پھر آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نسبت شریفہ سے پوری طرح بہرہ مند ہوئے۔ اس عرصہ میں آپ نے اپنے بعض دوستوں کو ہندوستان حضرت خواجگی کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے خط لکھا تھا اس میں آپ نے اپنا یہ شعر تحریر فرمایا تھا۔

من از محیطِ محبت نشاں ہمی دیدم
کہ استخوانِ عزیزاں بساحل اُفتاداست

اور جب آپ حضرت خواجگی کی خدمت میں پہنچ کر سلطانِ ملک فقر ہوئے تو آپ نے ایک خط لکھا اور تحریر فرمایا۔

می گزشتم ز غم آسودہ کہ ناگہ ز کمیں
عالم آشوب نگاہے سرِ راہم بگرفت

چونکہ آپ حضرت کی خدمت میں پوری طرح صاف ومجلی ہو کر پہنچے تھے چراغ بھی صاف تھا۔ بتی بھی تھی۔ تیل بھی حاضر تھا۔ صرف دیا سلائی دکھانے کی ضرورت تھی۔ وہ دیا سلائی حضرت خواجگی نے دکھائی۔ کامل تین دن اور تین رات حضرت خواجگی نے آپ کو اپنے پاس خلوت میں رکھا اور پھر خلافتِ مطلقہ سے آپ کو سرفراز فرما کر ہندوستان جانے کی ہدایت فرمائی اور ارشاد کیا وہاں تمہاری وجہ سے اس طریقۂ شریفہ کو رونق ہوگی۔ چنانچہ آپ نے ہندوستان کا قصد کیا اور دہلی تشریف لا کر قلعۂ فیروزی میں جو کہ اب فیروز شاہ کا کوٹلہ کے نام سے مشہور ہے قیام فرمایا۔ آپ پہلی مرتبہ ہندوستان کب تشریف لائے اور باردوم کب آئے اس کا بیان نہیں ملتا۔ اس کو دیکھتے ہوئے کہ جامع ملفوظات نے لکھا ہے (واواخرہا کہ امر مشیخت وارشاد متروک شدہ بود۔ الخ ص ۸۹ قلمی) اور لکھا ہے (فوائدے کہ دریں دوسہ سال ازاں حضرت بمستفیدان رسیدہ درزمانِ پیش بہ سالہائی رسید ص ۸۵) اور زبدۃ المقامات میں لکھا ہے (شاہد عظیم برعلومرتبۂ ایشاں ہمیں بس کہ دوسہ سال برمسند مشیخت بودند۔ دریں مدتِ قلیلہ چہ مردم کہ از خوانِ دولتِ ایشاں روزی مند گردیدند۔ الخ ص ۴۹ قلمی) معلوم ہوتا ہے کہ آپ سنہ ایک ہزار تین یا چار کو باردوم تشریف فرمائے ہند ہوئے ہیں۔ سنہ ۱۰۰۸ھ کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ کو یہ محسوس ہوا کہ جو خدمت مجھ سے پروردگار جل شانہٗ کو لینی تھی وہ اسی مردِ عزیز کی تربیت ہے۔ آپ

مکاتیب شریفہ میں تحریر فرماتے ہیں (رقعہ ۶۵۔ شیخ احمد نام مردیست ورسرہند کثیر العلم قوی العمل۔ روزے چند فقیر باونشست وبرخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار واوقاتِ اومشاہدہ کردہ۔ بہ آں می ماند کہ چراغے شود وعالم ہا از وروشن گردند۔ الخ)

گریہ وآہ وبکا وورد ووجد آپ میں بدرجۂ اتم تھا۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ آپ کو اپنے پدرِ بزرگوار سے یہ نعمتیں بوراثت ملی تھیں تو بیجا نہیں ہے۔ آپ کی والدۂ مبارکہ جو نہایت عابدہ زاہدہ تھیں آپ کی بے قراری اور آہ وزاری کو دیکھ کر جیسا کہ آپ بیان فرماتے ہیں (روئے عجز ونیاز بدرگاہِ بے نیاز آوردہ بگریہ ونالۂ تمام می گفتند خداوندا امراد فرزند مرا کہ درطلب تو از ہمہ بگستہ واز لذات جوانی دست شستہ برآوردہ گرداں یا مرا زندہ مگزار کہ طاقت مشاہدہ ایں ناکامی وبے آرامِ اوندارم۔ زبدہ ص ۱۳ قلمی) خود آپ کی یہ بے قراری اور پھر آپ کی والدۂ مبارکہ کی یہ دعائے نیم شبی نے جو رنگ دکھایا یقیناً اہلِ نظر کے لیے مقامِ صد حیرت ہے۔ زبدۃ المقامات کے مؤلف نے ایک فاضل کا قول نقل کیا ہے اس نے کیا خوب کہا ہے (بعضے شیخانِ بزرگ صاحبِ حال وقال دریں روزگار شصت وہفتاو سال در ہند شیخی کردند معلوم است کہ از ایشاں کہ ماند وچہ ماند۔ شاہد بزرگی خواجۂ شما ہمیں بس کہ بچہل سالگی رفتند ودو سہ سال ہدایت نمودند عالمے را بہرہ ور گردانیدند۔ الخ ص ۴۹ قلمی) جو کام پروردگار جل شانہٗ وعم احسانہ کو آپ سے لینا تھا وہ بہ درجہ اتم لے لیا اور بمقتضائے ورایت الناس **یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان تواباً**۔ آپ لقائے محبوب کی تیاری میں مصروف ہوگئے۔ سالکانِ راہِ طریقت کو خلیفۂ اجلِ عالی مرتبت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ اس سلسلے میں حضرت کے رقعاتِ شریفہ میں سے رقعہ ۸۴ رکو دیکھا جائے اور رقعات شریفہ کے جامع نے جو عبارت لکھی ہے پڑھی جائے حضرت میر محمد نعمان بھی آپ کے خاص مریدوں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں:

> ایں فقیر در بندگیِ حضرت الدُّرُّ الاعظم حضرت خواجہ بود وایشاں ہمہ
> یارانِ خود را فرمودہ بودند کہ درخدمت حضرت امام المحققین حضرت
> ایشاں بروید ودرخدمتِ ایشاں مشغولی کنید و ہر قسم شغل کہ ایشاں
> فرمانید بہماں روش مشغول باشید ودرخدمتِ ایشاں تعظیم مانکنید بلکہ

> توجہ خود بجانب مانہ کنید۔ درآں اثنا بہ ایں فقیر حقیر محمد نعمان فرمودہ کہ میاں شیخ احمد آفتابے اند کہ مثلِ ماہزاراں ستارہ در ضمنِ ایشان گم اند۔ الخ ص ۲۳۹ زبدہ قلمی)

ہفتہ کے دن پچھلے پہروں میں ۲۵/ ماہ جمادی الآخرۃ ۱۰۱۲ھ کو آپ کے گوش حقائق نیوش نے صدائے **یٰایتھا النفس المطمئنہ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی** سنی اور آپ بہ صد شوق راہی ملک بقا ہوئے۔ **ابقاء اللہ وحدہ رحمہ اللہ تعالیٰ وغفرلہ ورضی عنہ وقدس سرّہ۔**

آپ نے اپنے بعد اپنی والدہ مبارکہ، دو بیویاں اور دو پسر خُرد سال چھوڑے جن کی ولادت ۱۰۱۰ھ پہلی ماہ ربیع الاوّل اور چھ ماہ رجب کو ہوئی ہے میراث میں آپ نے یہ سامان چھوڑا۔ صرف ایک روپیہ چند کتابیں ایک گھوڑا اور ایک فرش (ملفوظات ۳۷ قلمی) یہ ہے **عش فی الدنیا کانک غریب اوعابری سبیل** کی اعلیٰ مثال **لمثل ھذا فلیعمل العاملون رحمۃ اللہ علیہ فی کل حین وآن۔**

تصنیفات:

رسائل مختصرہ نماز حقیقی وصوری اور توحید کے بیان میں اور تفسیر اعوذ و بسم اللہ و فاتحہ والشمّس واخلاص وفلق وناس وآیت **ھو معکم** وآیت **اینما تولو** او ترجمہ دعائے قنوت و رسالہ ناتمام در سلوک جو رقعات میں ۶۲/ میں درج ہے اور شرح رباعیات رسالہ سلسلۃ الاحرار اور ۸۷/ رقعاتِ جانفزا اور دو مثنویات دو تواریخ تولد برخورداران اور ساقی نامہ و سلسلہ پیرانِ طریقت اور چند رباعیاں اور چند فرد۔ آپ کے ایک ایک لفظ سے آپ کے سوزِ دروں کا پتا چلتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے:

رُباعی:

صحرا نشیں زسیل حذر کن کہ آستیں
ترمی کنم بہ گریہ وافشردہ می روم
آں گلبنم بباغِ توکز یک نسیمِ لطف
نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

آپ کا نسب:

صاحبِ ملفوظات اور صاحب زبدۃ المقامات نے آپ کے نسب کے متعلق کچھ نہیں لکھا ہے۔ البتہ حضرات القدس میں لکھا ہے۔ کہ آپ کے والد ماجد قوم خلج سے تھے۔ خلج کے متعلق قدیم تحقیق یہ ہے کہ خلج ترک قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار فیض محمد خاں زکریا صاحب کابلی کی تحقیق یہ ہے کہ خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے۔ سردار صاحب افغانستان کے سر برآوردہ اور ذی علم افراد سے ہیں اس سلسلے میں ان کا ایک مضمون چند سال پیشتر یورپ میں چھپ چکا ہے۔ مجھ سے یہ بات خود انھوں نے کہی ہے۔

آپ کی والدہ مبارکہ کے متعلق صاحب زبدۃ المقامات نے لکھا ہے (مخفی نماند کہ والدۂ ماجدۂ آنحضرت از دودمانِ سیادت بود واز قانتات نساء الخ ص ۱۳ قلمی) یعنی آپ کی والدۂ ماجدہ سادات کرام میں سے تھیں حضرات القدس کا پہلا حصہ جس میں حضرت کے احوال شریفہ ہیں۔ اصلی فارسی اس عاجز کے پاس نہیں ہے۔ البتہ اردو ترجمہ ہے جو لاہور میں چھپا ہے۔ اس میں لکھا ہے (حضرت خواجہ اپنے نانا صاحب کی طرف سے حضرت شیخ عمر یاغستانی تک جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے نانا تھے پہنچے ہیں اور جناب خواجہ کی نانی صاحبہ خاندانِ سادات سے تھیں۔ الخ ص ۲۱۵) بظاہر ان دونوں کتابوں کی عبارت میں اختلاف ہے پہلی کتاب نے آپ کی والدہ صاحبہ کو اور دوسری آپ کی نانی صاحبہ کو سادات میں سے بتایا ہے۔ اگر حضرات القدس کا اصل نسخہ فارسی کا ہوتا تو شاید یہ دقت نہ نظر آتی کیونکہ اس ترجمے میں اس عاجز کو کچھ بوئے تصرف آرہی ہے صفحہ ۲۱۳ر پر حضرت کا اسمِ گرامی اس طرح لکھا ہے (حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ) لفظ سید یقیناً مترجم صاحب کا اضافہ ہے۔ پھر صفحہ ۲۱۵ر پر لکھا ہے (حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندہ قریشی ہے) غالباً مترجم خلجی کو کسی مقام کی نسبت سمجھے ہیں اور اسی لیے انھوں نے قریشی کا اضافہ کیا ہوگا۔ تاکہ شروع میں جو لفظ سید کا لکھا ہے وہ صحیح ثابت ہو۔ اس عاجز نے اس سلسلے میں حضرت کے منظوم کلام کو بنظرِ غائر مطالعہ کیا حضرت کی ایک رباعی ہے۔ فرمایا ہے۔

بدست من امشب چومہ آراستہ است
غم ہمچو ہلال لاغرو کاستہ است
اے صبح بروں میاکہ ترکاں مستند
وے شب بنشیں کہ فتنہ برخاستہ است

چونکہ آپ نے پہلے مصرع میں اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے اس لیے ترکاں سے اشارہ اپنی طرف کیا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو ترک ظاہر فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے فرزند خرد خواجہ محمد عبداللہ کی تاریخ ولادت کہی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں۔

گلشکرے بوالعجبے دست داد
شکر ہندی وگل ترک زاد

آپ نے اپنے فرزند کو ایسا گلشکر یعنی گلقند بتایا ہے جس کی شکر ہند کی ہو اور پھول ترک کا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس فرزند عالی قدر کی والدہ کشمیر کی تھیں اور پدر بزرگوار ترک ہیں۔

حضرات القدس کا ترجمہ احمد حسین خان صاحب نے کیا ہے۔ یہ حضرت کے مزارِ پرانوار پر بارہا حاضر ہوئے ہیں۔ انھوں نے یقیناً وہاں وہ کتبہ بھی پڑھا ہوگا جو حضرت کے سرہانے دیوار میں جڑا ہوا ہے۔ اس کتبہ میں پندرہ اشعار ہیں جو پہلے ایک لکڑی کے تختہ پر تحریر تھے اور تقریباً پچاس سال پہلے پیر جی مظفر علی کے وقت میں سنگ مرمر پر ان کو کندہ کرا کے لگوا دیا گیا ہے۔ دوسرا شعر اس طرح ہے۔

حامیِ دینِ نبی اکمل امام المتقین
موردِ فضلِ گرامی آل ختم المرسلین

اس شعر میں آپ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے بتایا ہے جو ساداتِ کرام ہیں اور احمد حسین خان صاحب وہاں کے متولی صاحبان سے بھی ملے ہوں گے۔ (پیر جی مظفر علی سے) جو کہ اپنے آپ کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے تھے اور اپنے نام کے ساتھ لفظ سید بھی لکھتے تھے لہذا کچھ بعید نہیں کہ انھوں نے اپنے خیال سے اظہارِ حقیقت کرتے ہوئے سید کا اضافہ شروع میں اور قریشی کا اضافہ خلجی سمرقندی کے ساتھ کر دیا ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتبہ کسی نے بارھویں صدی ہجری کے اوائل میں لگایا ہے کیونکہ آثار الصنادید میں بھی اس کا ذکر ہے جو کہ ۱۲۶۳ھ میں لکھی گئی ہے۔

حضرت شاہ رؤف احمد مجددی قدس سرہٗ نے جو کہ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور بعد میں بھوپال میں سکونت اختیار کر لی تھی ۱۲۴۹ھ کو کتاب جواہر علویہ لکھی ہے اس میں تحریر فرماتے ہیں (سمرقندی الاصل کابلی المولد اند خلج بودہ اند از جانبِ والدہ بحضرت شیخ عمر باغستانی کہ جد مادری حضرت خواجہ احرار اند میرسند) اس عاجز کو خیال ہوتا ہے کہ حضرات القدس سے آپ نے یہ کلام اخذ کیا ہے ممکن ہے آپ نے بھی مزارِ پرانوار پر کتبہ لکھا دیکھا ہو اسی لیے خلج کا اظہار ضروری خیال کیا ہو۔

ہندوستان میں بزرگانِ دین کو سید بنانے کی مہم کافی عرصہ سے جاری ہے۔ ممکن ہے اسی جذبے کے تحت آپ کو سید بنایا گیا ہو۔ لیکن اس کے ساتھ اس عاجز کو ایک وجہ اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ کہیں حضرت کو بنابریں سید نہ بنا دیا گیا ہو۔ وہ وجہ یہ ہے کہ حضرت کے بڑے صاحبزادے خواجہ عبید اللہ معروف بہ خواجۂ کلاں قدس سرہٗ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس کا نام ''مبلغ الرجال'' ہے۔ اس رسالے میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔ ''گوید بندۂ سرافگندہ شرمندہ از کردار تباہ سراپا گناہ خانہ زاد خواجۂ آفاق سبطِ آل النبی مؤید الملۃ والدین الرضی ابوالوقت خواجہ محمد الباقی قدس سرہ احقر عبید اللہ.... الخ'' آپ نے اپنے پدر بزرگوار کو آلِ نبی یعنی ساداتِ کرام کا سبط قرار دیا ہے۔ سبط عربی لفظ ہے اور از روئے لغت عربی میں اولاد کی اولاد کو سبط کہتے ہیں چاہے وہ پسر کی اولاد ہو چاہے دختر کی لیکن از روئے استعمال پوتے کو حفید اور نواسے کو سبط کہتے ہیں یہ استعمال اتنا ذائع اور شائع ہوا ہے اور خاص کر اسلامی دور میں کہ بعض اہلِ لغت نے لکھ دیا ہے کہ پوتے کو حفید اور نواسے کو سبط کہا جاتا ہے۔ دیکھو المنجد میں لکھا ہے۔ **سبط ولد الولد ویغلب علی ولد البنت مقابل الحفید الذی ہو ولد الابن** یعنی حفید پوتے کو کہتے ہیں اور اس کے مقابلے میں نواسے کو سبط کہتے ہیں۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سبط النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا جاتا ہے۔

پانچ سات سال ہوئے اس عاجز کو ایک صاحب نے لکھا تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہ صحیح النسب سید ہیں اور دلیل میں رسالۂ مبلغ الرجال کی یہ عبارت تحریر کی تھی۔ اس دن سے یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے بعض افراد اس عبارت سے مغالطہ میں پڑ گئے ہوں اور پھر حضرت کی درگاہ کے متولیوں نے مریدان کو مغالطہ میں ڈال

دیا ہو۔ جو اپنے کو آپ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں اور اپنا نسب سید قرار دیتے ہیں حالانکہ۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کُن جامؔی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

کلکم من آدم و آدم من تراب.

''مبلغ الرّجال'' کی عبارت سے زبدۃ المقامات کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ آپ کی والدۂ ماجدہ سادات کرام میں سے تھیں اور آپ سادات کرام کے نواسہ تھے۔ آپ سبطِ آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے اور آپ از جہتِ پدر بزرگوار قوم خلج سے تھے جو کہ مشہور اور قدیم قول کی رو سے ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور اسی قول کی رو سے حضرت نے اپنے کو ترک بتایا ہے اور اپنے فرزند کو ترک کی پھول قرار دیا ہے اور سردار فیض محمد خان زکریا کی تحقیق کی رو سے خلج افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور یہ لفظ حقیقت میں خلج ہے اور یائے نسبتی کے ساتھ خلجی ہے۔ **والعلم عنداللہ تعالیٰ**

حضرت کا مزار پر انوار پرانی دلی کی فصیل سے (جواب صرف پرانے نقشوں میں مل سکتی ہے) جہت غرب ہے۔ لاہوری دروازے سے تقریباً چار فرلانگ جہت غرب قدرے مائل بہ جنوب قطب روڈ پر واقع ہے جو شمالاً جنوباً ہے اور قطب روڈ سے عیدگاہ روڈ جو غرب کو نکلی ہے اس کے مقامِ اتصال کے جنوبی کونے پر واقع ہے۔

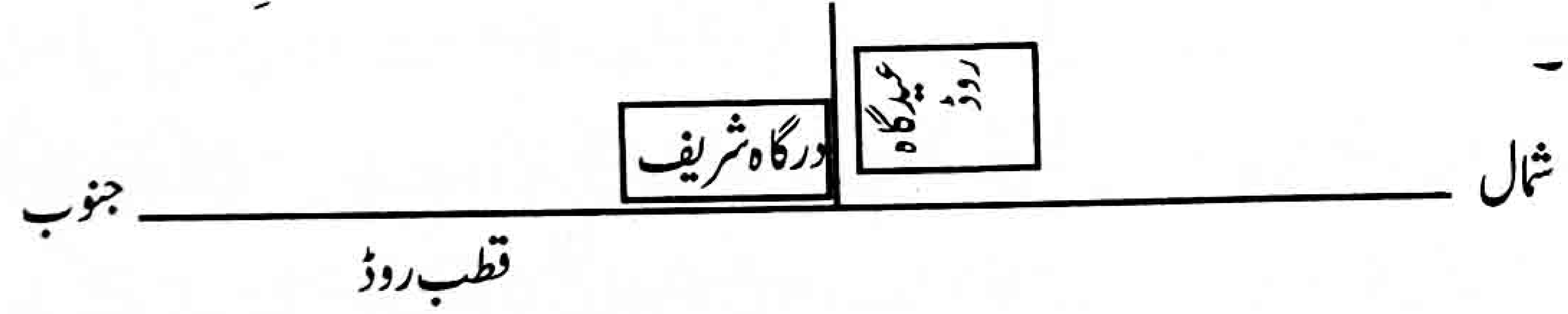

مزارِ پر انوار چار دیواری میں ہے۔ جہتِ شمال مسجد شریف کا صحن ہے آپ کے مزار پر انوار کی شرقی دیوار کے پاس آپ کی والدہ ماجدہ رحمتہ اللہ علیہا استراحت فرما رہی ہیں۔ صدہا بلکہ ہزار ہا اللہ کے نیک بندے قرب و جوار میں چاروں طرف راحت کی نیند (نم کنوم العروس) سو رہے ہیں۔ اس عاجز کے دیکھتے وہاں کے منتظمین تقریباً تین حصہ قبرستان کا فروخت کر چکے ہیں جو تھوڑا حصہ (تقریباً چوتھائی) رہ گیا ہے اس کی بھی حالت خستہ ہے اور آثار اچھے نہیں ہیں۔

کل من علیها فان. البقاء للّٰہ وحدہ. والصلوٰۃ علیٰ رسولہٖ سیدنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ وسلم.

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت خواجہ باقی باللہ

(ایک تعارف)

محمد عبدالمجید یزدانی

(ریسرچ اسکالر شعبۂ تعلیم و مطبوعات محکمۂ اوقاف، لاہور)

☆☆

یوں تو کسی بھی مصنف کی نثری یا شعری تخلیقات کا جائزہ لینا کچھ آسان نہیں ہوتا لیکن مشکل اور بھی بڑھ جاتی ہے جب صاحبِ تخلیق ایک آگاہِ راز سالک، ایک باعمل صوفی اور ایک صاحبِ مقام ولی و بزرگِ دین بھی ہو اور پھر یہ وادی سراپا خارزار بن جاتی ہے جب تبصرہ نگار ہیچمدان ہونے کے علاوہ تردامنِ روسیاہ بھی ہو اور تردامنی بھی وہ نہیں کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ بلکہ وہ کہ ذوقِ عصیاں ہی سرمایۂ زیست اور متاعِ حیات ہو۔

دریائے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک
میرا سرِ دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا

پس خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ کی تخلیقات کے بارے میں ہماری خامہ فرسائی گویا جگ ہنسائی کا اہتمام ہے۔ ''اہلِ جرح'' کی ناوک اندازیاں ہوں گی اور ہمارا دلِ داغدار کہ زخم کھانا اور لذت اٹھانا ہی جس کا منتہائے مقصود ہے۔

کیوں نہ ہوں ہدفِ ناوکِ بیداد کہ ہم
آپ اٹھا لاتے ہیں گر تیر خطا ہوتا ہے

حق تو یہ ہے کہ حضرت خواجہ کی تمام شعری ونثری تحریروں کا نچوڑ ایک جملے میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ ''بیانِ توحید باری تعالیٰ ہی ان کے کلام میں جاری وساری ہے۔۔۔'' اسی ایک گل خوش رنگ کا مضمون ہے جسے انھوں نے سونہیں ہزار ڈھنگ سے باندھا ہے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان

لیکن میں نے ذوقِ حضوری کی خاطر اس حکایتِ لذیذ کو ایک حد تک طول دے دیا ہے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے نگارشات کا جائزہ تنقید وتبصرہ کے عام اصولوں کے تحت لینے کی کوشش سوءِ ادب ہے جہاں مصنف کا مقصدِ تحریر یہ نہ ہو کہ فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے جائیں، انشاپردازی کے جوہر دکھائے جائیں، نازک خیالیوں اور رنگین بیانیوں سے ذہنوں کو محظوظ و برانگیختہ کیا جائے...... بلکہ اس کے برعکس جہاں نثر کے ساتھ شعر کو بھی قصداً ذریعۂ ابلاغ ٹھہرایا جائے اور جہاں تحریر ایک خاص اور واضح مقصد کی حامل ہو اور مقصد بھی خالص دینی و مذہبی ہو وہاں نظم ونثر کو جانچنے کے فنی اصول اور تنقیدی پیمانے کہاں ساتھ دے سکتے ہیں...... جہاں صریرِ خامہ نوائے سروش اور ندائے غیب کا درجہ رکھتی ہو وہاں تبصرہ وجرح کا کیا کام؟ جہاں ہر لفظ پر ایک بھرپور شخصیت کی جھلک آنکھوں کو خیرہ کررہی ہو وہاں حسنِ تحریر اور حسنِ بیان کی حیثیت تو ثانوی بھی نہیں رہ جاتی۔ وہاں تو نگاہیں اسی عکس روح پرور کے خدوخال متعین کرتی رہ جاتی ہیں اور نظارۂ جمال کی فرصت بھی میسر نہیں آنے پاتی۔

نظارۂ جمال کی فرصت کہاں ملی
محفل کا ان کی جاہ و حشم دیکھتے رہے

پس حضرت خواجہ کی نظم ونثر کا ذکر آپ کی حیاتِ بابرکات سے علیحدہ طور پر نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کثرت اسی وحدت میں جلوہ فگن ہے (اور شاید یہی جدید تنقید کا بنیادی تقاضا بھی ہے) بہرحال ''کیسے کہا'' کے بجائے ''کیا کہا'' ہمارا اصل موضوع ہے۔

حضرت خواجہ کے حالات وسوانح پر مشتمل کوئی مکمل یا باقاعدہ کتاب ہماری نظر سے نہیں گزری یوں بہت سی کتابوں میں آپ کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک آدھ صفحہ یا زیادہ سے زیادہ ایک باب کی صورت میں مثلاً خواجگانِ نقشبند یہ کوئی تذکرہ ہے تو اس میں خواجہ کا ذکر جزواً آجاتا ہے، اولیائے کرام پر کوئی تصنیف ہے تو وہاں آپ کا نام مل جائے گا۔ زیادہ تر آپ کا ذکر ان مقالوں، رسالوں یا کتابوں میں ہے جو

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھی گئی ہیں۔ مرتب کلیات نے زید ابوالخیر کی سوانح باقی باللہ کا حوالہ دیا ہے لیکن لاہور کی کسی لائبریری میں کم سے کم وہ مجھے دستیاب نہ ہوسکی۔ ممکن ہے اس میں سوانح نگاری کا حق ادا کر دیا گیا ہو لیکن اس میں سے جس قدر حوالے مرتب نے دیے ہیں ان سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس قدر مواد تو شاید شیخ اکرام کی تصنیف ''رودِ کوثر'' میں بھی موجود ہے حالانکہ وہاں بھی خواجہ کا ذکر صرف ایک باب میں ہی کیا گیا ہے۔ بہر حال دو ہفتے کے اندر اندر جس قدر معلومات حاصل ہوسکی ہیں انہیں کی روشنی میں یہ مقدمہ ترتیب دیا گیا ہے اگرچہ میری جہالت و نادانی کی تاریکی میں یہ روشنی مدھم ضرور پڑ گئی ہوگی۔

نام و ولدیت

آپ کا اسمِ گرامی محمد الباقی تھا۔ والد ماجد کا نام قاضی عبدالسلام سمرقندی بتایا گیا ہے اور بعض جگہ ''قریشی'' کا لفظ بھی آخر میں لکھا ہوا ہے۔ اکثر وقت آہ و بکا میں گزرتا تھا جس سے خود ان کا صاحبِ حال ہونا بالکل عیاں ہے۔

نسب

یہ عنوان قائم کرتے ہوئے مجھے ندامت سی محسوس ہو رہی ہے۔ نہیں معلوم کہ کسی صاحبِ کمال کا تذکرہ اس کے نسب و نسل کے بغیر نامکمل کیوں تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی عظمت و فضیلت، کسبِ کمال کی مرہون منت ہوتی ہے نہ کہ نسب کی؟ یہ عنوان مجبوراً اس لیے قائم کیا گیا ہے کہ مرتب کلیات نے اس پہ خاص طور پر بحث کی ہے اور لطف یہ ہے کہ آخر میں خود ہی جامؔی کا یہ شعر بھی نقل کر دیا ہے:

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کُن جامؔی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

بہر حال ثابت یہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ خواجہ صاحب سید نہیں تھے بلکہ ترک تھے کیونکہ آپ کے والد قوم خلج سے تھے جو ایک تحقیق کے مطابق ترک قوم کی ایک شاخ ہے اور دوسرے دعوے کی رو سے افغان قوم کی ایک شاخ ہے اور خلجی اسی سے مشتق ہے۔ یوں لفظ خلج خود ہی خلجان میں پڑ گیا تو پھر ترک و افغان کا فیصلہ کیونکر کیا جائے؟ اس ضمن میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار بطور سند پیش کیے گئے ہیں، جو آپ نے اپنے فرزند کی ولادت پر کہے ہیں:

گل شکرے بوالعجبے دست داد
شکر ہندی و گل ترک زاد
بلکہ ز کشمیر گل زعفران
شد شکر آلودۂ ہندوستان

دراصل یہ جو استعارہ وتشبیہ کی زبان میں باتیں ہورہی ہیں، ولادتِ فرزند پر اظہارِ مسرت کے طور پر ہیں، ورنہ خواجہ کا مقصد اپنے حسب نسب کی نشاندہی کرنا نہیں ہے کہ یوں تو پھر مادّیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی اور نفس سے خالی ہوکر حق میں زندہ و باقی رہنے کے تمام دعوے باطل ہوکر رہ جاتے ہیں۔ یہ تو عجیب تضاد ہوگا کہ ایک طرف تو اس فرمان کو مشعلِ راہ بنانے کی تلقین کی جائے کہ ''تم میں وہی برگزیدہ ہے جس کے اعمال اچھے ہیں۔'' اور دوسری طرف خلجی وترک زاد ہونے پر اظہارِ فخر کیا جائے، اگر کہیں ان کا سبطِ سادات ہونا ثابت ہوتا بھی ہے تو وہاں یہ بحث چھیڑ دی گئی ہے ''سبط'' عربی میں نواسے کو کہتے ہیں پوتے کو نہیں کہتے۔ یہ نہ تصور کیا جائے کہ راقم کو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے سید ہونے پر اصرار ہے بلکہ مقصود یہ جتلانا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ بحث ہی سرے سے بیکار اور غیر مفید ہے اور خود ان صوفیہ کی تعلیمات کے منافی ہے جن کی زندگیاں انہی بتانِ رنگ وخون کو توڑنے میں صرف ہوگئیں۔

لقب

''باقی باللہ'' حضرت خواجہ کا لقب ہی کہنا چاہیے اور یہ اس لیے ہوا کہ آپ کو اتباع کامل کی بدولت بجز حق سبحانہٗ تعالیٰ اور کوئی مطلب ہی نہ تھا پس باقی باللہ کہلاے۔ اس کے علاوہ آپ کو ''بیرنگ'' بھی کہا جاتا ہے معلوم نہیں کیوں۔ ممکن ہے اس کی وجہ وہ عاجزی اور انکساری ہو جو آپ کی ذات میں بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی۔

ولادت ووفات

حضرت خواجہ کا سالِ ولادت ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۳ء ہے اور یہی سال ولادت آپ کے عظیم المرتبت مرید وخلیفہ امامِ ربانی حضرت احمدؒ سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ اللہ اللہ کیا اتصالِ روحانی ہے۔

تیرے جلووں کو دیکھیں اور مرے دل کی طرف دیکھیں
کہاں ہیں اتصالِ موج و ساحل دیکھنے والے

سالِ وفات ۱۰۱۲؁ ہجری یعنی ۱۶۰۳؁ء ہے گویا کل مدتِ حیات کم وبیش چالیس برس تھی۔ اور بس

صحرانشین زسیل حذر کن کہ آستیں
نرمی کنم بہ گریہ و افشروہ می روم
آں گلبنم بہ باغِ تو کزیک نسیمِ لطف
نشگفتہ ام ہنوز کہ پژمردہ می روم

تعلیم وتربیت

خواجہ کو ابتدا ہی سے حصولِ علم کا شوق بحدِّ جنون تھا چنانچہ حصولِ علم کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنے لگے لیکن ایک مجذوب نے ایک دن بڑے معنی خیز انداز میں یہ کہہ کر کہ

در کنز و ہدایہ نتواں دید خدا را
آئینۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

آپ کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ اب آئینۂ دل کو دیکھنے کی دھن سوار ہوگئی اور نجانے کہاں کہاں لئے پھرتی رہی، ایک بیقراری تھی کہ چین نہ لینے دیتی تھی۔

بار بار اس کے در پہ جاتا ہوں
حالت اب اضطراب کی سی ہے

کتنے ہی بزرگوں کے آستانوں پہ حاضری دی اور کتنی ہی بشارتوں سے سرفراز ہوئے اور آئینۂ دل کو اتنی جِلا دی کہ حقیقت کا صحیح عکس اس میں نظر آنے لگا۔ خود لکھتے ہیں۔

''ہر گاہ ملامتے می رسد درخودمی نگریم و یک بدصفتے درخود می یابیم وایں اشارات راموعظہ غیبی میدانیم۔۔۔''

اللہ اللہ کیا مقام ہے اور کیا آگاہی اسی خیال کو ظفرؔ نے یوں شعر کا جامہ پہنا دیا ہے:

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

تربیت کے سلسلے میں متعدد بزرگوں سے فیض حاصل کیا۔ مکتوبات میں فرداً فرداً سب کے نام گنوائے ہیں لیکن اس ضمن میں ان کی یہ تحریر ملاحظہ ہو:

> ......پیر سہ است، پیر خرقہ، پیرِ تعلیم، پیرِ صحبت.......
>
> اگر کسے از پیرِ صحبت بہ راہِ صحبت بکمال رسیدہ باشد اُورا بہ پیرِ تعلیم کہ تلقینِ ذکر از دیگیر دحاجت نبود، مثلاً شخصے کہ بمنزل رسید بعد ازاں اورا اباسپ خریدن حاجت نباشد۔

اسی لگن میں سفر و سیاحت کے دوران کہا جاتا ہے کہ خواجہ بہاء الدین نقشبند عالمِ از خود رفتگی میں سامنے آئے اور خواجہ صاحب نے ان سے فیض روحانی حاصل کیا۔ یوں بظاہر اگرچہ تعلیم ادھوری رہی لیکن یہ ادھوری ہے تو پھر پوری کسے کہتے ہیں۔

خلافت

''ماوراء النہر کے صوفی درویش خواجہ امکنگی نے عالمِ خواب میں کہا:

'ہماری آنکھ تمہاری راہ پر لگی ہے۔

اور انھوں نے خلیفہ بنا کر آپ کو ہندوستان بھیجا۔ اسی خرقۂ خلافت کو حاصل کرنے کے لیے بعض مریدوں کی عمریں گزر جاتی ہیں اور ایک وہ ہیں کہ خود پیر و مرشد ان کا انتظار کیا کرتے ہیں۔ بعینہٖ یہ صورت خود خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد کی پیری و مریدی اور عطائے خرقۂ خلافت کی تھی کہ خلافِ عادت خواجہ نے حضرت مجدد کو اپنے ہاں قیام کی دعوت دی، اور پھر اور بھی زیادہ خلافِ معمول استخارہ کیے بغیر ان کو مرید کیا اور سلوک کی منزلیں دو ڈھائی ماہ میں طے کرا دیں اور اس کا اعتراف بکمالِ عقیدت حضرت مجدد نے خود بھی کیا ہے۔

ورودِ ہند

حضرت خواجہ کی چہل سالہ حیاتِ بابرکت کا مہتم بالشان واقعہ ان کا سرزمینِ ہند میں تشریف لانا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ انہیں یہاں خاص طور پر بھیجا گیا تھا۔ ہماری مراد اس بشارت واشارت سے ہے جو حضرت خواجہ کو ہندوستان آنے کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ ہمارے جدید نقاد و محقق اپنی تحریروں کو زیادہ سے زیادہ سائنٹفک بنانے کی دھن میں اس پہلو سے ذرا گریز کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ یوں تو ایمان بالغیب کی ساری عمارت ہی دھڑام سے نیچے آرہے گی۔ جب ہم ان دیکھے خدا، نادیدہ فرشتوں اور وحی والہام پر عقیدہ رکھتے ہیں تو کشف وکرامت اور اشارت و بشارت کے ذکر سے کیوں شرمائیں؟ حقیقی نائبانِ رسول سے دنیا کب خالی رہی ہے، مصلحین کے زندہ نمونے ہی تو سنتِ الٰہی کو ہمیشہ زندہ رکھتے ہیں۔۔۔ پس اس نظام ظاہری کے علاوہ کوئی تو نظام اور بھی ضرور ہے کہ انسانیت قعرِ مذلّت میں گر کر پھر سے کھوئے ہوئے راستوں کو پالیا کرتی ہے اور سیاہ خانے پھر سے منور ہو جاتے ہیں۔ ثبوت ودلیل اور برہان واستدلال کے علاوہ ایک اور شے بھی ہے جسے وجدان کہتے ہیں، اور یہی وہ طاقت ہے کہ عقل جس کے آگے سپر ڈال دیتی ہے ہم اس موضوع پر خواجہ کی شاعری کے باب میں اظہار کریں گے تاہم یہاں خود خواجہ کی تحریروں میں سے دو ایک اقتباسات ایسے پیش کرتے ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی زندگی میں بشارت واشارت کو کتنا دخل تھا۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> دیگر سید نجای کہ او در ترقی دارد، چوں در خدمتِ شما است چہ حاجت کہ ایں جا بیاید۔ اگر از غیب اشارتے برسد وناچار باید آمد آں چیزے دگر است
>
> من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من

ایک شخص کو تحریر فرماتے ہیں:

> پیش ازیں بیک روز یک نوعے اشارت شد بآنکہ اہمال در توجہ بجانب شما نکنیم واز ہمیں جا غائبانہ نیز ہمت برترقیِ شما بربندیم، بتوفیق اللہ تعالیٰ تقصیر نخواہیم کرد۔

آ گے چل کر لکھتے ہیں:

''اشارت خواجہ بزرگ برایں است کہ شمارا دریں وقت تنہا نگزاریم،
ہر چند کہ ازیں جانیز غافل نیستم، چہ تواں کرد کہ مارا خادمِ شما ساختہ اند۔''

ان مثالوں سے جہاں ہمارے نقطۂ نظر کی وضاحت ہو جاتی ہے وہاں حضرت خواجہ کی (مقامات بلند پر فائز ہونے کے باوصف) مسکینیِ طبع کتنی روح پرور مگر رقت انگیز ہے۔ سبحان اللہ کر رہے ہیں اس کی روحانی تربیت لیکن کہتے ہیں خود کو اس کا خادم۔۔۔!

مزید وضاحت کے لیے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت کا ہر معاملے میں استخارہ کرنا تو ہر تذکرہ و تاریخ کی رو سے ثابت ہے وہ بھی تو اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ پھر غایت انکساری کے علاوہ ان کی ایک خاص بات ''ستر احوال'' یعنی چھپاتے تھے ان باتوں کو۔۔ آخر کچھ تو تھا جسے چھپاتے تھے! اور راز کو راز رکھنے کے لیے مکشوفات کو ہمیشہ خواب سے تعبیر کیا کرتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ دین و ایمان کی بنیاد ہی معجزات و خوارق پر رہے بتانا صرف یہ مقصود ہے کہ یہ باتیں معدوم یا کالعدم نہیں ہیں۔۔۔ اگرچہ صرف انہی پہ دارومدار کرنا بھی ضروری و مناسب نہیں لیکن یہ کہ ان کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ ورنہ خود خواجہ نے مولانا روم کا یہ شعر اس ضمن میں نقل کیا ہے۔

موجب ایمان نباشد معجزات
بوے جنسیت کند جذبِ صفات

بہر حال خواجہ کو حضرت امکنگی نے خلافت کا خلعت خاص اسی لیے بخشا تھا کہ وہ ہندوستان جا کر اصلاحِ حال پہ توجہ دیں اور وہ خاص مشن حضرت احمد سرہندی کی تربیت کرنا تھا جن کے فیض سے آگے چل کر کتنے فتنوں کا سدِ باب ہونا تھا۔۔۔! چنانچہ حضرت خواجہ وفات سے چند سال قبل ہندوستان میں آئے، کچھ عرصہ کشمیر اور ایک سال کے قریب لاہور میں رہے اور بالآخر دہلی پہنچ کر قلعۂ فیروز شاہ میں تادمِ آخر مقیم رہے۔ اس قلعہ کی فیروز بختی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ یہی وہ مرکز تجلیات تھا جو حضرت امام ربانی کے لیے تجلی گاہِ ایمان و ہدایت بنا۔

مکمل و مفصل سوانح کی کمیابی

حضرت خواجہ کے مکمل سوانح حیات اور مفصل حالاتِ زندگی اس لیے میسر نہیں کہ ہندوستان میں ان کی آمد زندگی کے آخری حصے میں ہوئی اور وہ بھی اس وقت جب عہدِ اکبری کے مشہور مؤرخ وفات پا چکے

تھے۔ خود انھوں نے اپنے حالات تحریر کرنے کے بجائے تبلیغ واشاعت دین پہ زیادہ زور دیا ہے پھر یہ کہ ان کی مدتِ حیات بھی بہت مختصر رہی ورنہ شاید یہ پہلو اس قدر تشنہ نہ رہتا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے مرید وخلیفہ کی شہرت اس درجہ ہوئی کہ لکھنے والوں کی زیادہ توجہ ادھر ہی رہی اور خواجہ کا ذکر ان کے ساتھ ہی محض جزواً یا ضمناً کیا جانے لگا اور پھر ایک ایسے صوفی باعمل کے حالاتِ زندگی کا سراغ لگانا آسان بھی تو نہیں کہ جس نے ظاہری سے زیادہ باطنی منزلیں طے کی ہوں جن کا علم سوائے اس کی ذات کے کسی کو مشکل ہی سے ہوسکتا ہے۔ درویشانہ زندگی تھی۔۔۔ دربار سے منسلک ہونا درکنار، اس سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور شانِ استغنا کا یہ عالم کہ خان خاناں نے ایک لاکھ کی رقم حج کے لیے بھیجی تو خفا ہوے اور فرمایا کہ یہ فقیر کی شان کے خلاف ہے۔ نواب مرتضےٰ خاں جو عموماً شیخ فرید کے نام سے مشہور ہیں امرائے وقت میں خاص درجے کے مالک تھے لیکن خواجہ کے غلام بے دام تھے اور تحفظ دین کے لیے جو کچھ انھوں نے کیا خواجہ ہی کے فیض وبرکت کے طفیل تھا جس طرح ان امراء سے بے نیاز تھے ویسے ہی بادشاہ کی انھیں کوئی پروانہ تھی ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> ایں جماعت کہ مصاحب مائند ایشاں رانیز در صحبتِ دیگراں فرستیم
> وخود مجرد باشیم، مرضی ہست یانہ اندیشۂ بادشاہ را درخاطر نیارند۔

یہ الفاظ درحقیقت بڑے معنی خیز ہیں اور ممکن ہے کہ ایک تازہ ترین بحث کے سلسلے میں کچھ کام آسکیں۔ ہم اس کا مختصر ذکر یہاں کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

اکبری فتنۂ کفر والحاد

حضرت خواجہ جب دہلی پہنچے تو اکبری کفر والحاد کا فتنہ زوروں پر تھا اور دینِ الٰہی کا دربارِ اکبری میں طوطی بول رہا تھا۔ یہاں ذہن میں یہ سوال اُبھر آتا ہے کہ حضرت خواجہ نے اس فتنہ کے قلع قمع کے لیے کیا کیا؟ مجدد الف ثانی نے جو کچھ کیا تاریخی طور پر اس کا تعلق عہد جہانگیری سے ہے تو کیا خود اکبر کے عہد میں یہ بزرگ خاموش تماشائی ہی تھے......؟ اِس سلسلے میں ابوالکلام آزاد نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ اکبری کُفر والحاد کا قلع قمع انہی بزرگوں نے کیا...... لیکن شیخ اکرام نے رودکوثر میں اس نظریہ کی صحت سے انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ اکبری فتنہ کا خاتمہ خود اکبری عہد کے امرا ہی نے کردیا تھا کیونکہ عوام میں یہ دین مقبول تھا ہی نہیں، صرف خواص تک محدود تھا اور ان سے حضرت خواجہ کے اور ان کے بعد حضرت مجدد کے خاصے تعلقات تھے اور وہ لوگ ان کی تعلیم وہدایت سے بہت متاثر تھے اور جو کچھ کیا انہی کی ہدایت پر کیا اور یہی وجہ

تھی کہ اکبر کے مرنے کے ساتھ ہی دین الٰہی کی بھی موت واقع ہوگئی، حال ہی میں پروفیسر فرمان صاحب نے حیاتِ مجدد میں اکرام صاحب کے بیان کی پرزور تردید کی ہے اور ایک طویل بحث اس سلسلے میں کی ہے جس میں تلخی و برہمی اعتدال سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ خصوصاً جہانگیر کا ذکر بہت جذباتی انداز میں کیا گیا ہے۔ بہر حال فرمان صاحب کا یہ کہنا بجا ہے کہ:

> اکبر کے مرنے کے ساتھ دین الٰہی کا خاتمہ ہوگیا تھا لیکن اکبر کی حکمت عملی سے ملک کے اندر جو بے دینی اور بدعت کی ہوا چلی تھی وہ آندھی سے طوفان اور طوفان سے سیل بے ہنگام بن چکی تھی اور اکبر کے مرتے ہی اس نے اپنی تندی کو ترک کر کے سکون نہیں اختیار کر لیا تھا

یہ بیان جہاں بالکل درست ہے وہاں غیر شعوری طور پر مصنف رودِ کوثر کے خیال کی تائید وتصدیق بھی کرتا نظر آرہا ہے۔ کہ یہی بات تو وہاں کہی گئی ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ''آگے چل کر'' اکبر کی پھیلائی ہوئی بدعتوں کا قلع قمع کیا اور عہدِ جہانگیری کے رافضی رُجحانات کا سدِّ باب کیا۔ اکبر کی زندگی میں اگر کوئی بات ہوئی ہوتی تو تاریخیں بالکل خاموش نہ رہتیں، شیخ عبدالحق محدّث اور شاہ ولی اللہ جیسے عظیم بزرگ سکوت اختیار نہ کرتے، اور خود جہانگیر حضرت کی ذات سے یوں بے خبر نہ ہوتا جیسا کہ تو زک کے اندراجات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس ضمن میں کچھ عقیدتمندوں نے یہ واقعہ ضرور بیان کیا ہے کہ اکبر نے دربار سجایا، اس میں دین الٰہی کی برتری ظاہر کرنے کے لیے مقابل میں دربار محمدی بنایا، جو بالکل ویران سا دکھایا گیا تھا لیکن حضرت مجدد وہاں گئے اور پھر ایسی آندھی چلی کہ دین الٰہی والا دربار تہ وبالا ہوگیا اور ہر چیز جڑ سے اُکھڑ گئی، خود اکبر زخمی ہوا اور انہی زخموں سے اس کی موت واقع ہوئی...... اور دربار محمدی بالکل صحیح سلامت رہا۔ اگر یوں ہوا ہوتا تو جہانگیر حضرت مجدد کی شان میں یوں گستاخی کا مرتکب نہ ہوسکتا تھا۔ اکبر جیسے طاقتور مطلق العنان بادشاہ سے بزور شمشیر نپٹنا بہر حال صوفیائے کرام کا کام نہ تھا جس کا اظہار بلا تکلف حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں کیا ہے...... لیکن جو لوگ اس کے اہل ہوسکتے تھے وہ امرائے دربار ہی تو تھے اور ان لوگوں پر یقیناً، حضرت مجدد کا ہی نہیں بلکہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اثر تھا۔ اور آپ ہی بزرگوں کی صحبت کا فیض تھا کہ وہ لوگ کفر والحاد کے سیل بے پناہ کو روکنے میں کامیاب رہے اور پھر خواص وامرأ کے علاوہ حضرت مجدد نے عوام سے رابطہ قائم کر کے وسیع پیمانے پر ردِ بدعت کا اہتمام کیا اور اسی تجدید واحیاء مذہب کے باعث وہ مجددِ الف ثانی کے جلیل القدر مرتبہ پر فائز ہیں......

ہم اصل موضوع سے تھوڑا سا دور ہو چلے ہیں...... (اس موضوع پر ہم کسی علیحدہ مستقل تصنیف میں بحث کریں گے) ہم یہ بتا رہے تھے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کا ورودِ ہند ہی ان کی حیاتِ مقدس کا مہتم بالشان واقعہ ہے۔ اس کے تین پہلو ہیں...... سب سے پہلا تو یہی جس پر ہم مختصراً تحریر کر چکے ہیں کہ قضا و قدر نے انھیں جس کام پر مامور کیا تھا وہ تھا حضرت احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کرنا۔ دوسرا یہ کہ حضرت سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی بنیادی خشت خود رکھنا یعنی امراً و خواص سے تعلقات قائم کر کے اکبری الحاد و کفر کی بیخ کنی کرنا، اور تیسرا یہ کہ سلسلۂ نقشبندیہ کا سرزمین ہند میں رائج کرنا کہ آپ کی تشریف آوری سے قبل یہاں صرف اس کا نام ہی سنا جاتا تھا۔ باقاعدہ اس کی ترویج و ترقی حضرت ہی کا کارنامہ ہے۔

کارنامۂ عظیم

مندرجہ بالا تینوں کارناموں میں سے عظیم ترین کارنامہ حضرت مجدد الف ثانی کی تربیت ہی ہے...... حضرت خواجہ کو اس کارِ خیر کی انجام دہی سے قبل ہی معلوم تھا کہ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آگے چل کر کیا ہونے والے ہیں ایک مکتوب کے وہ مشہور الفاظ جو مجدد سے متعلق ہر مقالہ و تصنیف میں درج ہیں ملاحظہ ہوں:

...... بہ آں می ماند کہ چراغے شود کہ عالم ہا از و روشن گردند......

اور یہ پیش گوئی کہ اب اسے پیشین گوئی کہنا چاہیے حرفاً حرفاً درست ثابت ہوئی کہ اس دورِ الحاد و ضلالت میں حضرت مجدد اور ان کے خلفاء و رفقاء کے باعث شمعِ ایمان و ہدایت پھر سے روشن ہوئی۔ اور پھر اس ایک شمع سے کتنی ہی شمعیں روشن ہوتی چلی گئیں۔

یک چراغ است دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجا منگیری انجمنے ساختہ اند

اور خود اس شمع نے کسبِ نور خود حضرت خواجہ ہی سے کیا رسمی طریقہ سے یعنی محض کتابی و درسی سلسلۂ تعلیم و تعلّم کی صُورت میں تو برسوں کی مدت درکار ہوتی ہے لیکن یہاں کل مدت دوڈھائی ماہ سے زیادہ نہیں تھی کہ تمام منزلیں مرشدِ کامل نے طے کرا دیں۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

کیا کیا رموز تھے جو اشاروں اور کنایوں ہی میں سمجھا دیے کہ راہ سلوک و معرفت کا کوئی گوشہ مریدِ باصفا کی نظروں سے نہاں نہ رہا...... اور رشتہ کی استواری کا کیا کہنا کہ خواجہ نے خود اپنے فرزندانِ ارجمند کی تربیت کا کام حضرت مجدد کے سپرد کیا اور حضرت خواجہ نے مرشد کی طرح اس حقیقت کے اعتراف سے کبھی گریز نہ فرمایا کہ اُنھوں نے جو کچھ حاصل کیا مرشد زادوں کے والد بزرگوار سے ہی کیا۔ ایک مکتوب میں جو دونوں شاگردوں کے نام ہے تحریر فرماتے ہیں: (ترجمہ)

> ...... یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے فقیر نے اس طریقے میں الف بے کا سبق انہی سے لیا ہے ...... اور ان کی توجّہ شریف نے اس نا قابل کو دواڑھائی ماہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچایا ہے

فروتنی اور انکساری کا یہ وہی انداز ہے جو اس سلسلۂ طریقت کا طرّہ امتیاز ہے، حضرت خواجہ کے انکسار کی چند مثالیں ہم اوپر دے چکے ہیں، اسی طرح سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار بھی مولانا جامی کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ان کے نام اپنے خطوط کو ''عرضداشت'' سے موسوم کرتے تھے بلکہ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ''خراسان میں تو آفتاب موجود ہے (یعنی جامی) لوگ اسے چھوڑ کر ماوراء النہر کے چراغ کے (یعنی میرے) پاس کیوں آتے ہیں۔''

لیکن سچے مرشد و رہبر کی طرح جہاں ضرورت ہوتی وہاں مرید کو سختی سے بھی منع فرمانے کی مثالیں موجود ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد نے جب منزل راہ سلوک میں ایک مرتبہ ایک رُباعی حضرت خواجہ کو لکھ کر بھیجی تو خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اظہار ناخوشی کیا:

> ''...... دیگر آں رُباعی ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غایت سفاہت است حاشا کہ قائل آں مقبولے باشد، زنہار، ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محلِ استغناً و غیرت است۔''

وہ رباعی یہ تھی۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است
ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایماں ہر دو زلف و روئے آں زیبائی است
کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

ظاہر ہے کہ اس میں وحدت الوجود کا رنگ بے راہروی کی حد تک غالب ہے اور یہ خواجہ کے خلافِ مسلک تھا۔ (جس پر ہم ابھی بحث کریں گے)

نظریہ وحدت الشہود

یہاں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ آگے چل کر حضرت مجدد نے وحدت الوجود کے بجائے وحدت الشہود کا جو نظریہ پیش و رائج کیا وہ دراصل خواجہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی رہنمائی و تعلیم کا نتیجہ تھا۔ تصوف کی تاریخ پر بحث ہمارے موضوع سے خارج ہے لیکن موضوع چونکہ بہرحال متعلق اسی بیان سے ہے لہذا یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ لفظ صوفی بعض کے نزدیک ''صفا'' سے مشتق ہے کہ در آں صورت اس کے معنی صفائی قلب کے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ لفظ صوفی ہی کثرت استعمال سے صوفی بن گیا، کوئی کہتا ہے کہ اصحابِ صفہ سے محبّت کرنے والے یا صفِ اوّل میں رہنے والے صوفی کہلائے، کسی کا خیال ہے کہ صوف (پشمینہ) پہننے والے صوفی کے نام سے مشہور ہوگئے۔ وجۂ تسمیہ کچھ ہی ہوا کرے یہ بہرحال مسلّم ہے کہ تصوفِ اسلامی کا وجود ابتدائے اسلام ہی سے تھا۔ اور اس پر عربی میں قدیم ترین کتاب اللمعؔ ہے جو ابوالنصر سراج کی تصنیف ہے، فارسی میں دستیاب ہونے والی سب سے پرانی کتاب حضرت علی ہجویری کی کشف المحجوب ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے ایک باقاعدہ تصنیف کی صورت میں مختلف کتب تصوف کا حال قلمبند کیا ہے۔ اور جامیؔ کی مشہور تصنیف لوائح کا ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی کے طور پر کیا ہے۔

پس تصوف کا وجود تو شروع سے ہے لیکن ہوا یہ کہ آہستہ آہستہ اس پر عجمی خیالات ویدانت تصوّرات، اور یونانی افکاریوں پر اثر انداز ہوتے گئے کہ بات کہیں سے کہیں جا پہنچی اور وحدت الوجود کی وہ تفسیریں اور تاویلیں کی گئیں کہ ''شریعت'' کی پابندی غیر ضروری قرار دی جانے لگی اور جب یہ چیز شاعروں کے ہتّھے چڑھی تو شریعت کا مذاق اڑایا جانے لگا، حالانکہ:

> قدما صوفیہ طریقت اور شریعت کو الگ الگ خیال نہ کرتے تھے بلکہ
> شریعت کی تکمیل ہی کا دوسرا نام طریقت تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''ہمارا یہ علم (یعنی تصوّف) احادیث نبوی کا نچوڑ ہے۔'' لیکن مدعیانِ وحدت الوجود نے معاملہ کچھ کا کچھ کردیا...... شریعت سے بے نیازی یہاں تک بڑھی کہ کلمۂ طیبہ بھی پورا پڑھنے کی توفیق یا ضرورت نہ رہی۔ کوئی جزو اوّل پہ اکتفا کر رہا ہے تو کوئی جزو اول کے

1/22

بھی نصف اوّل یعنی لا الہ ہی کو کافی سمجھتا ہے، اور کوئی لا ہی کہنے پر مصر ہے...... اور دلیل ہر صورت میں یہی کہ وجود واحد ہے لہٰذا باقی سب کچھ ڈھونگ ہے، لیکن یہ بات یکسر پس پشت ڈال دی گئی کہ آخر وجود واحد نے یہ کائنات جو تخلیق کی تو اس کا بھی تو کوئی سبب ہوگا...... کوئی مقصد ہوگا، اگر کچھ بھی نہیں تو پھر جزا و سزا، جنت و دوزخ، نیکی و بدی، فرق جن وانس و ملک، اور خود صوفیہ کے مراتب قطب و ابدال و ولی" سب باطل ہو کر رہ جاتے ہیں، یہ تو خالق حقیقی (وجود واحد) کی صنّاعی و تخلیق پر چوٹ ہوئی نہ کہ یقین و ایمان! دراصل راہ سلوک وطلب میں ایک مقام ایسا آتا ہے کہ اسے مقام حیرت سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس میں سالک پہ کچھ ایسی بے خودی و حیرانی طاری ہوجاتی ہے کہ دامنِ صبر وضبط ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے لیکن یہی وہ بھٹّی ہے کہ اس میں خاشاکِ غیر اللہ کو پھُونک کر خود آگاہی کا کندن تیار ہوا کرتا ہے۔

لیکن اگر حیرت و تحیّر بدستور غالب رہے تو مجذوبیّت ہی حد فاصل بن جاتی ہے، تاہم یہاں بھی وہ لوگ صاحب مقام ہوتے ہیں جنہوں نے اس کے لیے کم سے کم ریاضت تو کی اگرچہ منزل پہ نہ پہنچ سکے۔ مگر اصل بدنصیبی وہ ہے کہ جب یہ چیز تجربہ کے بجائے فلسفہ بن کر جاہل و بے عمل صوفیوں تک پہنچی تو انہوں نے دینِ برحق کو بالکل مضحکہ خیز بنادیا اور نتیجہ سوائے گمراہی وضلالت کے کیا ہوسکتا تھا؟ اور یہ بات بھی ابتداء ہی سے شروع ہوگئی تھی۔ چنانچہ ابوالنصر سرّاج نے صوفیوں کی مختلف اقسام شمار کرائی ہیں:

۱۔ صوفی: جو مادّیت سے گزر کر حقیقت تک رسائی حاصل کر چکا ہو اور اپنے نفس سے خالی ہو کر حق میں زندہ و باقی ہو۔

۲۔ متصوف: جو مجاہدہ کر کے یہ منزلیں طے کر رہا ہو اور کوشش کر رہا ہو۔

۳۔ مستصوف: جو محض جاہ وجلال اور مال و دولت حاصل کرنے کے لیے یہ ڈھونگ رچائے ہوئے ہو۔

اور پھر کہتے ہیں (ترجمہ)

صوفی صاحبِ وصول بود و متصوف صاحب اصول و مستصوف صاحبِ فضول۔

اور پھر کیا خوب فرمایا کہ:

صوفی وہ ہے جو نہ خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ کوئی اس کا مالک ہو۔

یہ وہی مضمون ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے

ے نے غلام او را نہ او کس را غلام

بات پھر کچھ دُور نکل گئی...... مقصود بیان یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہر چند کہ دونوں نظریات اثباتِ توحید سے متعلق ہیں لیکن خالق ومخلوق خصوصی اللہ اور بندے کے رشتہ وتعلق کے بارے میں دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ پہلی صورت (وحدت الوجود) میں عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا یا بہت ترقی کی تو قطرہ ''انا البحر'' پکارنے لگتا ہے اور خالق ومخلوق کا امتیاز ہی سرے سے مٹ جاتا ہے اور عملی نتیجہ رُہبانیت یا فرار کے سوا کچھ برآمد نہیں ہوتا۔ اور تخلیق کائنات کا نہ کوئی مقصد باقی رہ جاتا ہے نہ معانی! بس یہی کہ ''رام تیری لیلا ہے''...... ! لیکن بصورت دیگر (وحدت الشہود میں) اللہ اور بندے کا خاص رشتہ ہے اور پابندیٔ شریعت اس رشتہ کی استواری کا ذریعہ ہے۔ یہاں ''ہمہ اوست'' کہہ کر سکون' بے عملی اور '' کسے رابا کسے کارے نباشد'' کی فضا پیدا کرنے کی خواہش نہیں ہوتی بلکہ ''ہمہ از اوست'' کا نعرہ لگا کر جوش، حرکت وعمل اور ''رونق ہنگامۂ احرار'' بننے کی دعوت دی جاتی ہے۔ یہاں توکّل سے مراد سعی وکاوش سے گریز نہیں بلکہ

کشت کن پس تکیہ برجبار کن

کی تلقین کا نام ہے...... یہ ہمہ گیری مسلک نقشبندیہ ہی میں دکھائی دیتی ہے اور ہندوستان میں اس کی وسیع پیمانے پر ترویج اگرچہ حضرت مجدد الفِ ثانی کا کارنامہ ہے' لیکن اس کی تخم ریزی کا فرض خواجہ باقی باللہ ہی نے انجام دیا...... اور اگرچہ آپ خود تادیر ''وحدت الوجود'' کے حیرت خانے میں بھی رہے لیکن اس وقت بھی آپ ''وحدت الشہود'' کی طرف مائل ضرور تھے۔ اور ''انا الحق'' کا نعرہ آپ کے نزدیک تب بھی ''نابینائی'' کی دلیل تھا۔ چنانچہ شیخ تاج رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

> اما از اختلاط بصوفیانِ جاہل احتراز نمائی...... ہرگاہ کلمہ لا الہ الا اللہ را بگوئی در دل بیندیشی کہ نیست معبود غیرِ او، بدآنکہ ہر چہ محبوب ومقصود تست ہماں معبودِ تست وہر چہ ہوائے تست خدائے تست......
>
> پس برتو باد کہ سعی کنی کہ اولاً حضرتِ خود را در تو بے تو ظاہر سازد تا چوں دراں مقام استقامت بیابی، ہم تفصیل او در ہمہ بے ہمہ ہمہ اورا یابی وحق را از باطل امتیاز دہی نہ آنکہ چوں نابینایاں ہمہ را خدا دانی وخدا گوئی۔

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

> وصیت دیگر آنکہ باہر کہ در باطن او طلبِ معرفت الٰہی نیست صحبت نداری و از علماء دُنیا کہ علم را وسیلۂ جاہ و تفاخر و زبان آوری ساختہ اند چناں اجتناب نمائی کہ آدمی از شیر۔

طریقۂ نقشبندیہ

نقش بندی سلسلے کی تاریخ مرتّب کرنا ہمارا موضوع نہیں۔ یہاں صرف اشارۃً یہ بتلانا مقصود ہے کہ صوفیہ کے اس سلسلے اور دوسرے سلسلوں میں فرق کیا ہے؟ چنانچہ اس کا انتہائی مختصر ذکر ہم یوں کریں گے:

(ا) سلسلۂ نقشبندیہ میں کون سی باتیں نہیں ہیں؟

(ب) کون سی باتیں اس میں ہیں؟

(ج) جو باتیں ہیں انہیں خواجہ باقی باللہ نے کس طرح بیان کیا ہے؟

(ا) (۱)۔ چلّہ کشی نہیں (۲) سماع نہیں (۳) قبور پر روشنی، غلاف یا چادر اندازی کا سلسلہ نہیں (۴) سجدۂ تعظیمی جس میں قدم بوسی وغیرہ شامل ہے، یہاں ممنوع ہے (۵) مرید خواتین کو بے پردگی کی اجازت نہیں (۶) ''انا الحق'' کی گنجائش نہیں (۷) رہبانیت اور جوگ یا سنیاس کی حاجت نہیں (۸) نمود و نمائش کی ضرورت نہیں۔

(ب) (۱) پابندئ شریعت کو اوّلین درجہ حاصل ہے (۲) ''انا عبدہ'' کے مقام تک پہنچنے کی تلقین ہے (۳) آداب زیادہ اور ریاضت کم ہے (۴) کمالات نبوّت کو مشعلِ راہ بنا کر زندگی گزارنے کی تعلیم ہے (۵) وحدت الشہود کے مقام تک براہِ شریعت پہنچنے کی تلقین ہے (۶) جذب و مستی کے بجائے حرکت و عمل پر زور دیا گیا ہے۔

(ج) خواجہ باقی باللہ نے مندرجہ بالا تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کس طرح تلقین کی ہے۔ یہی ہمارا اصل موضوع ہے۔ اس ضمن میں کچھ عبارتیں آپ کے مکتوبات سے اقتباسات کی صورت میں اوپر دی جا چکی ہیں۔ یہاں کچھ اور اقتباسات مختصر عنوانات کے تحت درج

کیے جاتے ہیں جن سے خواجہ صاحب کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ ان کے اندازِ نگارش کا بھی اندازہ ہوتا جائے گا (اگر چہ اسے انشا پردازی یا نثر نگاری کے نام نہاد اصولوں کے تحت جانچنا سوء ادب اور صریح گستاخی ہے۔ ہمارا اشارہ صرف ان کے لب ولہجہ کی گھلاوٹ وشیرینیِ گفتار کی طرف ہے)

تصوف

اس ضمن میں مختصراً اوپر عرض کیا جا چکا ہے اور خود خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے کچھ عبارتیں مثال میں نقل بھی کی جا چکی ہیں...... بہر حال مزید وضاحت کے لیے حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اور ارشادات درج ذیل ہیں:

اخفائے حال

راہ سلوک میں ''ستر احوال'' یا ''اخفائے راز'' ایک ضروری شرط ہے لیکن خواجہ صاحب اس کے قائل ہونے کے باوصف یہ چاہتے ہیں جس قدر حالات دُوسروں تک بغیر خطرہ پہنچائے جا سکیں ان سے گریز نہ کرنا چاہیے کہ اصل مقصد تو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید کرنا ہے۔ شیخ تاج کو لکھتے ہیں:

> خبر بسیار است کہ نوشتن آں خالی از خللے نیست التماس آں است کہ بہ ہر تقدیر بقدرے کہ تواں نوشت بنویسند۔

لا الٰہ الاّ اللہ

اس سلسلے میں تین مختلف تفسیرات وتوضیحات کا نچوڑ یوں پیش کرتے ہیں:

۱۔ لا موثرٍ فِي الوُجُود الا اللہ

۲۔ لا معبود الا اللہ

۳۔ لا موجود الا اللہ

> اما مذہب اصح ہمانست کہ لا موثر فی الوجود الا اللہ

آگے چل کر فرماتے ہیں:

> معرفت را اقسام ومراتب بسیار است...... اصل کار بر شریعت بودن است۔

محلیّتِ وجود

جب آپ سے پوچھا گیا کہ کائنات کو عکس صفات قرار دیا گیا ہے تو پھر عکس تو وجود ہی کا ہوتا ہے لہٰذا حق تعالیٰ کی ذات کا بھی گویا محلیتِ وجود لازمی ہوا۔ آپ نے جواب دیا:

''محل آنصور ذات نیست کہ محلیّت لازم آئد بلکہ محل آں وہم است۔ چنانچہ صورت منقش در آئینہ نہ درونِ او نہ برونِ اوست اما وہم حکم می کند کہ برروئے آئینہ است۔''

مٹ جائیں ایک آن میں کثرت نمائیاں
ہم آئینے کے سامنے جب آ کے ہُو کریں

محبت ذات

''محبت ذات از اہل شہود کسی راست کہ غرضِ خودش درمیاں نباشد چنانچہ بعضے ازیں جہت دوست دارند کہ از مشاہدۂ اولذتی وسروری درایشاں پیدا شود۔''

روزہ

''روزہ داشتن در صفت حق سبحانہ آمدن است، چوں اوتعالیٰ وتقدس از اکل وشرب منزّہ است۔''

قیامِ لیل

''قیام لیل نیز در صفتِ حق 'سبحانہ' درآمدن است چوں اوتعالیٰ وتقدس منزہ از نوم است۔''

مقامِ فنا

ایک جگہ ''فنا'' کے معنی نہایت عمدگی و وضاحت سے بیان فرمائے ہیں کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ اپنے جسم کو مٹا دیا جائے یا آزار پسندی واذیّت طلبی کو شعار بنالیا جائے اور اپنے آپ کو دونوں جہان سے فارغ تصور کرلیا جائے وغیرہ۔ بلکہ یہ کہ:

......از فنا فنائے صفات بشریت می خواہند...... از ایشاں نہ نام ماند نہ نشاں، ہر چہ بہ ایشاں منسوب بود تمام بہ اصلِ خود رسید، ایں مقام مقامِ باللہ است۔'' گویا اصل مقام ''فنافی اللہ'' نہیں بلکہ ''بقاباللہ'' ہے۔

حاصل سلوک

فرماتے ہیں: ''حاصل سلوک، بتفصیل آنست کہ ''تہذیبِ اخلاق'' حاصل شود، چوں ایں معنی حاصل شد، سلوک بتفصیل کردن تحصیل حاصل است۔''

گویا اگرچہ ؎

راہرو راہِ محبت کا خُدا حافظ ہے
اس میں دوچار بہت سخت مقام آتے ہیں

تاہم راہِ سلوک سے مراد اسے ''طے کرنا'' ہے نہ کہ اس میں ''کھوجانا'' وہاں سے کچھ حاصل کرنا ہے نہ کہ ہر چیز کی نفی کر دینا......اور نفی کا تصور ہے بھی تو کچھ اس طرح ہے:

نفی

''سخن خواجۂ احرار ست کہ ہر چہ دیدہ شُد و دانستہ شد ہمہ غیر است بکلمۂ لا آنرا نفی می باید کرد۔ بدانکہ بایں تنزہ وتقدس ہر کجا موجود است۔''

وحدتِ شہودی

چنانچہ آگے چل کر حضرت مجدد الف ثانی نے جو ''وحدت الشہود'' کا باقاعدہ نظریہ پیش کیا ہے اس کی تعلیم بھی درحقیقت مرشد ہی نے دی تھی کیونکہ خود ان کے ہاں یہ بحث کئی جگہ نظر آتی ہے۔ خصوصاً آپ کے مکتوب نمبر ۱۶ میں کافی وضاحت سے اس پر اظہارِ خیال فرمایا ہے:

مشربِ شیخ علاٗ الدولہ سمنانی وحدتِ وجود نیست آرے شہودِ ایشاں شہودِ اکمل است، فرق آنست کہ جماعتے از علماء اشیا را معدوم خارجے می دانند و ظہورِ ایشاں را در خارج چوں ظہورِ صور در مرأت می گویند و موجود جز یکے را نمی دانند و حضرت شیخ باوجود قوتِ شہود ارتفاع آں اشیاء را موجود خارجی می گویند.........

اور آگے چل کر مکتوب نمبر۶۲ میں کہ نمبر۶۱ سے بھی طویل تر ہے پوری طرح کھول کر مسئلے کو بیان کیا ہے۔ اور یہ وضاحت کی ہے کہ وہ منازلِ سلوک میں سالک کے منہ سے ''وحدت الوجود'' وغیرہ کے الفاظ نکل جاتے ہیں وہ دراصل عالمِ حیرت میں ایسا ہوتا ہے جو مختلف منازل میں سے صرف ''ایک'' درمیانی منزل ہے ''آخری'' منزل نہیں ہے...... اس کی توجیہ یوں فرماتے ہیں:

> غالب بریں سالک حیرت است نہ آنکہ صور عالم را وہم وخیال گوید۔

انہی الفاظ کو آگے چل کر مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے کہ:

> مقامِ وحدت الوجود سالک کو ابتدائے سلوک میں پیش آتا ہے۔۔۔
>
> اس کے بعد مقام وحدت الشہود منکشف ہوتا ہے جو شرع کے عین مطابق ہے۔

پابندیِ شریعت

تو گویا اصل چیز پابندئ شریعت ہے۔ جس کا مطلب سیدھے سادے الفاظ میں یہ ہے کہ احکام باری تعالیٰ کی تعمیل و پیروی کو مقصدِ زیست قرار دیا جائے کہ یہی راہِ راست، راہِ نجات اور صراطِ مستقیم ہے۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ کا یہی کارنامہ ہے کہ اسی ضابطۂ حیات پر کاربند رہنے کی تعلیم مسلمانوں کو دی۔ بلکہ یہ کہ اس کی یاددہانی کرائی کیونکہ بات نئی نہ تھی۔ صرف یہ کہ عام لوگوں کو بھول گئی تھی وُہ کسی اور راستے پر جا نکلے تھے انہیں اس راستے پر لانا مقصود تھا جو درحقیقت پیغمبر پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے دکھایا اور بتایا تھا...... اسی تجدید پیمانِ وفا کے باعث حضرت احمد سرہندی کو مجدد کہا گیا اور خود مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو نورِ حقیقت حضرت خواجہ باقی باللہ کی معرفت حاصل ہُوا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو ایک مکتوب میں خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

> ایں طبقہ درغایت غیرت ونازک اند، شما کتبِ محققین مطالعہ نکردہ اید، طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہیچ تفاوتے طریقۂ ایشاں است، اخفاوعدم امتیاز از خلق، شکستگی ومتواضع بودن وخود را در دائرۂ عوام انداختن، اکتفا بستن معتادہ نمودن وباسباب ظاہر توسّل نمودن طریقہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم است۔

پس حضرت خواجہ کے نزدیک اصل تصوّف وسلوک یہی ہے کہ اپنے ہر فعل کو اسی سانچے میں ڈھالا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر ہی مومن کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور پھر دُنیا کی کوئی مصیبت مصیبت نہیں رہتی اور کوئی فتنہ خوف وخطر کا موجب نہیں رہتا۔ فرماتے ہیں:

اربابِ رضا

> اربابِ رضا را بلائیت وربلا نمی ماند وکراہت درنظرِ ایشاں نیست ازاں جہت کہ فعلِ حق سبحانہ است۔

لیکن دیوانگی وجنون کی گنجائش یہاں بھی نہیں ہے کہ خود بقولِ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ:

> تکالیفِ شرعیہ مربوط بعقل است

تاہم عقل کا غلام ہو جانا بھی درست نہیں کہ اصل مقام بقول خواجہ یہی ہے کہ ع

> ازعلم گذشتیم و بمعلوم رسیدیم۔

اہلِ سنت وجماعت

یہ الفاظ خواجہ کی تحریروں میں کئی جگہ نظر آتے ہیں۔ یہی ان کا مسلک ہے اور اسی پر کاربند رہنے کی تعلیم اُنھوں نے ہر جگہ دی ہے۔ اسی کو باعثِ فخر جانا ہے اور اسی کو سب سے بڑی نعمت گردانا ہے۔ ایک جگہ خواجہ عبیداللہ احرار کا قول نقل کیا ہے کہ:

> اتباع حضرت رسالت علیہ من الصلوات اظہار واعتقادِ اہلِ سُنت وجماعت ونسبت باطنی خواجگان بہتر از نعیمِ عالم است۔

اسی طرح سورۂ فاتحہ کے معانی بیان کرتے ہوئے صراطِ مستقیم کی تشریح میں فرماتے ہیں:

> اجماعِ صادقاں ومحققان است کہ صراطِ مستقیم صراطِ اہلِ سُنت وجماعت است......

اور اہلِ سُنت سے ان کی مراد وہ لوگ ہیں جو سُنتِ رسول پر کاربند ہیں نہ کہ قبروں اور پیروں کی پرستش کرنے والے! خلافِ شرع تو کسی فعل کی یہاں سرے سے گنجائش ہی نہیں شریعت کے بارے میں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی کا یہ قول نقل کیا ہے......

> پیشِ من شراب خوردن بہ از حالے کہ مانع رکنے از ارکانِ شریعت باشد۔

مسلمانی

بعض جگہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے چند لفظوں میں مطلب بیان کیا ہے کہ بس کوزے میں دریا کو بند کر کے رکھ دیا ہے۔ اور وہ الفاظ یوں معلوم ہونے لگتے ہیں گویا جُملہ نہیں کوئی ضرب المثل ہے۔ مسلمانی کیا ہے؟ اس پہ کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، لکھی گئی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی، لیکن اس سے زیادہ ان میں کیا ہوگا جو خواجہ نے چند لفظوں میں کہہ دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔:

مُسلمانی گردن نہادن است احکامِ الٰہی را۔

توبہ

اسی طرح توبہ کے بارے میں قول جنید نقل کیا ہے کہ بیسیوں مقالوں پر بھاری ہے:

توبہ آں است کہ گناہ را فراموش کنی۔

رزقِ حلال

اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ لقمۂ حرام حلق سے نیچے نہ اُترنے پائے۔ اب اگر غور کیا جائے تو یہی کوشش انسان کو انسانِ کامل بنا سکتی ہے۔ جب حرام نہیں کھانا تو حرام کرنا کہاں باقی رہے گا...... سارا وجود ہی حرام کے تصور سے پاک ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں:

......آں نکند کہ ہر چہ از حلال وحرام یابند بخورند و ہیچ باک بدارند۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

سعی وکوشش نمائند کہ لقمۂ حرام ومشتبہ خوردہ نشود۔

رشتۂ اُمید

چُونکہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کا توکل توکل کامل ہے لہذا مایوسی و نا اُمیدی کا ان کے ہاں گزر تک نہیں ہے اور ہمیشہ پُر امید رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ نواب مرتضےٰ خاں کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

......الغرض رشتۂ امید را ہیچ وقتے از دست نمی باید داد

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

کدخدائی

اسلام میں رہبانیت یا تجرّد کی تو گنجائش ہی نہیں۔ لیکن ہر چیز کے دو پہلو ہوتے ہیں کدخدائی جہاں ضروری ہے وہاں اس کے کچھ تاریک پہلو بھی ہیں۔ اس سے بہرحال یہ مُراد نہیں کہ اگر کچھ ایسے پہلو بھی ہیں تو اسے ترک ہی کر دیا جائے۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضمن میں عام اذہان کی آگاہی کے لئے اس کے ضرر بھی گنوائے ہیں لیکن ساتھ ہی ان کا تدارک بھی بیان فرمادیا ہے، یعنی یہ تعلیم نہیں دی کہ شادی کی ہی نہ جائے۔ (آپ کی خود دو بیویاں تھیں) بلکہ مریدوں کی اس ذہنی اُلجھن کو دُور کر دیا ہے کہ متاہل زندگی کی ممکنہ خرابیوں سے کیسے نجات حاصل کی جائے۔

فرماتے ہیں:

کدخدائی سہ ضرر دارد...... ضرر اوّل بنفس عائد شود چہ نفس را باعثِ شہوات پیدا اند...... علاجش آنکہ در شہوات کامرانی نگر دد وعنانِ اختیار کشیدہ تر دارد۔ ضرر ثانی بدل راجع گردد و آں برطرف شدنِ یقین است علاجش آنکہ غم روزی نباید خورد کہ رزاق علی الاطلاق ضامن عباد شدہ است۔"

لیکن اس علاج کیساتھ ہی یہ تشریح بھی فرمادی کہ توکّل کہتے کسے ہیں، یعنی ایسا نہ ہو کہ "غم روزی نباید خورد" سے لوگ یوں مطمئن ہو جائیں کہ ہاتھ پاؤں توڑ کر ہی بیٹھ جانے کو توکّل خیال کرنے لگیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"توکّل نہ آنست کہ ترک اسباب کنند، بنشینند، چہ ایں سوءادبی است بلکہ اقامت بسبب مشروع مثل کتابت وغیرہ باید کرد ونظر بر مسبّب می باید انداخت" کیا عمدہ شرح ہے مولانا روم کے اس شعر کی۔

گر توکل می کنی درکار کن
کشت کن پس تکیہ بر جبّار کن

اس کے بعد لکھتے ہیں:

ضرر ثالث بر رُوح راہ یابد
وعلاجش آنکہ میل مفرط بصور

جمیلہ پیدا نکند چہ کسیکہ دریں نشاء بعشقِ صورت مبتلا ماند تا ابد در حجابِ عظیم است۔“

اور پھر جامی کا یہ شعر کہ حسبِ حال ہے نقل کیا ہے۔

آہنگِ جمالِ جاودانی دارم
حسنے کہ نہ جاوداں از و بیزارم

خوارق

اگرچہ عقیدتمندوں نے بہت سی کرامات خواجہ سے منسوب کی ہیں لیکن آپ خود اس کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے مقصود تو آدمی کو انسان بنانا ہے نہ کہ کچھ اور؟ خواجہ کی یہی شان ہے کہ وہ آدمی ہوتے ہُوے سُنتِ رسول واحکامِ الٰہی کے اتنے پابند تھے کہ عمر بھر اسی راہ پر گامزن رہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کرامت ہوسکتی ہے؟ ایسے ہی ایک جگہ مذکور ہے کہ ایک نانبائی نے روٹی کے دام لینے کے بجائے یہ خواہش ظاہر کی کہ ”مجھے باقی باللہ بنا دیں“ چُنانچہ آپ اسے حُجرے میں لے گئے اور باہر لائے تو وہ نانبائی ہوبہُو خواجہ ہی معلوم ہو رہا تھا لیکن ”بے پناہ روحانی تصرّف سے زندہ نہ رہ سکا۔ واللہ علم بالصواب۔ لیکن ”ستر احوال“ میں اس کا شمار کیونکر ہوگا؟

ہمیں تو اس سلسلے میں سر سیّد احمد خاں کا وہ جُملہ البتہ مبنی برصداقت ہوتا ہے جو آثار الصنادید میں اُنھوں نے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ

”ایسی فیض و برکت آپ کے مزار سے ہے کہ جس کا کُچھ بیان نہیں۔ باوصف تابش آفتاب کے آپ کا مزار ہمیشہ سرد رہتا ہے۔

سفرِ یمن وخراساں

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بعض خاص مقامات کے سفر سے منع بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں اُنھوں نے جو وجوہ پیش کی ہیں۔ اس سے ان کی قوّتِ مشاہدہ اور تجزیاتی شعور کے علاوہ اس وقت کے معاشرتی نقائص و رسومِ خام کا پتا بھی چلتا ہے اور انسانی فطرت ونفسیات سے آگاہی کی دلچسپ حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک روایت کے مطابق یُوں ہے......

واز دو سفر منع می کروند، از سفرِ خراسان چہ اوقاف آنجا اکثر بے احتیاط

> بودہ لاجرم بمریدان ضرری کرد واز مقصود باز میداشت، واز سفر یمن
> چہ آنجا حسن بسیار است، تا ناگاہ گرفتارِ حسن نشوند واز راہ باز نمانند۔

سماع

ایک مرتبہ دیدنِ حُسن وسماعِ نغمہ کے بارے میں جب سعدی کے اس مصرعے پر خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے معلوم کی گئی ع کہ ایں حظِ نفس است وآں قوّتِ روح‘‘، تو فرمایا ’’ہر دو از یک عالم است‘‘ اس کی تشریح (لکھنے والے نے) کیا خوب کی ہے:

> یعنی گرفتارِ نفس را از ہر دو حظ نفس حاصل است و رہائی یافتہ از قیدِ نفس را از ہر دو قوت رُوح۔

اِن اشاروں کے علاوہ آپ نے تفصیل سے بھی اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور مسلکِ نقشبندیہ کے مطابق اسے ’’نامناسب طریق‘‘ قرار دیا ہے۔ مکتوب نمبر ۶۱ میں طویل بحث اسی ضمن میں کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں:

> سماع مقبول سماعِ رُوحانی است کہ سماعِ معانی باشد، اما سماعِ طبیعی کہ سماع نغمہ است محل اختلاف است، عامۂ علماً حرامش می دانند، وجمع مشائخ درمقام علاج تجویزش کردہ اندنہ آنکہ اُور از قربات دانند والٰہی گویند...... لیکن مبتدی را اہل آں نمی دانند چہ ہنوز اربابِ قلوب واہلِ محبت نشدہ طبیعتش ہمہ نغمہ می انداز دواز معانی کلمات وذوقِ آں بے بہرہ می ماند۔
>
> ۔۔۔ وجمعے دیگر ہر چند کہ مباحش می دانند اولی ترکش رامی گویند۔‘‘

پھر اس سلسلے میں کچھ اقوال پیش کیے ہیں:

قول خواجہ بہاء الحق ...... ’’نہ ایں کارمی کنم ونہ انکارمی کنم‘‘۔

ابویزید بسطامی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ’’مکروہ می داشت استماع نغمہ را‘‘

اِسی طرح بیشتر اولیاء واقطاب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ’’ایشاں قائل سماعِ نغمہ نیستند وسماع مقید بنغمہ رادین خالص نمی گویند وترک اونمودہ اند۔‘‘

اور آخر میں فرماتے ہیں:

حاصل آنکہ سماعِ نغمہ قطعاً مناسب طریق مانیست۔

یہاں خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف اپنا فیصلہ دے دیا ہے اور کسی تاویل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ سماعِ روحانی، سماعِ معانی اور معانیٔ کلمات سے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی جو مراد ہے وُہ بالکل واضح ہے یعنی بعض اشعار یا اقوام کے الفاظ ہی نغمے کا کام کر جاتے ہیں اور منزل میں رسائی تک مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

ایک جگہ یہ شعر نقل کیا ہے۔

ہماں شکستہ دل و دردمند و مسکینیم
ہماں جفاکش و سردر کمند دیرینیم

اور لکھا ہے:

ایں بیت مجملاً مارا از اظہارِ فخر و مباہات خاطر فارغ ساخت۔

پسندیدہ اشعار

کِس طرح سے اس شعر کا ہر ہر لفظ رگ و پے میں سرایت کر گیا ہوگا جو آپ نے مندرجہ بالا الفاظ میں اس کا ردِعمل تحریر فرمایا ہے، شاید یہی ہے سماعِ روحانی و سماعِ معانی، کہ اس قسم کی ‘‘فراغتِ خاطر’’ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو بعض اور اشعار سے بھی حاصل ہُوئی ہے کیونکہ ان کی نثر میں ان کے پسندیدہ اشعار جا بجا نظر آتے ہیں اُور موقع و محل پر یُوں صادق آتے ہیں کہ خُود پڑھنے والا بھی جُھوم اُٹھتا ہے۔ شیخ تاج کو ایک مکتوب میں ‘‘سلام مشتاقانہ’’ کے بعد لکھتے ہیں۔

صد ملکِ دل بہ نیم نگاہ می تواں خرید
خُوباں دریں معاملہ تقصیر می کنند

ایک جگہ اپنی پسندیدہ رباعی تحریر کی ہے۔

عِشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست
تا کرد مرا تہی و پُر کرد ز دوست

اجزاء وجودِ من ہمہ دوست گرفت
نامی است زمن برمن و باقی ہمہ است

عمدہ وشستہ مذاقِ شعری کی ایک مثال یہ شعر بھی ہے جو خواجہ کے ہاں درج ہے ۔

درعشقِ تو معروفم از وصلِ تو محروم
گرگِ وہن آلودہ یوسف ندریدہ

طرزِ خاص

نثر میں جہاں بھی خواجہ رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے عمدہ شعر استعمال کرتے ہیں وہاں ان کا عام طرزِ تحریر بھی بدل سا جاتا ہے...... بعض جگہ تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابوالکلام آزاد نے اپنا مخصوص انداز بیان یہیں سے لیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مکتوب کے یہ جُملے مُلاحظہ ہوں:

مِن بے سعادت بے دولت عمر ضائع کردہ را شرم می آید کہ نامِ عزیز ان خُود برم

حاصل آنکہ دل بایا روتن درکاری باید بود، تصّوف یکسونگریستن ویکساں زیستن است......

اسی مکتوب میں ایک جگہ یہ شعر بھی کام میں لائے ہیں ۔

مِن از تو ہیچ مرادے دگر نمی خواہم
ہمیں قدر بکنی کز خودم جدا نکنی

آپ کا ایک اور پسندیدہ شعر ملاحظہ ہو ۔

ما گرفتاریم وبر ما ناوکِ بیداد ریز
سنبل و گل برکنارِ مردمِ آزاد ریز

مآخذ

۱......حیاتِ مجدد۔ ۔ پروفیسر محمد فرمان ایم۔اے (مجلس ترقی ادب لاہور)

۲......تصوف، مولانا عبدالماجد دریابادی

۳......رودِ کوثر، شیخ اکرام (مطبوعہ بمبئی)

۴......مجدد اعظم، مرتبہ و مولفہ محمد حلیم (۱۹۵۸ء)

۵......تذکرہ اولیائے نقشبند، مولفہ محمد امین شرقپوری۔ (۱۳۷۱ھ)

۶......تذکرہ اولیائے کرام، اوبستان ۱۹۵۵ء

۷......آثار الصنادید، سر سیّد احمد خان۔ لکھنؤ جون ۱۸۷۶ء

(ماخوذ مقدمہ :کلیات باقی باللہ مرتبہ جناب زید ابوالحسن فاروقی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

مکتوبات شریف حضرت خواجہ باقی باللہ

بنام حضرت مجدد الف ثانی

☆☆

۸- بہ شیخ احمد سرہندیؒ۔ در مکتوب سیوم مرقوم بود کہ توجہ بجہت دفع بعضے از امراض و شدائد آیا مشروط است بسبق علم بمرضی بودن او یا نہ۔

مخفی نماند کہ توجہ فعلے است از افعال اختیاریہ و فعل اختیاری یا مرضی است یا نامرضی یا مباح بر توجہی۔ کہ متوجہ الیہ اش از امور نامرضیہ است۔ بے شک آں توجہ نامرضی است و ہر توجہے کہ متوجہ الیہ اش از امور مباحہ است۔ آں توجہ از مباحات است لیکن بنسبت بعرفا سوء ادب است بہ حق سبحانہٗ را تابع خود ساختن است و از امر فاتخذہ وکیلا۔ برآمدن و لہذا جمع از عرفا ترک تصرف نمودہ اند و خود را در مقام عجز فرو گزاشتہ کابی المسعود الشبلی۔

ایں طریقہ گاہے بہ نیابت نبی یا رسولے بجہت اثبات معجزۂ آں نبی یا رسول تصرف می نمایند و مثل ہماں معجزہ را بظہور می آرند۔ و ہرگاہ معرفت علو یافت عاجز محض می شوند۔ اسم ترک از ایشاں بر می رفتد و اگر تصرفے از ایشاں بظہور می رسد امراً و جبراً است۔ چنانچہ از اطوار حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ مفہوم می شود چہ باطن مبارک ایشاں کہ از مظہر خاص ارادۂ الٰہیہ بود و بہ تحقیق است متوجہ امرے می شد و بقوت قاہرہ رفع آں می کرد و خود نیز نمی فرمودند کہ واسطہ بر آں دفع ستے کہ دل من در پیش یکے راست ایستادہ و سخناں دیگر ہم ازیں صریح تر است۔ چنانچہ اہل تتبع کلمات ایشاں را ظاہر است و شیخ بزرگ در کتاب فصوص خود را در رتبہ

ثانیہ میگوئند و مقام ابو المسعود را فی الجملہ نقصے می نہد۔ بر سر سخن رویم و ہر توجہی کہ متوجہ الیہ اش از امور مرضیہ است سَوَاءٌ اَظْهَرَتْ مَرْضه فی الشریعة اَوْفِی اُلْکَشْف الصریح الصحیح فالتوجه الذی نحن فی بیانه وهو جمع الهَمّ الذی یعبر بالهمة امر آخر یحتاج بعلم اخر انّه مرضی ام لا از سخناں حضرت ایشاں چناں معلوم می شود کہ مرضی است وہم چنیں تصرف یا ترک التصرف بجہت اثبات معجزہ فی الجملہ تائید ایں می کنید۔ قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم اِذا امرتکم بامر فافعلوا منه ما استطعتم۔ اگر گفتہ شود کہ انبیا صلوات الرّحمٰن علیہم باوجود ہذہ الاستطاعت و امر جہاد و اعلائے کلمۃ الحق چوں در مقامِ تصرّف نمی آمدند گوییم وما علی الرّسول الّا البلاغ عذر آں می خواہد ایشاں مامور بودند بہ نفس جہاد و اعلائے کلمۃ الحق از طریقہ مشروعہ نہ بطریقِ تصرّف۔ ایشاں از اہلِ عجز اندنہ از اہلِ تصرّف نمے بینی کہ لوط علیہ السّلام طلبِ ہمّت کردہ در آنجا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ می گوید لو ان لی بکم قوة۔ کما قال صاحب الفصوص رضی اللّٰہ عنہ۔ ہرگاہ امر الٰہی می شود بجہت امر قوّت وہمّت ظہور می کند۔ در آں وقت معنی فافعلوا منه ما استطعتم جاری می شود پس اہلِ ہمّت را بحکمِ اتباع انبیاء صرف ہمت در مرضیات مرضی است و ترکِ آں نامرضی۔ باز بر سرِ سخن رویم وہر توجہے کہ متوجہ الیہ اش از امورِ مشتبہ است یعنی معلوم نیست کہ مرضی است یا نامرضی است۔ چنانچہ سوالِ شما در مثل آں مادہ است آنجا بہمت و توجہ دلیری نباید کرد بل دعا باید کرد۔ آں ہم باسم ذات مثل یا اللّٰہ یا رحمٰن یا رحیم اگر مرضی است مستجاب خواہد شد والا رفع درجہ یا کفارت سیہ خواہد شد۔ عالم بخواص اسمار امناسب نیست کہ در ایں چنیں مادہ دعوت باسم بکند۔ امّا سوال آنکہ بعد از تحقق حضور مر طالباں را از ذکر باز داشتن و امر بہ نگہداشت حضور کردن لازم است یا نہ مخفی نخواہد بود کہ جمع حضور با ذکر احکم و اوثق است ذکر از جمعے کہ بسببِ فتور حضور ایشاں شود ممنوع است وہم چنیں در وقتِ کسالت و سآمتِ نفس ممنوع است حضور ذکر روح است و تصحیح حروف ذکر کہ درجہ اخفا است علے القول الاصح فی المنفرد عند ائمة الحنفیه نصیب خیال و نفس و زبان است چہ زبان نیز در وقت نگہداشت بے حرکتے نیست۔ کما ظهر علی اهل الشعور وحقیقت ذکر آن است کہ آدمی بجمیع اجزائش ذاکر باشد تا اسمِ ذکر براں حقیقت جامعہ تواں نہاد۔ و در حدیث الا انبئکم بخیر اعمالکم

(الحدیث) اشارت بایں ذکر است کما فی کتاب الفصوص اما سوال آنکہ در فقرات خواجۂ ما مذکور است کہ اہلِ صحبت را آخر بذکر امر می کنند کہ بعضے مقاصد ہست کہ بے آں میسّر نیست۔ آں مقاصد چیست و بچہ وقت امر بذکر می باید کرد۔ مخفی نماند کہ وقت امر بذکر وقت ظہور حضور است و وقت ظہور حضور وقت بہ تکلّف آمدن رابطہ است و نتیجۂ ذکر فنائے حقیقی و ظہور اذکار۔ و آنچہ بعد ایں است از حقائق و معارف و مراد از ذکر لا الہ الا اللہ کما ہو الظاہر من طریقہم تواند بود کہ در اثنائے رابطہ یا توجہ ذکرے از اذکار بطریق انعکاس از باطن مرشد بباطن سالک بتابد خواہ ذکر قلبی و خواہ ذکر روحی۔

وهو المعارف وهو عين النتيجة كما شاهدتم خير مرة و اگر صحبت و رابطہ منتہی بایں قسم چیزے شود۔ باز نفی و اثبات در کار است رفیع الدرجات۔ گاہ باشد کہ کشف نیز منجر بایں سیر شود از جہت ظہور مرتبہ فوق اذا اراد اللہ شیئًا ہیّأ لہ اسبابہ بالجملہ طلب می باید من قرع باب الکریم و لج و لج۔ مقرر است کہ ہمت را اثرہا ست و آنچہ در فقرات است کہ بے ذکر نمی شود تواند کہ سیر محبی باشد چہ سیر محبوباں دیگر است ؎

عشقِ محبوباں نہاں است و ستیر　　عشقِ عاشق با دو صد طبل و نفیر
لیک عشقِ عاشقاں تن زہ کند　　عشقِ معشوقاں خوش و فربہ کند

اگرچہ با حقیقت ذکر کہ اعراض و اقبال است دراں سیر ہم درج کردیم لیکن ذکر خفی پوشیدہ است کہ ملک را نیز براں اِطلاع نیست۔ ان ذكرني في نفسه ذكرته في نفسه وهو الحافظ لهذا الذكر وهو الذي يرقبه بلا واسطة وسبب بالتجلّي في الخلوة التي ليس فيها الّا هو وان ذكرني في ملاء الملائكة او غيرهم من الانس ذكرته في ملاء خير منه.

فان في هذه الملاء نفسه داخل و في ملاء الحساب تفنى النفوس بظهور الكبرياء عدم خيرية الملاء بالنسبة الى ملاء آخر الا بيّنا في خيرية بعض اجزاء الملاء النازل بالنسبة الى اجزاء الخير۔ برسرِ سخن رویم ترقی در ذکر نفسی است و بس علیٰ ما بیّنا۔ و ہر ذکر ملائے کہ خالی از ذکر نفسی است درجہ بیش ندارد۔

؎ صاحب دردے و سوختہ جاں می باید
آتش زدۂ بخانماں مے باید

اما سوال آنکہ بعض از طالبان اظہارِ طلب طریقہ می کنند لیکن در لقمہ احتیاط نمی کنند الی آخرہ۔ مخفی نماند کہ پیش ازیں در خاطر فقیر ایں معنی خطور می کرد کہ دریں باب وسعتے کردہ شود۔ اکنوں نیک افتاد وہر کہ می تواند رعایت احتیاط کرد تقصیر نکند ونسبت باو شما نیز مبالغہ نمائید مبادا کہ از اہمال ومساہل دیگراں مساہل در ہمہ راہ یابد البتہ دریں باب مساہل نکنید کہ رعایت طریق جذبہ بے ایں روش تمام نمی شود وجمعے کہ رعایت نمی توانند کرد در باب ایشاں مسامحہ بکنید لیکن در حدودِ شرعیہ باشند آں نکنند کہ ہرچہ از حلال وحرام یابند بخورند وہیچ باک ندارند نعوذ باللہ منہا۔ اگر کسے ہم چنیں باشد ملاحظہ معنی اللہ حاضر می فرمائید تا بآمد وشد وملازمت شما خجل شود۔ وازاں معنی باز ایستد در اثنائے آمد وشد ودر مذمت لقمۂ حرام وبے خاصیتے آں سخن کنید واگر ایں چنیں بے باک است لیکن مستعد تیز رو است می تواں با وجود آں خرابی طریقہ گفت امید کہ خود متنبہ شود۔ واگر نشود بعد ازاں کہ او را یقینی بایں طریق پیدا شدہ وفی الجملہ نسبتے بدست آورد سلب نسبتش کنید تا شامتِ لقمہ را بدریابد الغرض تا توانید مظہر رحمت باشید وفائدہ بخلقِ خدا برسانید اگر جمعے میخواہند کہ مجرد استناد بایں طریق پیدا کنند مصافحہ ومعاہدہ کنید۔ او عہد کند بر متابعتِ شریعت وحفظِ عقیدت از کدورت ہوا وبدعت وشما عہد کنید بر ثواب ونجاتِ آخرت۔ فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسہ ومن اوفی بما عاھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرًا عظیما۔ اگر شجرہ طلب کنند نامہائے مشائخ را تا حضرت مولانا نوشتہ بدہید تا یاد گیرند ما را از خرابی خود شرم می آید کہ نام ما در سلک خواجہا درآید گاہے برائے توفیق ما فاتحہ خوانید ایں جماعہ کہ مصافحہ خواہند کرد اگر توانند دوازدہ رکعت تہجد وچہار رکعت بدو سلام اشراق ودوازدہ رکعت چاشت وچہار رکعت سنتِ عصر وبعد از سنت مغرب چہار رکعت نفل بدو سلام بکنند ودو رکعت تحیۃ مسجد ہرگاہ کہ در مسجد درآئند وبنشینند مگر آنکہ بعد از طلوعِ آفتاب وبعد عصر درآئند ودو رکعت شکر وضو ہرگاہ وضو کنند الا ہماں دو وقت۔ ودوام وضو رعایت کنند ازیں جملہ آں قدر کہ توانند بکنند واگر ہمہ را کنند بہتر وکامل تر واگر حق سبحانہ توفیق زیادہ بدہد ہمیں نمازہا را خصوصاً نمازِ شب را بہ تطویل قرائت دراز بکنند۔ اگر سورۃ طویلہ یاد نداشتہ باشند سورۂ اخلاص را چنداں کہ توانند تکرار کنند۔ اگر فراغ وخفت باشد ایستادہ والا نشستہ نماز را بملالت وکسل جمع نکنند ودو رکعت آخر اشراق را بہ نیت استخارہ جمع بکنند ودعائے استخارہ تا اٰتھوان

کنت نعلم بخوانند و بجائے آخر دعا اللهم انی لا املك لنفسی ضرا ولا نفعا ولا موتا و لا حیوة ولا نشورا ولا استطیع ان اخذ الا ما اعطیتنی ولا ان اتقی الا ما وقیتنی اللهم وفقنی لما تحب وترضیٰ من القول والعمل فی یُسر وعافیة اللهم خر لی واختر لی ولا تکلنی إلیٰ إختیاری طرفة عین ولا اقل من ذلك اللهم اجعل الخیرة فی کل قول وعمل اریده فی هذا الیوم واللیة الی تلك الوقت بخوانند وعید ماثوره صحیحه که بعد از فرائض در کتب صحاح مقرر شده آنچه توانند وهر دعائیکه در وقت کتب صحاح مقرر شد بخوانند واز نوافل صیام آنچه پیش علما مستحب است از صوم دوشنبه و پنجشنبه و جمعه ولیکن جمعه را تنهانه واز صوم ایام بیض واز صوم سه روز از اوّل هر ماہے الاشوال آں قدر که توانند بر آرند والسلام والاکرام

حدیث فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منه را بعض از علماء دلیل جواز جهر و دلیل خیریت ملائکه بر آدمی داشته اند کما هو الظاهر لیکن اگر مراد از ذکر نماز باشد واز ذکر ملائے قرآت جهر باشد کما اشار الشیخ رحمه الله عنه فی صلوٰة الاستسقاء فی الفتوحات المکیه لایلزم شئ منهما اما الاول فظاهر واما الثانی فان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن ماموماً اصلا لیکن مذهب شیخ فضل ملاء اعلیٰ است بر خواص بشر وهو راجع الیٰ فضل ولایة الخاصة ای الوقت الذی لا یسع فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل الی الولایة مع النبوة مع ان الفضل الجامعیة مسلم فالولی المستهلك فی زمرة المهمین من الملاء الاعلیٰ والبشر اسم الجامع المتزان المراد من الخواص الرسل وعامة العلماء یفضلون خواص البشر علی الخواص من الملك. وهم رسلهم هذا متفق علیه بین الشیخ والجمهور فانهم مقامے نوشته بودند که رسیدم ومخصوص بحضرت ختم الخلافة یافتم مارا دراں دو شبه است یکے آنکه دراوّل خود را نامناسب می یافتند بعد ازاں بتدریج می رفتند ومتصل شدند درایں میاں ترقی در کدام جهت شد که سبب وصول شد اگر جهت جذبه رامی گویند ظن این است که جهت پیش ازیں مقام تمام شده بود صفا وغلبه مشهود سبب رسیدن آں مقام نیست. چنانچه خود اشارت کرده اند

کہ آں مقام مجذوب سلوک تمام کردہ است و اگر جہت سلوک رامی گوئند می بائست دریافت کہ چہ صفت بدست آمد کہ آں مقام پیدا شد۔ شبہ دیگر آنکہ چوں تواند کہ آں مقام دیگرے را نباشد اقطابِ وقت را کہ در ہر وقت سند زمان اند در جہت جذبہ یا سلوک چوں نقص باشد بارے رجال آں مقام را اہل قوام او را و فرود او را و نامناسباں او را بہ تمام بنویسند شاید امرے مشخص شود۔ می دانم کہ مارا مناسب نیست باں مقام بارے بہ نویسند کہ عدم مناسبت چہ نوع است دیگر مکرّر توجہ نمائند بہ بینند کہ ترک مشغول ساختن مردم نسبت بما مرضی است یا نہ؟

ایضاً ایں جماعت کہ مصاحب مائند ایشاں را نیز در صحبتِ دیگراں فرستیم و خود مجرد باشیم مرضی ہست یا نہ اندیشہ بادشاہ را در خاطر نیارند۔ غرض دیگر داریم البتّہ مکرّر در اوقات نیک توجہ نمائند بدست معتمدے نوشتہ فرستند۔ اگر شیخ نور بہ نقطۂ فوق رسیدہ باشد۔ شیخ نور بیاد دیگر اسرار محفوظ دارند چنانچہ خصوصیّت آں مقام را نسبت بحضرت ختم الخلافت اظہار نکنند مردم در غلط می افتند سبب فساد عقیدہ می شود والسّلام

ایں رقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۵۔ کتابت کہ ارسال داشتہ بودند رسید و آنچہ از کشوف مذکور بود طریق آں بغایت مرضی و صحیح و مستقیم و مستحسن است۔ چوں ایں طریقہ شما بر نہجے واقع شدہ کہ بے قول و زباں چیزہا مکشوف می شود چہ حاجت است کہ بیاں ہمہ وجوہ نمودہ شود۔ انشاء اللہ تعالیٰ بعد از ملاقات آنچہ باید گفت بحضور گفتہ خواہد شد۔ ہرگاہ اِستخارہ کنند و ظاہر شود کہ البتہ باید آمد بیائند والا فلا۔ الحمد للہ علی الاحسان۔ دیگر ضعفِ ما بغائت قوی است و لہذا جواب مکتوب اوّل نوشتہ نہ شد۔ یاراں ایں جائے یک نوع بیکار طور می باشند صحبتے نیست کہ واسطہ سرگرمی شود۔

ایں رُقعہ بجناب میاں شیخ احمد سرہندی نوشتند۔

۱۶۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ ابواب کرم یوماً فیوماً مفتوح باد کتابتے کہ مشتمل بر وقائع و احوال بود رسید فرصت مطالعہ و تحقیق نہ شد انشاء اللہ العزیز بعد از تحقیق چیزے نوشتہ خواہد شد۔ آنچہ

درنظر اجمالے درآمدہ خود نیک است تعبیر جامہ پارہ وشخص وپوست اگر بعین ثابتہ وتعین درمرتبہ وجوب باشد بسیار نیک است مرتبہ وجوب ہماں وجہ خاص است تعین حادث اذ انعکاس عین ثابتہ بظاہر وجود برزخی است بین الوجود والعدم وھما الظاھر والباطن کالنبة بین الطرفین فالممکن ھو التعین الخارج الذی ھو من المعقولات الثانویة والمعقول الثانوی ایضا برزخ بین الوجود والعدم فان لہ من وجہ تعلقاً بالوجود ومن وجہ تعلقاً بالعدم۔

اما آنچہ خود نوشتہ کہ آں جامہ پارہ را عین ثابتہ خود تعبیر کردہ وآں پوست راکہ آخر خود را ہماں یافتہ اید وآں جامہ را از خود بیگانہ اشارت برزخیہ داشتہ اید۔ خالی از تکلّفے نیست آرے شما خود برزخ مذکور کہ غیر آں است کہ ما نوشتہ ایم شدہ اید واتصال بآن یافتہ لیکن بیگانگی آں جامۂ پارہ ازاں جملہ بعید است۔ بارے بہر حال نیک است وآنچہ در رسالہ سلسلة الاحرار در برزخ بین الوجود والعدم نوشتہ ایم غیر اینہا است إن شاء اللہ العزیز بتفصیل کتابت اوّل و آخر را جوابے خواہم نوشت۔ سفر در وطن رارعائت بسیار بکنید کہ تحصیل مقامات سلوک پُر ضروری است۔ مولانا عبدالہادی را دریں چند روز بجانب خانہ اش بفرستید تا والدۂ خود را بہ بینید کہ می گویند بسیار دیگر است بعد از تسلّی والدۂ خود باز پیش برود محمد صادق باہمہ دوستاں بدعا مخصوص اند

ایضا بجناب شیخ احمد سرہندی بقلم مشکین رقم صادر شد۔

۱۷۔ ابقاکم اللہ تعالیٰ۔ خدمت میاں صدر جہاں استدعائے تعلیم ذکر و مراقبہ کردند تعلیم ذکر کردہ شد۔ چوں مراقبہ خاصہ ایں طبقہ از مقولہ درس وبیاں نیست وایشاں ارادہ ہماں داشتند مصلحت چناں دید کہ در خدمت شما تصحیح آں نمائند حصول آں بے ظہور تصرّف متعذر است انشاء اللہ تعالیٰ وجہ اتم ظاہر شود۔ دریں اوقات ضعف کاتب قوی است فرصت صحبت و سر و برگ توجہ نماندہ شما نیز بعد از استخارہ بیائید چنانچہ پیش ازیں مرقوم بود کہ اگر البتّہ باید آمد بیائید والا فلا۔ شاہ حسین نیز ہماں نوع کند والدعا

۱۸- بہ شیخ احمد سرہندی - میاں شیخ محمد در خدمت شما خواہند بود ملتفت باشند و بر آنچہ لائق بحال ایشاں است امر نمائید جناب حاجی عبد العزیز دعا گفتند بعز اجابت مقروں باد محمد صادق و محمد سعید و سائر اعزہ دعا قبول نمائید۔ والدعا

در جواب مخدومی ملاذی استادی میاں شیخ احمد سلمہ اللہ کہ متضمن احوال میاں محمد صادق و میاں مسعود ہم بود صادر شدہ و چناں بخاطر است کہ اوّل کتابتے کہ حضرت ارشاد پناہی باستادی مشارٌ الیہ نوشتہ اند این است و محمد صادق مذکور کہ ولد استادی مشارٌ الیہ است از طفولیّت بعض آثار و احوال عظیم او ظاہر است و در زماں نوشتن ایں عنایت نامہ بغایت خرد سال بود بنا بر حکمتے و مصلحتے ابتدار و کتابت بنام ایں ولد شریف ایشاں نوشتہ شد۔

۴۱- بہ محمد صادق و شیخ احمد سرہندی۔ قرۃ العین محمد صادق برخوردار ظاہر و باطن گردد احوالِ او چنانچہ ظاہر است مستوجب حمد است بر ہماں حضور خود باشد از غیبت و استغراق اندیشہ نیست ان شاء اللہ العزیز از سکر بصحو آید و فنا در شعور اندراج یابد مولینا محمد مسعود از کشف فتور اعتبارے نگیرد کشوفِ صوریہ محلِ خطا و لغزش است سعی کند کہ حضور مع اللہ ظہور یابد و دوام پذیرد۔

ہر چند کہ عالم صاف شدہ باشد و معنی نورانیت نیز از نظر بصیرت اسقاط یافتہ در کار و سعی باشد کہ جذبہ خواجہا و حضورِ ایشاں دیگر است۔ دراں موطن از ماسوی نام و نشانی نیست و گاہے بالکلیہ و اکثر بالاصالۃ توہمی است۔ از شش جہت معرا گاہے جہت فوق بجہت خصوصیتے کہ عرشِ مجید را است در وہم می آید و گاہے ہمہ جہات را فرو می گیرد و معنی واللہ من ورائہم محیط بظہور می رسد۔

اگر صور معنویہ و اشکالِ صوریہ محو نشدہ اند و ہمچوں خیال و سراب بے اعتبار افتادہ و در ہمیں وقت نزد دریافت خیالیہ صور ھو الاوّل والآخر نیز درمیاں می آید و اگر در وقتِ فرو گرفتن آں توجہ ہمہ جہات را یا اکثر را صور و اشکال بالکلیہ محو شود و صفائے اتم بظہور رسد و معنی لیس فی الدیار غیرہ دیار در جلوہ آید بہوش باید بود کہ کسوت معنویہ درمیان است ز اقل صفت حیوۃ و ہستی اکنوں یک دقیقہ دیگر بشناسند کہ در وقتِ ظہور واللہ من ورائہم محیط نیز می تواند بود کہ ہم چنیں کسوتے درمیان باشد بارے حقیقت مقصود در دریافت و ادراک نمی آید آنجا عشق و

محبت است و تصفیہ سر از ماسوی و آں تحقیقات کہ در رسالہ سلسلۃ الاحرار نوشتہ شد۔ بغائت غامض است درین مبحث آں را بگزارند و مدار بر ادراک متعارف بہ نہند حضرت خواجہ نقشبند رح

خواجۂ پاک نقش و پاک نفس

قدس اللہ سرہ الاقدس

می فرمودہ اند کہ ہر چہ دیدہ شد و دانستہ شد آں ہمہ غیر است بکلمۂ لا آنرا نفی باید کرد میاں شیخ احمد نیز حال خود را درین صحیفہ مطالعہ نمائند و بدانند کہ تا استغراق و استہلاک در حضور ذاتی و وحدت صرف بطیے رہمی رسد۔ اصل این سلسلہ اسم فنا براں نمی نہند و آنکہ نا بودیم کہ یک درجہ دیگر درمیان است این است حقیقت ایں سخناں مشافہہ معلوم می شود با وجود برائے خاطر شما ز شیم والسلام والاکرام

۶۰۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ برادرِ عزیز میاں شیخ احمد و محمد صادق دعائے مخلصانہ قبول نمائند کتابتے کہ مشتمل بر شرحِ احوال مشارٌ الیہما بود رسید۔ الحمد للہ والمنۃ کہ دوستاں را با خود می دارد در خاطر بود کہ جواب ہر مقدمہ را علیحدہ بتفصیل بنویسم غایۃ الامر تا مشافہہ مذکور نشود شفائے تمام حاصل نمی شود بناءً علیہ ترک نمودیم بارے مجمل آنکہ حال محمد صادق بغائت اصیل است و حال شیخ احمد کہ گاہے توحید است و عبارت غائت شاہد است از علم لبین آمد و از گوش بآغوش دراں مقام نوشتہ محلِ تفتیش است کہ یا رب مطالعہ احدیّت در کثرت یا توحید صوری اگر اوّل است مبارک است و کمال و اگر دوم است بر تقدیرے اصیل است و بر تقدیرے معلول اکنوں محل تفصیل تقادیر نیست اگر سوم است خود البتہ معلول است لیکن ظاہر عبارت مشارٌ الیہ ناظر در دوم است انشاء اللہ تعالےٰ کہ از قسم اصیل باشد دیگر آں رباعی[1] ملحدانہ کہ نوشتہ بودند در غائت سفاہت است حاشا کہ قائل

---

[1] رباعی ملحدانہ این است
اے دریغا کیں شریعت ملتِ اعمائی است   ملتِ ما کافری و ملتِ ترسائی است
کفر و ایماں ہر دو زلف و روئے آں زیبائی است   کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

آں مقبولے باشد زنہار ادب نگہدارید کہ کارخانۂ الٰہی محل استغناء وغیرت است والسلام

ایں رقعہ در جواب عریضہ مخدومی ملاذی میاں شیخ احمد سلمہ ربہ نوشتہ شدہ۔

۱۶۱۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ وتعالےٰ در مدارج کمال وتکمیل ترقیات بے نہایت کرامت نمائد کتابتے کہ قاضی زادہ آوردہ بودند بشرفِ مطالعہ آں رسید بخاطر داشت کہ مفصلاً جوابے بنویسد در وقتے کہ بر سرآں آمد آں کتابت را نیافت الخیر فیما صنع اللہ الحق تحقیق وتشخیص ایں نوع سخناں جز بمشافہہ وحضور بدست نمی آید۔ چنانچہ مکرّراً تجربہ کردہ باشند بارے آں قدر کہ مے باید نوشت آنست کہ حضرت خواجہ احرار نہایت را فنا ونیستی داشتہ اند واز فحوائے قدسی انتظام ایشاں چناں معلوم می شود کہ تا سالک بحقیقتِ تجلّی ذاتی نمی رسد ایں معنی بدست نمی آید تا در مشاہدات کہ در مراتب تنزّل است بند است گرفتار آں مشاہدہ است اگرچہ بدوام شہود و اِستقامت آنکہ عبارت از اتحّاد مشاہد ومشاہد است[1]۔ وفنائے آنکہ عبارت از استتار آنست در سطوت وحدت آں گرفتار در نظر نمی آید ہمانا کشف بقائے صفت ارادہ وفنائے مرادات دریں مقام است فاذا کشف الاستار ای ظہر ستر تہا ظہوراً عینیاً واندرج العلم بین الساتر والمستتر تحصل ما اشار الیہ الشیخ الکامل سید الاحرار فی وقتہٖ فطوبی لمن ادرکہ۔ ایضاً مشرب شیخ علاؤ الدولہ سمنانی علیہ الرحمت وحدت وجود نیست آرے شہود ایشاں شہود اکمل است۔ فرق آنست کہ جماعتے از علماء اشیاء را معدوم خارجے میدانند وظہورِ ایشاں را در خارج چوں ظہور صور در مرآت می گویند وذوقاً موجود جز یکے را نمی داند وحضرت شیخ با وجود قوت شہود وارتفاع آں اشیا را موجود خارجی می گویند ونیز فرق دیگر در حقیقت اشیا است کہ جماعۃ اولیٰ مظاہر شیون اصل می دانند وایشاں نیز وآنکہ بجہت قوت حال اشیا نسیاً منسیاً شدہ باشد امر دیگر است با وجود صفات وافعال را باصل خواہد داد علماً و مقام لا تبقی ولا تذر از جملہ احوال است وآنچہ شیخ کبیر محی الدین ابن عربی فرمودہ از علوم است حال را با علم نزاعے ہست اما علم را با حال نزاعے نیست ؎

من از شہر کلانم نہ ازاں دِہ کہ توئی باہمہ خلق جہاں دار مدارے دارم

---

[1] با قاعدہ اعراب کے استعمال سے اسے مشاہِد ومشاہَد پڑھا جائے۔

حضرت شیخ رضی اللہ عنہ از اد بائے تمکین است۔ حق شناسی است و در مرتبہ بحق آں قیام می نماید و آنچہ شیخ مہنہ قدس سرہٗ فرمودہ در جواب سائل است چوں سائل از حال سوال کردہ بود ایشاں نیز از حال جواب گفتند۔ والدعا

۸۳۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ و تعالےٰ باعلیٰ مرتبہ کمال و اکمال برساند ؎

وللارض من کاس الکرام نصیبٌ

تکلّفے نیست آنچہ حقیقتِ حال است نوشتہ می شود۔ پیر انصار قدس سرہ می فرمودند کہ من مرید خرقانی ام لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باوجود پیریش مریدی من می کرد۔ ہر گاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد گرفتاران آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلبگاری نکنند و از ہر کجا بوئے بمشام ایشاں برسد در پئے آں نہ روند۔ اکنوں توقف و اہمال ما نہ از استغناء و بے نیازی است موقوف اشارت است۔

؎ چوں طمع خواہد زِ مَن سلطانِ دیں

خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

بارے نسخہ حال و از ادہ ما این است خدا یر آنچہ می باید معتمد گرداند و از عجب و پندار مخلص بخشند۔ بقیۃ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند۔ چوں وقت فقیر مقتضی آں نبود تضیع اوقات ایشاں و ادن از مسلمانی نہ نمود لاجرم بصحبتِ شما فرستادہ شد اِن شاء اللہ بقدرِ استعداد بہرہ مند گردند و توجہ لطفِ کامل بیابند۔ والدّعا

۸۴۔ بہ شیخ احمد سرہندی۔ حق سبحانہ و تعالےٰ بکمال صفا برساند۔ جمعے از دوستاں کہ گرفتار بار وجود ما بودند۔ چوں ما در مضیق وَمَا مِنَّا اِلَّا لَہٗ مقام معلوم در بند مصلحت فکر و عقل ما اقتضائے آں کرد کہ دریں بوشکال از مقابلہ ایں بوقلمونی دور افتادہ در تحت اشعۂ آفتاب شہودِ زندگانی نمائند انشاء اللہ العزیز بہ نیکی و پاکی آخر رسد فوائد جماعت و صحبت محقّق است و روشن چہ حاجت اظہار ؎

ماگرفتاریم بر ما ناوکِ بیداد ریز

سنبل و گل بر کنارِ مردم آزاد ریز

اور یہی نہیں بلکہ آج بھی ان کے خورشیدِ روحانیت کے نور سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے منسلک ہونے والوں کے دل روشن ہیں اور یقینِ واثق ہے کہ آئندہ بھی جو کوئی روحانیت کے اس خورشیدِ درخشاں سے کسبِ نور کا خواہاں ہوگا، اس کا قلب اس نور سے ضرور منور ہوگا۔

اور اب یہ دیکھنا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کون تھے اور کیا تھے کہ جن کے فیضِ عام کے چشمۂ شیریں سے ہزاروں تشنہ لبوں نے سیرابی حاصل کی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ بن قاضی عبدالسلام سمرقندی ۱۵۶۳ء میں کابل میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان تو علمی تھا لیکن مقامِ تعجب ہے کہ وہ خود ظاہری تعلیم کی تکمیل نہ کر سکے۔ انہوں نے کچھ عرصہ ملا صادق حلوائی سے تعلیم حاصل کی اور جب کچھ عرصے کے بعد ملا صادق حلوائی کابل سے ماوراءالنہر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ بھی ان کے ہمراہ ماراءالنہر چلے گیے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ ماوراءالنہر میں اپنی ظاہری تعلیم جاری نہ رکھ سکے جس کا اصلی سبب ان کا وہ باطنی جذبہ تھا، جس کی بناء پر وہ کسی ایسے مرشد کی تلاش میں نکل پڑے جو روحانی تربیت میں ان کی راہنمائی کرے اور ان کو روحانی تسکین بہم پہنچانے کا سبب بنے۔

چنانچہ کچھ عرصہ وہ ماراءالنہر میں عبادت میں مشغول رہے لیکن اطمینان کلی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا اور اپنے مقصد کے حصول کے لیے برصغیر پاک و ہند کا سفر اختیار کیا وہ لاہور پہنچے اور کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد کشمیر گئے جہاں انہوں نے بابا والی کی صحبت میں رہ کر طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم حاصل کی۔

بابا والی ۱۵۹۲ء میں واصل بحق ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ کشمیر سے دہلی چلے گئے اور وہاں شیخ عبدالعزیز کی خانقاہ میں عبادت میں مشغول ہوگئے۔ اسی اثناء میں شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز نے ایک خواب کی بناء پر انہیں فرمایا

''مشائخ بخارا آپ کو بلا رہے ہیں وہاں جائیے''۔

چنانچہ خواجہ باقی باللہ شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز کے اس بیان پر اسی وقت بخارا کے لیے روانہ ہوگئے اور اس طویل سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے بخارا پہنچے اور وہاں سے موضع امکنہ گئے جہاں انہوں نے حضرت مولانا خواجگی امکنگی کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم مکمل کی، جس کے بعد حضرت مولانا خواجگی امکنگی نے ان سے فرمایا۔

> طریقہ نقشبندیہ میں تمہاری تعلیم تکمیل کو پہنچی۔ اب تمہیں ہندوستان واپس جانا چاہیے کہ وہاں اس سلسلۂ عالیہ کو رونق حاصل ہوگی اور بہت سے لوگ تمہاری تربیت اور ہدایت سے فیض یاب ہوں گے۔

یہ فرما کر حضرت مولانا خواجگی امکنگی نے حضرت خواجہ باقی باللہ کو خرقۂ خلافت اور اجازت ارشاد فرمائی اور انہیں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔

یہاں پر اس امر کا ذکر بھی مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی نے اپنی قوت روحانیت سے برصغیر پاک و ہند میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی کوششوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے پھیلنے اور ہزاروں لوگوں کے حضرت خواجہ باقی باللہ کی روحانی مجلس سے فیض یاب ہونے کی ان کو جو بشارت دی تھی اور اس سلسلے میں جو پیش گوئی کی تھی وہ کہاں تک پوری ہوئی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی ملقب بہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جوان کے پرجوش خلیفہ اور جانشین تھے اس سلسلۂ عالیہ کو جو وسعت دی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سلسلۂ عالیہ کے معتقدین آج بھی پورے جوش اور اخلاص کے ساتھ اس کے بنیادی نظریات کے پابند ہیں اور ہزاروں لوگ اس سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں کی روحانی صحبتوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

اب آپ اصل موضوع کی طرف توجہ فرمائیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۵۹۷ء میں لاہور پہنچے یہ ان کا لاہور کا دوسرا سفر تھا اس مرتبہ وہ ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے اور ۱۵۹۸ء میں دہلی چلے گئے یہ انکا دہلی کا دوسرا اور آخری سفر تھا اس لیے وہ پھر اپنی زندگی کے آخری ایام تک دہلی سے باہر نہیں گئے۔

اس مرتبہ وہ شہر دہلی سے باہر قلعہ فیروزی میں اقامت پذیر ہوئے۔ یہ قلعہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے تعمیر کرایا تھا۔ جس کا دور حکومت ۱۳۵۱ء سے ۱۳۸۸ء تک تھا۔

صاحب زبدۃ المقامات نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے قلعہ فیروزی میں اقامت اختیار کرنے کے متعلق بیان کیا ہے:۔

> ’انہوں نے قلعہ فیروزی میں اقامت اختیار کی، جو ایک نہایت دل کش مقام ہے جہاں سے دریائے جمنا کا نظارہ کیا جاسکتا ہے اور جس

> میں ایک عظیم الشان پُر برکت اور پُر صفا مسجد ہے اور وہ اس دارِ ملال سے دارِ بقا کے لیے) سفر کرنے (۱۶۰۳ء) تک یہاں سے کسی دوسرے مقام پر منتقل نہیں ہوے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ نے قلعہ فیروزی میں اپنی اقامت گاہ میں طالبانِ طریقت کے لیے ایک خانقاہ کی بنیاد رکھی اور طریقہ نقشبندیہ میں رشد و ہدایت کے فرائض کی انجام دہی کا آغاز فرمایا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کی روحانی بزرگی کی شہرت اطراف میں پھیل گئی اور طالبانِ طریقت نے ان کی خانقاہ میں پہنچ کر اور ان کی مجلس میں حاضر ہو کر ان سے روحانی فیض حاصل کرنا شروع کیا۔

یہاں حضرت خواجہ باقی باللہ کی سوانح حیات کی تفصیل مطلوب نہیں، بلکہ ان کی روحانی بزرگی اور ان کے روحانی فیض کا ذکر مطلوب ہے اس سلسلے میں حسب ذیل حضرات کے بیانات ملاحظہ ہوں جو حضرت خواجہ کی دہلی میں روحانی زندگی کے عمیق اثرات سے آشنا تھے۔

۱۔ ملفوظات حضرت خواجہ کے مرتب کا بیان ہے:

> درحقیقت وہ فوائد جو حضرت خواجہ باقی باللہ سے ان دو تین سالوں میں لوگوں کو پہنچے وہ اس سے پہلے کے زمانوں میں برسوں میں بھی کسی بزرگ سے دوسروں کو نہیں پہنچے

۲۔ صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے:

> حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرتبے کی بلندی کی ہی شہادت کافی ہے کہ دو تین سال کی قلیل مدت میں کتنے لوگوں نے ان سے کسبِ فیض کیا اور ان کی روحانی بزرگی کی بدولت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو کہاں تک وسعت نصیب ہوئی۔

۳۔ صاحب سنوات الاتقیا کا بیان ہے:

> حضرت خواجہ باقی باللہ قطبِ وقت تھے عوام کا تو ذکر ہی کیا علماء اور فضلا بھی آپ کی خانقاہ میں تشریف لاتے اور اس شمعِ روحانیت پر پروانہ وار نثار ہوتے۔

اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام لیا جا سکتا ہے جن کا شمار اپنے دور کے بڑے علماء اور ماہر محدثین میں ہوتا تھا وہ بھی باوجود اپنے علمی مرتبے کی بلندی کے حضرت خواجہ باقی باللہ کی روحانی بزرگی کی شہرت سن کر ان کی خانقاہ میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو کر ان سے کسبِ فیض کیا وہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی روحانی بزرگی کے متعلق اپنے عقیدے کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ:

> اس نسبت کے داعی اور طالبین (طریقت) کے مرشد ہمارے شہر (دہلی) میں تھے عارف کامل شیخ خدائے بزرگ کے بھید اور نور مکمل سیدنا و مولانا خواجہ محمد الباقی قدس سرہ، الاصفی اور وہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں ہمارے مشائخ میں سے ہیں۔ خداوند تعالیٰ ان کو نیکی دے۔

اور یہی وہ دور ہے جب ۱۵۹۹ء میں حضرت شیخ احمد سرہندی حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے لیے سرہند شریف سے روانہ ہو گئے اور دہلی پہنچ کر قیام فرمایا۔

اب حضرت شیخ احمد سرہندی کے وہ حالات مختصر پیش کیے جاتے ہیں، جن کا تعلق ۱۵۹۹ء سے پہلے کے دور سے ہے۔

حضرت شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد مئی ۱۵۶۴ء میں سرہند شریف میں پیدا ہوئے ان کے والد بزرگوار کا سلسلۂ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے وہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مرید تھے لیکن انہیں خرقۂ خلافت اور اجازت ارشاد شیخ حضرت شیخ رکن الدین بن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے حاصل ہوئی انہوں نے حضرت شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض پایا وہ ایک عرصے تک سرہند شریف میں تدریس کے کام میں مشغول رہے اور ۱۵۹۸ء میں سرہند شریف میں فوت ہوئے اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے پہلے قرآن حکیم حفظ کیا اور چند درسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں انہوں نے معقولات کی تعلیم سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیری سے حاصل کی حدیثِ شریف کا درس مولانا یعقوب کشمیری اور تفسیر کا درس قاضی بہلول بدخشانی سے لیا انہوں نے سترہ سال کی عمر میں اپنے دور کے متداول علوم کی تکمیل کی، جس کے بعد وہ تدریس کے کام میں مشغول ہو گئے۔

وہ ۱۵۸۵ء میں اکبر آباد جو اکبر بادشاہ (۱۵۵۶ء تا ۱۶۰۵ء) کا دارالحکومت اور اس دور کے علماء اور فضلاء کا مرکز تھا انہوں نے وہاں کی علمی مجالس میں شرکت کی اور چھ سال تک وہاں مقیم رہے ۱۵۹۱ء میں ان کے والد بزرگوار اکبر آباد گئے اور ان کو ساتھ لے کر سرہند شریف کے لیے روانہ ہوئے۔

راستے میں ان کا گزر قصبہ تھانیسر سے ہوا اور ان کی ملاقات حاجی سلطان تھانیسری حاکم تھانیسر سے ہوئی حاجی سلطان انکی روحانی بزرگی سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ ان دونوں کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت شیخ احمد سرہندی سے کر دیا جس کے بعد حضرت شیخ عبدالاحد اپنے صاحبزادے اور بہو کو ساتھ لے کر سرہند شریف پہنچ گئے۔

سرہند شریف پہنچ کر حضرت شیخ احمد سرہندی کی توجہ علومِ باطنی کے حصول کی طرف منعطف ہوئی اور انہوں نے وادی عرفان وتصوف کی منزلیں اپنے بزرگوار کی رہنمائی میں طے کیں۔

صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے ''حضرت شیخ احمد'' سرہندی نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت اقدس میں حاضری سے پہلے باطنی علوم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیے اور ان ہی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

انہی ایام میں حضرت شیخ احمد سرہندی کے دل میں حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کی آرزو پیدا ہوئی لیکن وہ اپنے والد بزرگوار کی خدمت کی وجہ سے حجاز مقدس کا سفر نہ اختیار کر سکے۔

اتفاق یہ ہوا کہ ان کے والد شیخ عبدالاحد ۱۵۹۸ء میں فوت ہو گئے اور حضرت شیخ احمد سرہندی اس کے ایک سال بعد یعنی ۱۵۹۹ء میں حج بیت اللہ کی سعادت کے حصول کے ارادے سے سرہند شریف سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے اور یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ وہاں ان کی ملاقات مولانا حسن کشمیری سے ہوئی وہ ان کے توسط سے قلعہ فیروزی میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سفر حج بیت اللہ کے ارادے کا ذکر کیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ نے ارشاد فرمایا۔

> اگرچہ آپ کا ارادہ حج بیت اللہ کے مبارک سفر کا ہے لیکن کیا حرج ہے
> اگر آپ چند روز فقیروں کی صحبت میں رہیں

حضرت شیخ احمد سرہندی نے حضرت خواجہ باقی باللہ کا یہ ارشاد قبول کیا اور ان کی خانقاہ میں مقیم ہوئے۔

بظاہر تو یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن حقیقت میں یہ واقعہ معمولی نہ تھا، اس لیے کہ اس کے نتائج غیر معمولی نکلے اور اس کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی کو جو واقعات پیش آئے ان کے زیر اثر ان کی طبیعت میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوا اس کے چند ہی سال بعد وہ روحانی بزرگی کے بلند ترین منصب پر فائز ہو کر ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے ملقب ہوئے اور ان کی روحانی بزرگی کی شہرت برصغیر پاک و ہند اور ہمسایہ ممالک میں پہنچ گئی۔

اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنی روحانی قوت سے پہلی ہی نظر میں ان کی جبین مبارک پر روحانی بزرگی کے آثار دیکھ لیے ان کے روشن روحانی مستقبل پر یقین کرتے ہوئے ان پر خاص توجہ فرمائی اور ان کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کر کے طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم دی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے حضرت خواجہ باقی باللہ کی خاص راہنمائی میں طریقہ نقشبندیہ میں روحانی سفر کا آغاز کیا اور اس سفر میں وہ جن مقامات ومنازل سے گزرے ان کا ذکر اختصار کے ساتھ انہوں نے خود بھی کیا ہے اور وہ ذکر مؤلف زبدۃ المقامات نے اپنی تصنیف میں درج کیا ہے۔

لیکن اس روحانی سفر کے دوران وہ جن مقامات اور منازل سے گزرے اور جو کیفیات ان پر طاری ہوئیں وہ ہم جیسے عامی اشخاص کے فہم وادراک سے ماورا ہیں۔ اس نوع کی کیفیات کا صحیح علم تو انہیں حضرات کو ہوا جنہوں نے یہ روحانی سفر طے کیا اور یہاں پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کیفیات کا صحیح علم پہلے تو حضرت خواجہ باقی باللہ کو ہوا اور ان کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی کو ہوا کہ جن پر وہ کیفیات ان کے روحانی سفر کے دوران ان پر طاری ہوئیں۔

جب حضرت شیخ احمد سرہندی کا روحانی سفر حضرت خواجہ باقی باللہ کی راہنمائی میں ختم ہوا اور طریقہ نقشبندیہ میں ان کی روحانی تربیت تکمیل کو پہنچی تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کو سرہند شریف واپس جانے کی اجازت دے دی اور وہ حضرت خواجہ سے وداع ہو کر سرہند شریف چلے گئے۔

یہاں پر یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ اس روحانی تربیت کی تکمیل سے حضرت شیخ احمد سرہندی کی طبیعت میں ایک ایسا انقلاب رونما ہوا کہ حج بیت اللہ کے سفر کا خیال ان کے دل سے نکل گیا اور اس کے بعد وہ اپنی

زندگی میں حج بیت اللہ کے ارادے کے باوجود حجاز مقدس کا سفر اختیار نہ کر سکے جیسا کہ صاحب حضرات القدس نے بیان کیا ہے۔

> انہوں نے کئی مرتبہ حج کا پکا ارادہ کیا لیکن انہیں (حج بیت اللہ) میسر نہ ہوا انہیں ہمیشہ اس کا شوق رہا اور وہ اسی میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت خواجہ باقی باللہ کی اجازت سے سرہند شریف واپس گئے اور جب کچھ عرصے تک حضرت خواجہ باقی باللہ کو ان کے حالات کی اطلاع نہ ملی تو انہوں نے اپنے ایک مخلص کو خط لکھا جس میں انہوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی کی روحانی بزرگی کے متعلق اس طرح اظہار خیال فرمایا۔

> سرہند میں شیخ احمد نامی ایک صاحب ہیں جن کا علم زیادہ اور عمل قوی ہے۔ چند روز یہ فقیر ان کے ساتھ رہا اور ان دنوں میں ان کے متعلق بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا چراغ ہوگا جس سے تمام عالم (کائنات) روشن ہوگا۔

کچھ عرصے کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کے دیدار کے لیے دہلی گئے اور جونہی حضرت خواجہ باقی باللہ کو ان کے دہلی پہنچنے کی اطلاع ملی، تو حضرت باقی باللہ نے اپنے مریدوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اعزاز واکرام کے ساتھ ان کو اپنی خانقاہ میں لائے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی نے چند روز حضرت خواجہ باقی باللہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا اس دوران میں اپنے مرشد بزرگوار سے اور زیادہ فیض پایا جس کے بعد حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کو خرقہ خلافت اور اجازت ارشاد مرحمت فرمائی اور سرہند شریف واپس جانے کی اجازت دی۔

اس موقع پر حضرت خواجہ باقی باللہ نے طالبان طریقت کی ایک جماعت کو حضرت شیخ احمد سرہندی کے حوالے کیا اور انہیں ان کے ساتھ سرہند شریف جانے کی اجازت دی اور فرمایا:

> ہم نے (طریقہ نقشبندیہ کا) یہ بیج بخارا اور سمرقند سے لاکر ہندوستان کی بابرکت زمین میں بویا اور روحانی تربیت حاصل کرنے والوں کے سلسلے میں ہماری عملی سرگرمی اسی وقت تھی کہ جب تک حضرت

> شیخ احمد سرہندی کی روحانی تربیت تکمیل کو نہیں پہنچی تھی جب ہم ان کی روحانی تربیت سے فارغ ہو گئے تو طالبان طریقت کو ان کے حوالے کر دیا۔

یہ واقعہ ۱۶۰۱ء کا ہے حضرت شیخ احمد سرہندی سرہند شریف واپس آئے اور مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو فرمایا۔

> ہم (حضرت خواجہ سے) لاکھوں خلعتیں لے کر واپس آئے ہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی دو سال طالبان طریقت کے لیے رشد و ہدایت کے فرائض کی انجام دہی میں مشغول رہے اور ان کے دل میں اپنے مرشد بزرگوار کے دیدار کا جذبہ پھر موجزن ہوا اور وہ سرہند شریف سے دہلی کے لیے روانہ ہو گئے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی زندگی میں حضرت شیخ احمد سرہندی کا دہلی کا یہ آخری سفر تھا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کو جب حضرت شیخ احمد سرہندی کے دہلی پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ اپنے اصحاب اور مریدوں کے ہمراہ قلعہ فیروزی سے پیادہ روانہ ہو کر دہلی کے کابلی دروازے پر پہنچے، حضرت شیخ احمد سرہندی کا استقبال کیا اور ان کو خاص اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنی خانقاہ میں لائے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت خواجہ باقی باللہ کو اپنی روحانی قوت سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی زندگی کے دن کم رہ گئے ہیں اس لیے انہوں نے حضرت شیخ احمد سرہندی کو فرمایا۔

> جسمانی کمزوری مجھ پر غالب آ گئی ہے اور زندگی کی امید کم رہ گئی ہے میرے بیٹوں کے حالات سے باخبر رہیں۔

حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

> اس کے بعد انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلا کر مجھ سے فرمایا کہ ان پر توجہ کریں۔ چنانچہ ان کی فرمائش پر میں نے ان کے صاحبزادوں پر توجہ کی جس کے آثار ظاہر ہوئے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کے ملفوظات کے مرتب کا بیان ہے۔

> وفات سے کچھ عرصہ پہلے حضرت خواجہ باقی باللہ نے فرمایا کہ ایسا

دیکھا گیا ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا کوئی بزرگ اس دنیا سے رحلت فرمائے گا اور اس سے زیادہ واضح صورت میں انہوں نے جو کچھ خواب میں دیکھا، اسے یوں بیان فرمایا۔

> جس مقصد کے لیے تم لائے گئے تھے وہ پورا ہوگیا۔ اب سفر (آخرت) اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ کو اپنی روحانی قوت سے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ اپنے محبوب مرید اور خلیفہ حضرت شیخ احمد سرہندی سے ان کی یہ آخری ملاقات ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اصحاب اور مریدوں کے سامنے حضرت شیخ احمد سرہندی کی روحانی بزرگی کے متعلق اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار اس طرح سے کیا:

۱...... ”یہ اللہ تعالیٰ کے کامل ترین اشخاص اور اس کے محبوبین میں سے ہیں“۔

۲...... ”آج اس آسمان کے نیچے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں ان جیسا کوئی بزرگ نہیں“۔

۳...... ”صحابہ کرام اور کامل ترین تابعین اور مجتہدین کے بعد ان کے جیسے صرف چند نہایت ہی خاص اصحاب دیکھے جاتے ہیں“۔

۴...... ”ہم نے ان تین چار برسوں میں پیری اور مرشدی کے فرائض انجام نہیں دیے بلکہ یہ تو ایک کھیل تھا جو ہم چند روز کھیلتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور یہ اس کا احسان ہے کہ ہمارا یہ کھیل اور پیری اور مرشدی کی یہ تجارت ضائع نہیں ہوئی کہ اس کے نتیجے میں ان جیسا کامل مرشد ظاہر ہوا“۔

۵...... ”یہ ایک آفتاب ہیں جن کے اندر ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں“۔

۶...... ”کامل ترین قدیم اولیاء اللہ میں سے خال خال ہی ان جیسے گزرے ہوں گے“۔

صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ ہمیشہ اپنے اصحاب کو فرماتے تھے کہ:

> حضرت شیخ احمد سرہندی کی موجودگی میں ہماری تعظیم نہ کرو، بلکہ ہماری طرف توجہ بھی نہ کرو۔

(آخری موقع پر) حضرت خواجہ باقی باللہ نے اپنے تمام اصحاب کو حضرت شیخ احمد سرہندی کے حوالے کیا اور پیری اور مرشدی کا سارا معاملہ ان کے سپرد کیا۔

صاحب حضرات القدس کا اسی سلسلے میں ایک اور بیان ہے۔

> حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے تھے کہ یہ پیری اور مرشدی جس کے فرائض ہم نے انجام دیے ہیں، اس کا اصل مقصد شیخ احمد سرہندی کا ظہور تھا اور اس سلسلے کے بعد اسی بنا پر حضرت خواجہ باقی باللہ نے پیری اور مرشدی کا سلسلہ ختم کر دیا۔

مذکورہ متعدد بیانات سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی کی روحانی بزرگی کا احترام حضرت خواجہ باقی باللہ کی نظر میں کس درجہ بلند تھا اور ان کی روحانی بزرگی کے وہ کس حد تک معترف تھے حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت خواجہ باقی باللہ سے اس آخری ملاقات کے بعد ان کی اجازت سے سرہند شریف واپس گئے اور کچھ عرصے کے بعد اپنے مرشد بزرگوار کے حکم سے لاہور تشریف لے گئے وہاں پرانہوں نے طالبانِ طریقت کے لیے سلسلۂ ارشاد و ہدایت کا آغاز کیا اور بہت سے لوگوں نے ان کی صحبت بابرکت سے روحانی فیض پایا۔

حضرت شیخ احمد سرہندی ابھی لاہور ہی میں اپنے روحانی فرائض انجام کی دہی میں مشغول تھے کہ نومبر ۱۶۰۳ء میں ان کو اپنے مرشد بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ کے وصال کی اندوہناک خبر ملی وہ اس حادثہ جانکاہ کی خبر سن کر لاہور سے سیدھے دہلی روانہ ہوگئے اور وہاں پہنچ کر اپنے مرشد بزرگوار کے مزار کی زیارت کی سعادت حاصل کی۔

حضرت شیخ احمد سرہندی چند روز اپنے مرشد بزرگوار کی خانقاہ میں مقیم رہے اور پھر سرہند شریف واپس آ کر طالبانِ طریقت کی روحانی تربیت میں مشغول ہوگئے ان کی روحانی بزرگی کی شہرت دور دراز علاقوں میں پھیل گئی اور ہزاروں طالبانِ طریقت سرہند شریف پہنچ کر ان کی صحبت بابرکت سے فیض پانے لگے۔

اس مقالے کا اصل موضوع تو یہاں اختتام کو پہنچا لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے کب ملقب ہوے۔

حضرت شیخ احمد کے روحانی فیض کا سلسلہ جاری تھا کہ ۱۶۱۳ء میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جو اپنے زمانے کے نامور عالم تھے سرہند شریف پہنچے اور حضرت شیخ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوے وہ پہلے بزرگ تھے جنہوں نے حضرت شیخ کو ''مجدد الف ثانی'' کے لقب سے ملقب فرمایا اور مسئلہ تجدید الف کے

اثبات میں ایک رسالہ ”دلائل التجدید“ کے نام سے تصنیف کیا۔

اس کے بعد حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اب ہم اس مقالے کو صرف اس بیان پر ختم کرتے ہیں کہ۔

حضرت مجدد الف ثانی نومبر ۱۶۲۴ء میں بیمار ہوئے اور جب بیماری نے زور پکڑا تو ایک دن آپ نے فرمایا:

آج ملاوا کنت سون سکھی سب جگ دیواں ہار

آج دوست کا روز وصال ہے۔ اے محبوب! میں تمام دنیا کو (اس نعمت کی خوشی پر) قربان کرتا ہوں۔

حضرت کا وصال ۳۰ نومبر ۱۶۲۴ء کو سرہند شریف میں ہوا اور آپ اسی بابرکت زمین میں مدفون ہوئے۔

☆……☆……☆

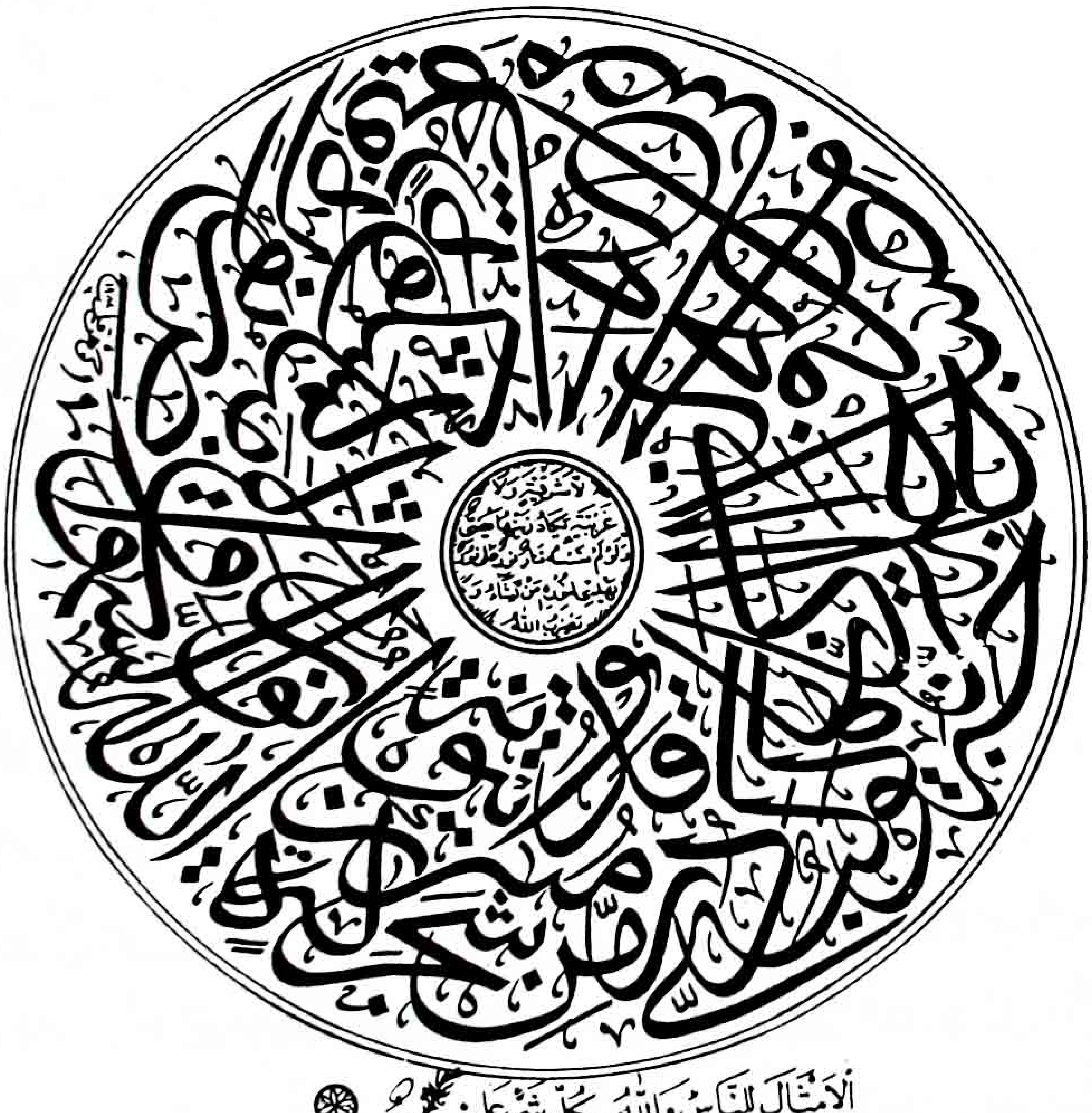

الامثال للناس والله بكل شيء عليم ۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقامِ حضرت مجدد الف ثانی
حضرت خواجہ باقی باللہ کی نظر میں

پروفیسر سید محمد کبیر مظہر
(شعبۂ عربی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

☆☆

برصغیر پاک و ہند کی اسلامی تاریخ پر جن بزرگانِ دین نے اپنے لافانی اثرات مرتب کیے اور اس کے فکری اور عملی دھاروں کو یکسر تبدیل کر دیا ان میں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز متوفی ۱۰۱۲ھ کا نام نامی بہت ہی اہمیت کا حامل ہے خصوصاً اس لیے کہ آپ ۱۰۰۸ھ میں برصغیر میں وارد ہوے اور ۱۰۱۲ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ لیکن ان چار برس کے گنے چنے ایام میں آپ نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا وہ آنے والی صدیوں کے لیے کافی تھا۔ خواجہ ہاشم کشمی لکھتے ہیں:

> ترجمہ: آپ (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کے علوِ مرتبہ پر ایک عظیم شاہد یہی کافی ہے کہ آپ مسند مشیخت پر صرف دو تین سال متمکن رہے۔ لیکن اس قلیل مدت میں کس قدر خلقِ خدا تھی جو آپ کے خوانِ نعمت سے فیضیاب ہوئی' اور کس قدر برکات کے آثار تھے جو ہندوستان کی وسیع مملکت میں آپ سے چاروں طرف پھیل گئے' اور یہ سلسلہ نقشبندیہ جو اس خطے میں اجنبی تھا اس نے تمام و کمال نشر و اشاعت پائی۔ حالانکہ

> آپ سے پہلے بھی اس سلسلۂ عالیہ کے بہت سے مشائخ کئی کئی سال یہاں رہے تھے مگر ان کے زمانۂ حیات میں آپ (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کی ان دو تین سال حیات کی سی وسیع برکات کہاں تھیں[۱]۔

خود حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے:

> ما دریں سہ، چہار سال شیخی نکردیم، چند روز بازی کردیم، الحمد للہ والمنۃ کہ این بازی ما و این دکان پردازی، بیفائدہ نشدہ[۲]۔
>
> ترجمہ: ''ہم نے ان تین چار سال میں شیخی (پیری) نہیں کی۔ بلکہ چند دن کھیل کیا ہے۔ خدا کا شکر اور اس کا احسان ہے کہ ہمارا یہ کھیل اور ہماری یہ دکانداری بے فائدہ نہیں گئی۔''

حضرت خواجہ باقی باللہ نے جب ہندوستان کا قصد کیا تو اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد امکنگی م ۱۰۰۸ھ کے حکم سے استخارہ کیا۔ جس میں دیکھا کہ ایک طوطا آپ کے دستِ مبارک پر آ بیٹھا ہے آپ نے اس کی چونچ میں اپنا لعابِ دہن ڈالا تو اس نے آپ کے دہن مبارک میں شکر ڈال دی[۳]۔

آپ کے شیخ طریقت علیہ الرحمۃ نے تعبیر دی کہ طوطا ہندوستان کا جانور ہے...... ہندوستان میں آپ کے دامن تربیت سے ایک بہت بزرگ شخصیت فیضیاب ہوگی جس سے ایک جہان منور ہو جائے گا[۴]۔

پھر آپ نے حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ (۹۷۱ھ..... ۱۰۳۴ھ) کو اپنے دامنِ تربیت میں لیا تو اپنے ایک قریبی صاحبِ نظر کو لکھا:-

> سرھند میں ایک مرد ہے احمد نام کا۔ کثیر العلم اور قوی العمل۔ فقیر نے چند روز اس کے ساتھ نشست و برخاست کی تو اس کی ذات میں بہت سے عجائب روزگار مشاہدہ کیے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک چراغ ہوگا کہ اس سے کئی جہاں روشن ہوں گے۔ بحمد اللہ اس کے کامل احوال سے مجھے اس بارے میں پورا یقین ہو گیا ہے[۵]۔

پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو ارشاد فرمایا:

> ہم اس بیج کو بخارا اور سمرقند سے لائے تھے اور ہم نے اسے
> ہندوستان کی بابرکت سرزمین میں کاشت کر دیا ہے[6]۔

یہاں تک کہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ نے آخری سال میں اپنے جملہ اہلِ سلسلہ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے سپرد کر دیا اور خود عزلت نشین ہوگئے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

> ہمارے خواجہ صاحب کی سرگرمی طالبانِ خدا کی تربیت کی طرف اس وقت تھی
> جب تک میرا کام مکمل نہیں ہوگیا تھا۔ جب آپ میری تکمیل سے فارغ
> ہوگئے تو دیکھا گیا کہ آپ نے کارِ مشیخت سے اپنے آپ کو کھینچ لیا[7]۔

جبکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی روحانی ترقیات کو دیکھ کر آپ نہایت خوش ہوے۔ یہاں تک کہ آخر میں آپ نے اپنے اس شاگرد عزیز سے درخواست کی کہ جو فیوض اور ترقیات آپ کو نصیب ہوئی ہیں ان سے مجھے بھی بہرہ یاب کیجیے۔

(یہ تفاصیل تو مکتوبات امام ربانی اور تذکرہ جات امام ربانی میں دیکھی جا سکتی ہیں)

واضح رہے کہ پیر کا اپنے مرید سے استفادہ خلافِ روایت نہیں ہے اور نہ خلافِ ادب ہے۔ کیونکہ اکابر کے اصاغر سے استفادے کی روایت اہلِ علم و فضل میں عام رہی ہے۔

چنانچہ بعض محدثین نے اپنے شاگردوں سے حدیث کی اعلیٰ سند لی ہے[8]۔ اور یونیورسٹی کے اساتذہ اپنے محقق طلبہ کی بیش قیمت تحقیقات سے استفادہ کرتے ہیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم دیا گیا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ[9]

ترجمہ: کام میں اپنے صحابہ سے مشورہ کیجیے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے جنگ خندق میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل کر کے خندق کھودی، جو افرادِ امت سے استفادے کی بہترین مثال ہے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ایک استاد شیخ حماد الدباس علیہ الرحمۃ نے آپ سے استفادہ کیا[10]۔ اور حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کے دیگر کثیر اکابر زمانہ نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے پہلے سلوک صرف لطائف خمسہ عالم امر تک ہی تھا۔ اور اسماء وصفات اور ان کے ظلال کی تجلیات کی سیر ہی ایک معمول تھا۔ جبکہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر اس ''ذات' کا انکشاف ہوا جو اسماء وصفات سے مجرد ہے' اور پھر لطیفۂ نفس اور لطیفۂ قالب کے کثیر نئے حقائق منکشف ہوئے۔ پھر لطائف عشرہ انسانی کی ھیئت وحدانی' اور اس کے بعد کمالات نبوت، کمالات رسالت، کمالات اولوالعزم، حقائق الٰہیہ مثلاً: حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآنیہ، حقیقتِ صلاۃ، حقیقتِ معبودیت صرفہ اور حقائق انبیاء مثلاً: حقیقتِ ابراہیمی، حقیقت موسوی، حقیقتِ عیسوی، حقیقتِ محمدی، حقیقت احمدی، حقائقِ مشائخ اور حقائقِ قیومیت، قطبیت، غوثیت کبریٰ اور حقائق دوازدہ ائمہ اہلِ بیت سب آپ پر خوب کھلے۔ یہ ایک ایسا وسیع انکشاف تھا کہ گویا پورا دبستان حقائق کھل گیا تھا۔ خصوصاً توحیدِ وجودی کے مقابل توحیدِ شہودی کا انکشاف جو لطیفہ روح سے شروع ہوتا ہے' اور لطیفۂ نفس پر مکمل ہوتا ہے' لیکن اس کا مکمل انکشاف عنصر خاک پر کمالاتِ نبوت کے ورود کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے[۱۱]۔ جب ھئیت وحدانی مترتب ہو جاتی ہے[۱۲]۔

یہی وہ رحمتِ ربانی اور فضلِ یزدانی کا بے پایاں سیلاب تھا جو حیات شیخ (خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ) کے دوران ہی حضرت مجدد صاحب پر تیزی کے ساتھ مکمل ہو گیا تو آپ نے سرور و وجد میں بے ساختہ کہا:

من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری
کند ہر آن برمن قطرہ باری[۱۳]

انہی فضائل اور آثار مبارکہ کو دیکھ کر آپ کے شیخ طریقت بھی ملتجی ہوئے کہ انہیں بھی ان نئی دنیاؤں کا مشاہدہ کرایا جائے۔ چنانچہ شاگرد عزیز نے تمام فتوحات طشتِ خدمت میں رکھ کر پیش خدمت کر دیں، اب ملاحظہ فرمائیے حضرت خواجہ باقی باللہ کے وہ مکتوبات جو اس طلبِ شدید میں آپ نے اپنے شاگردِ عزیز حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو تحریر فرمائے۔ جو راہِ خدا میں آپ کی طلبِ شدید اور تشنگی کو واضح کرتے ہیں۔

مکتوبات خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ

۱...... شیخ احمد سرہندی کے نام:

حق سبحانہٗ تعالیٰ آپ کو کمال واکمال کے اعلیٰ مراتب پر پہنچائے۔

وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَأْسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ
''سخی کے پیمانہ شراب سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے''

تکلف برطرف، جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے۔ شیخ انصاری (خواجہ عبداللہ بروہی علیہ الرحمۃ) (م۔۴۶۱ھ) فرمایا کرتے تھے کہ میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی (م ۴۲۵ھ) کا مرید ہوں۔ لیکن اگر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی اس وقت موجود ہوتے تو باوجود اس کے کہ وہ میرے پیر ہیں وہ میری مریدی کرتے۔ پھر جب ایسے بے لوث لوگوں کی یہ صفت ہو تو اسما و صفات میں گرفتار رہنے والے یوں نہ طلبگاری کے لوازمات پر جان فدا کریں۔ اور جہاں سے بھی کوئی خوشبو ان کی ناک میں آئے وہ کیوں نہ اس جانب کا رخ اختیار کریں۔ اب ہمارا توقف اور اہمال (بے توجہی) استغناء اور بے نیازی کے سبب نہیں بلکہ آپ کے اشارے پر موقوف ہے۔

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
خاک برفرقِ قناعت بعد ازیں

بہرحال اب ہمارا حال اور ارادہ یہی ہے (کہ آپ سے فیوضات حاصل کریں) لہٰذا جو چاہے خدا اس کی طرف راہنمائی فرمائے اور عُجب اور غرور سے نجات بخشے۔ باقی جناب سید امر صالح سلمہ اللہ نے اظہار طلب خداوندی کیا ہے۔ چونکہ اس فقیر کا یہ وقت تقاضا نہیں کرتا کہ لوگوں کا وقت ضائع کرے۔ لہٰذا میں نے ان کو طریقت کے اسباق نہیں بتائے اور آپ کی خدمت میں بھیج دیا ہے۔ ان شاء اللہ استعداد کے مطابق حصہ پائیں گے اور توجہ کامل نصیب ہوگی۔ دعا گو۱۴۔

۲......شیخ احمد سرہندی کے نام۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ کمالِ صفا تک پہنچائے۔ احباب کی کچھ جمعیت جو ہمارے وجود کے بوجھ میں گرفتار تھی اس بنا پر کہ ہم

وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَعْلُوْم (القرآن، ۳۷:۱۶۴)

اور ہم میں سے جو بھی اس کا ایک معلوم مقام ہے جس سے آگے وہ بڑھ نہیں سکتا۔

کی تنگ ناطے میں قید ہیں۔ ہماری فکر و عقل نے تقاضا کیا کہ اس موسم بہار میں یہ لوگ (وحدت وجود کی) رنگا رنگیوں کے سامنے سے دور ہو کر آفتابِ شہود (وحدت وشہود) کی شعاعوں میں زندگی گزاریں۔ ان شاءاللہ نیکی و پاکی پر پہنچیں گے۔ اس پر جماعت اور صحبت کے فوائد ظاہر اور روشن ہیں، مزید اظہار کی ضرورت نہیں۔

ما گرفتاریم برما ناوکِ بیداد ریز
سنبل و گل برکنارِ مردمِ آزاد ریز

ترجمہ: ہم گرفتار ہیں، ہم پر بیداد کے تیر چلایئے اور سنبل وگل ان لوگوں پر پھینکیے جو گرفتار نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ جس بات کو ناپسند کرے ہم اس سے استغفار کرتے ہیں۔ دیر ہوئی آپ نے اپنے احوال شریف تحریر نہیں فرمائے ہیں۔ یقیناً کوئی نیک کام مانع ہوا ہوگا۔ موسم بہار کے بعد اگر استخارہ اجازت دے تو تحریر فرمایئے ورنہ نہیں، اور پھر استخارہ میں جو کچھ ظاہر ہو ہمیں لکھیے اور اگر اپنی تعبیر بھی تحریر فرمایئے تو نُور علیٰ نُور ہوگا[۱۵]۔

۳...... **شیخ احمد سرہندی کے نام:**

اللہ تعالیٰ بے علاج فقراء اور مساکین کو اپنے برگزیدہ بندوں کی برکات سے کوئی علاج بہم پہنچائے۔ مدت ہوئی کہ میں نے آپ کی درگاہِ ولایت میں نیاز مندی عرض نہیں کی۔ اب اس پاک عبارت (خط) کو قاصد ان صادق اٹھا کر آپ کو پہنچائیں گے۔ الحمدللہ یہ صورت خود ہی بن گئی ہے اور کیا لکھوں۔ اپنی بات آپ کی بارگاہ میں

> لکھنا بغایت بے شرمی ہے اور (اسماء کی) صوری اشکال کا قصہ سنانا بہت بے جا ہے۔ الغرض ہم کو چاہیے کہ اپنی حد کو پہچانیں اور فضول باتوں سے احتراز کریں[۱۶]۔

مزید واضح رہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے نام حضرت مجدد صاحب اپنے خطوط میں لفظ ''عزیز متوقف''، یعنی ''ایک جگہ پر رکے ہوے بزرگ'' جو استعمال کرتے رہے ہیں تو اس سے مراد حضرت خواجہ باقی باللہ کی ذات مبارک ہی تھی۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے ارشاد پر آپ ان کا حال ''عزیز متوقف'' کے نام سے آپ کو تحریر کیا کرتے تھے۔

پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی تحقیقات اور ترقیات کو مشاہدہ فرمانے کے بعد آپ بطور اعتراف ارشاد فرمایا کرتے تھے:

> معلوم شد کہ توحید کوچۂ تنگ بودہ وفوقِ آں (شہود) شاہراہِ وسیع[۱۸]۔
>
> ترجمہ: معلوم ہوگیا ہے کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ تھا اور اس کے اوپر (شہود کی) ایک وسیع شاہراہ ہے۔

چنانچہ پھر حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے بارے میں درج ذیل مدحیہ فقرے بھی ارشاد فرمائے:

> ۱...... ایشان از کمل مرادان ومحبوبان اند[۱۹]۔
>
> ترجمہ: آپ مرادوں اور محبوبوں میں کامل ترین لوگوں میں سے ہیں۔
>
> ۲...... امروز درزیرِ فلک ازیں طائفہ علیہ چوں ایشان نیست[۲۰]۔
>
> ترجمہ: آج آسمان کے نیچے اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔
>
> ۳...... بعد از صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وکمل تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومجتہدین چوں ایشان معدودے چندے از اخص الخواص بنظر می آیند[۲۱]۔
>
> ترجمہ: صحابہ، کامل تابعین اور مجتہدین ائمہ مثلاً: امام ابوحنیفہ' امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کے بعد آپ معدودے چند اخص الخواص اصحاب میں نظر آتے ہیں۔

> ۴......شیخ احمد آفتابی اند کہ مثل ماہزاراں ستارگان در ضمنِ ایشان گم اندواز کمل اولیاءی متقدمین خال خال مثل ایشان گذشتہ باشند[۲۲]۔
>
> ترجمہ: شیخ احمد سرھندی (مجدد الف ثانی) ایک آفتاب ہیں جس میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں، اور متقدمین کامل اولیاء اللہ میں سے بھی خال خال آپ جیسے ہوے ہیں۔

پھر واضح رہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں اوپر درج ارشادات فرماتے ہوئے کوئی مبالغہ نہیں کیا ہے، اور نہ ہی تذکرہ نویسوں نے افراط وتفریط کی ہے، بلکہ یہ ایک روشن حقیقت ہے جس کا اعتراف حضرت خواجہ صاحب نے بھی کیا ہے اور تذکرہ نویسوں نے بھی۔ کیونکہ بقول حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ حضرت مجدد الف ثانی نے امتِ محمدیہ کی ہزار سال فکری و روحانی تاریخ پر بالغانہ، ناقدانہ اور مجتھدانہ نگاہ ڈالی ہے۔ چنانچہ جو کام پیچھے ہو چکا تھا نہ صرف اس کی نشان دہی کی بلکہ اس میں خامیوں اور خوبیوں دونوں کو واضح کیا اور پھر جہاں منزلیں ختم ہوگئی تھیں، انہی مقامات سے مزید ترقیوں اور رفعتوں کے نئے راستے آپ نے تحقیق فرمائے سبحان اللہ! ۔ آپ کی ان مجتھدانہ مساعی کا اعتراف آپ کے زمانے کے دیگر اکابر نے اور پھر آپ کے بعد آنے والے جملہ اکابر نے بھی برملا کیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بنام محمد امین ارشاد فرماتے ہیں کہ:

(حضرت مجدد الف ثانی دوسرے ہزار سال کے ارہاص ہیں[۲۳]۔) یعنی دوسرے ہزار سال کی بنیاد اور معدن ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں:

لا یُحبہٗ الَّا تِقیّ وَلا یَبُغضہٗ اِلّا شقی[۲۴]

> ترجمہ: آپ سے کوئی محبت نہیں کرے گا سوائے مومن متقی کے اور کوئی دشمنی نہیں کرے گا سوائے فاجر وشقی کے۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......ہاشم کشمی، مولانا محمد ہاشم: زبدۃ المقامات (فارسی) لاہور، ۱۹۶۹ء ص ۳۳

۲......ایضاً، ۱۳۸

۳......زبدۃ المقامات، ص ۱۲۶

۴......ایضاً

۵......کلیات باقی باللہ (فارسی) مرتبہ زید ابوالحسن فاروقی وڈاکٹر برہان احمد فاروقی لاہور ۱۹۴۷ء ص ۱۳۰،

۶......زبدۃ المقامات، ص ۱۳۶

۷......ایضاً

۸......زبدۃ المقامات، ص ۱۳۶

۹......زبدۃ المقامات، ص ۱۳۵

۱۰......التادنی، محمد یحیٰ: قلائد الجواہر اردو ترجمہ از مولانا زبیر افضل عثمانی مرحوم، کراچی بار اوّل ۱۹۷۸ء ص ۲۶۸ تیسرا باب ان اکابر کے بارے میں جنھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے استفادہ کیا تھا۔

۱۱......محبوب عالم، محمد مصطفیٰ سیدوی، خواجہ، خیر الخیر، مطبوعہ گجرات ۱۹۵۴ء ص ۳۰، ۶۱-۸۶، ۸۷/ وحدۃ الوجود جو عبارت ہے، اسماء وصفات کے عکوس وظلال کے اظہار سے اور ان کے اس مشاہدہ سے جو صور (Shapes) کی صورت میں ہوتا ہے تمام تر لطیفہ قلب کی واردات سے متعلق ہے۔ اور لطیفہ روح میں یہ انکشاف اس طرح نہیں رہتا۔ لطیفہ نفس پر بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔ تنزلاتِ ستہ وجود یہ بھی لطیفہ قلب ہی سے متعلق ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی بمواقع مختلفہ/ خیر الخیر)

۱۲......محبوب عالم، محمد مصطفیٰ، سیدوی نقشبندی، خواجہ: خیر الخیر، ۱۹۵۴ء، آخری ابواب اور مکتوبات امام ربانی بمواقع مختلفہ

۱۳......مکتوبات امام ربانی (فارسی) لاہور۔ نور کمپنی (س۔ن) دفتر اوّل، مکتوب نمبر ۲،

۱۴......(الف) کلیات باقی باللہ، ص ۱۴۰ (ب) زبدۃ المقامات، ص ۱۳۷

۱۵......(الف) کلیات باقی باللہ، ص ۱۴۱ (ب) زبدۃ المقامات، ص ۱۳۳

۱۶......ایضاً، ص ۱۴۱/ ایضاً، ص ۱۳۳

۱۷......زبدۃ المقامات، ص ۱۳۵

۱۸......زبدۃ المقامات، ص ۱۳۸

۱۹......ایضاً، ص ۱۳۸

۲۰......ایضاً، ص ۱۳۸

۲۱......زبدۃ المقامات، ص ۱۳۸

۲۲......ایضاً، ص ۱۳۷

۲۳......فضل الرحمٰن، مولانا: کلمات طیبات، دہلی، ۱۸۹۱ء ص ۱۶۳......مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بنام محمد امین ......''بالجملہ شیخ مجدد ارہاص این دورہ اند۔''...... نیز ملاحظہ فرمایئے حضرت ابرار الحسن فاروقی، اسنیہ المقدمة السنیة فی الانتصار للفرقة السنیة، ص ۴۳ (شرح علی رسالہ الرد علی الروافض للشیخ احمد السرہندی) دہلی، ۱۹۹۲ء

۲۴......مولانا ابوالحسن زید فاروقی، المجموعة السنیہ، دہلی ۱۹۸۳ء

☆......☆......☆

شہر سرہند مشرقی پنجاب۔ بھارت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کشورِ پنجم

مکہ و طیبہ و بغداد و دیارِ اجمیر
ہے انہیں نور کے شہروں میں شمارِ سرہند

(صابرؔ سندیلوی)

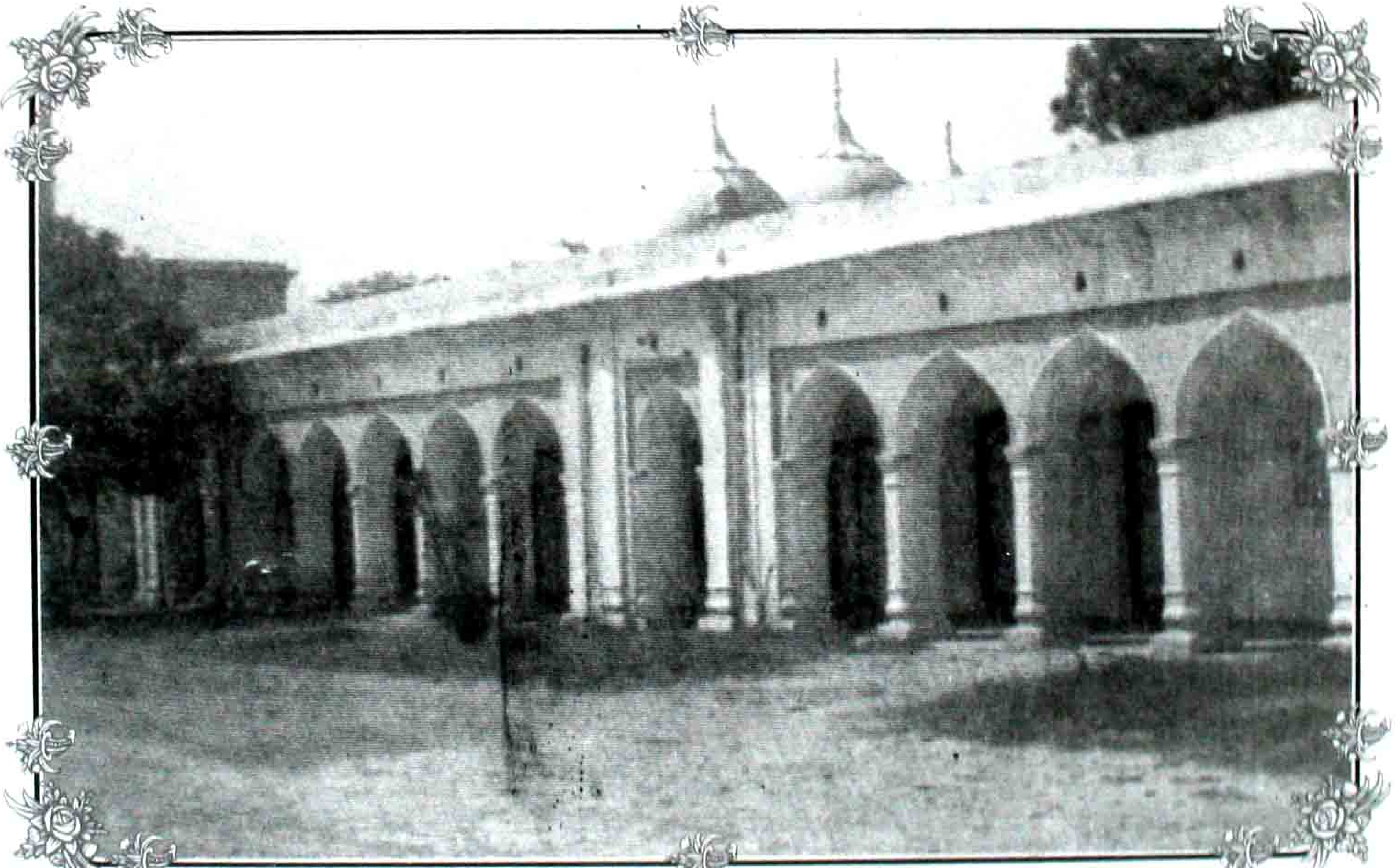

خانقاہ عالیہ مجددیہ کے حجرے

سرہند شریف، مشرقی پنجاب۔ بھارت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرکزِ نور و تجلی ہے دیارِ سرہند

بارگاہِ فلک رفعت، آرام گاہِ عالی مرتبت، دربارِ گوہر بار، مزارِ پُر انوار اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، قیوم ملت خزینۃ الرحمت، محدثِ رحمانی غوثِ صمدانی، امامِ ربانی المجدد المنور الف ثانی حضرت ابو البرکات شیخ بدر الدین احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رضی اللہ عنہ ابن حضرت مخدوم شیخ عبد الاحد فاروقی چشتی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ۔

قاری غلام صابر قدیری سندیلوی

☆

مرکزِ نور و تجلی ہے دیارِ سرہند   واہ کیا شان ہے کیا عزّ و وقارِ سرہند
حاملِ حسنِ عقیدت نہیں انساں ہی فقط   ہیں ملک بھی بہ ادب سجدہ گزارِ سرہند
''ارضِ سرہند نہیں مطلعِ انوار ہے یہ''   کلکِ اقبال ہے، یوں وصفِ نگارِ سرہند
پھول ایماں کے کھلے نور کی کلیاں چٹکیں   آئی جب دین کے گلشن میں بہارِ سرہند
جس نے اک بار بھی اس در کی زیارت کر لی   ہو گیا بس وہ دل و جاں سے نثارِ سرہند
دل کھنچا جاتا ہے اس نور کے مرکز کی طرف   چشمِ پُر شوق ہے اور روئے نگارِ سرہند
مکّہ و طیبہ و بغداد و دیارِ اجمیر   ہے انہیں نور کے شہروں میں شمارِ سرہند
ساقیا مجھ کو مئے ناب سے رغبت کیوں ہو   میں ازل ہی سے ہوں سرمست خمارِ سرہند
ہر بلا سے ہر اک افتاد سے محفوظ ہوں میں   ہے کھنچا چاروں طرف میرے حصارِ سرہند

قبلۂ جاں ہے کوئی کعبۂ ایماں کوئی
قبہّ ء نور ہے اک ایک مزارِ سرہند
کوئی قیومِ زماں ''عُروۃ وثقیٰ'' کوئی
اِن سے قائم ہے زمانے میں وقارِ سرہند
روضۂ پاک ہے نظارۂ فردوسِ بریں
جس نے دیکھا وہ ہوا عاشقِ زارِ سرہند
غوث و ابدالِ زماں یعنی مشاہیرِ جہاں
تجھ میں آسودہ ہیں اے خاکِ دیارِ سرہند
صبح بھی نور فشاں شام بھی نکہت افروز
نورِ نکہت سے ہیں پُرلیل و نہارِ سرہند
روضۂ حضرتِ معصوم کا اللہ رے جمال
جانِ نظارہ ہے یہ جانِ بہارِ سرہند
لحنِ دلکش میں وہ قرآن کی تلاوت کا سماں
وقتِ قُل دیکھے کوئی حسنِ بہارِ سرہند
فتنۂ دینِ الٰہی ہوا پامال و تباہ
دشمنِ دینِ محمد ہوا خوارِ سرہند
شاہِ سرہند نے فرمایا قصور اسکا معاف
اور جہانگیر ہوا دل سے نثارِ سرہند
والدِ شیخ مجدد ہیں شہِ عبدِاحد
ذات سے جن کی منور ہے جوارِ سرہند
دیکھ لیں اہلِ نظر مسجدِ سرہند شریف
دیکھ لیں جنت ارضی بکنارِ سرہند
یہ حجاباتِ من و تو نہ رہیں گے حائل
عشق میں ہوتو کوئی سینہ فگارِ سر ہند
وصفِ سرہند سے قاصر ہے زباں تو میری
چشم پُر نم ہے مگر آئینہ دارِ سرہند
میں تو دیوانۂ سرہند ہوں مجھ کو صابرؔ
اور کیا چاہیے جز کوچۂ یارِ سرہند

(دامن محبوب، لکھنؤ ۱۹۸۶ء ص۱۸۶۔۱۸۹)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

شانِ سرہند بزبانِ مجددِ سرہند

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی

☆☆

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عنایت اور اس کے حبیب علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ والبرکۃ کے طفیل شہر سرہند کو جو میری جائے پیدائش ہے گویا میرے لیے ایک گہرے اور تاریک کنوئیں کو پر کر کے اس پر ایک بلند چبوترہ بنایا گیا ہے اور اس کو اکثر شہروں اور مقاموں پر بلندی (فضیلت) بخشی گئی ہے اور اس زمین میں بے صنعتی اور بے کیفی کا ایک نور امانت کے طور پر رکھا گیا ہے اور وہ نور اس نور کی طرح ہے جو بیت اللہ شریف کی پاک ومقدس زمین سے روشن ودرخشاں ہے میرے فرزند اعظم مرحوم (خواجہ محمد صادق علیہ الرحمہ) کی وفات ۱۰۲۵ھ ۱۶۱۶ء سے چند ماہ قبل یہ نور مجھ پر ظاہر کیا گیا اور فقیر کی جائے سکونت کے ایک کونے میں اس کی نشاندہی کر کے ایک بلند نور اس قسم کا دکھایا گیا کہ صفت وشان کی بو تک اس کو نہ لگی تھی اور وہ (ہر قسم کی) کیفیات سے منزہ اور مبرا تھا اس وقت مجھے یہ آرزو پیدا ہوئی وہ زمین میرا مدفن بنے اور وہ نور میری قبر پر روشن رہے...... کچھ موت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ نور امانت اس فقیر کے انوار قلبلیہ کا ایک طعہ ہے جس کو یہاں سے اقتباس کر کے اس زمین میں روشن کیا گیا ہے جس طرح ایک چراغ بڑی مشعل سے روشن کرتے ہیں قُلْ کُلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰہ ۴/ ۷۸

(مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۲۲، بنام فاضل جلیل مولانا محمد صادق کشمیری)

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیارِ سرہند

ڈاکٹر اقبال سرہندی

☆☆

مرکزِ نورِ تجلی ہے دیارِ سرہند
واہ کیا شان ہے کیا عزّ ووقارِ سرہند

صرف انساں ہی نہیں سر بسجودِ درِ پاک
ہیں ملک بھی بہ ادب سجدہ گزارِ سرہند

سرمۂ چشمِ بصیرت ہے درِ پاک کی خاک
غازۂ روئے عقیدت ہے غبارِ سرہند

خرمنِ کُفر جہاں دیکھا گرا دی بجلی
اللہ اللہ یہ طریقہ یہ شعارِ سرہند

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ والوں کی سرزمین

جمیل اطہر سرہندی

☆☆

سرہند کو فقیروں اور درویشوں کی دنیا میں ہمیشہ قدر و منزلت کا مقام حاصل رہا ہے۔ یہ اللہ کے وہ برگزیدہ بندے تھے جنہوں نے سیکڑوں سال تک اس سرزمین میں نیکی اور پاکیزگی کے بیج بوئے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کا مقدس فرض ادا کیا۔ سرہند کو طویل عرصہ تک ہندوستان میں بہت اہم مقام حاصل رہا ہے اور یہ شہر صدیوں تک علاقے میں ہزاروں لوگوں کی تقدیر سنوارنے اور بدلنے کا مرکز اور محور بنا رہا ہے۔ خاص طور پر ہندوستان میں مغلیہ حکمرانوں کے دور میں سرہند کو سیاسی اور دینی اعتبار سے قیادت و سیادت کا مرکز بنے رہنے کا شرف حاصل رہا۔ سرہند نشیب و فراز کے بے شمار ادوار سے گزرا کئی بار خانہ جنگی ہوئی کئی بار یہ میدانِ جنگ بنا اور ہر بار پنجاب کی ریاست پٹیالہ کا یہ تاریخی شہر تاریخ کا رخ بدلنے میں اپنا کردار ادا کرتا رہا۔ یہ عجیب بات ہے کہ سرہند مسلمانوں کی تگ و تاز کا ہی محور نہیں رہا بلکہ سکھوں کے کئی اہم معرکے بھی اسی سرزمین پر سر کیے گئے یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی ابدی آرام گاہ جسے علاقے کے مسلمان ''روضہ شریف'' کے نام سے یاد کرتے ہیں سے، آدھے میل کے فاصلے پر سکھوں کا متبرک مقام گوردوارہ فتح گڑھ صاحب بھی واقع ہے۔ روضہ شریف مسلمانوں کے جداگانہ تشخص کو بحال اور برقرار رکھنے کی اس عہد آفرین جدوجہد کی گواہی دیتا ہے۔ جو حضرت شیخ احمد سرہندی نے مغلیہ حکمرانوں اکبر اور جہانگیر کے دور میں نہایت استقامت اور اولوالعزمی کے ساتھ انجام دی۔ اسی طرح سکھوں کا یہ متبرک مقام ہندوؤں کے اقتدارِ اعلیٰ کے خلاف سکھوں کے کئی معرکوں کا مظہر ہے۔ سرہند شریف مسلمانوں کے قلب و نگاہ کو نئی روح عطا کرتا ہے اس لیے کہ اس کے چپے چپے میں مسلمانوں کے ان اسلاف کے مدفن ہیں جنہوں نے ظلمت و تاریکی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں اسلام کی

نورانی شمع کو فروزاں رکھا اور اس اعلیٰ و ارفع نصب العین کی خاطر کسی بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی کا مدفن دنیا بھر کے مسلمانوں کیلیے اسی طرح کشش کا باعث ہے جس طرح آگرہ میں تاج محل ایک مسلمان بادشاہ اور اس کی ملکہ کی دائمی اور ابدی محبت کا نشان بن کر عقیدت مندوں کے لیے مرکز نگاہ بنا ہوا ہے۔ روضہ شریف کو اس بنا پر فوقیت حاصل ہے کہ تاج محل تو محض دو دلوں کی محبت کا ایک لازوال نشان ہے۔ جبکہ حضرت شیخ احمد سرہندی نے لاکھوں دلوں کو مسخر کیا انہیں ایمان وایقان کی روشنی عطا کی اور اپنے کردار اور عمل سے ایسی ضوفشانی کی کہ گم کردہ راہ مسلمان اپنے حقیقی راستے پر واپس آنے لگے اور ان کے ذہنوں میں جو الجھاؤ پیدا ہو گئے تھے حضرت مجدد کی شب و روز کاوشوں سے وہ اس طرح سلجھ گئے کہ اسلام کے افق پر رنج و غم، مایوسی اور افسردگی کے جو بادل منڈلانے لگے تھے وہ چھٹ گئے اور مطلع پوری طرح صاف ہو گیا۔ شیخ احمد فاروقی سرہندی کا یہ کارنامہ کہ انہوں نے نہایت پرامن طریقے سے اسلام کے احیاء کی جنگ اس قدر کامیابی سے لڑی کہ انہوں نے برصغیر ہندو پاک کے تمام مذاہب کے پیروکاروں پر یہ حقیقت واشگاف کر دی کہ اسلام امن و عافیت کا دین ہے اور اس کا پیغام اخوت و محبت کا پیام ہے اور یہ پیام و پیغام صرف انہی کیلیے نہیں ہے جو حلقہ بگوشِ اسلام ہیں یہ پیغام تو تمام مذاہب کے پیروکاروں کیلیے ہے کہ وہ اللہ کی طرف لوٹ آئیں اور اسکے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہو جائیں کہ یہی دین انسانوں کو راستی کی طرف لے جاتا ہے اور اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ عالمگیر پیغام محبت کو لے کر اٹھے اور سرہند کو تصوف کی دنیا میں ایک غیر فانی مقام عطا کر گئے۔ انہوں نے سرہند کے مرکز ملت سے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو آواز دی اور انہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کا اہتمام کیا دین اسلام کی حقانیت پر ان کا ایمان اس قدر پختہ تھا کہ یہ فقیر خدا منش نہ وقت کے حکمرانوں کے سامنے جھکا نہ اس نے منبر و محراب سے اٹھنے والی علماء سوء کی مخالفت کی کوئی پروا کی انہوں نے تصوف کی دنیا کے سیاہ کاروں کے تار و پود بھی بکھیرے اور جو لوگ دین کے پردے میں لادینیت کی جڑیں مضبوط کر رہے تھے ان کو بھی بے نقاب کیا اور وہ برسوں کی صبر آزما جدوجہد سے لوگوں پر یہ حقیقت واضح کر سکے کہ اسلام کا اصل چہرہ کیا ہے اور علماء نے اس چہرے پر کیسے کیسے نقاب ڈال رکھے ہیں سرہند ہمیشہ سے اللہ کے نیک بندوں کی مساعی جمیلہ کا مرکز رہا ہے یہاں بدھ مذہب کے بھی اثرات رہے اور سکھوں کی مختلف تحریکیں بھی اپنے اثرات دکھاتی رہیں۔ یہ

تاریخی شہر سکھوں کے ایک اہم شہر پٹیالہ سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پٹیالہ، انبالہ، چندی گڑھ اور لدھیانہ سے اس کا ایک جیسا فاصلہ ہے۔ سرہند کے بارے میں البیرونی کی روایت یہ ہے کہ یہاں ابتداء میں ثریا دانشی حکمرانوں نے اپنا اقتدار قائم کیا اور بعد میں یہ پال بادشاہت کا مشرقی سرحدی شہر بھی رہا۔ گیارہویں صدی عیسوی میں جب محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ کیا تو سرہند پر ہندو بادشاہوں کی حکمرانی ختم ہونے کی راہ ہموار ہوئی اور ہندو حکمرانوں کا سرہند پر راج اس وقت انجام کو پہنچا۔ جب ۱۱۹۳ء میں محمد غوری نے پرتھوی راج چوہان کو شکست دی بعدازاں خاندانِ غلاماں کے سلطان آرام شاہ نے سرہند پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرایا۔ نصیرالدین قباچہ نے ۱۲۱۰ء میں سرہند کو فتح کیا لیکن کچھ عرصہ بعد سلطان التمش نے یہ علاقہ دوبارہ فتح کرلیا۔ بلبن کے بھانجے شیر خاں نے سرہند میں ایک پرشکوہ قلعہ تعمیر کیا بعدازاں لودھی خاندان نے سرہند پر حکمرانی کی اور جب ۱۵۲۶ء میں پانی پت کی پہلی لڑائی لڑی گئی اور بابر نے ابراہیم لودھی کو شکست سے دوچار کیا تو سرہند مغل بادشاہوں کی حکمرانی میں آ گیا۔

نقشبندی سلسلے کے صوفیۂ نے ہندوستان میں تجدید احیائے دین کی جدوجہد میں نہایت اہم کردار ادا کیا اس جدوجہد کی ابتداء نقشبندی سلسلے کے بانی حضرت خواجہ باقی باللہ نے کی۔ خواجہ باقی باللہ نے حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند بخاری سے اکتساب فیض کیا تھا جنہوں نے حقیقت میں نقشبندی سلسلے کی پہلی اینٹ رکھی تھی۔ حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبند بخاری اور حضرت خواجہ باقی باللہ نے سلسلہ نقشبندیہ متعارف ضرور کرایا تھا لیکن اس سلسلہ کو نئی روح اور تازگی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی نے بخشی۔ جو حضرت مجدد الف ثانی کے لقب سے موسوم ہوئے۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی ولادت باسعادت ۵ جون ۱۵۶۴ء کو ہوئی۔ روایات میں آیا ہے کہ ان کی ولادت کی نوید برسوں پہلے ہی دے دی گئی تھی اور حضرت خواجہ باقی باللہ کی ہندوستان آمد اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے حضرت شیخ احمد سرہندی کی ولادت کی خوشخبری پانچ سو برس پہلے دے دی تھی اور اپنے بیٹے شیخ عبدالرزاق کو وہ خرقہ بھی عطا فرما دیا تھا جو نسل در نسل منتقل ہوکر حضرت شیخ احمد سرہندی کو عطا کیا جانا تھا۔ یہ کام آخر کار ۱۶۰۴ء میں سید سکندر قادری کے ہاتھوں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ سید سکندر قادری کا تعلق عظیم مسلمان صوفی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے خاندان سے تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی کی ولادت کے بارے میں بہت سی روایات ہیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جب وہ دنیا میں تشریف لائے تو تمام وہ صوفیۂ جو اس وقت گزر چکے تھے حضرت

شیخ احمد کی والدہ محترمہ کو مبارک باد دینے کیلیے تشریف لائے اور حضرت شیخ احمد کے والد حضرت شیخ عبدالاحد کو خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور حضرت شیخ عبدالاحد نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کئی دوسرے انبیاء کرام کے جلو میں نوزائیدہ بچے کے کانوں میں اذان دے رہے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضرت شیخ احمد کی ولادت ہوئی تو اسکے ساتھ ہی آلات موسیقی بجنا از خود بند ہو گئے اور اسے اس بات کا اشارہ سمجھا گیا کہ موسیقی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔ اس بنا پر کئی موسیقاروں نے اس شغل سے توبہ کر لی دلچسپ امر یہ ہے کہ حضرت شیخ احمد کے والد شیخ عبدالاحد اگرچہ تصوف میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے لیکن انہیں نقشبندی سلسلے سے کوئی سروکار نہ تھا جب ۹۹-۱۵۹۸ء میں ان کے والد نے داعی اجل کو لبیک کہا تو حضرت نے فریضہ حج ادا کرنے کیلیے مکہ مکرمہ جانے کا قصد کیا اور راستے میں دہلی میں قیام کیا یہیں آپ کی ملاقات حضرت خواجہ باقی باللہ سے ہوئی۔ آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے پاس قیام کا فیصلہ کیا اور حج پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہیں اپنے روحانی پیشوا کے قدموں میں رہ کر دولت ایمانی حاصل کر لی۔ حضرت باقی باللہ نے دو ماہ تک شیخ احمد کو تزکیہ کے عمل سے گزارا اور پھر انہیں سرہند چلے جانے کا حکم دیا۔ چار سال تک آپ سرہند میں ایمان وایقان کی روشنی بکھیرتے رہے اور پھر جب آپ دوبارہ حضرت خواجہ باقی باللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ باقی باللہ نے ان کی غیر معمولی پذیرائی کی۔ یہ پذیرائی حضرت باقی باللہ کے دوسرے مریدوں میں بدگمانی کا سبب بھی بنی جس پر آپ پھر سرہند تشریف لے آئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جب سرہند واپسی پر انہیں سلسلہ قادریہ کا خرقہ عطا فرمایا گیا تو کئی دوسرے چشتیہ اور سہروردیہ کے اکابر نے بھی خواب میں حضرت شیخ احمد سرہندی سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ ان کے سلسلہ ہائے تصوف کے خرقے قبول فرمالیں لیکن آخر میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دے کر یہ مسئلہ سلجھایا اور حضرت شیخ احمد سرہندی سلسلہ نقشبندیہ سے وابستگی کیلیے پوری طرح یکسو ہو گئے۔ حضرت مجدد الف ثانی ۱۶۰۳ء میں پھر دہلی تشریف لے گئے اور اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت اقدس میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں حضرت مجدد الف ثانی لاہور تشریف لے گئے جہاں صوفیہ اور علماء نے ان کا دل کی گہرائیوں سے خیر مقدم کیا لاہور میں قیام ہی کے دوران آپ کو اپنے روحانی پیشوا حضرت خواجہ باقی باللہ کے سانحہ ارتحال کی خبر ملی جس پر آپ نے لاہور کا قیام مختصر کر دیا اور پھر دہلی تشریف لے گئے جہاں انہیں سلسلہ نقشبندیہ کی سربراہی کا اعزاز

عطا کیا گیا اور اس حیثیت میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ یہ وہ گھڑی تھی جب حضرت احمد سرہندی کی شہرت پورے ہندوستان میں پھیل گئی اور دور دور سے لوگ ان سے کسب فیض کیلیے حاضر ہونے لگے۔ انہوں نے لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات سے فیض یاب کیا۔ اس وقت ہندوستان میں دین اسلام کو بے شمار مسائل اور مشکلات کا سامنا تھا۔ اسلام کی تعلیمات پر ہندو دھرم کے اثرات ہویدا ہونے لگے تھے اور اسلام کے اصل چہرے کو ہندومت کی دھند نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا اور یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ اہل اسلام کو اسلام کی اصل تصویر سے آشنا کیا جائے۔ اکبر کا دین الٰہی بھی اپنا کام دکھانے لگا تھا حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام فتنوں کے خلاف مسلمانوں کو شعور اور آگہی عطا کی۔ علماء سوء اور بھٹکے ہوے صوفیہ نے اپنے اپنے مفادات کے تابع حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے سونپے ہوے مشن اور نصب العین کو پورا کرنے کا پختہ عزم کرلیا تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے دربار میں دوہزاری اور پنج ہزاری خلعتیں رکھنے والے متعدد درباری ان کیخلاف کھل کر سامنے آنے لگے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف تبلیغ وتربیت کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اور دوسری طرف شاہی درباروں میں ہونے والی سازشوں کا مقابلہ کررہے تھے۔ کئی مسلمان علماء جہانگیر کے کان بھرنے لگے اور حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف زہر اگلنے کا کام تیز تر ہوگیا۔ ادھر حضرت کی تبلیغ کے ثمرات سامنے آنے لگے اور کئی اعلیٰ افسر شیخ احمد کی تعلیمات سے متاثر ہوکر ان کے مرید بن گئے سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے متاثر ہوکر جہانگیر نے حضرت مجدد کے حامی کئی فوجی جرنیلوں کو دور دراز علاقوں میں تبدیل کردیا اور آپ کے ایک خاص مرید جرنیل مہابت خان کو انتقام کے طور پر کابل بھیج دیا۔ لیکن حضرت کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آنے پائی اور انہوں نے لوگوں کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف بلانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ جہانگیر نے حکم دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے دربار میں حاضر ہوں اور دربار کی روایت کے مطابق بادشاہ کو سجدہ تعظیمی بجالائیں۔ حضرت شیخ احمد سرہندی نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کو روا ہے اور وہ اس کے سوا نہ کسی کے سامنے جھکے ہیں اور نہ جھکیں گے کوئی فانی شخص سجدہ کا سزاوار نہیں۔ جہانگیر کے اس اقدام نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں کو سخت مضطرب کردیا کابل سے مہابت خان نے جہانگیر کیخلاف علم بغاوت بلند کرنے کا فیصلہ کیا لیکن حضرت

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مہابت خان کو پیغام بھیجا کہ وہ اس فیصلہ پر عمل سے باز رہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے تین سال تک قلعہ گوالیار کے قید خانے میں صعوبتیں جھیلیں اور قفس میں بھی قیدیوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دیتے رہے اور بادشاہ کے مصاحبوں کو گوالیار سے بھی مکاتیب لکھتے رہے اور انہیں اسلام کی حقانیت اور صداقت کا پیغام پہنچانے کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ پھر وہ سعید گھڑی آئی جب جہانگیر کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیغام کی سچائی کا احساس ہوا اور پھر وہ اپنی حماقتوں پر ہاتھ ملنے لگا اور اس نے حضرت سے اپنی غلطیوں پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کیا اور وہ تمام احکامات اور روایات منسوخ کر دی گئیں جو اکبر کے دین الٰہی کا ورثہ تھیں اور جنہوں نے اسلام کے چہرہ کو دھندلا دیا تھا گمراہی کے بادل چھٹ گئے اور اسلام کا آفتاب پھر ہندوستان کے آسمان پر ضوفشاں ہو گیا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۶۳ سال کی عمر میں ۲۶ رنومبر ۱۶۲۴ء کو ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے وصال سے تبلیغ، تصوف، معاشرتی اصلاح، تزکیہ وتقویٰ کا وہ سورج غروب ہو گیا۔ جو حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بقول صوفیۂ میں مانند ماہتاب تھا اور جس نے ہندوستان میں تصوف کے وہ چراغ روشن کیے جن سے وہ آج تک منور چلا آ رہا ہے۔ بعض بزرگ یہ فرماتے ہیں کہ عرب کے صحراؤں میں پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلمتوں کو اسلام کے نور سے کافور کرنے کا جو فرض سرانجام دیا تھا۔ ہندوستان میں ہزارہ دوم کے دوران اسے نئی زندگی اور نئی روح بخشنے کا شرف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کیا اور تجدید واصلاح دین کے اس کام میں مجدد الف ثانی کا کوئی ثانی نہیں انہوں نے اپنے مکاتیب اور دینی تصانیف اور ان کے خلفاء اور مریدوں کی تحریری کاوشوں نے متحدہ ہندوستان میں جواب بھارت' پاکستان' افغانستان اور بنگلہ دیش پر پھیلا ہوا ہے لاکھوں لوگوں کے قلوب واذہان کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا اور انہیں اس پیغام کی طرف بلایا جو کہ بانی اسلام حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے گمراہ انسانیت کو صراط مستقیم پر لانے کے لیے لوگوں تک پہنچایا تھا۔

خانقاہ عالیہ روضہ شریف برصغیر پاک و ہند میں نقشبندی سلسلے کے مزارات مقدسہ میں مقدس ترین مقام ہے اس چشمۂ فیض کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ برصغیر کے طول وعرض سے ہزاروں افراد جوق در جوق فیض حاصل کرنے روضہ شریف آتے ہیں اس وقت روضہ شریف کے سجادہ نشین

خلیفہ حضرت سید محمد یحییٰ نقشبندی مجددی ہیں روضہ شریف فتح گڑھ صاحب کے قریب سرہند بسی پٹھاناں روڈ پر واقع ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے سرہند شریف ریاست پٹیالہ کی ایک تحصیل تھی۔ پاکستان بننے کے بعد جب ریاستیں ختم کر دی گئیں تو سرہند ضلع فتح گڑھ کی ایک تحصیل بن گئی سرہند کا شہر تین حصوں میں منقسم ہے آبادی کا کچھ حصہ سرہند ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع ہے اب کاروبار اور تجارتی سرگرمیوں کا یہی مرکز ہے سرہند شہر یہاں سے چند کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پاکستان بننے سے پہلے یہاں آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی تھی سرہند کا تیسرا حصہ سرہند بسی ہے پاکستان بننے سے قبل بسی ایک پررونق اور آباد شہر تھا۔ مگر مرور ایام سے اب یہ ایک پسماندہ قصبے میں تبدیل ہو گیا ہے روضہ شریف کا صدر دروازے سرہند منڈی سے بسی پٹھاناں جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ یہ آستانۂ عالیہ روضہ شریف ١٩٢٢ء میں صوبہ بمبئی سے تعلق رکھنے والے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکاروں نے تعمیر کیا تھا۔ ایک زائر جونہی صدر دروازے سے آستانہ عالیہ روضہ شریف میں قدم رکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تو اس کے اندر ایمان کی روشنی نور و نکہت بکھیر دیتی ہے اور وہ اپنے ایمان کو زیادہ مستحکم اور محکم محسوس کرنے لگتا ہے جونہی صدر دروازے سے داخل ہوں تو دونوں طرف حجروں کی ایک لمبی قطار ہے یہ کم و بیش سو سال پہلے کے تعمیر کردہ ہیں جہاں روشنی بیت الخلاء اور دوسری کوئی سہولت میسر نہیں لیکن ان حجروں کی اصل اہمیت یہ ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم معماروں نے ان حجروں میں قرآن حکیم کی تلاوت کی اور دنوں، ہفتوں اور مہینوں یہاں اپنے معبود حقیقی کی عبادت میں شب و روز بسر کیے آج بھی ہر امیر و غریب، ہر چھوٹا بڑا، ہر زاہد و گنہگار ان حجروں میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور عبادت کرتا ہے۔ افغانستان خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے متاثر ہے اور وہاں سے ہر مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ روضہ شریف آتے ہیں اور یہاں سے ایک نیا عزم اور ایمان لے کر واپس جاتے ہیں اور انکا بسیرا انہی شکستہ و خستہ حجروں میں ہوتا ہے۔ بے شمار لوگ رمضان المبارک کا پورا مہینہ ان حجروں میں بسر کرتے ہیں۔ سالانہ عرس کے زمانے میں یہ حجرے زائرین سے بھر جاتے ہیں اور روضہ شریف کے پورے احاطے میں کوئی جگہ ایسی نہیں بچتی جہاں زائرین نے ڈیرے نہ ڈالے ہوئے ہوں۔ روضہ شریف کی فضا اور ماحول برصغیر کی دیگر درگاہوں اور مزاروں کے مقابلے میں بہت ہی مختلف ہے یہاں آ کر انسان بہت سکون و عافیت محسوس کرتا ہے عرس کے دنوں میں یہاں کوئی شور و غوغا ہوتا ہے اور نہ ہی دوسری درگاہوں کی طرح ڈھول پیٹے جاتے ہیں نہ بھنگڑا

ڈالا جاتا ہے اور نہ ہی کوئی بلند آواز سے بولتا ہے۔ حجروں سے قرآن حکیم کی تلاوت کی روح افزا آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ سال کے باقی دنوں میں برصغیر کے طول وعرض سے زائرین روضہ شریف آتے ہیں چند روز یہاں قیام کرتے ہیں اور یہاں سے ولولہ تازہ لے کر اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں روضہ شریف کی محبت صرف سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں تک ہی محدود نہیں ہے خانقاہی نظام کے دوسرے سلسلوں کے وابستگان بھی روضہ شریف آکر اپنی عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرنے میں فخر وسعادت محسوس کرتے ہیں بے پایاں عقیدت ارادت کے جذبات اب بزرگ نسل سے نوجوانوں کی طرف منتقل ہو رہے ہیں اور وہ بھی روضہ شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے چشمہ فیض سے اپنا دامن بھرنے آتے ہیں جونہی حجروں کی دورویہ قطار ختم ہوتی ہے سلسلہ نقشبندیہ کے اسلاف کی قبریں شروع ہو جاتی ہیں۔ اس سلسلے کے ہزاروں بزرگ اور علماء حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ کے چاروں طرف آرام فرما رہے ہیں اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ تمنا اور آرزو رہی ہے کہ جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جائیں تو انہیں سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے سائے میں آسودہ خاک ہونا نصیب ہو۔ ہندوستان افغانستان اور بنگلہ دیش کے سلسلے نقشبندیہ کے بیشمار بزرگ یہیں تہ خاک آرام فرما رہے ہیں پاکستان کے لوگوں کو ہندوستان کے ساتھ کشیدہ تعلقات کے باعث یہ سعادت میسر نہیں بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں کہ جنہیں خانقاہ کے اندرونی حصے میں قبر کے لیے دو گز جگہ مل جاتی ہے ایسے خوش نصیبوں کی کون ہمسری کر سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد ان کے مزار کی طرف جاتے ہوئے جس گلی سے گزرتے ہیں اسے عقیدت مند فرط محبت سے ''بہشتی گلی'' کہتے ہیں۔ خانقاہ کے اس حصے کے دروازے پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یا اللہ، یا محمد اور درج ذیل شعر درج ہے۔

چہ عالی شان دربارِ امامِ دینِ ربانی
ملائک صف بہ صف ایستادہ ایں جا بہرِ دربانی

بہشتی گلی کے دائیں طرف وسیع وعریض مسجد واقع ہے جہاں پیروانِ اسلام خشوع وخضوع سے نمازیں ادا کرتے ہیں عرس کے موقع پر نعت خوانی اور تلاوت قرآن حکیم (قرأت) کی محفلیں اسی مسجد کے وسیع و عریض احاطہ میں منعقد کی جاتی ہیں زائرین اپنے مرشد وامام...... امام دین ربانی حضرت شیخ احمد سرہندی

کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے زمزمہ ہائے نعت اور تلاوت آیات قرآنی میں مصروف رہتے ہیں دربار امام دین ربانی کے موجود سجادہ نشین سید محمد یحییٰ نقشبندی مجددی کی عمر اس وقت بہت تھوڑی تھی جب ان کے والد خلیفہ سید محمد صادق نقشبندی مجددی، خالق حقیقی سے جا ملے تھے۔ ان کی جگہ عارضی طور پر جب تک خلیفہ محمد صادق کے بیٹے بالغ نہ ہو جائیں سید مقبول احمد کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا خلیفہ سید محمد صادق کے بیٹے سید محمد یحییٰ ۱۹۴۷ء میں اپنی والدہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے تھے ۱۹۷۷ء میں جب ان کی عمر ۳۴ سال ہو گئی انہوں نے اپنے والد کی جانشینی کا منصب حاصل کرنے کے لیے پاکستان سے سرہند شریف کا سفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی منشاء سے وہ عدالتی فیصلہ کی رو سے اپنے والد کے جانشین ٹھہرے۔ خلیفہ محمد یحییٰ سجادہ نشین بننے کے بعد اس درگاہ کی عظیم روایات کی پاسداری کے لیے شب و روز کوشاں ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ابدی آرام گاہ کی زیارت کے لیے جو شخص بہشتی گلی میں داخل ہوتا ہے اسے سکون و عافیت کی غیر معمولی کیفیت کی سرشاری کا احساس ہوتا ہے انسان چند لمحوں کے لیے اپنے تمام غم و آلام بھول جاتا ہے اور اپنے خالق حقیقی سے لو لگا لیتا ہے اور ایسے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کی رفتار تھم گئی ہے اور انسان اور اس کے معبود کے درمیان کوئی فاصلہ باقی نہیں رہا۔

موجودہ روضہ شریف بمبئی (گجرات) کے حاجی نسیم اور حاجی ولی محمد نے ۱۹۲۹ء میں تعمیر کروایا تھا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی ایک دختر بھی خانقاہ شریف کے احاطے میں ابدی نیند سو رہے ہیں زائرین حضرت شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے بعد ان کے صاحبزدوں کی آرام گاہوں پر بھی حاضر ہوتے ہیں۔

جن کا مقام تصوف میں کسی بھی عظیم صوفی سے کم نہیں یہاں پر ایک اور بزرگ حضرت رفیع الدین کا بھی مزار ہے جو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلاف میں شمار ہوتے ہیں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد کا مزار مبارک درگاہ کے احاطے کے باہر کھیتوں میں واقع ہے درگاہ پر حاضری کی سعادت حاصل کرنے والے حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں درگاہ کے احاطے میں شاہِ کابل شاہ زمان کے پوتے محمد یعقوب خان کا بھی مزار ہے جسے سفید سنگ مرمر سے تعمیر کیا گیا ہے شاہ زمان اور ان کی اہلیہ کی قبریں درگاہ کے احاطے میں واقع ہیں ان قبروں کو ریاست رامپور کے نواب نے پختہ کیا تھا روضہ شریف میں واقع مقبروں کی دیکھ بھال اطمینان بخش نہیں ہے کیونکہ

درگاہ کی آمدنی کے وسائل بہت محدود ہیں درگاہ سے منسلک اراضی سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ سالانہ عرس کے اخراجات پر صرف ہو جاتی ہے خلیفہ سید محمد یحییٰ درگاہ کی دیکھ بھال کے لیے کوشاں رہتے ہیں لیکن درگاہ کے محدود ذرائع آمدنی کے باعث ان کی کوششوں کے خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آتے حضرت مجدد الف ثانی کی ابدی آرام گاہ کے باہر پانی کا ایک نل سینکڑوں سال سے فیض کا چشمہ بنا ہوا ہے زائرین بڑے ذوق وشوق سے اس نل کا پانی پیتے ہیں اور ساتھ بھی لے جاتے ہیں۔ یہ بہت خوش ذائقہ پانی ہے اور زائرین کے لیے جسمانی اور روحانی تقویت کا باعث بنتا ہے۔

روضہ شریف کی مسجد مرجعِ خاص و عام ہے اگرچہ پاکستان بننے کے بعد یہاں صرف سجادہ نشین خاندان ہی واحد مسلمان خاندان رہ گیا ہے لیکن ہندوستان کے مختلف حصوں بالخصوص مالیر کوٹلہ سے سیکڑوں مسلمان نماز جمعہ ادا کرنے روضہ شریف حاضر ہوتے ہیں عرس کے موقع پر اس مسجد میں فرزندان توحید کا جم غفیر ہوتا ہے عام دنوں میں بھی مسجد میں قرآن حکیم کی تلاوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے روضہ شریف کی اندرونی آرائش مسلمانوں کی قدیم تعمیری روایات کی عکاس ہے زائرین بے شمار آرائشی قطعات سے اندرونی احاطے کی تزئین میں اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ جن میں خطاطی کے خوبصورت نمونے بھی شامل ہیں یہ قطعات اللہ اور رسول کے اسماء سے آراستہ ہیں۔ المختصر روضہ شریف برصغیر ہندو پاک کے مسلمانوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کا مظہر ہے اس کے در و دیوار حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی لافانی تحریک کے گواہ ہیں جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنی اور جس نے مسلمانوں کے دلوں میں نئ حرارت پیدا کی اور جس جدوجہد کے نتیجے میں اسلام ہندوستان میں زندہ و پائندہ دین بن گیا جس کے پیروکاروں نے دنیا کے گوشے گوشے تک اسلام کا پیغام پہنچایا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی روح پھونکی سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ اسلام کے پیروکاروں کو نیا عزم اور نیا ولولہ اور نیا جذبہ عطا کرنے کا ایک ایسا چشمہ ہے جو قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سرہند شریف ایک نظر میں

صاحب زادہ سید محمد عاشق حسین مجددی سرہندی

☆☆

لاہور کے مشرق میں ۹۹ میل اور دہلی کے شمال جنوب میں ۱۱۱ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قدیمی قلعہ فیروز شاہ تغلق جو ۱۷۶۰ء میں تعمیر ہوا تھا، جہاں اس وقت قلعہ کی جگہ گوردوارہ فتح گڑھ صاحب بنا ہوا ہے۔ فتح سنگھ اور زور آور سنگھ جو کہ گورو گوبند سنگھ کے لڑکے تھے۔ بندہ بیراگی نے ۱۷۱۰ء میں فتح کی یادگار کے طور پر گوردوارہ فتح گڑھ صاحب تعمیر کرایا۔ مہاراجہ کرم سنگھ ریاست پٹیالہ نے سرہند کا نام بدل کر فتح گڑھ صاحب رکھ دیا۔ ۱۷۶۴ء کی فتح کے بعد ریاست پٹیالہ کے بانی مہاراجہ آلہ سنگھ نے مسمار شدہ پرانے قلعہ کی جگہ دوبارہ گوردوارہ فتح گڑھ صاحب تعمیر کرایا۔ اس گوردوارے کے دو دروازے ہیں ایک بندہ بیراگی کے نام پر اور دوسرا مہاراجہ پٹیالہ یادوندر ھیرا سنگھ کے نام پر ہے، مہاراجہ پٹیالیہ نے "خالصہ راج" قائم کرنے کے لیے سکھ فوجیوں کو واپس آنے کی ہدایت کی چنانچہ سکھوں کی دو بٹالین انگریز چھاؤنیوں سے بھاگ کر پٹیالہ پہنچ گئیں اور اس دوران نابھہ اور فرید کوٹ کے سکھ فوجی دستے بھی ان کے ساتھ آ ملے۔ ان ظالم اور درندہ صفت سکھوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنا شروع کر دی، مسلمان اپنے گھروں سے نکل کر مسلم اکثریت کے علاقوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے فسادات کے دوران پانچ لاکھ مسلمان شہید ہو گئے، ایک لاکھ سے زائد مسلمان عورتوں کو اغواء کیا گیا اور پچاس لاکھ مسلمان، ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے، مہاراجہ پٹیالہ اس ریاست کے بانی تھے۔ جو کہ "خالصہ راج" کہلاتی تھی اور سکھ خواتین رواج اور تہذیب کی وارث سمجھی جاتی تھیں، مہاراجہ پٹیالہ نے "خالصہ راج ڈیفنس لیگ" بنائی اور دونوں جنگ عظیم ۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۹ء کے موقع پر دو لاکھ سکھوں کو برطانوی فوج میں بھرتی کرایا۔ اس پر اسے وکٹوریہ کراس ملا۔ اس ریاست کا رقبہ

پانچ ہزار نو سو بیالیس (۵۹۴۲) مربع میل اور آبادی بیس لاکھ کے قریب تھی ۱۹۴۷ء کے مسلم کش فسادات میں سب سے زیادہ مسلمانوں کا جانی اور مالی نقصان ریاست پٹیالہ اور کپورتھلہ کی سکھ ریاستوں میں ہوا۔ یہ مہاراجہ ''خالصہ راج'' کے نام پر مسلمانوں کو قتل کر کے پاکستان کے مطالبہ کو ناکام بنانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ اضلاع کی تقسیم کے وقت بھی سرحدی اضلاع میں مسلمانوں کو نکالنے کی خاطر خونریز فسادات کروائے گئے۔ امرتسر سے سرہند شریف جاتے ہوئے مندرجہ ذیل ریلوے اسٹیشن راستے میں آتے ہیں۔

بوٹاری، بیاس، ڈھلواں، امیرا، کرتارپور، سنوراسی، جالندھر سٹی، جالندھر چھاؤنی، پھگواڑہ، گورایہ، پھلور، لاڈووال، لدھیانہ، ڈھونڈری، ساہنوال، دوراہہ، چاواپائل، کھنہ، منڈی گوبندگڑھ، سرہند، فتح گڑھ صاحب سے خانقاہ عالیہ مجددیہ روضہ شریف کا فاصلہ ۱کلومیٹر ہے اور سرہند سے ۴کلومیٹر فاصلہ ہے۔

☆……☆……☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

امام ربانی مجدد الف ثانی کے حالاتِ زندگی

ڈاکٹر سراج احمد خان

(ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

☆☆

جہانے را دگر گوں کرد یک مرد خود آگاہے

ارشاد باری ہے:

ولکل قوم ھاد۔[1]

اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی انسان دین فطرت سے ہٹا اور اس نے بے راہ روی اختیار کی، تو قدرت نے ایک ہادی کے ذریعے اس کی رہبری فرمائی۔ یہ رہبری پہلے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے حاصل ہوئی پھر انسانیت کے سب سے بڑے محسن یعنی ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل کامل ومکمل ہدایت اور رحمت نصیب ہوئی۔ بعد میں مجدد دین علیہم الرحمتہ کے ذریعے انسانیت کی رہنمائی کی گئی۔ تجدیدِ دین کے اس پہلو کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں صراحتہً ارشاد کیا گیا ہے:

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا[2]۔

اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے سرے پر اس امت کے لیے ایسے بندے پیدا کرے گا جو اس کے لیے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز، ائمہ اربعہ، حضرت امام غزالی حضرت شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسے ہی چند مجددین تھے جنہوں نے اپنے اپنے پُر فتن ادوار میں احیاءِ شریعت اور تجدیدِ دین کے لیے سعی فرمائی اور جن کی کوششوں سے اسلام کو حیاتِ نو، تازگی، اور تابندگی ملی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (مجدد الف اول) اور شیخ احمد سرہندی (مجدد الف ثانی) کو ان مجددین میں خاص امتیاز حاصل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی [3] (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے جب ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ دشمنانِ اسلام کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے پاک و ہند میں اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہے شعائرِ اسلام کی توہین و تذلیل عام ہے۔ اسلام دشمن افراد کو خطرناک حد تک ملکی انتظام میں عمل دخل حاصل ہے اور ان کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے بادشاہِ وقت (اکبر) کی طبیعت میں بھی اسلام کے خلاف ایک طرح کی ضد پیدا ہوگئی ہے۔ اسلام کی اس زبوں حالی پر انتہائی کرب کا اظہار کرتے ہوئے دربار اکبری کے ایک اہم رکن شیخ فرید بخاری کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) مسلمانوں پر پچھلے دور، یعنی دور اکبری، میں کیا کچھ گزر گیا۔ اسلام کی زبوں حالی اس سے پہلے زمانے میں اس سے آگے نہ گئی تھی کہ مسلمان اپنے دین پر رہیں اور کفار اپنے دین پر (آیت کریمہ **لکم دینکم ولی دین** سے معلوم ہوتا ہے)۔ لیکن گذشتہ دور (دور اکبری) میں کھلے بندوں اسلامی سلطنت میں کفر کے قوانین غالب اور نافذ تھے۔ اور مسلمان احکام اسلام کے اظہار سے عاجز و قاصر تھے۔ اگر اظہار کرنیکی جرأت کرتے تو گردن ماردی جاتی۔ آہ! کیسی مصیبت کا وقت تھا، کیسی حسرت و افسوس کا مقام تھا کہ محبوب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ذلیل و خوار تھے، اور ان کے منکرین کو عزت و اعتبار حاصل تھا۔ مسلمان زخمی دل اسلام کے ماتم میں مصروف ہوں اور دشمن مذاق اڑا اڑا کر دل بہلائیں اور زخموں پر نمک پاشی کریں [4]۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے ناگفتہ بہ حالت پر ماتم ہی نہیں کیا بلکہ ان حالات کو بدلنے کے لیے مجاہدانہ سرگرمِ عمل ہوئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اسلام کا بول بالا کیا اور آپکی مساعی جمیلہ نے حالات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ یا تو وہ وقت تھا کہ مسجدیں منہدم کی جارہی تھیں اور ان کی جگہ مندر اور اصطبل بنائے جارہے تھے، حتیٰ کہ بعض قبریں بھی اکھاڑ کر پھینک دی گئی تھیں، جیسا کہ خود حضرت مجدد اپنے خلیفہ حضرت میر نعمان کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> (ترجمہ) اسلام اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ ہندوستان کے کفار بے کھٹکے مسجدیں گرا رہے ہیں اور ان کی جگہ مندر بنا رہے ہیں۔ تھانیسر میں کرکھیت کے تالاب کے اندر ایک مسجد اور ایک بزرگ کی قبر تھی، ان کو ڈھا کر ان کی جگہ دسہرہ کلاں مندر بنا دیا گیا ہے[۵]۔

پھر وہ وقت آیا کہ جب نہ صرف منہدم مسجدیں دوبارہ تعمیر کی گئیں بلکہ نئی نئی وسیع اور خوبصورت مسجدیں تعمیر ہوئیں اور پھر آگے چل کر (دورِ شاہجہانی) میں تو ایسی مسجدیں تعمیر ہوئیں جو رہتی دنیا تک یادگار رہیں گی۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ کفار اور ہنود کے کبر و نخوت کا یہ عالم تھا کہ شعائرِ اسلام کا مذاق اڑاتے اور شعائرِ کفر کا احترام کرنے کے لیے مسلمانوں کو مجبور کرتے۔ مسلمانوں کی اس بے بسی کا حال خود حضرت مجدد کی زبانی سنیے:

> (ترجمہ) کفار اپنی رسموں کو کھلم کھلا بجا لا رہے ہیں اور مسلمان اکثر اسلامی احکام جاری کرنے میں عاجز ہیں ایکا دیشی کے دن ہندو کھانا ترک کر دیتے ہیں۔ بڑی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی شہروں میں کوئی مسلمان اس دن روٹی نہ پکائے اور نہ بیچے، لیکن ماہ رمضان المبارک میں ہندو لوگ برملا، نان و طعام پکاتے بیچتے ہیں۔ مگر اسلام کے مغلوب ہونے کی وجہ سے انھیں کوئی نہیں روک سکتا۔ ہائے افسوس بادشاہِ وقت ہم میں سے ہو پھر ہم فقیروں کا اس طرح خستہ و خراب حال ہو[۶]۔

ہاں اس دورِ ابتلا کے بعد حضرت مجدد کی مساعی کے طفیل ایک وہ زمانہ آیا کہ بادشاہِ وقت (جہانگیر)

اسلامی شریعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پھر آگے چل کر دور عالمگیری[۷] میں پاک و ہند پر اسلام اور صرف اسلام کی علمداری ہوتی ہے اور فتاویٰ عالمگیری مرتب کیا جاتا ہے۔ دور اکبری حضرت مجدد کی مساعی جمیلہ کا نقطۂ آغاز تھا اور دور عالمگیری نقطۂ کمال۔

حضرت مجدد کی حیرت انگیز اور انقلاب آفرین کوششوں اور ان کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> جب ہزار سال گذر چکے اور مرد کامل کے ظہور کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے عادت قدیمہ کے تحت دوسرے ہزار سال کے لیے ایک مجدد پیدا کیا کہ تمام اولیاء مجددین میں اس کا مثیل ونظیر نہ ہوگا۔ اس کو وہ مقامات اور کمالات عطا کیے گئے کہ کسی دوسرے نے دیکھے بھی نہ ہوں گے[۸]۔

اور شاعر مشرق علامہ اقبال خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

(بالِ جبریل)

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے خاص تربیت یافتہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مجدد کا شجرہ نسب چھبیس ۲۶ واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شیخ احمد بن شیخ عبد الاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبد الحی[۹] بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن شیخ امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبد اللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ الواعظ الاصغر بن شیخ عبد اللہ الواعظ الاکبر بن شیخ ابو الفتح بن شیخ اسحٰق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن حضرت عبد اللہ[۱۰] ابن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین[۱۱]۔

حضرت مجدد کے پندرھویں جد حضرت شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کے متعلق خواجہ محمد ہاشم کشمی نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ سلاطین کابل کے اہم وزراء میں سے تھے چونکہ آپ کابل سے

ہندوستان تشریف لائے تھے اس لیے ہندوستان میں جو قبیلہ آپ سے منسوب تھا اس کو اس زمانے میں کابلی کہتے تھے[۱۲-۱۳]۔

شیخ شہاب الدین فرخ شاہ کابلی جامع صفات بزرگ تھے۔ پاکستان کے مشہور بزرگ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمۃ کا سلسلۂ نسب بھی آپ سے ملتا ہے آپ نے اپنے دور میں انتہائی اہم اسلامی خدمات انجام دیں۔ جس کا ذکر شاہ محمد فضل اللہ (م ۱۲۴۱ھ) نے کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> آپ نے کئی بار ہندوستان پر لشکر کشی کی۔ کفار سے جہاد کیا۔ بتوں کا قلع قمع کیا۔ اور اسلام کی ترویج و اشاعت کی۔ بار بار کثرت مال غنیمت لے کر فتح و نصرت کے ساتھ ہندوستان سے لوٹے۔ آخر میں ترکِ سلطنت کر کے فقر اختیار کر لیا۔ اور سلسلۂ چشتیہ میں بیعت ہو گئے، کوہستان کابل میں سکونت اختیار کی۔ مخلوق کو اپنے روحانی فیض و برکت سے مستفیض فرماتے رہے اور یہیں انتقال فرمایا۔ شیخ ضیاء الحق علیہ الرحمۃ نے یہاں خانقاہ اور مسجدیں تعمیر کرائی ہیں۔ آج کل یہ موضع درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے[۱۴]۔

حضرت مجدد کے چھٹے جد حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ سرہند کے بانی اور اپنے وقت کے جلیل القدر عالم تھے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل تھا۔ آپ حضرت جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ صاحب کرامات تھے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مختلف کرامات کا ذکر کیا ہے منجملہ دیگر کرامات کے لیے ایک کرامت یہ ہے:۔

> جب آپ اپنے مرشد مخدوم جہانیاں علیہ الرحمۃ کے ہمراہ وارد ہندوستان ہوئے اور موضع سرائس پہنچے جو سرہند سے سات کوس کے فاصلے پر واقع ہے تو وہاں کے لوگوں نے حضرت مخدوم جہانیاں سے درخواست کی کہ جب آپ دہلی تشریف لے جائیں تو سلطان فیروز شاہ سے فرما دیں کہ سامانہ اور سرائس کا درمیانی راستہ پُر خطر ہے۔ کیونکہ جنگل میں وحشی درندے ہیں اور جو لوگ سامانہ سے مالیہ جمع کرانے سرائس آنا چاہتے ہیں

> انھیں تکلیف ہوتی ہے۔ لہٰذا سامانہ اور سرائس کے درمیان ایک شہر آباد کر دیا جائے تاکہ وہاں کے باشندوں کی تکلیف دور ہو۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے دہلی جا کر سرائس کے باشندوں کی یہ درخواست بادشاہ کے سامنے پیش کر دی۔ چونکہ سلطان فیروز شاہ حضرت مخدوم صاحب کا مرید تھا، اس لیے اس نے فوراً رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اور حکم دے دیا کہ اس جگہ ایک شہر سرہند آباد کر دیا جائے [۱۵]۔

بادشاہ نے اس مقصد کے لیے امام رفیع الدین کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ کو متعین کیا جو مقربینِ شاہی میں سے تھے۔ چنانچہ خواجہ صاحب دو ہزار سوار کے ہمراہ یہاں تشریف لائے اور قلعہ کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ مگر یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ ایک دن میں جتنا قلعہ تعمیر کیا جاتا دوسرے روز وہ منہدم ہو جاتا۔ لوگ پریشان ہو گئے۔ اور بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ بادشاہ نے اپنے مرشد حضرت مخدوم جہانیاں سے ذکر فرمایا۔ آپ نے حضرت امام رفیع الدین کو حکم دیا کہ وہ خود قلعہ سرہند کی بنیاد رکھیں اور وہیں سکونت اختیار کریں [۱۶]۔ چنانچہ حضرت امام رفیع الدین سرہند تشریف لائے اور قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اور وہ بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔ آج بھی یہ قلعہ انھی بنیادوں پر قائم ہے۔

قلعہ کے انہدام کا عقدہ بعد میں کھلا۔ ہوا یہ کہ تعمیر کے وقت مزدوروں سے بیگار لی گئی تھی جس کو حضرت امام رفیع الدین نے بذریعہ کشف معلوم کر لیا۔ اور ایسا کرنے سے سختی سے منع کر دیا [۱۷]۔ حضرت امام رفیع الدین نے وہاں سکونت اختیار کی تو وہاں کچھ اور ہی رونق ہو گئی اور لوگ بڑی تعداد میں آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے لگے۔ اس طرح شہر سرہند [۱۸] کو سب سے پہلے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے جد ششم حضرت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ نے آباد فرمایا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور آپ کے خاندان نے سرہند شریف میں عظیم اسلامی خدمات انجام دیں۔ یہ شہر جو آپ کا مولد و مسکن بھی ہے آپ کے عہد مبارک تک انتہائی پر رونق شہر اور عظیم اسلامی مرکز بن گیا تھا، جیسا کہ مولانا محمد صادق کشمیری کے نام آپ نے خود ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

> سرہند میری جائے پیدائش ہے گویا میرے لیے ایک گہرے اور تاریک کنویں کو پاٹ کر اس پر ایک اونچا چبوترہ بنایا گیا ہے اور اس کو بیشتر شہروں

> اور مقامات سے بلندی دی گئی ہے اور اس زمین میں اس نور کو امانت رکھ دیا ہے جو نور الٰہی سے مقتبس ہے اور اسی نوری رنگ سے چمکایا گیا ہے جس نور سے بیت اللہ شریف کی مقدس سرزمین کو چمکایا گیا ہے[۱۹]۔

صدر جہاں کے نام ایک مکتوب میں سرہند کو ''اعظم بلاد اسلام''[۲۰] تحریر فرمایا ہے الغرض مکتوبات شریف کے مطالعہ سے اس شہر کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ ہوسکتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر پاک و ہند میں واقعی اعظمِ بلاد تھا۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے والد ماجد شیخ عبدالاحد قدس سرہ العزیز (م ۱۰۰۷؁/ ۱۵۹۸ھ) اپنے دور کے متبحر عالم اور بزرگ تھے۔ عالم شباب میں جذبۂ شوق الٰہی، حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۹۴۴؁/ ۱۵۳۷ھ) کے آستانہ عالیہ پر لے گیا بیعت کی درخواست کی تو حضرت گنگوہی علیہ الرحمۃ نے بیعت فرمالیا اور کچھ ضروری اذکار و اوراد کی تلقین فرمائی[۲۱] اور رخصت فرمادیا۔ شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ نے آستانے پر مزید قیام کی اجازت طلب کی تو فرمایا کہ پہلے علوم دین کی تکمیل کرو پھر اس علم کی تحصیل کے لیے کمر ہمت باندھو، کیونکہ بے علم درویش اس کھانے کی مانند ہے جس میں نمک نہ ہو۔ چونکہ حضرت گنگوہی کافی ضعیف ہوچکے تھے، اس لیے حضرت شیخ عبدالاحد کو کچھ قائل ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہ پھر صحبت نہ مل سکے، اس پر حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوجائے تو پھر میرے صاحبزادے شیخ رکن الدین کی طرف رجوع کرنا چنانچہ شیخ عبدالاحد واپس تشریف لے گئے۔ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد جب آستانۂ عالیہ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ شیخ وصال فرما چکے ہیں۔ حسب ارشاد شیخ رکن الدین علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کیا اور آپ نے شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فیوض و برکات سے مستفیض فرمایا۔

صاحب جواہر مجددیہ[۲۲] تحریر فرماتے ہیں:

> انھوں نے آپ کا کمال اعزاز کیا۔ بہت جلد فوائد اور برکات سے بہرہ یاب کر کے ۹۷۹؁ھ میں آپ کو طریقۂ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کا خرقۂ خلافت عنایت فرمایا اور فصیح و بلیغ عربی عبارات میں خلافت نامہ عطا فرمایا[۲۳]۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے اس خلافت نامہ کا پورا عربی متن نقل فرمایا ہے[۲۴]۔

حضرت شیخ عبدالاحد نے بعض دیگر مشائخ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ مثلاً حضرت کمال کیتھلی قادری علیہ الرحمۃ، شیخ حضرت علی قوام نظامی علیہ الرحمۃ، (جن سے آپ نے جونپور میں استفادہ فرمایا) حضرت شیخ اللہ داد علیہ الرحمۃ (جن سے آپ نے شہر رہتاس میں کسب فیض فرمایا) وغیرہ۔

شیخ عبدالاحد علیہ الرحمۃ کے مریدین اور تلامذہ کی فہرست طویل ہے بکثرت مخلوقِ خدا نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ شاہزادہ داراشکوہ کے استاذ ظاہر و باطن شیخ میرک لاہوری علیہ الرحمۃ شیخ موصوف کے مرید اور شاگرد تھے۔ شیخ عبدالاحد کی تصانیف میں مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

(۱)......اسدار التشہد (۲)......کنز الحقائق [۲۵]

حضرت شیخ نے ۱۷ رجب المرجب ۱۰۰۷ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک سرہند شریف میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کے سات صاحبزادے تھے جن میں سے پانچ مندرجہ ذیل مشہور ہوے۔

(۱)......شیخ شاہ محمد علیہ الرحمۃ (خلیفہ شیخ عبدالاحد)
(۲) شیخ مسعود علیہ الرحمۃ (مرید حضرت خواجہ باقی باللہ)
(۳)......شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
(۴)......شیخ غلام محمد علیہ الرحمہ (مکتوبات ۱/ ۲۸۷۔ ۲/۱۲ میں شیخ غلام محمد اور ۲/۱۰ میں شیخ مودود مذکور ہیں)
(۵)...... شیخ مودود علیہ الرحمۃ

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت سرہند شریف میں ۹۷۱ھ مطابق ۱۵۶۴ء ہوئی چنانچہ خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> یہ آفتابِ ولایت تقریباً ۹۷۱ھ میں طلوع ہوا، جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی کے ارشاد سے واضح ہوتا ہے۔ آپ نے اپنا سنہ ولادت تخمیناً ۹۷۱ھ فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ حضرت مجدد الف ثانی کے بعض معمر قریبی عزیزوں سے بھی یہی سنا ہے لفظ خاشع سے آپ کا سنہ ولادت نکلتا ہے۔ ولادت شریف سرہند شریف میں ہوئی [۲۶]۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اور حضرت امام ابوحنیفہ کے والدین کے ازدواجی حالات

میں ایک گونہ مماثلت بیان فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

> جس طرح حضرت امام ابوحنیفہ کے والد بزرگوار حضرت ثابت کے زہد وتقوٰی سے متاثر ہوکر کوفے کے ایک درویش نے اپنی صاحبزادی آپ سے منسوب کردی تھی، اسی طرح دوران سفر حضرت مجدد کے والد شیخ عبدالاحد کے زہد وتقوٰی اور بزرگی سے متاثر ہوکر سکندر (اٹاوہ کے قریب) کی ایک پارسا خاتون نے اپنی صاحبزادی آپ سے منسوب کردی تھی اور جس طرح حضرت ثابت کے ہاں امام ابوحنیفہ جیسا فرزند جلیل پیدا ہوا، اس طرح حضرت شیخ عبدالاحد کے ہاں حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ جیسا بطل جلیل پیدا ہوا [۲۷]۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے ابتداء میں اپنے والد ماجد قدس سرہ سے تعلیم حاصل کی چنانچہ خواجہ محمد ہاشم کشمی تحریر فرماتے ہیں:

> جب حضرت مجدد الف ثانی مکتب میں داخل ہوئے تو تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم حفظ فرما کر اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے [۲۸] چند ہی روز میں اپنی ذہانت اور اعلیٰ فطری صلاحیتوں کے باعث آپ نے ایسا کمال پیدا کیا کہ انتہائی دقیق اور مشکل مقامات کو بھی بڑی خوبصورتی اور آسانی کے ساتھ حل فرمالیا کرتے تھے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے آپ کے فضل وکمال کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے [۲۹]۔

حفظِ قرآن کریم کے بارے میں اگرچہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے یہی لکھا ہے کہ ابتداء عمر میں کرلیا تھا، جیسا کہ محولہ بالا اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے لیکن حضرت مجدد کے ایک مکتوب سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ یہ شرف آپ کو نظر بندی کے دوران حاصل ہوا۔ چنانچہ اپنے صاحبزادگان خواجہ محمد معصوم اور خواجہ محمد سعید علیہم الرحمۃ کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> سورہ عنکبوت تک قرآن کریم ختم کرلیا ہے رات کو جب یہ فقیر اس مجلس (مجلس شہری) سے واپس لوٹتا ہے، تراویح میں مشغول ہو جاتا ہے۔

> حفظ قرآن کی یہ دولت عین پریشانی میں حاصل ہوئی کہ جو جان طمانینت ہے[۳۰]۔

لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن کریم کا کچھ حصہ بچپن میں حفظ کیا ہو اور باقی ایام اسیری میں۔ اور حفظ کی تکمیل ایام اسیری میں ہوئی جیسا کہ مکتوب گرامی سے مترشح ہوتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے والد بزرگوار سے تحصیل علوم فرمائی لیکن موصوف کے علاوہ دیگر معاصرین علماء سے بھی استفادہ فرمایا۔ ان حضرات میں شیخ یعقوب کشمیری، قاضی بہلول بدخشانی، مولانا کمال کشمیری علیہم الرحمۃ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شیخ یعقوب کشمیری کے متعلق خواجہ محمد ہاشم کشمی تحریر فرماتے ہیں:

> وہ شیخ حسین خوارزمی کبروی علوی کے خلیفہ تھے اور حرمین شریفین میں کبار محدثین سے تحصیل حدیث کی تھی[۳۱]۔

قاضی بہلول بدخشی سے عوم عقلیہ ونقلیہ میں مختلف کتابوں کی اجازت حاصل کی اور اسی کے ساتھ ایک حدیث مسلسل کی بھی اجازت حاصل کی اس سے حضرت مجدد کو روحانی مسرت ہوئی، اس کا اندازہ آپ کے اس جملے سے لگایا جا سکتا ہے:

> ایسا محسوس ہوا کہ گویا مجھ کو طبقہ محدثین میں داخل کر لیا گیا ہے[۳۲]۔

مولانا کشمیری سے سیالکوٹ جا کر عضدی اور اس جیسی اور دقیق کتابیں پڑھیں۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے مولانائے موصوف کو ''فحول دانشورانِ متورع''[۳۳] تحریر فرمایا ہے۔ علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت کے بعد غالباً ۹۹۷ھ میں آپ اکبرآباد (آگرہ) تشریف لے گئے اور وہاں درس و تدریس میں بھی مصروف رہے۔ وہیں عربی رسالہ اثبات النبوۃ (بنام تاریخی) ۹۹۸ھ میں لکھا۔ اس میں (صفحہ ۶/۷) اکبری عہد کے ''فتنہائے امت'' اور علمائے حق کے قتل وانخلاء کا ذکر ہے جو بقول بدایونی (صفحہ ۳۲۹_۳۶۱) ۹۹۰ھ سے شروع ہوا تھا۔ نیز ابوالفضل سے آپ کے تعارض کا حال ہے۔ فیضی کی تفسیر سواطع الالہام (بقول بدایونی ص_۳۸۹) نظر ثانی کے بعد ۱۰۰۲ھ مکمل ہوئی یعنی اس سے پہلے ضرور ۹۹۸ھ کے قریب وہ اسے تیار کر رہا تھا جس میں وہ ایک جگہ اٹک گیا تھا اور حضرت مجدد نے اس کی مدد فرمائی تھی۔ (یہ واقعہ ابھی آتا ہے) اسی کے بعد آگرہ سے واپسی پر تھانیسر میں آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے سب سے بڑے

صاحبزادے محمد صادق کی ولادت ۱۰۰۰ھ میں ہوئی تھی اس لیے ظاہر ہے کہ یہ شادی ۹۹۹ھ تک ضرور ہو چکی ہوگی اور اس سے پہلے آپ آگرہ میں رہے ہونگے۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنی قابلیت اور ذہانت کی وجہ سے اکبر آباد کی علمی مجلسوں میں جلد ہی بلند مقام حاصل کرلیا۔ ''اکبر آباد'' اکبر بادشاہ کا پایۂ تخت ہونے کی وجہ سے علمی مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ اکبر آباد کی علمی مجلسوں میں حضرت مجدد کی دربار اکبری کی دو عظیم شخصیتوں سے ملاقات ہوئی یعنی ابوالفضل اور فیضی یہ مجلسیں کبھی کبھی ابوالفضل اور فیضی کے گھروں میں بھی ہوا کرتی تھیں۔ اور آپ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مگر یہ جانا خوشامد یا تملق کے طور پر نہ تھا فیضی آپ کی علمی استعداد کی وجہ سے آپ کی بڑی عزت کیا کرتا تھا۔ یہی حال ابوالفضل کا تھا۔ چنانچہ خود ابوالفضل کے ایک شاگرد نے خواجہ محمد ہاشم کشمی سے بیان کیا کہ ابوالفضل نے اپنے کسی دوست کو خط لکھ کر دیا تھا۔ اس میں حضرت مجدد کا ذکر آیا تو آپ کا نام نامی بڑے القاب و آداب کے ساتھ تحریر کیا[۳۴] اسی طرح ایک اور واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ فیضی اپنی تفسیر بے نقط ''سواطع الالہام'' لکھ رہا تھا۔ ایک مقام پر اٹک گیا۔ ایسی عبارت نہ بن پڑی جو بے نقطہ ہو۔ اتنے میں حضرت مجدد تشریف لے آئے۔ آپ سے اپنی مشکل کا ذکر کیا تو آپ نے قلم برداشتہ بے نقطہ عبارت تحریر فرما کر ایک طرف اس کی مشکل کو حل فرمادیا، دوسری طرف اس کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ واقعہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے نقل فرمایا ہے[۳۵]۔

فیضی اور ابوالفضل دربار اکبری میں بڑا رسوخ رکھتے تھے۔ معمولی آدمی نہ تھے فیضی ۹۵۴ھ میں آگرہ میں پیدا ہوا۔ بیس اکیس برس کی عمر میں اکبری دربار میں پہنچ گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے کے بعد اپنی شاعرانہ استعداد کی وجہ سے ۹۹۶ھ میں دربار اکبری سے ملک الشعراء کا خطاب حاصل کیا۔ اسی طرح اس کا چھوٹا بھائی ابوالفضل ۹۵۸ھ میں آگرے میں پیدا ہوا۔ فیضی کی سفارش سے ۹۸۱ھ میں حاضر دربار ہوا اور بہت جلد اکبر بادشاہ کا منظورِ نظر ہو گیا[۳۶]۔ یہ دونوں بھائی تقرب شاہی کی وجہ سے بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ لیکن مجدد علیہ الرحمۃ شرعی معاملات میں دونوں بھائیوں سے کبھی نہ دبے بلکہ سختی سے کہنے میں بھی گریز نہ کیا۔ چنانچہ ایک مجلس میں جب ابوالفضل نے بیباکانہ حضرت امام غزالی کے قول کو نامعقول کہا تو فوراً مجلس سے اٹھ کر چلے آئے اور یہ فرمایا کہ:

اگر اہل علم کی محبت کا ذوق و شوق ہے تو (ہمارے سامنے ایسے بے ادبانہ

کلام سے احتراز کرو[۳۷]۔

اور کئی روز اس کی مجلس میں تشریف نہیں لے گئے۔ بالآخر ابوالفضل کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے معذرت چاہی۔ اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مجدد صرف تزئین مجلس یا علمی مباحث سے لذت اندوزی کے لیے تشریف نہ لے جاتے تھے بلکہ آپ کے سامنے اصلاحِ حال اور اصلاح خیال کی ایک عظیم مہم تھی جس کو ان مجالس میں سر کرنا تھا۔ اس طرح ابوالفضل ہی سے متعلق ایک اور واقعہ ہے۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ عید کے چاند کے لیے شرعی ثبوت ملنے سے پہلے اکبر بادشاہ نے بزعمِ بادشاہی یا علماء سوء کے کہنے سے عید کے چاند کا اعلان کر دیا۔ اور لوگوں نے روزے کھول لیے۔ لیکن حضرت مجدد روزے سے تھے۔ اس حال میں ابوالفضل کی مجلس میں تشریف لے گئے۔ اس کو جو معلوم ہوا کہ آپ کا روزہ ہے تو اس نے کہا کہ بادشاہ نے تو اعلان کر دیا ہے۔ آپ نے برجستہ فرمایا، بادشاہ تو بے دین ہے، اعتبار کے لائق نہیں[۳۸]۔ ابوالفضل خفیف ہوا اور غالباً بے تکلفی کی بناء پر پانی کا کٹورا آپ کے منہ سے لگا دیا۔ اس حرکت پر آپ بہت برہم ہوئے اور مجلس سے اٹھ گئے اور فرمایا کہ اہل علم سے ملنے کا شوق ہے تو ملنے کا سلیقہ سیکھو۔ ابوالفضل کی معذرت خواہی کے بعد پھر آپ اس کی مجلسوں میں تشریف لے جانے لگے۔

اکبر آباد کی علمی مجلسوں اور ابوالفضل وفیضی سے ملاقاتوں سے جہاد تجدید میں حضرت مجدد کو بڑی مدد ملی۔ آپ نے بہت قریب سے دور اکبری کے فتنے کے اسباب اور ان کے موثرات کا عمیق مطالعہ اور مشاہدہ فرمایا۔ پھر حکمت وموعظت کے ساتھ اس فتنے کا علاج فرمایا۔ جہانگیر کے دربار کا کوئی ایسا ممتاز رکن نہ ہوگا جس کو حضرت مجدد نے خط نہ لکھا ہو۔ ان خطوط کا صرف ایک مقصد ہے کہ دور اکبری میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کی اصلاح کی جائے۔ ادب وانشا کے کمال کے اس دور میں آپ نے کمال انشا پردازی کے وہ جوہر دکھلائے کہ ویسے اب نایاب ہیں۔ آپ کے مکاتیب ادبِ عالی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں زور قلم اور زور بیان سے آپ نے اپنے معاصرین کو متاثر کیا، بات وہی کہی جو پہلے کہی جا چکی تھی، مگر اس انداز سے کہی کہ بالکل انوکھی اور نئی معلوم ہوتی تھی۔ اعجاز بیان نے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور پھر کارِ اصلاح وارشاد نسبتاً سہل ہوگیا۔ تبلیغ وارشاد کے اس پہلو پر مولانا مناظر احسن گیلانی نے بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔[۳۹]

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ اکبر آباد (آگرہ) میں کافی عرصہ رہے۔ حتّٰی کہ آپ کی طویل مفارقت نے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد کو بے چین ومضطرب کر دیا۔ چنانچہ شدتِ اشتیاق میں آپ باوجود کبر سنی

کے بنفسِ نفیس اکبر آباد تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے حضرت مجدد کو لے کر واپس لوٹے۔ سرہند شریف جاتے ہوے جب یہ دونوں حضرات تھانیسر پہنچے تو تھانیسر کے رئیس شیخ سلطان نے جو اکبر بادشاہ کے مقربین میں سے تھے اپنی صاحبزادی کو حضرت مجدد سے منسوب کرنا چاہا۔ حضرت شیخ عبدالاحد نے اس نسبت کو پسند فرمایا۔ چنانچہ یہیں نکاح ہوگیا[۴۰]۔ اس کے بعد حضرت مجدد والدِ محترم کے ہمراہ سرہند تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ عبدالاحد کا اکبر آباد آنا حکمت سے خالی نہ تھا۔ واپسی میں اس پوشیدہ حکمت کا پتا چلا۔

رحمت حق بہانہ می جوید

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو متعدد سلاسل طریقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حاصل ہے جیسا کہ آپ خود ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:

> حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ارادت متعدد واسطوں سے ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ میں ۲۱ واسطے درمیان میں ہیں، طریقۂ قادریہ میں ۲۵ واسطے اور طریقۂ چشتیہ میں ۲۷ واسطے ہیں[۴۱]۔

سلسلہ چشتیہ میں اپنے والد بزرگوار حضرت خواجہ عبدالاحد علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۰۷ھ) سے خلافت حاصل کی، سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ (م۔ ۹۸۰ھ) سے اور سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۱۲ھ) سے، حضرت مجدد نے ابتداءً اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے روحانی فیض حاصل کیا جب آپ آگرے سے سرہند شریف واپس تشریف لائے تو آپ کو والد ماجد سے کسبِ علوم باطنی اور تحصیل اسرار طریقت کا زیادہ موقع ملا۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۵۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

> چونکہ آپ کے والد ماجد کو آپ سے بے حد محبت تھی اور وہ آپ کو اپنی جان عزیز سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے، اس لیے ہمیشہ نجی مجالس میں علومِ دینیہ اور اسرارِ باطنیہ کے ذکر اذکار کرتے رہے۔ لیکن جب آپ آگرے سے واپس سرہند تشریف لائے تو پھر والد ماجد کی صحبت میں رہے اور اقتباس انوار فرمایا اور بہت سے باطنی فائدے حاصل کیے[۴۲]۔

خود حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ مبداء ومعاد میں والد ماجد سے اکتساب باطنی کا ذکر فرمایا

ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ سے سلسلۂ قادریہ میں فیض حاصل کیا، اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ سے سلسلۂ چشتیہ میں اکتساب باطنی فرمایا۔

حضرت شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ نے بچپن میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کو توجہ خاص سے نوازا تھا اور نسبت قادریہ بخشی تھی۔ اس وقت حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی عمر شریف تقریباً دس سال ہوگی۔ لیکن بعد میں ایک وصیت کے ذریعے خرقۂ خلافت و اجازت بھی مرحمت فرمایا۔ اس طرح آپ کو اپنے والد ماجد کے واسطے کے بغیر بھی براہِ راست حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں اجازت و خلافت حاصل ہے۔ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے اس خلافت و اجازت کا حال اس طرح لکھا ہے:

> جب حضرت مجدد خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی صحبت سے پہلی بار فیض یاب ہو کر دہلی سے سرہند تشریف لائے تو ایک دن حلقۂ ذکر میں مراقبہ فرما رہے تھے کہ حضرت شاہ سکندر علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۲۳ھ) نبیرۂ حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ تشریف لائے اور حالتِ مراقبہ میں شاہ کمال کا خرقہ شریف آپ کے شانوں پر ڈال دیا۔ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ جب مراقبے سے فارغ ہوئے تو شاہ سکندر کو کمال تواضع سے گلے لگا لیا۔ شاہ موصوف نے فرمایا کہ کئی مرتبہ حضرت جدامجد شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے خواب میں اشارہ فرمایا کہ میرا خرقہ فلاں کو (جس سے مراد آپ ہی ہیں) پہنچا دو۔ باوجودیکہ اس خرقہ شریف کو گھر سے نکالنا اور کسی کو دینا سخت گراں تھا۔ لیکن چونکہ تاکیداً مجھ کو حکم دیا گیا تھا۔ اس لیے اس حکم کی بجا آوری میں مجبور ہو گیا[۴۳]۔

حضرت مجدد نے وہ خرقہ شریف زیبِ تن فرمایا، اور مکان کے اندر تشریف لے گئے کچھ دیر بعد واپس تشریف لائے اور بعض محرمانِ اسرار سے اپنا کشف بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایا:

> حضرت شاہ کمال کے خرقہ شریف پہننے کے بعد عجب حالت رونما ہوئی۔ دونوں نسبتوں، قادریہ اور چشتیہ، سے پورا پورا حصہ ملا اور میں نے اپنے باطن میں اسکو محسوس بھی کیا[۴۴]۔

حضرت مجدد اسی لیے کبھی کبھی سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت فرمایا کرتے تھے چنانچہ خواجہ محمد ہاشم کشمی تحریر فرماتے ہیں:

> آپ شاذ و نادر سلسلہ قادریہ میں بھی بیعت فرمایا کرتے تھے اور مشائخ سلسلہ قادریہ کا شجرہ بھی عنایت فرمایا کرتے تھے اور اگر کوئی طالب اس سلسلے کے ذکر اذکار پوچھتا تو اس کی تعلیم بھی فرمایا کرتے تھے[۴۵]۔

لیکن ان تینوں سلسلوں میں حضرت مجدد کو سلسلہ نقشبندیہ سے خاص لگاؤ تھا اور حق تو یہ ہے کہ آپ کے بیشتر باطنی کمالات اور روحانی فیوض و برکات اسی سلسلے سے وابستگی کا نتیجہ تھے۔

جیسا کہ عرض کیا سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ سے اجازت و خلافت حاصل تھی اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

حضرت مجدد اپنے والد ماجد عبدالاحد علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۰۷ھ) کے وصال کے بعد ۱۰۰۸ھ میں حج[۴۶] کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر دہلی پہنچے۔ یہاں آپ کے ایک رفیق مولانا حسن کشمیری کی تحریک پر خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ خواجہ صاحب نے انتہائی شفقت فرمائی اور اگرچہ آپ کی یہ عادت نہ تھی کہ خود کسی طالب کو اپنی بیعت کی طرف راغب فرماتے، لیکن حضرت مجدد کی بلند استعداد اور اعلیٰ صلاحیت و قابلیت کا اندازہ چشمِ باطن سے لگالیا اور فرمایا:

> اگرچہ آپ مبارک سفر پر جارہے ہیں، لیکن چند روز فقیر کے پاس رہیں، زیادہ نہیں، ایک مہینہ یا ایک ہفتہ میں کیا حرج ہے[۴۷]۔

حضرت مجدد تعمیلِ ارشاد میں دو تین ماہ خواجہ صاحب کی صحبت میں رہے اور اس قلیل مدت میں آپ سے وہ کچھ سیکھا جو دوسروں کو برسوں کی صحبت سے بھی نہیں ملتا۔ رسالہ ''مبداء و معاد'' میں حضرت مجدد لکھتے ہیں کہ:

> ایں درویش در اواخر ربیع الآخر (۱۰۰۸ھ) بخدمت عزیزے (خواجہ باقی باللہ) کہ از خلفائے ایں خانوادۂ بزرگ بودند مشرف گشت و طریقۂ ایں بزرگواراں را اخذ نمود در منتصف شہر رجب ہماں سال بحضور نقشبندیہ مستسعد گشت و بعد از دہ سال کامل و چند ماہ در نصف اول ماہ ذی قعدہ

(۱۰۱۸ھ) حقیقت کارایں جا منکشف شد۔

اور اس فیضان صحبت کا حضرت مجدد کو شروع ہی میں اندازہ ہو گیا تھا چنانچہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے حضرت مجدد کو یہ کہتے سنا:

> جس روز سے فقیر نے اپنے حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمتِ عالیہ میں تعلیم طریقت حاصل کرنی شروع کی اسی روز سے یہ یقین ہو گیا تھا کہ اللہ سبحانہ عنقریب مجھ کو اپنے کرم سے اس راہ کی معراج تک پہنچائے گا۔ ہر چند اپنے احوال و اعمال پر نظر جاتی تو اس یقین کی نفی کرتا مگر چین نہیں آتا اور اکثر زبان پر یہ شعر آتا۔ ؎
>
> ازیں نورے کہ از تو بر تنم تافت
> یقین دانم کہ آخر خواہمت یافت
>
> اے محبوب! میرے دل پر جو تیرا نور چمکا ہے یقیناً اس کی چمک میں تجھ کو پا لوں گا۔

یہ ارشاد فرمانے کے بعد انکساری و نیاز مندی کے باعث حضرت مجدد کی آنکھیں پر نم ہو جاتیں، اور زبان مبارک پر کلمۂ تحمید جاری ہو جاتا۔

حضرت مجدد نے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے صاحب زادگان خواجہ عبید اللہ (م۔ ۱۰۷۴ھ) اور خواجہ عبد اللہ (م۔ ۱۰۷۵ھ) کے نام ایک مکتوب میں اپنے استفادۂ باطنی کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

> یہ فقیر از سر تا قدم آپ کے والد بزرگوار کے احسانات میں غرق ہے اس راہ کی الف، بے کا سبق انھیں سے لیا ہے اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں، اور ابتداء میں انتہا کے مدارج حاصل ہونے کی دولت انہی کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے، اور سفر در وطن کی سعادت انھیں کی خدمت کے صدقے میں پائی ہے۔ ان کی توجہ شریفہ نے ڈھائی ماہ میں اس نا قابل کو نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا اور اکابر نقشبندیہ کا حضور خاص عطا کیا۔ اور اس قلیل مدت میں جو تجلیات، ظہورات، انوارات اور

> بے رنگیاں و بے کیفیاں حاصل ہوئیں ان کی شرح کس طرح کی جائے[۴۸]۔

طالب و مطلوب دونوں ایک سے ایک بڑھ کر، طالب ہو تو ایسا ہو اور مطلوب ہو تو ایسا ہو کہ آنِ واحد میں طالب کے کمالات باطنی کا اندازہ لگائے۔ خواجہ باقی باللہ دربار اکبری کے کسی امیر کے نام ایک مکتوب میں آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

> شیخ احمد سرہند کے رہنے والے بڑے عابد و زاہد شخص ہیں۔ فقیر نے چند روز ان کے ساتھ نشست و برخاست کی اور بہت سی عجیب باتیں مشاہدہ کیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگے چل کر وہ ایک ایسا چراغ بنیں گے جس سے دنیا روشن ہوگی۔ الحمدللہ ان کے احوال کامل کو دیکھ کر مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے۔ شیخ مذکور کے بھائی اور رشتہ دار بھی ہیں اور سب کے سب نیک و صالح ہیں۔ اور طبقۂ علماء میں سے ہیں۔ ان میں سے چند سے اس دعا گو نے بھی ملاقات کی ہے جو اہرِ عالیہ ہیں اور عجیب صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ شیخ مذکور کے صاحبزادگان جو ابھی بچے ہیں، اسرارِ الٰہی ہیں، ایک پاک درخت ہیں جس کو اللہ نے بڑھایا اور خوب چڑھایا ہے[۴۹]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ہندوستان تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کو حضرت مجدد کے بارے میں خواب میں اشارہ مل گیا تھا۔ آپ اس اشارے کی تکمیل کے منتظر تھے سو بحمداللہ وہ خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

> جب فقیر کے شیخ طریقت خواجہ امکنگی علیہ الرحمۃ (م۔ ۱۰۰۸ء) نے فقیر کو ہندوستان جانے کا حکم دیا تو اپنے کو اس سفر کے قابل نہ پا کر تو اضعاً کچھ پس و پیش کیا۔ آپ نے فرمایا استخارہ کرلو۔ جب استخارہ کیا گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شاخ پر طوطا بیٹھا ہے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر یہ طوطا شاخ سے اڑ کر ہاتھ پر آ بیٹھے تو اس سفر میں کچھ سہولت ہو

جائے معاً وہ طوطا اڑ کر فقیر کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ فقیر نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس نے فقیر کے منہ میں شکر ڈالی۔ دوسرے روز جب یہ خواب حضرت خواجہ املنگی سے عرض کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ طوطا ہندی جانور ہے ہندوستان میں تمہارے دامن سے ایک ایسا عزیز وجود میں آئے گا جس سے عالم منور ہو گا۔ اور تم بھی اس سے مستفیض ہو گے[۵۰]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ مرشد طریقت کی ہدایت کے بموجب کابل سے ہندوستان روانہ ہوئے، لاہور ٹھہرے پھر وہاں سے دہلی روانہ ہوئے اثنائے سفر سرہند شریف سے گزر ہوا۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سرہند شریف میں موجود تھے مگر دونوں حضرات ایک دوسرے سے باخبر نہ تھے جب خواجہ صاحب سرہند پہنچے تو ایک واقعہ پیش آیا جس کا آپ نے حضرت مجدد سے اپنے الفاظ میں خود ذکر فرمایا:

> جب فقیر تمھارے شہر سرہند پہنچا تو عالمِ واقعہ میں دکھایا گیا کہ تو قطب کے جوار میں اترا ہے۔ اس قطب کے حلیے سے بھی آگاہ کیا گیا۔ چنانچہ دوسرے روز اس شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی تلاش میں نکلا۔ مگر کسی کو بھی اس حلیے کے مطابق نہ پایا اور کسی پر آثارِ قطبیت مشاہدہ نہیں کیے ناچار یہی سمجھا کہ شاید اہلِ شہر میں آئندہ کوئی اس قابل ہو گا۔ جوں ہی فقیر نے تم کو دیکھا تمہارا حلیہ اس حلیے کے عین مطابق پایا اور اس قابلیت کے آثار بھی تم میں مشاہدہ کیے[۵۱]۔

حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے ایک اور واقعہ کا ان الفاظ میں ذکر فرمایا:

> فقیر نے دیکھا کہ ایک بڑا چراغ روشن کیا گیا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی روشنی بڑھتی گئی، لوگ اس سے ہزاروں چراغ روشن کر رہے ہیں حتیٰ کہ سرہند میں اس کے قریب پہنچا تو وہاں کے دشت و در کو چراغوں سے منور پایا یہ ارشارہ بھی تمہاری ہی کی طرف تھا[۵۲]۔

بہر کیف حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کو فیوض و برکات لا متناہی سے

بہرہ مند فرما کر سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں خرقۂ خلافت اور اجازت عطا فرمائی اور اپنے چند طالبانِ طریقت کو آپ کی صحبت کیمیا اثر میں مامور فرما کر سرہند رخصت فرمایا۔ جب حضرت مجدد علیہ الرحمۃ سرہند پہنچے تو آپ نے بصد نازش وافتخار فرمایا:۔

باز آمدیم باصد ہزار خلعت و فتوح [۵۳]

کچھ عرصہ سرہند شریف میں گزار کر پھر دہلی تشریف لے گئے اور ایک عرصہ حضرت خواجہ کی صحبت میں رہے۔ دونوں میں وہ مودت ومحبت اور یگانگت ویکجہتی پیدا ہوگئی کہ کم دیکھنے میں آئی ہے دونوں ایک دوسرے کا اس طرح احترام کرتے کہ کبھی کسی نے پیر ومرید کے درمیان یہ احترام نہ دیکھا ہوگا۔ صاحب مرآۃ الجنان اور صاحب مرآۃ العالم نے اس باہمی عزت واحترام کو عجائباتِ زمانہ میں شمار کیا ہے۔ آپ کے خلیفہ خواجہ محمد ہاشم کشمی نے بھی اس والہانہ باہمی تعلق کے بارے میں فرمایا ہے:

> پیر ومرید کے درمیان جو راہ ورسم تھی اور جس قسم کا تعلق تھا وہ شاید ہی کسی نے کبھی سنا ہو۔ یہ تو عجائب روزگار میں سے ایک عجوبہ تھا جو اولی الابصار کے لیے بھی موجب حیرت ہے [۵۴]۔

خواجہ محمد ہاشم کشمی نے خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ میر محمد نعمان (م۔ ۱۰۵۸ھ) کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب حضرت مجدد کا کتنا احترام کرتے تھے لیکن یہ حضرت خواجہ کا تواضع وانکسار تھا۔ اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ حضرت مجدد شیخ طریقت سے کمالات روحانی میں سبقت لے گئے تھے۔ جیسا کہ بعض حضرات نے لکھا ہے۔ بہرکیف میر محمد نعمان موصوف فرماتے ہیں:

> ایک روز حضرت مجدد علیہ الرحمۃ حجرہ شریف میں تخت پر آرام فرما رہے تھے کہ خواجہ صاحب تن تنہا دوسرے درویشوں کی طرح آپ کو بھی دیکھنے آئے جب آپ حجرے کے دروازے پر پہنچے تو خادم نے حضرت مجدد کو اٹھانا چاہا مگر آپ نے سختی سے منع فرمایا اور نیاز وآداب کے ساتھ باہر آستانے کے نزدیک حضرت کے جاگنے کے منتظر رہے تھوڑی دیر بعد حضرت کی آنکھ کھل گئی باہر آہٹ سن کر آواز دی۔ ''باہر کون ہے؟''

> حضرت خواجہ نے بڑے ادب کے ساتھ فرمایا ''فقیر محمد باقی''
> حضرت آواز سنتے ہی تخت سے مضطربانہ اٹھ کھڑے ہوے اور باہر آ کر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ حضرت خواجہ کے سامنے مودب بیٹھ گئے ۵۵۔

بہر کیف خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی صحبت کیمیا اثر نے حضرت مجدد کی روحانی ترقی میں چار چاند لگا دیے کچھ روز دہلی میں قیام کے بعد سرہند تشریف لائے اور طالبانِ طریقت کی تربیت کی طرف متوجہ ہوے اور تھوڑے ہی دنوں میں اپنی توجہات عالیہ سے مخلوق خدا کو مستفیض فرمایا۔ بکثرت لوگ آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہوے حضرت مجدد کے کمالاتِ باطنی کو دیکھتے ہوے خواجہ باقی باللہ نے تمام طالبوں کو اس طرف متوجہ کیا اور خود مشیخت کی تمام ذمہ داریاں ترک کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ جو آتا حضرت مجدد کے پاس بھیج دیا جاتا۔ حضرت مجدد نے خود ان حقائق کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

> ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ طالبان طریقت کی تربیت میں اس وقت تک سرگرم رہے جب تک کہ ہمارا معاملہ انتہا کو نہیں پہنچ گیا۔ لیکن جب ہماری تربیت سے فارغ ہوے تو دیکھا کہ آپ نے مشیخت کی تمام ذمہ داریاں ترک کر کے طالبانِ طریقت کو ہمارے حوالے کر دیا ہے اور فرمایا کہ ''بخارا اور سمرقند'' سے ہم اس بیج کو لائے تھے اور ہم نے ہندوستان کی اس متبرک زمین میں اس کو بو دیا ہے ۵۶۔

حضرت امیر صالح نیشاپوری خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوے تو آپ نے حضرت مجدد کے پاس بھیج دیا اور تحریر فرمایا:

> جناب سیادت مآب امیر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے طلب ظاہر کی تھی چونکہ تقاضائے وقت نہ تھا اس لیے ان کی تضییع اوقات کو مسلمانی کے منافی سمجھا۔ اس لیے تمہارے پاس بھیجا گیا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی استعداد کے مطابق وہ بہرہ مند ہوں گے اور کامل توجہ اور لطفِ خاص سے ان کو نوازا جائیگا ۵۷۔

حضرت مجدد نے خواجہ باقی باللہ کے انتقال ۱۰۱۲ھ سے کچھ قبل دہلی کا تیسرا اور مرشد طریقت کی حیات میں آخری سفر کیا۔ اس سفر میں خواجہ صاحب نے اپنے دونو مولود صاحب زادگان خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبداللہ علیہما الرحمۃ پر توجہ ڈالنے کے لیے فرمایا۔ یہ توجہ بھی دی گئی پھر ان بچوں کی والدات پر غائبانہ توجہ ڈالنے کے لیے فرمایا۔ ان پر بھی توجہ دی گئی۔ چنانچہ صاحبزادگان موصوف کے نام ایک مکتوب میں ان واقعات کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

> اس فقیر کو تین مرتبہ حضرت کی عتبہ بوسی کا شرف حاصل ہوا جب آخری مرتبہ زیارت ہوئی تو ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ضعفِ بدن غالب آ گیا ہے۔ امید حیات کم ہے۔ تم بچوں کے احوال سے باخبر رہنا۔ پھر آپ کو اپنے سامنے طلب فرمایا۔ اس وقت آپ شیر خوار بچے تھے، اس فقیر کو حکم دیا کہ ان پر توجہ دو، حضرت کے حکم سے ان کی موجودگی میں توجہ دی۔ یہاں تک کہ اس کا اثر بھی ظاہر ہوا۔ اسکے بعد حضرت نے فرمایا'' والدات پر غائبانہ توجہ دو، چنانچہ ان کو بھی غائبانہ توجہ دی گئی۔ امید ہے کہ حضرت کی موجودگی کی برکت سے اس توجہ کے بھی اچھے نتائج ظاہر ہوے ہوں[۵۸]۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ میں حضرت مجدد کا یہ آخری سفر تھا اس کے بعد دو مرتبہ دہلی تشریف لے گئے۔ ایک مرتبہ ۱۰۱۲ھ میں جب کہ آپ کو لاہور میں حضرت خواجہ کی خبر وصال ملی، اور دوسری مرتبہ ۱۰۱۶ھ میں حضرت خواجہ کے عرس میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سرہند شریف ہی میں رہے۔ آخر میں ۱۰۲۸ھ سے ۱۰۲۹ھ تک ایک سال قلعہ گوالیار میں رہے اس کے بعد لشکر شاہی کے ساتھ ساتھ مختلف شہروں میں تشریف لے گئے۔ ۱۰۳۳ھ کے شروع میں سرہند شریف آ کر گوشہ نشین ہو گئے (اس گوشہ نشینی کی تفصیل مکتوب نمبر ۱۲۰ دفتر سوم میں ملتی ہے) اور سہ شبنہ ۲۹ رصفر ۱۰۳۴ھ یکم دسمبر ۱۶۲۴ء کو یہیں وصال فرمایا[۵۹]۔ انا للہ و انا الیہ رٰجعون

اولاد امجاد:

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ ۱۰۲۵ھ/ ۱۶۱۶ء

میں پنجاب کے علاقے میں طاعون کی وباء پھیلی اور بہت اموات واقع ہوئیں مکتوب ۱/۲۹۹ میں اس وبا کا ذکر ہے حضرت مجدد نے مکتوب ۱/۳۰۶ میں اپنے تین فرزند (۱) محمد صادق (۲) محمد فرخ (۳) محمد عیسیٰ کی وفات کا ذکر کیا ہے جو اسی وباء میں اللہ کو پیارے ہوئے (پہلے دفتر کے آخر میں محمد صادق کے تین مکتوبات بھی شامل کر دیے ہیں۔

مکتوب ۲/۱۶ میں طاعون اور قحط کا ذکر ہے اور محمد صادق کے انتقال کا ذکر بھی ہے مکتوب ۲/۱۷ میں مرزا حسام الدین احمد کو حضرت مجدد نے (صاحبزادوں کی وفات پر) تعزیت نامہ کا جواب لکھا ہے۔ مکتوب ۲/۲۲ میں بھی وبا کے سلسلے میں محمد صادق پر انعام الٰہی کا ذکر ہے ۲/۳۲ میں قلیج اللہ کو تعزیت نامے کا جواب دیا ہے۔ (وبا پھر آئی ہوگی کیونکہ مکتوب ۲/۶۵ میں دوبارہ وبا کے آنے کا ذکر ہے)

فرزندان گرامی اپنی عمروں کے لحاظ سے اس ترتیب سے ہیں۔

(۱)...... محمد صادق، م۔ ۱۰۲۵ھ (مکتوب ۱۵۵۔ ۱۸۱۔ ۲۰۸۔ ۲۳۴۔ ۲۳۶ ۔ ۲۴۶۔ ۲۶۰۔ ۲۶۷۔ ۲۹۹۔ ۳۰۶۔ ۲/۱۶۔ ۱۷۔ ۲۳)

(۲)...... محمد سعید، م۔ ۱۰۷۰ھ (۲۳۶۔ ۲۵۹۔ ۳۱۱۔ ۲/۳۔ ۷۱۔ ۹۱۔ ۹۸۔ ۳/۲۔ ۴۳۔ ۴۶۔ ۴۸۔ ۶۱۔ ۶۴۔ ۷۳۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۸۲۔ ۸۸۔ ۹۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۶۔)

(۳)...... محمد معصوم، م۔ ۱۰۷۹ھ (۱/۲۳۶۔ ۳۰۰۔ ۳۰۲۔ ۲/۶۔ ۱۱۔ ۷۲۔ ۹۸۔ ۳/۲۔ ۴۳۔ ۴۵۔ ۵۳۔ ۶۲۔ ۶۴۔ ۷۶۔ ۷۸۔ ۷۹، ۸۰۔ ۸۲۔ ۸۵۔ ۹۴۔ ۱۰۴۔ ۱۰۶۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔)

(۴)...... محمد فرخ، م۔ ۱۰۲۵ھ

(۵)...... محمد عیسیٰ، م۔ ۱۰۲۵ھ (مکتوب ۱/۳۰۶)

(۶)...... محمد اشرف

(۷) محمد یحییٰ، م۔ ۱۰۹۶ھ (شیر خوارگی میں فوت ہوئے)

صاحبزادیوں میں

(۱)...... بی بی رقیہ شیر خوارگی میں اللہ کو پیاری ہوئیں

(۲)...... ام کلثوم۔ ۱۰۲۵ھ کی وبا میں چل بسیں

(۳)...... بی بی خدیجہ صاحب اولاد ہوئیں

تصانیف:

آپ کی حسب ذیل تصانیف زیادہ مشہور ہیں۔

(۱)......اثبات النبوۃ

یہ رسالہ عربی میں ہے اور اس کے مقدمے میں اکبری عہد کے ''فتہنائے امت'' (۹۸۷ھ کا ذکر (۶۔۷) اور ابوالفضل سے بحث ومباحثے سے متعلق اشارہ ہے علمائے حق کے قتل یا انخلاء کا ذکر بھی ہے جو بقول بدایونی ۹۹۰ھ ہی میں ہوا تھا۔ یہ رسالہ تحقیق النبوۃ کے نام سے جیسا کہ اس کی پہلی بحث کا عنوان ہے بھی مشہور ہوا لیکن اثبات النبوۃ (۹۹۸ھ) تاریخی نام ہوگا۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے پہلی بار مع اردو ترجمہ ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں کراچی سے شائع کیا اور اس کی ترتیب کے لیے خانقاہ مظہریہ (دہلی) خانقاہ سراجیہ (کُندیاں میانوالی، اور ٹنڈو سائیں داد (سندھ) کے نسخوں سے مدد لی، لیکن افسوس کہ اس رسالے کا دوسرا مقالہ جو ردِ فلاسفہ میں ہوگا جیسا کہ اس کے آخر میں صرف عنوان ہے) افغانستان، ہندوستان پاکستان اور حجاز وغیرہ میں باوجود تلاش کے نہیں مل سکا۔

(۲)......رسالہ ردّ روافض

یہ رسالہ فارسی میں ہے۔ عبدالمومن بن عبداللہ ازبک، والی توران (م۔ ۱۰۰۶ھ) نے ۱۰۰۱ھ میں جب محاصرہ مشہد کیا تو وہاں کے شیعوں نے ماوراء النہر کے علماء کے ایک رسالے کا جواب سخت طعن وتشنیع کے ساتھ لکھا۔ اس جواب کو دیکھ کر حضرت مجدد نے غالباً ۱۰۰۱ھ ہی کے بعد یہ رسالہ فضائل صحابہ میں لکھا۔ پہلے یہ رسالہ مکتوبات کے آخر میں نول کشور پریس نے شائع کیا تھا۔ لیکن وہ بہت غلط تھا۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان نے تصحیح کر کے اردو ترجمہ کے ساتھ رام پور سے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا تھا اور اس کا تاریخی نام ''رسالہ در کوائفِ شیعہ'' ۱۰۰۲ھ بنا دیا تھا۔ پھر انہوں نے مزید اضافہ کے ساتھ ۱۹۷۴ء میں ------ شائع کیا ہے۔

(۳)......رسالہ تہلیلیہ

یہ رسالہ بھی عربی میں ہے۔ کلمہ طیبہ سے متعلق بحث ہے توحید کے مراتب، وجود باری تعالیٰ اور وجود ممکنات پر بھی بحث ہے نبوت رسالت اور کمالات کیلیے دلائل ذکر کیے ہیں۔ یہ رسالہ ۱۰۰۷ھ کے بعد لکھا گیا ہوگا، کیونکہ اس میں رسالہ ''اثبات النبوۃ'' (صفحہ ۳۸) کا ذکر ہے۔ اور حضرت مجدد نے اپنے والد خواجہ

عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ (م۔ ۱۰۰۷ھ) کے رسالہ کنز الحقائق کا اقتباس (صفحہ ۲۸) دیتے ہوئے انھیں ’’قدس سرہ العزیز‘‘ کہا ہے جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان صاحب نے یہ رسالہ مختلف نسخوں کی تطبیق اور پروفیسر رشید احمد ارشد صاحب کے اردو ترجمہ کے ساتھ کراچی سے ۱۹۶۵ء میں شائع کیا اور اس کا تاریخی نام معارف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۱۰۱۰ھ) بنا دیا۔

(۴)......رسالہ مبداء ومعاد

فارسی میں ہے پہلے یہ رسالہ متفرق مسودات کی شکل میں تھا۔ بعد میں خواجہ محمد صدیق بدخشی الکشمی (المتخلص بہ ھدایت) نے ۱۰۱۹ھ میں اسے کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس کے آخر میں تاریخ کے لیے دو رباعیاں ہیں ایک اس طرح ہے:

ایں نسخہ کہ مبداء و معاداست بنام
زانفاسِ نفیس حضرت فخر کرام
چوں کرد ہدایت انعقادِ از سر صدق
درسال ہزار و نوزدہ گشت تمام

کراچی سے بھی ۱۹۶۸ء میں یہ رسالہ (مع اردو ترجمہ) شائع ہوا ہے اور اس رباعی کے تیسرے مصرعے میں ’’انعقاد‘‘ کے بجائے ’’اقتباس‘‘ لکھا ہے جو صحیح نہیں ’’سر صدق‘‘ یعنی ۹۰ کے اعداد اس فقرے کے اعداد (۹۲۹) میں جمع کیے جائیں تو ۱۰۱۹ھ بن جاتا ہے۔

اس رسالے میں منھا کے عنوان سے ۶۱ موضوعات ہیں، منھا نمبر۴ میں حضرت مجدد نے خود ہی فرمایا کہ ربیع الآخر ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ باقی باللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اخذ طریقہ فرمایا۔ پھر رجب ۱۰۰۸ھ میں نسبت نقشبندیہ کا ظہور ہوا۔ اور دس سال بعد اس کی حقیقت کا انکشاف تام حاصل ہوا۔ (اس طرح ۱۰۱۹ھ خود ہی پورا ہو جاتا ہے)۔ اغلب ہے کہ یہی محمد صدیق ہدایت ’’حیات باقیہ‘‘ کے بھی مصنف تھے، جیسا کہ حضرات القدس ۱/ ۲۱۸۔۲/ ۲۹۸ سے ظاہر ہوتا ہے۔

(۵)......رسالہ معارف لدینہ

(علوم الٰہیہ) فارسی میں ہے معارف خاصہ اور سلوک وطریقت سے متعلق ۴۱ معارف ہیں اور ذیلی

معارف بھی ہیں۔ مکتوبات شریف کے دفتر دوم کے ۴۲ تا ۴۵ مکتوبات کے مضامین بھی اس رسالے کے مضامین سے ملتے جلتے ہیں۔ بلکہ ۲/۴۴ میں فرمایا بھی ہے کہ یہ مضامین میں نے اپنے مکتوبات اور رسائل میں بیان کردیے ہیں۔ یہ رسالہ بارہا شائع ہوا تھا۔ اب کراچی سے ۱۹۶۸ء میں مع اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔

(۶)......تعلیقات برشرح رباعیات خواجہ باقی باللہ

خواجہ باقی باللہ کو دو رباعیوں کی فارسی شرح اور ان پر تعلیقات ہیں۔ وجود واجب تعالیٰ اور وجود ممکنات ان کا موضوع ہے۔ حضرت مجدد نے اپنے معارف خاصہ کی روشنی میں فارسی میں اس موضوع کی تحقیق فرمادی ہے اور جو شکوک وشبہات اس مسئلے میں پیدا ہو سکتے تھے ان کو رفع فرمادیا ہے۔ یہ رسالہ کئی مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اب ۱۹۶۸ھ میں کراچی سے مع اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔

(۷)......مکاشفات عینیہ (مجددیہ)

یہ فارسی رسالہ پہلے مسودات کی شکل میں تھا (دفتر سوم مکتوب ۸۲) بعد میں غالباً ۱۰۵۳ھ میں خواجہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری نے اسے کتابی شکل میں مرتب کیا۔ اس کے بعض مقامات عربی میں بھی ہیں۔ اور اس کے بعض مضامین حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مکتوبات اور رسائل میں بھی آچکے ہیں۔

جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے پہلی بار متن مع اردو ترجمہ ۱۹۶۵ء میں کراچی سے شائع کیا۔ اس رسالہ کا نام اکثر کتابوں میں مکاشفاتِ غیبیہ آتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب موصوف نے اس خیال سے کہ محمد ہاشم کشمی تاریخی نام دیا کرتے تھے اس رسالے کا نام مکاشفاتِ عینیہ (مجددیہ) بنادیا۔ جس کے اعداد سے ۱۰۵۳ھ برآمد ہوتا ہے۔

اب حضرت مجدد کی سب سے اہم تصنیف مکتوبات (۳ دفتر) کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۸)...... پہلا دفتر درالمعرفت[۶۰]

کے تاریخی نام سے ۱۰۲۵ھ میں مولانا یار محمد الجدید بدخشی طالقانی نے (۳۱۳ مکتوبات پر مشتمل) مرتب کیا تھا ۳۱۳ کا یہ عدد دراصل پیغمبران مرسل علیہم السلام اور اصحابِ بدر کی تعداد کے مطابق ہے۔

(۹)......دوسرا دفتر نور الخلائق

کے تاریخی نام سے ۱۰۲۸ھ میں مولانا عبدالحئی ابن خواجہ چاکر حصاری نے (۹۹ مکتوبات پر مشتمل)

مرتب کیا تھا۔ ۹۹ کا یہ عدد اللہ پاک اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء الحسنیٰ کی تعداد کے مطابق ہے۔

(۱۰)...... تیسرا دفتر کائس الراسخین / معرفۃ الحقائق

کے تاریخی نام سے ۱۰۳۳ھ میں مولانا محمد ہاشم کشمی برہان پوری نے حضرت مجدد کی حیات ہی میں (۱۱۴ مکتوبات) مرتب کرلیا تھا۔ اس کا عدد ۱۱۴ قرآن پاک کی سورتوں کی تعداد کے مطابق تھا۔

لیکن بعد میں مزید دس مکتوبات شامل کرکے معرفۃ الحقائق کے تاریخی نام ۱۰۴۰ھ سے شائع کیا۔

مکتوبات شریف کے یہ تینوں دفتر کئی مرتبہ شائع ہوے ہیں لیکن نہایت عمدہ تصحیح اور حواشی کے ساتھ مولانا نور احمد امرتسری نے ۱۳۲۹ھ میں شائع کیا تھا۔ اب جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ان کا عکس لے کر ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کیا ہے۔

☆......☆......☆

حواشی:

۱......قرآن کریم، سورہ رعد آیت ۷

۲......سنن ابوداؤد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، جلد دوم، ص۔ ۲۱۴

نوٹ ......محمد ہاشم کشمی نے زبدۃ المقامات (لکھنو ۱۸۹۰ء، ص۔ ۱۸۱) میں علامہ سیوطی کی جمع الجوامع کی اس حدیث کو حضرت مجدد پر منطبق کیا ہے۔ **یکون فی امتی یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعته کذاو کذا** (میری امت میں ایک ایسا شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائے گا۔ اس کی شفاعت سے بکثرت لوگ جنت میں داخل ہوں گے) مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۶ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ جناب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے رسالہ ''الرحیم'' (حیدرآباد ستمبر۔ اکتوبر ۱۹۶۷ء) میں ایک نادر مخطوطہ مع اردو ترجمہ شائع کیا ہے جس میں ''تجدید'' سے متعلق متعدد شواہد ہیں...... بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مخطوطہ حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت عرف شاہ گل (م ۱۱۲۶ھ) کی تصنیف ہے کیونکہ اس میں انھوں نے اپنی کتاب ''جنات الثمانیہ'' کا حوالہ بھی دیا ہے۔ حضرت مجدد کی ولادت باسعات سرہند شریف ۹۷۱ھ بمطابق ۱۵۶۴ء میں ہوئی یعنی عہد اکبری میں اور عہد جہانگیری ۱۰۳۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔

۳۔۴......مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۴۷

نوٹ...... ملا عبدالقادر بدایونی نے عہد اکبری کے پوست کندہ حالات اپنی مشہور تصنیف ''منتخب التواریخ'' میں بیان کیے

ہیں۔ شیخ محمد اکرام صاحب نے ''رودِ کوثر'' میں، مولانا زوّار حسین صاحب نے اپنی کتاب ''حضرت مجدد الف ثانی'' میں اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب نے ''اثبات النبوۃ'' کے مقدمہ میں اکبری عہد کے کافرانہ حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اس لیے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی

۵……مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲، ص۔ ۲۳۲

۶……مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب نمبر ۹۲، ص۔ ۲۳۲

۷…… بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ، حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے اور جیسا کہ مکتوبات معصومی اور عالمگیر نامہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ معصوم نے اپنے صاحبزادے خواجہ سیف الدین علیہ الرحمۃ کو اورنگ زیب کی دلی خواہش کے تحت قلعہ معلیٰ بھیجا تھا، جہاں اورنگ زیب نے کمال عقیدت و محبت کے ساتھ تزکیۂ نفس کے منازل طے کیے اور روحانی فیض حاصل کیا اور وہ کمال حاصل کیا کہ باید و شاید

۸……ارشاد الطالبین مطبوعہ لاہور ۱۳۱۷ھ، ص۔ ۶۳

۹……خواجہ احمد حسین نے شیخ عبدالحیٔ بن شیخ حبیب اللہ لکھا ہے اس طرح ایک واسطہ حذف کر دیا ہے۔ (جواہر مجددیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء، ص۔ ۲)

۱۰…… محمد احسان اللہ عباسی نے جواہر معصومیہ کے حوالے سے یہاں سے شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے ''شیخ عبداللہ بن شیخ عمر بن شیخ حفص بن شیخ عاصم بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مجدد الف ثانی مطبوعہ رام پور ۱۹۴۶ء ص۔ ۴۶) فتاوٰی تاتارخانیہ (الفصل ۱۶) میں ہے کہ حضرت امام حسن بن حضرت علی کی ایک صاحبزادی حضرت عبداللہ بن حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے عقد میں تھیں۔ اور مولانا بحر الدین مجددی (سرفراز کالونی حیدر آباد) کی ایک قلمی بیاض میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حضرت عمر کے دوسرے فرزند ناصر انھی صاحبزادی کے بطن سے تھے لیکن مولانا ابوالحسن زید فاروقی نے مقامات خیر (دہلی ۱۳۹۲ھ، ص۔ ۳۱) میں اس طرح لکھا ہے:

ناصر بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عبداللہ بن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم

۱۱……خواجہ محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مطبوعہ کانپور ۱۸۹۰ء، ص۔ ۸۸، ۸۹

۱۲۔ ۱۳……خواجہ محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مطبوعہ کانپور ۱۸۹۰ء، ص۔ ۸۸، ۸۹

۱۴……محمد فضل اللہ عمدۃ المقامات مطبوعہ لاہور ۱۳۵۵ھ، ۱۹۴۹ء، ص۔ ۹۹

۱۵……زبدۃ المقامات، ص۔ ۸۹، ۹۰

۱۶……زبدۃ المقامات، ص۔ ۹

۱۷...... زبدۃ المقامات، ص۔۹۰

۱۸...... سرہند شریف کو پہلے سہرند کہا جاتا تھا جس کے معنی ''بیشہ شیر'' یا ''شیروں کا مسکن، یا'' کچھار'' کے ہیں رفتہ رفتہ کثرت استعمال سے سہرند سے سرہند ہو گیا۔ حضرت امام رفیع الدین نے جو قلعہ تعمیر کرایا تھا قدیم زمانے میں شہر کے باہر کافی فاصلے پر واقع تھا۔ لیکن کثرت آبادی کی وجہ سے قلعہ دسویں صدی ہجری کے اواخر میں شہر کے اندر آ گیا تھا (زبدۃ المقامات، ص۔۹۰)

۱۹...... مکتوبات امام ربانی دفتر دوم، مکتوب نمبر۲۲

۲۰...... مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر۱۹۵، ص۔۱۹۵

۲۱...... زبدۃ المقامات، ص۔۹۱، ۹۲

۲۲...... خواجہ احمد حسین۔ جواہر مجددیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۹ء، ص۔۶

۲۳...... خواجہ احمد حسین جواہر مجددیہ مطبوعہ لاہور ۱۹۴۶ء، ص۔۶ مکتوبات (۳/۸۷) میں حضرت مجدد نے خود بھی اپنے سلاسل کے واسطوں کا ذکر کیا ہے

۲۴...... زبدۃ المقامات، ص۔۹۲، تا ۹۴

۲۵...... حضرت مجدد نے کنز الحقائق کا ذکر اپنے رسالہ تہلیلیہ میں بھی کیا ہے۔ رسالہ تہلیلیہ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۵ء، ص۔۲۸

۲۶...... محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مطبوعہ کانپور ۱۸۹۰ء، ص۔۱۲۷

۲۷...... ایضاً ص۔۱۲۶، ۲۷

۲۸...... ایضاً ص۔۱۲۸

۲۹...... محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مطبوعہ کانپور ۱۸۹۰ء، ص۔۱۲۸

۳۰...... مکتوبات ۲/۴۳

۳۱...... زبدۃ المقامات، ص۔۱۲۸

۳۲...... ایضاً ص۔۱۳۰

۳۳...... ایضاً ص۔۱۲۸

۳۴...... ایضاً ص۔۱۳۱

نوٹ...... آج کل بعض حضرات فیضی اور ابوالفضل کو دین دار اور تصوف پسند ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ بیشک وہ کبھی ایسے ہی تھے لیکن ضرورت اس تحقیق کی ہے کہ وہ لوگ کب سے کب تک ایسے تھے

۳۵...... ایضاً ص۔۱۳۲

۳۶......ہاشمی فریدآبادی: تاریخ مسلمانانِ پاکستان (بھارت) مطبوعہ کراچی، ص۔۴۸۴، ۴۸۸

۳۷......زبدۃ المقامات، ص۔۱۳۲

۳۸......تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی مطبوعہ، ص۔۹۴، ۹۵ (سید مناظر احسن گیلانی: مجدد الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ)

۳۹......تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی مرتبہ محمد منظور نعمانی مطبوعہ لکھنو، ۱۹۶۰ء، ص۔۹۴، ۹۵

۴۰......کمال الدین۔ روضۃ القیومیہ مطبوعہ لاہور، ص۔۶۷، ۶۸

۴۱......حضرت مجدد: مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب نمبر ۸۷

۴۲......محمد ہاشم کشمی زبدۃ المقامات مطبوعہ کانپور ۱۳۰۷ھ، ص۔۱۳۳

۴۳......زبدۃ المقامات، ص۔۱۳۴

۴۴......زبدۃ المقامات، ص۔۱۳۵

۴۵......ایضاً، ص۔۱۳۵

۴۶......زبدۃ المقامات، ص۔۱۳۹

نوٹ...... ممکن ہے کہ یہ حج نفلی کی نیت ہو اور اگر فرض تھا تو راستے میں امن کا ظن غالب ہو تو فرض ہے ورنہ نہیں۔ حضرت مجدد کے اس مسلک کو مکتوب ۱/۲۵۰ میں دیکھیں مکتوب ۱/۲۳۳ میں بھی آپ نے حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے

۴۷...... ایضاً، ص۔۱۳۹

۴۸......مکتوبات شریف جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶

۴۹......زبدۃ المقامات، ص۔۱۴۵

۵۰...... زبدۃ المقامات، ص۔۱۴۰، ۱۴۱

۵۱......زبدۃ المقامات، ص۔۱۴۱

۵۲......ایضاً، ص۔۱۴۱

۵۳......ایضاً، ص۔۱۴۶

۵۴......زبدۃ المقامات، ص۔۱۵۵

۵۵......ایضاً، ص۔۱۵۳۔۱۵۴

۵۶......ایضاً، ص۔۱۵۶

۵۷......ایضاً، ص۔۱۵۴

۵۸......مکتوبات شریف جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

۵۹......وصال احمدی، ص۔ ۲۰

نوٹ......حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات (دفتر اول مکتوب ۱۹۳) میں لکھا ہے کہ ''ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو مرض وفات سے پیشتر بخار اور کھانسی کی شکایت ہوگئی تھی۔ چند روز کے بعد اس مرض سے صحت ہوگئی۔ چنانچہ اصلی حالت پر آ گئے۔ اور بے تکلف مسجد میں حاضر ہوتے تھے۔ کم و بیش ایک ماہ کے بعد ایک ایسا بخار عارض ہوا کہ چھٹے روز اس دنیا سے دار السرور کی طرف رحلت فرما گئے۔'' خواجہ محمد معصوم نے اپنے مکتوبات (۱/۸۶) میں حضرت مجدد کے وصال کی تاریخ ۲۸ صفر لکھی ہے

۶۰......در المعرفت تاریخی نام محمد ہاشم کشمی نے برہان پور کے قیام کے زمانے میں بنایا تھا۔ حضرت مجدد نے اسی کو پسند فرمایا۔ دیکھیں زبدۃ المقامات، ص۔ ۲۳۱

☆......☆......☆

صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

امتیازاتِ امام ربانی مجدد الف ثانی

مرشد کریم خواجہ باقی باللہ، حضرت مجدد الف ثانی اور آپ کے خلفائے کرام علیہم الرحمۃ کے مکتوبات شریف اور دوسرے محققین کی تصانیف کی روشنی میں

علامہ محمد ذاکر اللہ نقشبندی

☆

۱____ ولادت باسعادت سے قبل حضور انور ﷺ اور حضرات اہل اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے آپ کی آمد کی خبر دی۔

۲____ چار سو برس پہلے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا نور مشاہدہ فرمایا اور آپ کیلیے اپنا مقدس جُبّہ شریف عطا فرمایا جس کو زیب تن فرما کر حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بے انتہا فیض پایا۔

۳____ مرشد کریم حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری سے قبل آپ کی قطبیت کی استعداد اُن پر ظاہر کر دی گئی۔

۴____ مرشد کریم نے آپ کے عالم افروز نور کو ایک عظیم شمع کی صورت میں ملاحظہ فرمایا۔

۵____ مرشد کریم کی یہ پیش گوئی کہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے چراغ ہیں جن سے سارا جہان روشن ہوگا۔

۶____ مرشد کریم کی خدمت میں آپ طالب بن کر نہیں بلکہ مطلوب بن کر حاضر ہوئے اور وہ کچھ پایا جو دوسروں نے بہت کم پایا ہوگا۔

۷____ مرشد کریم کی خدمت میں نہایت سرعت سے صرف ڈھائی ماہ کے عرصے میں سیر و سلوک کی

منازل طے کیں۔

۸____ مرشد کریم نے تکمیل کے لیے طالبوں کو آپ کی طرف بھیجا۔

۹____ مرشد کریم نے آپ سے روحانی استفادہ کیا۔

۱۰____ مرشد کریم کا آپ کا بے حد ادب کرنا جس کو عجائباتِ زمانہ میں شمار کیا گیا۔

۱۱____ حق تعالیٰ نے یہ قدرت بخشی تھی کہ جس کو چاہتے ولایت کی اعلیٰ منزل تک پہنچا دیتے۔

۱۲____ حق تعالیٰ نے آپ کو حق الیقین کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

۱۳____ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اور حضور انور ﷺ کے قُرب خاص سے نوازا۔

۱۴____ بفضل رب کریم وہ راز بتا دیے گئے کہ اگر کھول دیے جاتے تو اپنے بیگانے ہو جاتے اور آپ کو شہید کر دیا جاتا۔

۱۵____ آپ سے حق تعالیٰ نے بلا واسطہ کلام فرمایا۔

۱۶____ آپ حضور انور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستخط اور مُہر خاص سے آپ کو آخرت کا اجازت نامہ عطا فرمایا۔ اور مقامِ شفاعت سے نوازا۔

۱۷____ حضور انور ﷺ نے آپ کو بشارت دی کہ ”قیامت کے دن کئی ہزار گناہ گاروں اور خطا کاروں کو تمہاری شفاعت سے بخشدیں گے۔“

۱۸____ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقامات کی سیر کرائی گئی۔

۱۹____ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو علم لدُنی عطا فرمایا۔

۲۰____ آپ کو ولایت اور اقتباس کمالاتِ نبوت کی ساری نسبتوں سے سرفراز کیا گیا اور اس راہ کا کوئی کوچہ باقی نہ رہا۔

۲۱____ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے آپ کو آسمانوں کا علم عطا فرمایا۔ جس کا آپ نے اظہار بھی فرمایا۔

۲۲____ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام نے آپ سے ملاقات کر کے اپنی زندگی اور موت کی حقیقت بیان فرمائی۔

۲۳_____ امام ابو حنیفہ اور آپ کے شاگرد رحمہم اللہ تعالیٰ آپ کے گرداگرد جمع ہوے اور ان کے انوار سے آپ کا سینہ مملو ہو گیا۔

۲۴_____ آپ کو مقامات صغریٰ کی سیر میں قطبیت ارشاد اور قطبیت افراد کا جامع بنایا۔

۲۵_____ تعینِ وجودی اور تعینِ علمی کے اسرار آپ پر کھولے گئے اور اس مرتبۂ علیا کے اسرار و برکات سے آپ مشرف ہوے۔

۲۶_____ آپ کو قلوبِ خمسہ کے اسرار سے نوازا گیا۔

۲۷_____ آپ کو جہانِ علم اور جہانِ حیات کی سیر کرائی گئی۔

۲۸_____ آپ کی دنیا کو حق تعالیٰ نے اپنے کرمِ محض سے آخرت بنا دیا۔

۲۹_____ آپ کو حقیقت قرآنی کے اسرار و انوار، بیت اللہ کی حقیقت، اور بیت المقدس کی حقیقت سے کافی حصہ عطا فرمایا گیا۔

۳۰_____ آپ کو قضائے مُبرم اور قضائے معلق کی قسموں کے اسرار کی اطلاع کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔

۳۱_____ آپ کو متشابہاتِ قرآنی اور مقطعاتِ قرآنی کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا گیا۔

۳۲_____ آپ جس گناہ گار کی مغفرت طلب کرتے اس سے عذابِ قبر اُٹھا لیا جاتا۔

۳۳_____ آپ کو متابعت سنت نبوی ﷺ کے سات درجات کے انوار و برکات سے نوازا گیا۔

۳۴_____ آپ کے سینۂ بے کینہ سے وسواس اور خناس کو نکال دیا گیا۔

۳۵_____ شرک خفی کو آپ کی عبادت سے دور کر دیا گیا۔

۳۶_____ آپ کو وہ راہ دکھائی گئی جو جذبہ و سلوک سے بالاتر ہے۔ جس کو آپ نے اقتباسِ نبوت کی راہ سے تعبیر فرمایا ہے۔

۳۷_____ کامل متابعت نبوی کی بدولت آپ کو مقامِ رضا سے بالاتر مقام عطا فرمایا گیا اور اس کو محبتِ ذاتی کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

۳۸_____ آپ پر ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ اور ولایتِ عُلیا کے درجات منکشف ہوے۔

۳۹_____ آپ کو بتایا گیا کہ مہدی آخر الزماں کے ظہور تک آپ جیسے باطنی کمالات و معاملات رکھنے والا فرد فرید ظہور میں نہیں آئے گا۔

۴۰____ آپ نے فرشتوں کے ساتھ عرش کے اوپر طواف کی سعادت حاصل کی۔

۴۱____ آپ کو 'الف ثانی' کا مجدد بنایا گیا اور ہزارِ دوم کا منوّر بنایا گیا، اب جس کو فیض مل رہا ہے آپ ہی کے توسط سے مل رہا ہے۔

۴۲____ آپ کو صاحبانِ شریعت اور صاحبانِ طریقت کے درمیان ''صلہ'' بنایا گیا اور آپ نے دونوں کو یک جان کیا۔

۴۳____ آپ کو وحدۃ الوجود کی تنگنائے سے نکال کر وحدۃ الشہود کی آبنائے میں لے جایا گیا اور قامِ عبدیت کی حقیقت آپ پر منکشف کر دی گئی۔

۴۴____ آپ نے مقامِ نبوت سے براہِ راست وہ فیض پایا جو بہت کم خوش نصیبوں نے پایا ہوگا۔

۴۵____ آپ کو وہ علوم و معارف عطا کیے گئے جو علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف کے علاوہ ہیں بلکہ آپ کے علوم و معارف کے مقابلے میں یہ سارے علوم و معارف پوست کا حکم رکھتے ہیں اور آپ کے علوم و معارف مغز کا حکم رکھتے ہیں۔

۴۶____ جو علوم فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ سب آپ پر منکشف کر دیے گئے۔

۴۷____ آپ کو مقامِ ولایت' مقامِ شہادت' مقامِ صدیقیت' مقامِ قربت' مقامِ نبوت وغیرہ کی آگہی بخشی گئی۔

۴۸____ آپ کو قطبِ ارشاد بنایا گیا جس کے واسطے کے بغیر رُشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

۴۹____ آپ کو خزینۂ رحمت بنایا گیا۔

۵۰____ آپ کو نسبت قیومیت سے سرفراز کیا گیا۔

۵۱____ ہاتفِ غیبی نے آپ کو ندا دی:۔

غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ بِوَاسِطَةٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ

(ترجمہ) میں نے تم کو بخشدیا اور اس کو جو تمہارے ذریعے وسیلہ ڈھونڈے، بالواسطہ یا بغیر واسطہ کے، قیامت کے دن تک۔

۵۲____ آپ نے فرمایا'' جو لوگ ہمارے طریقے میں قیامت تک بالواسطہ یا بلاواسطہ داخل ہوں گے'

خواہ مرد ہوں یا عورتیں، سبھوں کو ہماری نظر کے سامنے لایا گیا، نام و نسب، مولد و مسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں سب کو ایک ایک کر کے بیان کر دوں۔''

۵۳____ ہاتفِ غیبی نے آپ کو ندا دی:

اِنَّکَ مِنَ الْمُتَّقِیْن

(ترجمہ) بیشک تم متقیوں میں سے ہو۔

۵۴____ آپ کو بشارت دی گئی کہ جس جنازے میں آپ شریک ہوں گے، وہ بخشا جائے گا۔

۵۵____ بشارت دی گئی کہ جو علم آپ نے زباں سے ارشاد فرمایا یا قلمبند کیے وہ سب ہماری طرف سے فرمودہ ہیں۔ (خواہ عالم صحو میں فرمائے یا عالم سُکر میں)۔

۵۶____ آپ پر ظاہر کیا گیا کہ برصغیر میں انبیاء علیہم السلام تشریف لائے۔ جہاں وہ مدفون ہیں ان خطوں کے انوار بھی آپ نے ملاحظہ فرمائے۔

۵۷____ آپ نے تبلیغ دینِ متین کے لیے سنت رسول علیہ التحیۃ والتسلیم پر عمل کیا۔ بادشاہوں، وزراء و امراء کو خطوط لکھے اور مختلف علاقوں اور ملکوں میں وفود بھیجے، تعلیم و تعلم کی طرف بھرپور توجہ کی اور اس راہ میں وہ صبر و تحمل فرمایا کہ باید و شاید۔

۵۸____ آپ کا سلسلۂ طریقت حرکی تھا سکونی نہ تھا۔

۵۹____ آپ کی جملہ تصانیف تصوف کے اسرار و معارف سے مملو ہیں اور ایک نئے جہان کی خبر دے رہی ہیں۔

۶۰____ آپ کے طریقۂ تبلیغ وارشاد نے حاکموں کا مزاج بدلا، حکومتوں کا انداز بدلا اور ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔

۶۱____ آپ نے وصال سے پہلے ۱۵ شعبان المعظم ۱۰۳۳ھ کو لوحِ محفوظ سے اپنا نام مٹتے ہوئے خود ملاحظہ فرمایا اور ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو مسکراتے ہوئے جانِ عزیز جاں آفریں کے سپرد کر دی۔

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لبِ اوست
(اقبال)

مآخذ:

۱____ احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات شریف، مطبوعہ امرتسر، ۱۹۱۴ء

۲____ احمد سرہندی، شیخ: مبداء ومعاد، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء

۳____ بدرالدین سرہندی، خواجہ: حضرات القدس، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۹۲۲ء

۴____ محمد باقی باللہ، خواجہ: مکتوبات شریف، مطبوعہ لاہور

۵____ محمد ہاشم کشمی، خواجہ: زبدۃ المقامات، مطبوعہ کانپور ۱۸۸۹ء

۶____ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: سیرت مجدد الف ثانی، کراچی ۱۹۷۶ء

۷____ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، سیال کوٹ ۱۹۸۰ء

☆......☆......☆

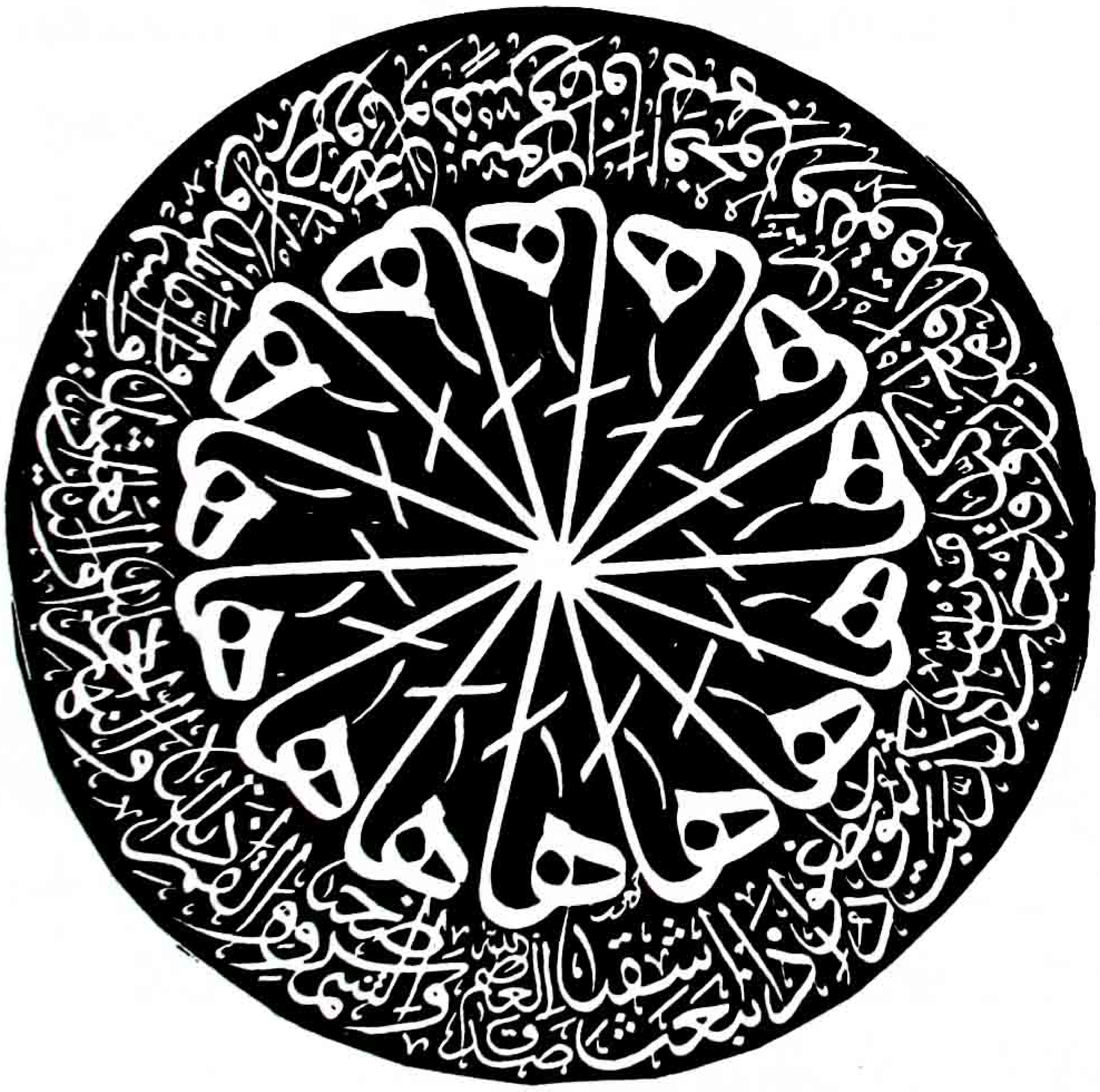

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مجدد کا لباس اور حلیہ شریف

خواجہ محمد احسان مجددی سرہندی

☆☆

حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ بعینہٖ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ تھا، آنجناب کا لباس بھی صحابہ کرام کا سا تھا۔ چنانچہ ایک بڑا عمامہ سر مبارک پر ہوتا۔ مسواک دستار کی کور میں شملہ دونوں کندھوں کے بیچ تک، قمیص کے گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر شرعی پاجامہ ٹخنوں سے اوپر تک بلکہ نصف پنڈلی تک، کفش مبارک پاؤں میں' عصا ہاتھ میں، سجادہ کندھے پر، سجدے کا نشان پیشانی مبارک پر تھا۔ رخساروں پر نور چمکتا تھا جو باطنی نورانیت کی علامت تھا۔ آنجناب کا قد خاصا، بدن مبارک نازک، رنگ گندم گوں، آنکھیں بڑی بڑی سرخی مائل اور ناک اونچی تھی۔ پیشانی مبارک پر بھوؤں کے درمیان سے لے کر تمام سجدہ تک ایک سرخ خط تھا۔ جو ستارے کی طرح چمکتا تھا۔ جناب کی ریش مبارک میں سپیدی غالب تھی دست مبارک بڑے بڑے، انگلیاں باریک، پاؤں بہت ہی لطیف تھے۔ آنجناب کے بدن مبارک پر سوائے سر، داڑھی اور سینے پر و ہبھی تھوڑے، کے سوائے اور کہیں بال نہ تھے، لطافت اور نزاکت اس قدر تھی کہ آنجناب کا کمر بند آج کسی نازک سے نازک اور لاغر سے کمر پر نہیں۔ غرضیکہ لطافت و نزاکت بدرجہ غایت تھی، آپ کے لباس اور عادات و شمائل کو ملا بدر الدین علیہ الرحمۃ نے حضرات القدس میں مفصل لکھ دیا ہے، اس میں سے دیکھ لینا چاہیے۔

(محمد احسان مجددی سرہندی' روضۃ القیومیہ، جلد اول، ص ۴۲۱، مطبوعہ لاہور ۲۰۰۲ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

خانقاہ مجددی کا علمی ماحول

مفتی محمد علیم الدین نقشبندی مجددی

(دارالعلوم سلطانیہ، جہلم، پاکستان)

☆☆

سرہند شریف کی بنیاد رکھے جانے کے وقت سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کا گھرانہ معرفتِ خداوندی کی نعمت عظمٰی کے ساتھ علم وفضل کی دولت سے مالا مال رہا۔ حضرتِ مخدوم امام رفیع الدین رحمتہ اللہ علیہ جنہوں نے فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں اس شہر کی بنیاد رکھی، حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کے جد امجد تھے۔ آپ کے علمی اور عرفانی مقام کے اظہار کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے مرید، خلیفہ اور امام نماز تھے۔ آپ نے علم وعرفان کی جس شمع کو اپنی زندگی میں سرہند کی زمین میں روشن کیا آپ کی اولاد نے اس کی لو کو مدھم نہ ہونے دیا ان اکابر کی کوششوں سے سرہند شہر اس شعر کا مصداق بن گیا۔ ؎

سرہند شہر مگو کہ رشکِ چین است
خلد یست بریں کہ برروئے زمین است

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ نے اس سلسلہ کو مزید ترقی دی۔ آپ اپنے وقت کے جید عالم تھے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد وتلقین[1] کے مطابق پہلے ظاہری علم کی تکمیل فرمائی۔ پھر ان کے فرزند ارجمند شیخ رُکن الدین سے سنہ ۹۷۹ھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ صابریہ کی خلافت پائی اور سرہند شریف میں اپنی خانقاہ مبارکہ کی بنیاد ڈال کر مخلوق خدا میں علم وعرفان کی دولت تقسیم فرمانے لگے۔

آپ اپنے زمانے کے علامۃ الدہر اور شیخ کامل تھے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء علم کے حصول کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر زانوئے تلمذ تہ کرتے نیز طالبانِ سلوک بھی آپ کی خدمت میں تلقین و ارشاد سے فیض یاب ہوکر کمال کے درجہ پر فائز ہوتے کتبِ تصوف میں عوارف المعارف، فصوص الحکم وغیرہ کا درس بڑے شوق سے دیتے۔ داراشکوہ اور دوسرے شاہزادوں کے استاد حضرت شیخ میرک رحمتہ اللہ علیہ حضرت مخدوم ہی کی خانقاہ مبارکہ سے فارغ التحصیل تھے۔ الغرض حضرت مخدوم عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ مبارکہ علم وعرفان کا مجمع البحرین تھی۔

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کی ولادت اسی خانقاہ شریفہ میں ہوئی۔ اور اسی بابرکت ماحول میں پرورش پائی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو اپنی تعلیم کا آغاز قرآن مجید سے کیا اور تھوڑے سے عرصہ میں اسے مکمل کرلیا۔ حفظ کی دولت سے قلعہ گوالیار میں سرفراز ہوئے۔ زاں بعد اسی خانقاہ شریفہ میں اپنے[2] والد ماجد سے اکثر و بیشتر علوم حاصل کیے[3]۔ زاں بعد معقولات کی کچھ مشکل کتابیں حضرت مولانا کمال کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے سیالکوٹ میں آکر نہایت تحقیق سے پڑھیں اور حدیث کی بعض کتب حضرت مولانا یعقوب کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھ کر سند حاصل کی جو حضرت شیخ حسین خوارزمی رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔ اور حرمین شریفین کے متعدد محدثین کرام کے شاگرد تھے۔ نیز حدیث مبارکہ اور دیگر بعض علوم کی سندیں حضرت قاضی بہلول بدخشی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کیں۔

عمر مبارک سترہ برس کی تھی کہ ظاہری علوم کی تحصیل سے فارغ ہوکر اپنے والد ماجد کی خانقاہ میں آکر مسند افادہ پر متمکن ہوگئے۔ اور ان کی زیر نگرانی تدریس علوم میں مشغول ہوگئے۔ صدہا تشنگان علوم مختلف ممالک سے اس خانقاہ مبارکہ میں وارد ہوتے اور اپنے دامنوں کو گوہرِ مراد سے پُر کرتے۔ دن رات حضرت مجدد الف ثانی درس وتدریس میں مشغول رہتے حلقۂ درس حدیث وتفسیر بھی گرم رہتا۔ بہت سے لوگ اس بابرکت خانقاہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس خانقاہ شریفہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے دیگر برادران بھی مصروف تدریس وافادہ رہتے ہوں گے لیکن ان کے بارے میں فی الحال معلومات میسر نہیں ہیں۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کا اکبر آباد (آگرہ) میں ورود:

تحصیل علم سے فراغت کے کچھ عرصے بعد ہی عین شباب کے زمانے میں اکبر کے دارالحکومت

اکبر آباد (آگرہ) کے علماء کی شہرت سن کر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے آگرہ کا قصد فرمایا۔ ورود آگرہ کے چند روز بعد ہی آپ کے علم وفضل کی شہرت عام ہوگئی۔ بڑے بڑے علما حدیث وتفسیر کی سندیں حاصل کرنے کے لیے آپ کی شاگردی کو اپنے لیے فخر خیال کرنے لگے۔ علماء ومشائخ سے بڑھ کر آپ کی شہرت امراء وارکینِ سلطنت اور دربار شاہی میں پہنچی تو ابوالفضل اور فیضی جو دربار اکبری کے سب سے بڑے عالم تھے وہ بھی آپ سے ملاقات کی تمنا کرنے لگے۔ ابتداء میں یہ ملاقاتیں دوستانہ ماحول میں ہوئی ہیں اور تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں کی بدعقیدگی کو ملاحظہ فرمایا تو ان کو برسر مجلس ٹوک کر کنارہ کشی اختیار فرمالی۔

آگرہ قیام کے دوران فیضی کو اپنی تفسیر بے نقط کی تالیف کے سلسلے میں ایک مقام پر سخت مشکل کا سامنا ہوا بے نقط عبارت کسی طرح سے موقع کی مناسبت سے بن نہ سکی آپ کی خدمت میں رجوع کیا اور اس مشکل کے حل کے لیے عرض کی آپ نے قلم برداشتہ اس مقام کے مناسب عبارت تحریر فرمادی۔

آگرہ میں قیام کو کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا دل اپنے لخت جگر سے جدائی پر اداس ہوگیا اور بے اختیار انہوں نے آگرہ کی راہ لی تاکہ اپنے نور چشم کو واپس سرہند آنے پر آمادہ کرسکیں۔

آگرہ سے واپسی اور خانقاہِ مجددی کی تعمیر:

والد ماجد کے اصرار پر آپ نے آگرہ سے واپسی کا سفر اختیار فرمایا اثنائے راہ تھانیسر کے ایک امیر کبیر اور خدا شناس بزرگ حضرت شیخ سلطان تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی کے رشتہ کی پیشکش کی۔ باپ بیٹا دونوں نے اس پیش کش کو قبول فرمالیا اور یہ نکاح مسنون منعقد ہوگیا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اپنی اہلیہ سمیت والد ماجد کے ہمراہ واپس سرہند پہنچے تو والد ماجد کی حویلی کے علاوہ ایک اور قطعہ اراضی پر ایک نئی حویلی تعمیر کی، اس حویلی کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔ اب مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اس نئی حویلی میں اقامت اختیار کرلی اور اسی احاطہ میں اب بھی آپ کا مزار اقدس ہے۔ پرانی حویلی میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے برادران اور ان کی اولاد رہتے تھے اور نئی حویلی میں آپ کی اولاد قیام پذیر رہی۔

خانقاہِ مجددی کا علمی ماحول:

خانقاہِ مجددی کا عرفانی ماحول شہرہ آفاق ہے اس کے بارے میں کچھ عرض کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ ہاں اتنا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کے زمانۂ اقدس سے صدہا برس پہلے سے لے کر آج تک پوری روئے زمین پر اس خانقاہ عالی جیسا روحانی ماحول کہیں نہ تھا اور نہ ہوا۔ وہ ماحول اپنی مثال آپ تھا۔ کم از کم ہزارہ دوم کے لیے وہ خانقاہ معلیٰ ہر اعتبار سے مابعد تمام خانقاہوں اور روحانی مراکز کے لیے مینارہ نور کی حیثیت کی حامل ہے۔

حضرت مجدد پاک قدس سرہ السامی کو خود اس حقیقت کا احساس تھا۔ چنانچہ وہ اپنے برادر حقیقی کو روحانیت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے تحریر فرماتے ہیں:۔

> اے برادر! ایں نوع اجتماعِ اہل اللہ و ایں قسم جمعیت للہ و فی اللہ کہ امروز در سرہند میسر است اگر گردِ عالم گردید معلوم نیست کہ عشرِ عُشرِ ایں دولت پیدا آرید وشمہ ازیں ماجرا حاصل کنید وشما ایں چنیں دولت را مفت از دست دادید و از جواہرِ نفیس بجوز و مویز در رنگِ طفلاں اکتفا نمودید۔
>
> ؎ شرمت بادا ہزار شرمت بادا[4]
>
> اے بھائی! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا اور اس طرح للہ فی اللہ کی جمعیت جو آج سرہند میں میسر ہے اگر تمام جہاں کے گرد پھرو تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا سواں حصہ بھی کہیں پا سکو اور اس ماجرا اور کیفیت کا کچھ حاصل کر سکو تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھو دیا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بچوں کی طرح جوز و مویز پر کفایت کی۔
>
> ؎ ہزار شرم و حیا کی بات ہے تیرے لیے[5]

ابتداء میں اس نئی حویلی کے متصل مسجد شریف اور اس کے ملحقات صرف ایک دارالعلوم کی حیثیت کے حامل تھے۔ خانقاہ کی حیثیت اس کو اس وقت حاصل ہوئی جب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت میں رہ کر روحانی تکمیل کے مدارج طے کر کے خلافت مطلقہ عامہ کا تاج پہنا۔ پھر یہی مسجد اور اس کے ملحقات جہاں پہلے صرف طالبعلموں کی رہائش ہوا کرتی تھی۔

طالبانِ راہِ طریقت کا مسکن بھی قرار پائی۔ حضرت مجدد پاک اس پورے نظام کے مہتمم و ناظم تھے۔ جس طرح آپ کے روحانی مدارج کے ارفع و اعلیٰ ہونے میں دو آرا نہیں ہیں اسی طرح علمی مقام کے اعتبار سے بھی آپ اپنے ہم عصروں سے فائق و برتر تھے۔ تفسیر بیضاوی، صحیح بخاری، مشکوٰۃ، ہدایہ، شرح مواقف، حاشیہ عضدی، بزدوی اور عوارف المعارف وغیرہ منتہی کتب کی آپ تدریس فرمایا کرتے تھے۔ مکتوبات مبارکہ اور دوسری کتب جہاں آپ کی روحانی سربلندی اور عروج کی شاہد ہیں وہیں آپ کی اعلیٰ علمی استعداد پر بھی دلالت کرتی ہیں۔ آپ کے پیرومرشد آپ کے علم و عمل کے عالی درجات کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

> شیخ احمد نام کے ایک بزرگ سرہند سے میرے پاس آئے ہیں کثیر العلم اور قوی العمل ہیں[٦]۔

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے شرح مواقف، تفسیر بیضاوی اور حاشیہ عضدی کتب پڑھیں۔ حضرت شیخ بدیع الدین سہارن پوری نے آپ سے کتاب تلویح کا درس لیا۔ شیخ احمد دیبنی بھی آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ یہ تینوں حضرات آپ کی خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزندانِ گرامی کی تعلیم کی طرف بھی خصوصی توجہ دی۔ کئی ایک کو اعلیٰ پایہ کی درسی کتب خود پڑھائیں۔

تدریسی مشق اور اس میں دل چسپی کے باعث حضرت مجدد پاک قدس سرہ العزیز کے مزاج مبارک میں اس کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک طریقت کی سرعت کو ایک روز اپنے خاص اصحاب سے یوں فرمایا:

> اقتباس محمد معصوم نسبت ہائے مارا یوما ''فیوما'' بصاحب شرح وقایہ می ماند کہ در حفظ و تعلیم وقایہ از جد بزرگوارش چنانکہ خود در عنوان آں کتاب آورده **الفها اے جدی الوقایه سبقا سبقا و کنت اجری فی میدان حفظها طلقا طلقاحتی اتفق اتمام تالیفه، مع اتمام حفظی**[٧]۔
>
> میرے فرزند محمد معصوم کا یوما ''فیوما'' ہماری نسبتوں کا حاصل کرنا شرح وقایہ والے کی طرح ہے جیسا کہ انہوں نے کتاب کے خطبہ میں لکھا ہے

> کہ میرے دادا کتاب وقایہ کو ایک ایک سبق کے مقدار تالیف کرتے جاتے اور میں ساتھ ہی ساتھ اس کو حفظ کرتا جاتا یہاں تک کہ کتاب کی تکمیل کے ساتھ میرا حفظ بھی مکمل ہو گیا۔

آپ کے زمانے کے جید اور عمر رسیدہ عالم دین مولانا جمال الدین تلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ فیضی اپنی تفسیر سواطع الالہام کی تالیف میں ان سے رہنمائی حاصل کیا کرتا تھا۔ ملا بدایونی نے ان کی علمی استعداد کو یوں عقیدت کے پھول پیش کیے ہیں۔

چیست بحث علم گرتا فرق فرقدمی رود
ذکر مولانا جمال الدین محمد می رود

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور یہ بزرگ ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے مجلس برخاست ہونے پر انہوں نے حضرت مجدد پاک قدس سرہ کے نعلین مبارک اٹھائے اور سینے سے لگائے اور بوقت رخصت پہننے کے لیے پیش کیے۔

اس خانقاہ عرش پناہ میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی زیر سرپرستی اُستاذ العلماء والمشائخ حضرت مولانا محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شہزادگان اور خلفائے کرام مختلف کتب کی تدریس فرمایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی بلند علمی استعداد کو حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

> فرزندی مرحومی آیتے بود از آیاتِ حق جل وعلا واز رحمتہائے رب العالمین دریں بست و چہار سالگی آں یافت کہ کسے کم یافت۔ پایہ مولویت و تدریس علوم نقلیہ وعقلیہ رابحد کمال رسانیدہ بود حتیٰ کہ تلامذۂ ایشان بیضاوی وشرح مواقف وامثال اینہا رابقدرت تمام درس دارند۔
>
> میرا فرزند مرحوم حق تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کا نصیب ہو پایۂ مولویت اور علومِ نقلیہ وعقلیہ

کی تدریس کو حد کمال تک پہنچایا تھا حتی کہ اسکے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف کے پڑھانے میں اعلیٰ قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی لکھتے ہیں:

> ایں حقیر جامع ایں کتاب حضرات القدس مطول با حاشیہ میر و شرح عقائد را حاشیہ خیالی، وتحریر اقلیدس وشرح مطالع با حاشیہ میر بخدمت آں مخدوم ومخدوم زادہ گذراند[9]۔

اس حقیر نے مطول مع حاشیہ میر، شرح عقائد مع حاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس اور شرح مطالع مع حاشیہ میر حضرت مجدد اور مخدوم زادہ (حضرت خواجہ محمد صادق رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت میں پڑھیں۔

نیز انہوں نے فرمایا:

> آں مخدوم زادہ در کُنہِ سخن بغایت دوری رفتند وسخن را بمطالب کثیرہ می بردند، وقتہائے غیر مکرر زادہ طبع جید وسلیم خویش می نمودند وگاہ برحاشیہ کتاب آں را تعلیق می فرمودند[11]۔

وہ مخدوم زادہ تشریح میں بہت دور تک جاتے تھے اور مختلف مطالب بیان کرتے تھے اور اپنی سلیم اور نقطہ رس طبیعت سے بڑی باریکیاں پیدا کرتے تھے اور کبھی کبھی کتابوں پر حاشیہ بھی تحریر فرماتے تھے[12]۔

ان ہی کی علمی استعداد کے بارے میں لکھتے ہیں۔

> روزے بصحبت یکے از فحول علمائے شیراز کہ ہندوستان آمد بود و در معقولات نظیر نداشت رسیدہ، مشکلات چند از دقائق علوم عقلیہ وخاصہ خود درمیان آوردند۔ آں فاضل شیرازی تسلیم نمودہ زبان بمدحِ آں مخدوم زادہ کشود، فرمود کہ مارا ایں گماں نبود کہ کسے باشد کہ قوتِ ادراک علومِ عقلیہ داشتہ باشد فکیف کہ برآں ابحاث لایدفع ایجاد وایراد نماید۔ اما چوں ایں جوان را دیدم یقین حاصل شد کہ دریں ملک ہم ایں قسم فضلا پیدا می

شود[۱۳]۔

> ایک دن بہت بڑا عالم شیراز سے ہندوستان آیا وہ معقولات میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا اس سے آپ نے علومِ عقلیہ کے دقائق میں چند مشکلات کا ذکر کیا۔ وہ بہت متاثر ہوا اور آپ کی بڑی تعریف کی اور کہا مجھے یہ گمان نہ تھا کہ ہندوستان میں کوئی عالم ایسا ہے جو علومِ عقلیہ کے ادراک کی اس قدر صلاحیت رکھتا ہو اور پھر اس کی لاجواب بحثوں میں اس قدر ندرت اور مہارت رکھتا ہو لیکن جب میں نے اس نوجوان کو دیکھا تو مجھے یقین آیا کہ اس ملک میں بھی ایسے فضلا موجود ہیں[۱۴]۔

حضرت خواجہ محمد سعید رحمتہ اللہ علیہ نے اسی خانقاہ مبارکہ میں اپنے والد بزرگوار، اپنے برادر بزرگ اور حضرت مولانا محمد طاہر لاہوری رحمتہ اللہ علیہم سے علوم عقلی ونقلی میں مہارت تامہ حاصل کی۔ سترہ اٹھارہ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی فرماتے ہیں۔:

> ازاں وقت تا حال کتب علوم دقیقہ را از معقول ومنقول بمہارت تمام درس می فرمایند و بر بعض کتبِ معتبر تعلیقات وحواشی زیبا رقم فرمودند۔ ازاں جملہ است تعلیقات مشکوٰۃ المصابیح کہ دراں بتحقیق صحت وقوت آں احادیث کہ ماخذ ائمہ حنفیہ است غایۃ سعی مبذول داشتہ اند۔ بعضے علما کہ مطالعہ نمودند بغایۃ پسندیدہ زبانِ ثنا ودعائے ایشان کشودند[۱۵]۔
>
> علوم درسیہ کی تحصیل سے فراغت کے زمانہ سے لے کر اب تک معقول ومنقول کے مشکل علوم کی کتابوں کا درس پوری مہارت سے دے رہے ہیں۔ بعض کتابوں پر خوبصورت حواشی اور تعلیقات رقم فرمائی ہیں۔ ان میں سے مشکوٰۃ المصابیح کی تعلیقات بھی ہیں کہ ان تعلیقات میں تحقیق کے ساتھ ان احادیث کی صحت اور قوت ثابت کرنے کی جانب انتہائی کوشش فرمائی جو ائمہ حنفیہ کا ماخذ ہیں۔ بعض علماء جنہوں نے ان کا مطالعہ کیا ہے ان کو بہت پسند کیا ہے اور حضرت ایشاں کے حق میں دعا اور ثناء کی

زبان وا کی ہے[۱۶]۔

آپ شرح حکمۃ العین، عضدی اور بیضاوی جیسی مشکل کتابوں کا درس دیا کرتے تھے۔ نماز چاشت سے فارغ ہوکر قریب بہ زوال آفتاب اور نماز ظہر کے بعد تلاوت قرآن مجید سے فراغت سے لے کر نماز عصر کے وقت تک آپ ان کتب کا درس دیا کرتے تھے[۱۷]۔

ان کی مہارت علمی کے بارے میں ملا محمد ہاشم کشمی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ یوں لکھا ہے:

> یکے از علما از ایشان مسئلہ مشکلہ کہ بہ اصول فقہ تعلق داشت پرسید ایشاں را در نہایۃ تنقیح بیان فرمودند آں عالم سر بگوشِ راقم آورد گفت ہیچ دانستہ کہ مخدوم زادۂ تو در مہارتِ علمی امروز مہارت خود ندارد[۱۸]۔

> ایک عالم نے آپ سے اصول فقہ سے متعلق ایک مشکل مسئلہ دریافت کیا آپ نے انتہائی تنقیح کے ساتھ اس کا حل بیان فرمایا اس عالم نے اپنا سر میرے کانوں کے پاس لا کر کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے مخدوم زادہ کی مہارت علمی میں کوئی نظیر نہیں ہے۔

مناظرہ میں مہارت کی بابت ایک واقعہ انہی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔

> شبے در بلدۂ لاہور یکے از اکابرِ وقت مجلسِ عظیم برپا کردہ بود۔ وعلماء ومشائخ آں بلدہ ونیز اکابر نزیل آں را دعوت نمودہ بود، دراں محفل بتقریب سجدہ تحیث وسجدہ عبادت دقائق علوم درمیان افتاد، حضرت مخدود زادہ با برادرِ عزیز خود یک جانب بود و جماعت کثیر از فحول علما یک جانب سخن را از ہر علم تقریبا بدرجات عالیہ رسانیدند طلبہ علم از قوت علمیہ ایں دو برادر در تحیر فتند و اہل مجلس بنظارہ در آمدند و برخے کہ بہ خصوص مشار الیہما رانمی شناختند می پرسیدند کہ ایں دو عزیز کیانند چوں می شنودند کہ فرزندانِ گرامی حضرت ایشاں اند می گفتند آرے از اں صدف ولایت ایں قسم دُرِ ہدایت بظہور نیاید[۱۹]۔

> ایک رات لاہور شہر میں ایک بزرگ نے ایک عظیم مجلس منعقد کی اس شہر

> اوراس میں وارد علماء مشائخ کواس میں مدعو کیا۔ اس محفل میں سجدۂ تعظیمی اور سجدۂ عبادت کے بارے میں مختلف علوم کے دقائق سے بحث ہونے لگی مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد سعید، اپنے برادر عزیز کے ہمراہ ایک جانب تھے اور علماء فحول کی ایک بڑی جماعت دوسری طرف۔ تقریباً ہر علم سے بحث کو انہوں نے بلند مقامات تک پہنچایا۔ طلبائے علم ان دونوں برادران کی قوتِ علمیہ سے حیران رہ گئے۔ اور اہلِ مجلس نظارہ کرنے لگے۔ کچھ حاضرین جوان دونوں کو پہچانتے نہ تھے وہ پوچھنے لگے یہ دو عزیز کون ہیں۔ جب انہوں نے سنا حضرت ایشاں کے فرزندانِ گرامی قدر ہیں تو یوں کہنے لگے۔ ہاں کیا اس صدفِ ولایت سے اس قسم کے ہدایت کے موتی ظہور پذیر نہ ہوں گے۔

آپ رحمتہ اللہ علیہ نے تشہد میں شہادت انگشت کے عدمِ رفع کے بارے میں ایک رسالہ تحریر فرمایا[۲۰] جس کو ملاحظہ کر کے وہ علماء جو اس کا اثبات کرتے تھے حیران رہ گئے۔

حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔:

> قرآن مجید را بسندِ عالی تجوید نمودہ اند۔ ودر حدیث نبوی سند جید دارند۔ ودر فقاہت دستگاہ قصوی[۲۱]۔
>
> قرآن پاک بھی آپ نے سند تجوید کے ساتھ پڑھا ہے اور حدیث نبوی میں سند جید رکھتے ہیں۔ اسی طرح فقہ میں بھی کامل دستگاہ حاصل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی کو ان کی تحقیقات پر وثوق تھا۔ چنانچہ آپ کو کسی مسئلے میں تحقیق مقصود ہوتی اور کتابوں کی ورق گردانی کے لیے وقت نہ ہوتا تو آپ سے دریافت فرما لیا کرتے تھے[۲۲]۔

جب کبھی کسی موقع پر شہنشاہ ہندشاہجہاں کے دربار میں تشریف لاتے تو بادشاہ پوری محفل میں صرف آپ سے مسئلہ دریافت کیا کرتا۔ اگرچہ دربار میں علماء وفضلاء بکثرت موجود رہتے تھے۔

(حضرات القدس، دفتر دوم، ص ۲۳۵)

وزیر آصف جاہ جو علومِ عقلیہ میں خاصی مہارت کا حامل تھا، نے ایک مرتبہ بعض قوی اور ناقابل حل

مشکل سوالات کا جواب آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے فی البدیہہ انتہائی زیرکی کے ساتھ اس کی تسلی وتشفی فرمادی۔ اس پر وہ شاہجہاں بادشاہ کے پاس جا کر کہنے لگا شیخ محمد سعید جو حضرت مجدد الف ثانی کے صاحبزادہ ہیں علم میں ان کے ہم پلہ ہیں[۲۳]۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ نے سولہ سال کی عمر میں علومِ متداولہ کی تحصیل سے فراغت حاصل کر لی[۲۴]۔ اس کے بعد درس وتدریس اور افادۂ طلبہ میں مشغول رہنے لگے۔ لیکن بقول مولانا بدر الدین سرہندی حال کا معاملہ قال پر تھا[۲۵]۔ لیکن اس کے باوجود اکثر اوقات ظہر کے حلقے کے بعد کتبِ متداولہ مثلاً بیضاوی، عضدی، تلویح، مشکوٰۃ، اور ہدایہ کا درس دیتے تھے۔ اور ایک دو سبق نہایت تدقیق اور متانت کے ساتھ تعلیم فرماتے۔[۲۶]

حضرت مجدد پاک رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ ارادت وتلمذ میں صدہا علمائے کبار تھے وہ بھی اس خانقاہ میں وقتاً فوقتاً عرصہ دراز تک قیام پذیر رہتے۔ جن میں حضرت میر نعمان اکبر آبادی، شیخ حمید بنگالی، مولانا فرخ حسین، مولانا عبدالہادی بدایونی، مولانا امان اللہ لاہوری، مولانا محمد صادق کابلی، مولانا محمد ہاشم کشمی، مولانا حمید الدین احمد آبادی، مولانا غازی گجراتی، خواجہ محمد صدیق، شیخ عبدالقادر انبالوی، مولانا بدر الدین سرہندی، مولانا محمد یوسف سمرقندی، مولانا عبدالغفور سمرقندی، مولانا محمد صالح کولابی، مولانا یار محمد قدیم، مولانا یار محمد جدید، مولانا قاسم علی، مولانا صفر احمد رومی، شیخ عبدالعزیز نحوی مغربی، شیخ علی محقق مالکی، شیخ زین العابدین، شیخ علی طبری شافعی مکی، شیخ احمد استانبولی، فقیہ عثمان یمنی شافعی، سید مبارک شاہ بخاری، مولانا حسن بخاری، قاضی تولک بخاری، شیخ عیسیٰ محدث مغربی، شیخ محمد مدنی رحمتہ اللہ علیہم شامل ہیں۔

ظاہر ہے کہ جہاں اس قدر انتخابِ روزگار اصحاب کمال جمع ہوں وہاں لوگوں کے دل خود بخود کھنچے چلے آتے ہیں۔ خانقاہ مجددی کا بھی یہی حال تھا۔ لوگ اپنی روحانی پیاس اور علمی تشنگی بجھانے کے لیے جوق در جوق اُمڈے چلے آتے تھے۔ مخلوق کے اس رجوع کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز خود اپنے حقیقی بھائی حضرت شیخ محمد مودود رحمتہ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں۔:

> اے بھائی! لوگ دور دور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مور و ملخ کی طرح آ رہے ہیں[۲۷]۔

☆……☆……☆

حواشی:

۱...... حضرت مخدوم عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ بیعت وارادت کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ظاہری علم کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "بے علم درویش، بے نمک طعام کی مانند ہوتا ہے"

۲...... حضرت مجدد پاک قدس سرہ کے دیگر برادران بھی اسی خانقاہ سے علمی وعرفانی فیوض سے فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ حضرت باقی باللہ ایک مکتوب شریف میں تحریر فرماتے ہیں: اس بزرگ (حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی) کے کئی بھائی اور اقرباء بھی ہیں جو سب کے سب صالح اور عالم ہیں ان میں سے کئی سے میری ملاقات ہوئی جو بیش قیمت جواہر اور عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ (مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ مکتوب نمبر ۶۵)

آپ کے برادر اصغر حضرت محمد اسماعیل فاروقی رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں جناب محمد زبیر فاروقی تحریر کرتے ہیں:

> میرے مورث اعلیٰ حضرت شاہ محمد اسماعیل فاروقی حضرت شاہ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے چھوٹے بھائی اور شہنشاہ جہانگیر کے اتالیق تھے۔ (معاون تواریخ ص۔۴ طبع ثانی ۱۹۹۳ء کراچی) اس سے ان کی علمی استعداد کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

۳...... حضرت مخدوم رحمتہ اللہ علیہ کی دعا و برکت سے آپ کو ایسی استعداد عطا ہوئی کہ بڑے بڑے دقیق مسائل بآسانی حل فرما لیتے اور دقیق عبارات کو حل کر کے اس پر حواشی تحریر فرما دیتے۔ علمی پختگی میں اس طرزِ تعلیم کو بڑا دخل ہے جیسا کہ اصحابِ علم سے مخفی نہیں ہے

۴...... مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۲۶

۵...... ترجمہ مکتوبات از مولانا عالم الدین

۶...... مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر، ۶۵

۷...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۱۷

۸...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر، ۳۰۶

۹...... حضرات القدس، دفتر اول، ص۔ ۲۲۳

۱۰...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۴۲ (اردو ترجمہ)

۱۱...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۲۴

۱۲...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۴۲، ۲۴۳ (اردو ترجمہ)

۱۳...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۲۴

۱۴...... ایضاً۔ ص۔ ۲۴۳

۱۵...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۰۹، ۳۱۰

۱۶...... آپ نے خیالی پر نہایت متین حاشیہ تحریر فرمایا اور اپنی مخصوص ابحاث اس میں درج فرمائی ہیں۔ (حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۳۴، ۲۳۵)

۱۷...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۳۸

۱۸...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۱۰

۱۹...... زبدۃ المقامات، ص۔ ۳۱۰

۲۰...... اس رسالے کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں بھی فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۱۲

۲۱...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۳۵

۲۲...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۳۵

۲۳...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۳۵

۲۴...... آپ نے شرح مواقف حضرت مجدد پاک قدس سرہ العزیز سے پڑھی (ملاحظہ ہو مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب ۲۶۶)۔ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے علاوہ آپ کے اساتذہ گرامی میں حضرت شیخ مولانا محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا اخوند سجاول (مولف شرح وقایہ فارسی) اور مولانا بدرالدین سلطان پوری شامل ہیں حرمین شریفین میں قیام کے دوران اپنے خلیفہ مولانا سید محمد محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حاصل کی انوارِ معصومیہ، ص۔ ۲۴

۲۵...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۸۲ (اردو ترجمہ)

۲۶...... حضرات القدس، دفتر دوم، ص۔ ۲۸۳

۲۷...... مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۲۶

☆......☆......☆

اَلسَّلَامُ قَبْلَ الْکَلَامِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نگارخانہ

(بعض مقالہ نگار کا مختصر تعارف)

مرتبہ

صوفی غلام سرور نقشبندی مجددی
ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری مجددی

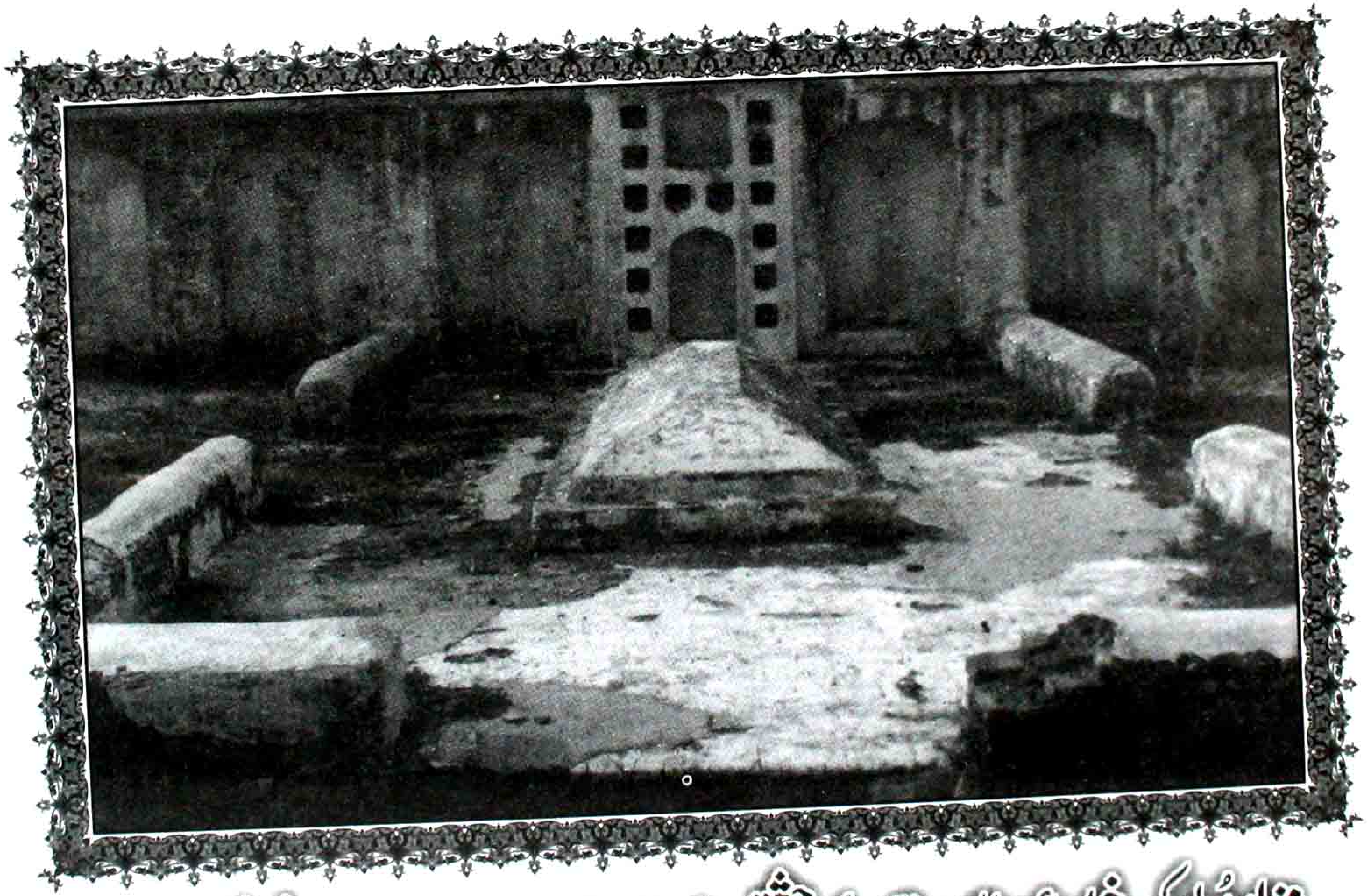

مزارِ مُبارک خواجہ عبدالاحد قادری چشتی والد ماجد حضرت مجددؒ الف ثانی علیہما الرحمہ

(م ۔ ١٧ رجب المرجب ١٠٠٧ھ) (سرھند شریف، بستی پٹھاناں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

نگارخانہ

☆☆

شاہ ابوالحسن زید فاروقی

حضرت علامہ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ برصغیر کی عظیم علمی وروحانی خانقاہ کے چشم وچراغ ہیں، آپ خانقاہ شاہ غلام علی دہلوی، دہلی میں حضرت شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر علیہ الرحمۃ کے ہاں ۲۵ / رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ / ۱۳ / نومبر ۱۹۰۶ء کو پیدا ہوئے اور انہیں سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے واسطے سے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہٗ سے جاملتا ہے...... ابتدائی تعلیم مولانا محمد عمر اور ملّا امان اللہ سے دہلی ہی میں حاصل کی، رقعات عالمگیری کا کچھ حصہ حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی سے پڑھا، ۱۳۳۹ھ میں مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی میں داخل ہوکر حضرت مولانا عبدالرب، حکیم جی مظہر اللہ دہلوی اور مولانا محبوب الٰہی سے علوم متفرقہ کی کتب پڑھیں، مولانا محمد شفیع اور مولانا ابوالعلی میرٹھی کے حلقہ درس میں شامل ہوکر دورہ حدیث کیا...... حصولِ اعلیٰ تعلیم کیلیے بمبئ اور پھر وہاں سے ۱۹۳۱ء میں جامعۃ الازہر مصر گئے۔ جہاں اپنے عہد کے جلیل القدر علماء سے اکتساب علم کی سعادت حاصل کی چنانچہ علامہ یوسف دیجوی شافعی، شیخ علی سائب شافعی اور علامہ شیخ محمد نجیث المطیعی حنفی سے بخاری شریف، ابن عقیل اور حدیث مسلسل بالا دلیہ پڑھی، شیخ نجیث المطیعی نے ۱۹۳۴ء میں اپنے قلمی اجازت نامہ کی نقل معہ دستخط ومہر عطا کی، ۱۳۵۱ھ کو شیخ محمد حبیب اللہ بن شیخ عبداللہ سے حدیث مسلسل بالا دلیہ سنی اور اجازت نامہ حاصل کیا...... محدث غرب السید محمد عبدالحئ الکتانی المغربی الفاسی چند روز کے لیے مصر آئے تو آپ نے ان سے حدیث مسلسل معہ سند سنی اور پھر خود بھی وہ سند بیان کی جو آپ کو اپنے والد اور اُن کو شاہ عبدالغنی مجددی سے پہنچی تھی چنانچہ حضرت محدث غرب نے بھی اجازت نامہ عطا کیا...... محدث

دمشق و شام حضرت شیخ بدرالدین نے بھی حدیث شریف کا اجازت نامہ عطا فرمایا۔

۱۳۵۲ھ کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی، مکہ مکرمہ میں حضرت شیخ ابوالفیض ابوالاسعاد عبدالستار صدیقی ابن مولوی عبدالوہاب دہلوی سے مسلسلات سنی اور قلمی اجازت نامہ حاصل کیا…… مجاہد کبیر السید احمد الشریف السنوسی سے حدیث الرحمۃ المسلسل بالا دلیہ اور بقیہ مسلسلات سُنی اور اجازت حاصل کی…… ۱۹۳۵ء میں جامعۃ الازھر سے درجہ عالمیہ میں نمایاں کامیابی کے بعد واپس وطن لوٹے' یہاں حضرت مولانا عبداللطیف علی گڑھی اور مولانا فضل الرحمٰن سے سندِ حدیث حاصل کی جن کا سلسلہ حدیث شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تک پہنچتا ہے……

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی علیہ الرحمۃ بلند پایہ مفسر و محدث ہونے کے ساتھ ساتھ مصنف اور ایک بڑے سخن ور و سخن شناس بھی تھے، آپ اردو، عربی اور فارسی میں اشعار ارشاد فرماتے…… آپ کی تقریباً تیئس تصانیف یادگار ہیں ایک عظیم خانقاہ کا سجادہ نشین ہوتے ہوئے بھی آپ برصغیر کے محققین اور علماء میں نہایت ممتاز ہیں۔ آپ کی تصانیف تحقیقی نقطہ نظر سے بہت ہی بلند ہیں۔ ان میں مجموعہ خیرالبیان، خیرالمقال فی رویت الہلال، ماذا قال الائمۃ فی ابن تیمیہ، مسئلہ ضبط ولادت، رسالہ وحدت الوجود، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، رسالہ سماع وغنا، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویت الایمان، مقاماتِ خیر، منہج الالباء فی السلام علی الانبیاء اور مناہج الیسر فی مدارج الخیر قابل ذکر ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ سعادت حج حاصل کی…… اولاد امجاد میں تین صاحبزادے ابوالفضل فاروقی، ابوتراب حامد فاروقی، ابوالخیر احمد فاروقی اور چھ صاحبزادیاں ہوئیں…… ۱۷ر جمادی الثانی ۱۴۱۴ھ/۲ر دسمبر ۱۹۹۳ء کو دہلی میں وصال فرمایا۔ خانقاہ شریف میں حضرت مظہر جانِ جاناں، حضرت شاہ غلام علی دہلوی، حضرت شاہ ابوسعید اور شاہ ابوالخیر علیہم الرحمۃ کے پہلو میں آخری آرام گاہ مرجع خاص و عام ہے…… آپ کے پوتے ابوالنصر انس میاں فاروقی مجددی ابن ڈاکٹر ابوالفضل فاروقی آج کل مسند رشد و ہدایت پر رونق افروز ہیں۔

ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی

ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی بن مرزا اسلم بیگ ۲۳ر جولائی ۱۹۶۴ء/۱۳ر ربیع الاول ۱۳۸۴ھ کو سیالکوٹ کے گاؤں ''کوریکی''، تحصیل ڈسکہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم۔ اے اسلامیات، ۱۹۹۴ء میں یہیں سے ''تخریج احادیث' مکتوبات مجدد الف ثانی'' کے عنوان سے محققانہ اور

فاضلانہ مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی اور ۲۰۰۱ء میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے ''ڈاکٹر محمد اقبال و حضرت مجدد الف ثانی، افکار و نظریات'' کے عنوان سے ایم۔ فل کیا...... آپ نے ایم۔ اے عربی اور ایم۔ اے معاشیات کے علاوہ فاضل عربی اور سی۔ سی (اسلامک لاء) بھی کیا ہے......

۱۹۸۰ء میں پیر سید علی حسین شاہ نقش لاثانی ابن پیر سید جماعت علی شاہ علیہ الرحمۃ سے شرف بیعت حاصل کیا ۱۹۸۹ء میں عقدِ مسنونہ ہوا۔ آپ کے پندرہ مضامین و مقالات متعدد رسائل میں شائع ہو چکے ہیں جن میں اقبال اور ختم نبوت، تصانیف اقبال میں ذکر مجدد، اقبال کا تصور فقر اور اسلامی تصوف، پارلیمانی اجماع کا ارضیالیاتی تصور اور صوفی کی لغوی حقیقت قابل ذکر ہیں۔

۱۹۸۶ء سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا، گورنمنٹ کشمیر ہائی اسکول نیوسوہاوہ، گورنمنٹ کمرشل ٹریننگ انسٹی ٹیوٹ پسرور، گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ، نارووال میں خدمات کے بعد آج کل گورنمنٹ کالج گوجرانوالہ کے شعبۂ اسلامیات میں ایسوسی ایسٹ پروفیسر کے منصب پر فائز ہیں۔ (ماخوذ از خودنوشت حالات)

جمیل اطہر سرہندی

جناب جمیل اطہر سرہندی کی شخصیت ایک سینئر صحافی کی حیثیت سے ممتاز ہے، وہ سرہند شریف کے معروف قاضی خاندان کے قاضی سراج الدین سرہندی کے ہاں ۱۱؍ مئی ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے، قیام پاکستان کے بعد اہل خانہ کے ساتھ ہجرت کر کے لائلپور (فیصل آباد) کو مسکن بنایا...... ٹوبہ ٹیک سنگھ سے میٹرک کرنے کے بعد بقیہ تعلیم گورنمنٹ کالج لائل پور سے حاصل کی...... ۱۲؍ برس کی عمر سے ''شورش پاکستانی'' کے نام سے اپنے صحافتی سفر کا آغاز کیا پھر جمیل اطہر کے نام سے صحافت و صحافتی سیاست میں شہرت حاصل کی۔ شروع میں روزنامہ آفاق فیصل آباد اور روزنامہ وفاق سے وابستگی اختیار کی، ۱۹۷۴ء میں روزنامہ تجارت کے نام سے اپنے اخبار کا اجراء کیا...... ۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۴ء تک مختلف ادوار میں روزنامہ نوائے وقت سے بھی وابستہ رہے اور بحیثیت اسٹاف رپورٹر، سب ایڈیٹر اور ڈپٹی ریذیڈنٹ ایڈیٹر روزنامہ نوائے وقت ملتان فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۰ء میں کچھ عرصہ ہفت روزہ المنبر فیصل آباد کی ادارت بھی کی پھر اپنے دوسرے اخبار روزنامہ جرأت کا آغاز کیا اور آجکل خواتین کا جریدہ ''ویمن ٹائمز'' کے نام سے نکال رہے ہیں آپ اس کے ایڈیٹر انچیف ہیں...... کئی مرتبہ C-P-N-E کے جنرل سیکریٹری اور چار مرتبہ A-P-N-S کے سینئر نائب صدر کے عہدہ پر فائز رہے اور آجکل بھی اسی عہدہ پر فائز ہیں۔

جناب جمیل اطہر سرہندی کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبت ورثے میں ملی، ان کے خاندان کے خانقاہ سرہند شریف سے قریبی روابط تھے...... آپ نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ پر بڑے دلنشیں انداز میں ''شیخ سرہند'' نامی کتاب تالیف کی جو علمی و تحقیقی حیثیت کی حامل ہے...... افکار امام ربانی کی ترویج و اشاعت کی غرض سے لاہور میں ''مجدد الف ثانی سوسائٹی'' اور لاہور ہی میں ''جامعہ جمیل العلوم نقشبندیہ مجددیہ'' کا قیام امام ربانی علیہ الرحمۃ سے آپ کے قلبی لگاؤ پر شاہد ہیں......

ڈاکٹر سراج احمد خاں

پروفیسر ڈاکٹر سراج احمد خاں برصغیر کی ایک علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد استاذ الاساتذہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی شخصیت دنیائے علم اور آسمان اردو ادب پر ایک درخشاں ستارے کی حیثیت رکھتی ہے...... آپ ۱۹۴۱ء کو جبل پور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ایم۔ اے کے بعد حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریف کے حوالے سے سندھ یونیورسٹی' جامشورو (حیدر آباد' سندھ) سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی اعلیٰ سند حاصل کی...... شعبۂ تعلیم میں عرصہ دراز تک خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوئے۔ مولانا عبدالغفور مدنی سے بیعت ہوئے' آپ کی نگارشات میں ''مکتوبات امام ربانی کی علمی اور دینی اہمیت'' معروف ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد

ڈاکٹر شمس الدین احمد فارسی زبان و ادب پر کامل دسترس رکھتے ہیں اور یہی آپ کی شہرت کا سبب بھی ہے فارسی زبان میں علمی تحقیقاتی خدمات کے اعتراف میں تہران یونیورسٹی، ایران نے آپکو ڈی۔ لٹ کی اعزازی سند سے نوازا ہے۔

۱۸/ جون ۱۹۳۱ء کو سرینگر (مقبوضہ کشمیر) میں پیدا ہوئے، ۱۹۵۰ء میں جموں کشمیر یونیورسٹی سے بی۔ اے، ۱۹۵۲ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن میں ایم۔ اے (گولڈ میڈلسٹ) اور یہیں سے ایل۔ ایل۔ بی کیا اور شعبۂ تعلیم میں ملازمت اختیار کی، کشمیر کے مختلف ریاستی کالجوں میں تدریس کرتے رہے اور محنت و لگن سے اعلیٰ مقام حاصل کیا...... کشمیر یونیورسٹی سری نگر کے شعبۂ فارسی کے صدر، شعبۂ آرٹس اور اورینٹل لرننگ کے ڈین آف فیکلٹی، یونیورسٹی کونسل اور اکیڈمک کونسل کے رُکن، بورڈ آف ریسرچ، اسٹڈیز کے چیئرمین اور بورڈ آف اسٹڈیز کے رکن بھی رہے جبکہ کلکتہ

یونیورسٹی، اور لکھنؤ یونیورسٹی کے بورڈ آف اسٹیڈیز کے رکن بھی رہے، کشمیر یونیورسٹی کے متبادل وائس چانسلر اور آل انڈیا پرشین ٹیچرز ایسوسی ایشن کے نائب صدر بھی منتخب ہو چکے ہیں...... آپکو فارسی زبان و ادب سے خاص لگاؤ ہی نہیں بلکہ اس پر دسترس حاصل ہے۔ آپ نے فارسی میں پندرہ کتب تصنیف کی ہیں۔ جن میں گلستانِ سخن، حدیثِ نو، بوستانِ سخن، بہارِ سخن، ارمغانِ ہند، شگوفۂ نو، گنجِ عرفان، بوستانِ ادب اور بہارِ ادب، قابلِ ذکر ہیں۔ یہ ساری کتابیں کشمیر یونیورسٹی میں ایم۔ اے فارسی کے نصاب میں شامل ہیں۔ جبکہ متعدد کتب کے اردو اور کشمیری زبان میں تراجم کیے جن میں شاہ ہمدان حیات اور کارنامے، مولانا جامی کی شاعری، شمس فقیر اور ''حضرت خواجہ نقشبند اور طریقۂ نقشبندیہ'' نمایاں ہیں...... آپ کے علمی فارسی مقالات مجلّہ ''دانش'' اسلام آباد اور ''شیرازہ'' تہران میں برابر شائع ہوتے رہتے ہیں، کئی عالمی سیمینار و کانفرنس میں بحیثیت مقالہ نگار اور مہمانِ خصوصی شرکت کی، ۱۹۹۰ء میں بحیثیت سینئر پروفیسر، کشمیر یونیورسٹی سے ریٹائرڈ ہوئے، آپ کی زیرِ نگرانی ۱۵/اسکالرز پی۔ ایچ۔ ڈی اور ۱۴/ایم۔ فل کر چکے ہیں جس سے آپ کے علمی مقام و مرتبہ کا پتا چلتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

استاذ الاساتذہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی شخصیت آسمانِ اردو ادب پر ایک درخشاں ستارے کی مانند ہے، وہ محقق بھی ہیں اور مفکر و نقاد بھی، مترجم بھی ہیں اور مرتب بھی لغت نویس بھی ہیں اور قواعد داں بھی اور ان سب خوبیوں پر سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت کا منصب حاوی ہے...... یکم جولائی ۱۹۱۲ء کو جبل پور (بھارت) میں پیدا ہوئے، (چونکہ ولادت جبل پور میں ہوئی اس لیے مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کے خلفاء میں مولانا عبدالسلام جبل پوری اور مولانا برہان الحق جبل پوری سے خاص تعلقات رہے)۔ ۱۹۲۹ء میں علی گڑھ سے میٹرک، ۱۹۳۱ء میں انٹرمیڈیٹ، ۱۹۳۳ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔ اے، ۱۹۳۵ء میں ایم۔ اے (فارسی) اور ۱۹۳۶ء میں ایل۔ ایل۔ بی اور ایم۔ اے (اردو) کیا، علیگڑھ ہی میں عربی اور تجوید و قرأت کی تعلیم بھی حاصل کی، ۱۹۴۶ء میں ناگپور یونیورسٹی سے سید حسن غزنوی (م ۱۱۶۱ھ) کے حوالے سے (فارسی میں) ڈاکٹریٹ کیا اور اسی یونیورسٹی سے ڈی۔ لٹ کا اعزاز حاصل کیا...... کنگ ایڈورڈ کالج امراوتی (بھارت) سے بطور لکچرار ملازمت کا آغاز کیا، ناگپور یونیورسٹی، ناگپور میں صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے، قیام پاکستان کے بعد کراچی میں اسلامیہ کالج میں بطور لکچرار ملازمت اختیار

کی اور اپنی علمی صلاحیتوں کے سبب جلد ہی ترقی کی منازل طے کیں، اردو کالج کراچی میں صدر شعبہء اردو مقرر ہوئے پھر ۱۹۵۵ء میں کراچی یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو کے منصب پر پہنچے، ۱۹۵٦ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو (حیدرآباد، سندھ) تبادلہ ہوا، پروفیسر شعبہء اردو اور پھر صدر شعبہ کے منصب پر رہ کر علم وادب کے چراغ جلاتے رہے اور اسی منصب سے ریٹائرڈ ہوئے۔ آپ کی نگرانی میں بے شمار اسکالرز نے ایم۔اے۔ ایم۔فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے تحقیقی مقالات تحریر کئے، آپ کے تلامذہ ملک و بیرون اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ کر خدمت علم وادب کر رہے ہیں، آپ کے ایک شاگرد پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے تو عالمی سطح پر وہ پذیرائی حاصل کی کہ خود ان کی شخصیت اور علمی وادبی خدمات پر ایک اسکالر ڈاکٹر اعجاز انجم لطفی نے ۱۹۹۷ء میں بہار یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے...... ۱۹۵٦ء سے قبل حضرت سید زوار حسین شاہ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں ارادت اور پھر خلافت کا شرف حاصل کیا، شاگردوں کی طرح ہزاروں مریدین وخلفاء بھی دنیا بھر میں خدمت دین کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، آپ کے نامور تلامذہ میں ڈاکٹر جمیل جالبی، ابن انشاء (شیر محمد خاں) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ڈاکٹر سید معین الدین، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ڈاکٹر الیاس عشقی، ڈاکٹر وفا راشدی، ڈاکٹر اسلم فرخی، ڈاکٹر نظیر حسین زیدی، حمایت علی شاعر، ڈاکٹر نظر کامرانی اور ڈاکٹر عبدالحق مسرت جیسے نامور اہلِ علم شامل ہیں...... آپ کی اَسّی کتب شائع ہوچکی ہیں جن میں تصانیف، تالیفات، تراجم، مکاتیب، پیش لفظ، تنقیدات، مضامین ومقالات اور تبصرے ہیں' صرف تصوف اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ پر ۳۷ کتب کے تراجم اور تالیفات شائع ہوچکی ہیں جن میں مشاہیر نقشبندیہ، ملفوظات صوفیہ، ارشاد رحیمیہ، تحفہ زواریہ، وسلیۃ القبول، اثبات النبوۃ، رسالہ تہلیلیہ، مکاشفاتِ عینیہ، مجمع البحرین، سراج منیر، حضرات القدس، خزینۃ المعارف اور زبدۃ المقامات جیسی شہرۂ آفاق کتب شامل ہیں۔ آپ نے اردو سندھی اور سندھی اردو لغت بھی مدون کی، انگریزی میں دو کتب' اور ''برصغیر میں فارسی ادب''، ''اردو میں قرآنی محاورے'' اور ''تاریخ بہرام شاہ غزنوی'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ وغیرہ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور) میں آپ کے متعدد مقالات شامل ہیں۔

حیدرآباد سندھ میں مقیم ہیں، بہت ضعیف ہوگئے، اس وقت عمر شریف ۹۰ سال ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

سیدی استاذی حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی ایک عظیم علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ ہیں، علوم قدیمہ وجدیدہ کے جامع اور اپنی تحقیقی وتخلیقی تصانیف کے سبب دنیائے علم ودانش

اور اپنے ہم عصروں میں نہایت محترم اور قد آور شخصیت کے مالک ہیں، ۱۹۳۰ء کو دہلی میں ولادت ہوئی، جدِ اعلیٰ فقیہ الہند شاہ محمد مسعود محدث دہلوی علیہ الرحمۃ انیسویں صدی کے اُن عظیم علما و صوفیہ میں تھے جنھوں نے چالیس سال تک اپنے علم و فضل اور روحانیت سے دہلی کی سرزمین کو منور رکھا...... والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی علیہ الرحمۃ علوم اسلامیہ اور دیگر علوم و فنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے' فسادات کے زمانے میں جب دہلی ویران ہو رہا تھا انہوں نے اپنے صبر و استقامت سے آباد کیا، مسجد جامع فتحپوری میں تاحیات خطابت و امامت فرماتے رہے، ان کے فتاویٰ اور مکاتیب زندگی کے لیے رہنما اصول فراہم کرتے ہیں...... ڈاکٹر صاحب نے قرآن کریم اور عربی و فارسی کی کتب انہی سے پڑھیں اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت و خلافت کا شرف بھی حاصل کیا، ۱۹۴۱ء۔۱۹۴۵ء میں مدرسہ عالیہ مسجد فتحپوری میں چند سال درس نظامی میں شریک رہے، ۱۹۴۷ء میں اورینٹل کالج دہلی سے فارسی میں آنرز، ۱۹۴۸ء میں مشرقی پنجاب یونیورسٹی (سوطن) سے فاضل اردو، کے امتحانات پاس کئے، ۱۹۵۶ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔ اے، ۱۹۵۸ء میں سندھ یونیورسٹی جامشورو، حیدرآباد سے ایم۔ اے کیا اور ۱۹۷۱ء میں ''قرآن پاک کے اردو تراجم و تفاسیر'' کے عنوان سے ایک ضخیم تحقیقی مقالہ لکھ کر پی۔ ایچ۔ ڈی کی سند حاصل کی۔

۱۹۵۸ء میں گورنمنٹ کالج میرپورخاص سے بحیثیت لیکچرار ملازمت کا آغاز کیا اور اپنی علمی صلاحیتوں کے سبب پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہوئے، آپ سندھ اور بلوچستان کے مختلف کالجوں میں پرنسپل رہے' نظامت تعلیم کراچی کی اردو نصاب کمیٹی کے ریویور، سندھ یونیورسٹی حیدرآباد کے بورڈ آف اسٹڈیز کے رکن، سندھ یونیورسٹی، اور پنجاب یونیورسٹی لاہور، بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن حیدرآباد و کوئٹہ اور گورنر مغربی پاکستان کی طرف سے بی۔ اے، ایم۔ اے اور درجہ اوّل افسران کے ممتحن مقرر ہوے، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور میرس اور کراچی یونیورسٹی کے ڈائریکٹر ریسرچ بھی رہے۔ دینی و علمی خدمات پر پانچ گولڈ میڈل' ایک سلور میڈل اور دیگر تمغات کے علاوہ صدر پاکستان کی طرف سے ''سند اعزازِ فضیلت ۱۹۹۲ء'' بھی دی گئی۔ ۱۹۹۲ء میں ایڈیشنل سیکریٹری وزارت تعلیم سندھ کے منصب پر فائز ہوے، اسی سال ریٹائرڈ ہو گئے اور خود کو خدمت دین کے لیے وقف کر دیا ۱۹۹۱ء میں سعادت حج حاصل ہوئی پھر پانچ بار حاضری نصیب ہوئی، ۱۹۹۴ء میں علامہ سید محمد علوی مالکی مکی سے مدینہ طیبہ میں خرقۂ خلافت کا اعزاز ملا...... آپ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے جام پلا پلا کر عالم اسلام کو سیراب کر رہے ہیں' آپ کے مریدین کا حلقہ پاکستان کے متعدد شہروں

کے علاوہ، ہندوستان، سعودی عرب، مسقط، اومان، دبئی، ابوظہبی، مصر، کینیڈا، امریکہ اور برطانیہ تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے خلفاء میں اکثر علماء اور نامور اہل قلم ہیں۔ اولاد امجاد میں ایک صاحبزادہ میاں محمد مسرور احمد (جانشین) اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ آپ کا تصنیفی کام عالم اسلام کے لیے عظیم سرمایہ ہے، آپ کے علمی وتحقیقی مقالات کی مقدار چھ سو سے متجاوز ہے جو کہ ملک وبیرون ملک کے علمی جرائد کے علاوہ پاکستان، ایران اور اردن کے انسائیکلوپیڈیا میں شائع ہوئے...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے علمی وتجدیدی کارناموں کو جدید انداز میں پیش کر کے علمی دنیا سے ''ماہر رضویات'' کا خطاب پایا، اُردو نثر کو مذہبی نکتہ سنجیوں سے ہمکنار کر کے قلمکاروں کو نئے انداز نگارش سے روشناس کرایا، امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ پر جدید انداز میں علمی وتحقیقی کتب کی تصنیف وترتیب کا سہرا بھی آپ کے سر ہے، اہم معاشرتی مسائل کے حوالے سے ایک بین الاقوامی کتابی سلسلہ شروع کر کے تجدید واحیاء دین کی سعادت حاصل کی جس پر بعض اہل علم نے مجدد ہونے کا اعلان کیا ہے۔ تصانیف کے انگریزی، عربی، ہندی، سندھی، فارسی اور کئی زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں، تصنیفات وتالیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے جن میں امام احمد رضا اور ترکِ موالات، امام احمد رضا علماء حجاز کی نظر میں، جان جاناں، فتاویٰ مسعودیہ، مکاتیب مظہری، فتاوٰی مظہریہ، محدث بریلوی، تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم، مجدد الف ثانی حالات وخدمات، مجدد ہزارہ دوم، آخری پیغام، تمدن ہند پر اسلامی اثرات، شیخ احمد فاروقی سرہندی، موج خیال، مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال اور دین فطرت مقبول عام ہیں، آپ کی نگرانی میں کئی اسکالرز پی۔ ایچ۔ ڈی اور ایم۔ فل کر چکے اور کر رہے ہیں، جبکہ خود آپکی حیات اور علمی وادبی خدمات پر بہار یونیورسٹی سے ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی نے ۱۹۹۷ء میں ڈاکٹریٹ کیا ہے اس کے علاوہ آپ کی حیات اور علمی کارناموں پر چھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں...... آپ کی علمی خدمات کا احاطہ چند اوراق میں ناممکن ہے لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے مزید کے لیے مقالہ ڈاکٹریٹ دیکھ لیا جائے جو کہ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز اردو بازار کراچی نے شائع کر دیا ہے...... آپ بین االاقوامی علمی واشاعتی اداروں، ادارۂ مسعودیہ، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل کراچی اور امام ربانی فاؤنڈیشن کراچی کے سرپرست جبکہ الرابطہ انٹرنیشنل پاکستان کے صدر ہیں، آپ کی سرپرستی میں ماہنامہ معارف رضا کراچی اور مجلہ المظہر کراچی سے شائع ہو رہے ہیں۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرقعات

۱......مزار مبارک خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ (خرقان)

۲......مقبرہ خواجہ بہاء الدین نقشبند علیہ الرحمۃ (بخارا)

۳......جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا مرکزی دروازہ (بخارا)

۴......جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا اندرونی منظر (بخارا)

۵ ......جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا فضائی منظر (بخارا)

۶......مزار مبارک خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ (دہلی)

۷......مرکزی دروازہ خانقاہ عالیہ مجددیہ (سرہند شریف)

۸...... خانقاہ عالیہ مجددیہ (سرہند شریف)

۹...... روضۂ مبارک حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ (سرہند شریف)

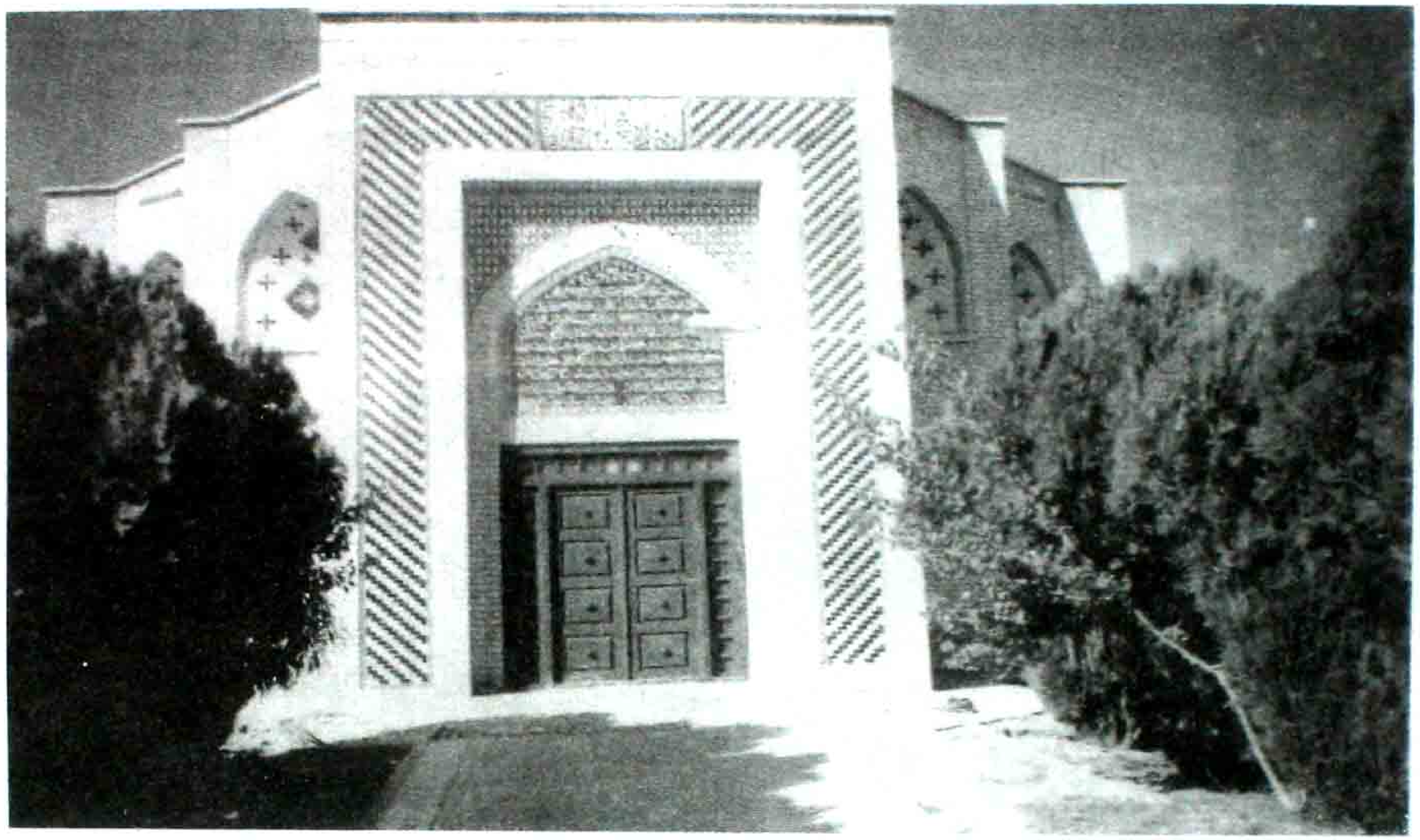

مزار مبارک خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ۔ خرقان

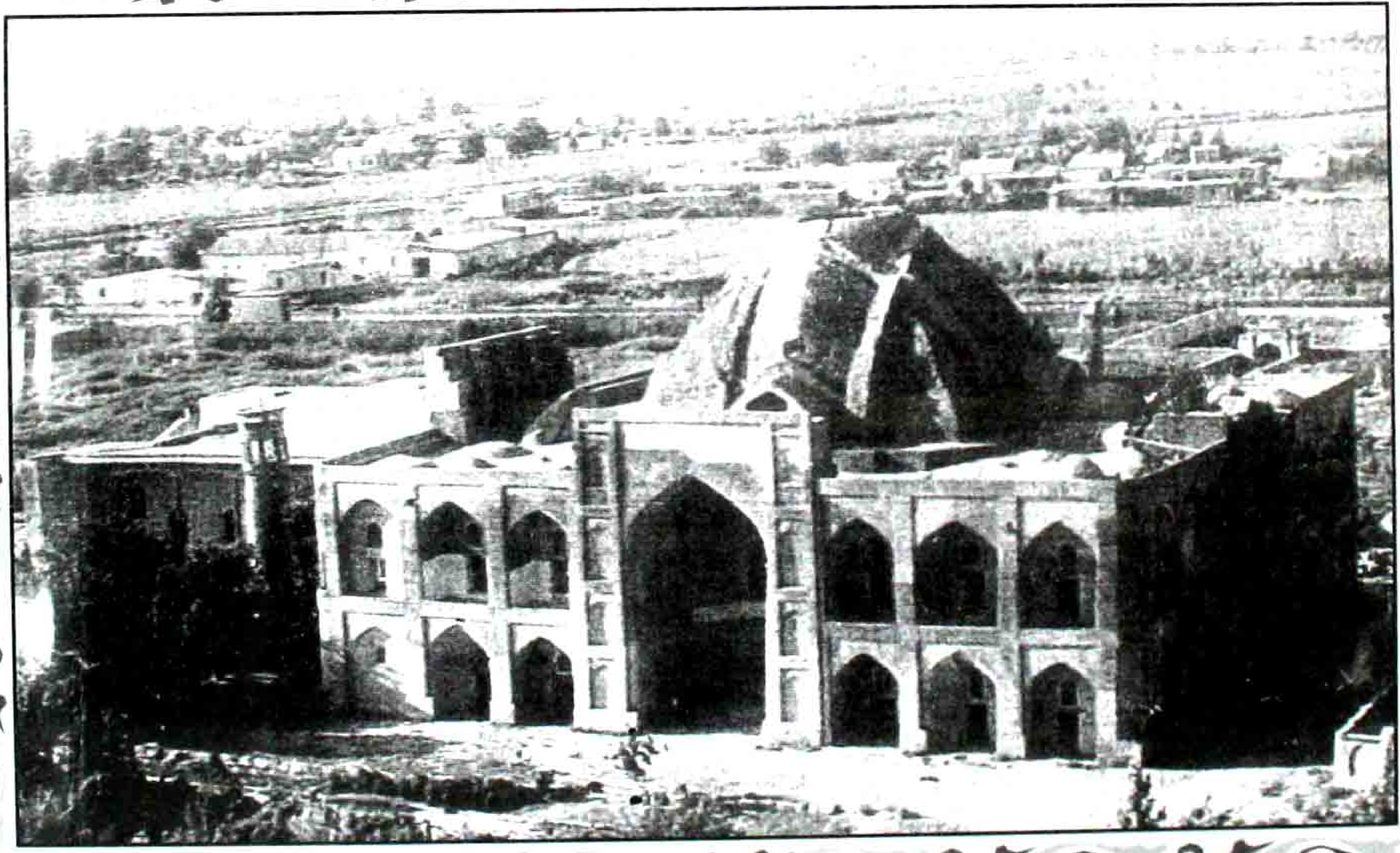

مقبرہ خواجہ بہاء الدین نقشبند

(م۔ ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء) قصر عارفاں (بخارا)

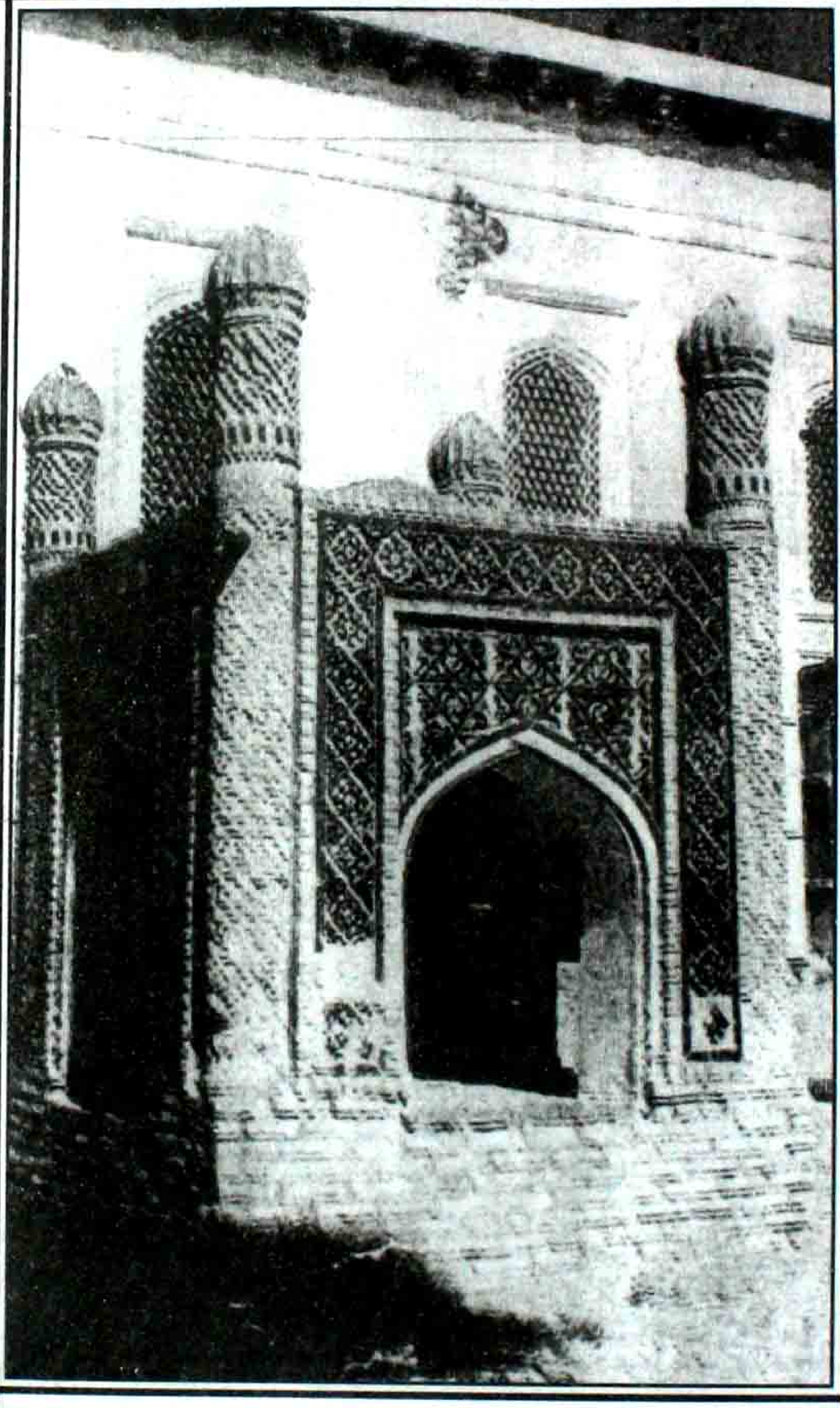

جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا مرکزی دروازہ
قصر عارفاں (بخارا)

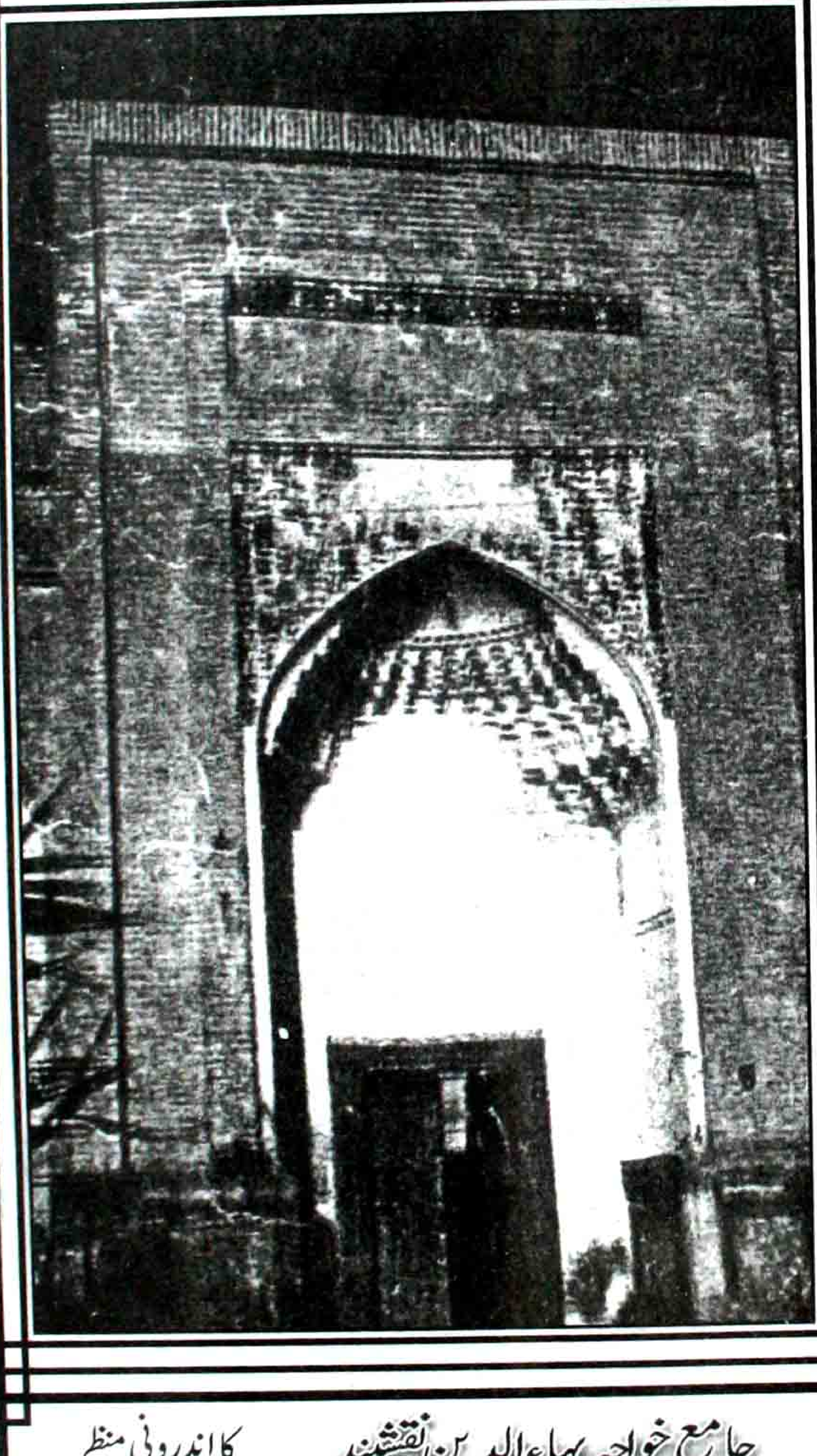

جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا اندرونی منظر

(م۔ ۷۹۱ھ/ ۱۳۸۹ء)، قصر عارفاں (بخارا)

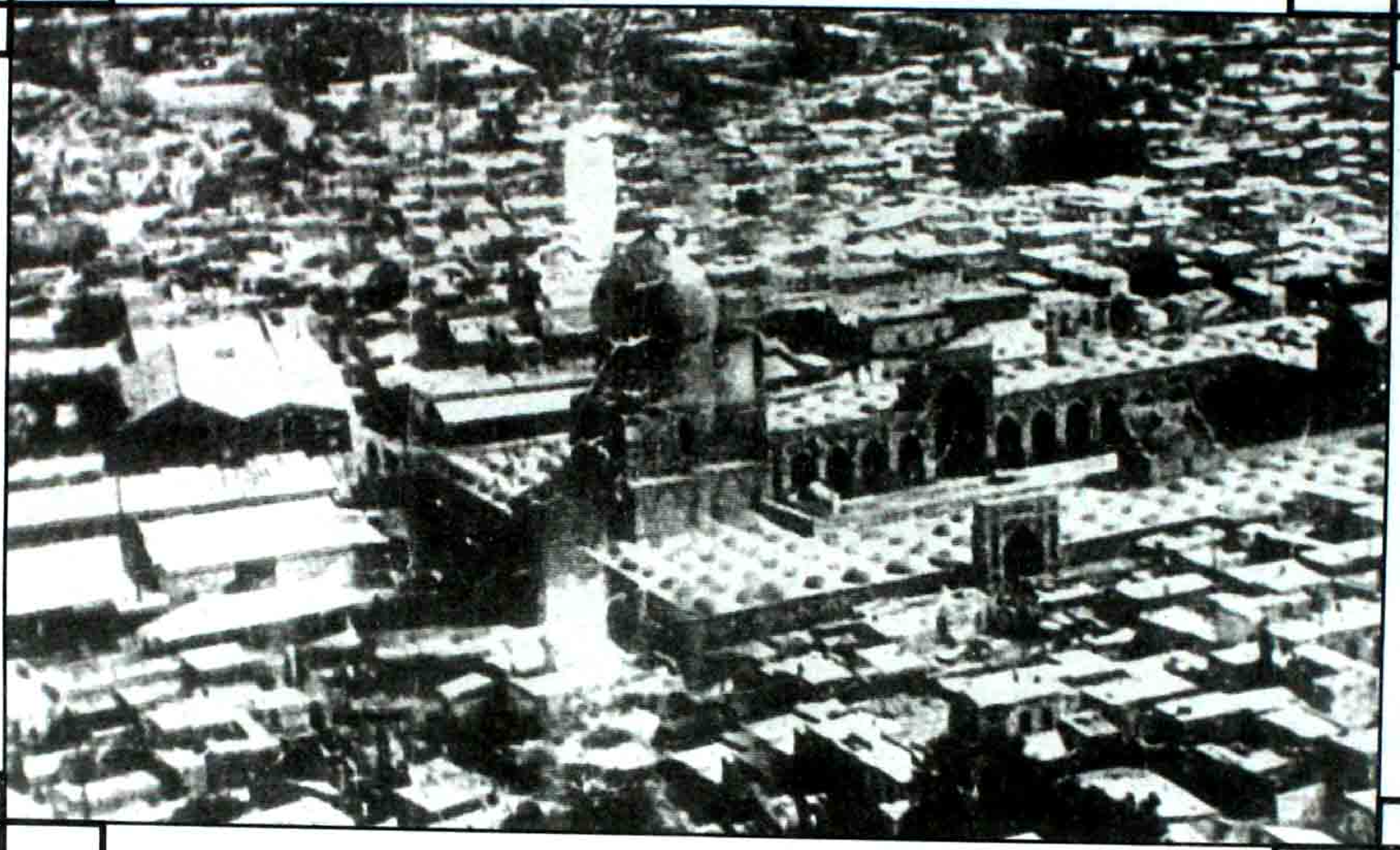

جامع خواجہ بہاء الدین نقشبند کا عام فضائی منظر، قصر عارفاں (بخارا)

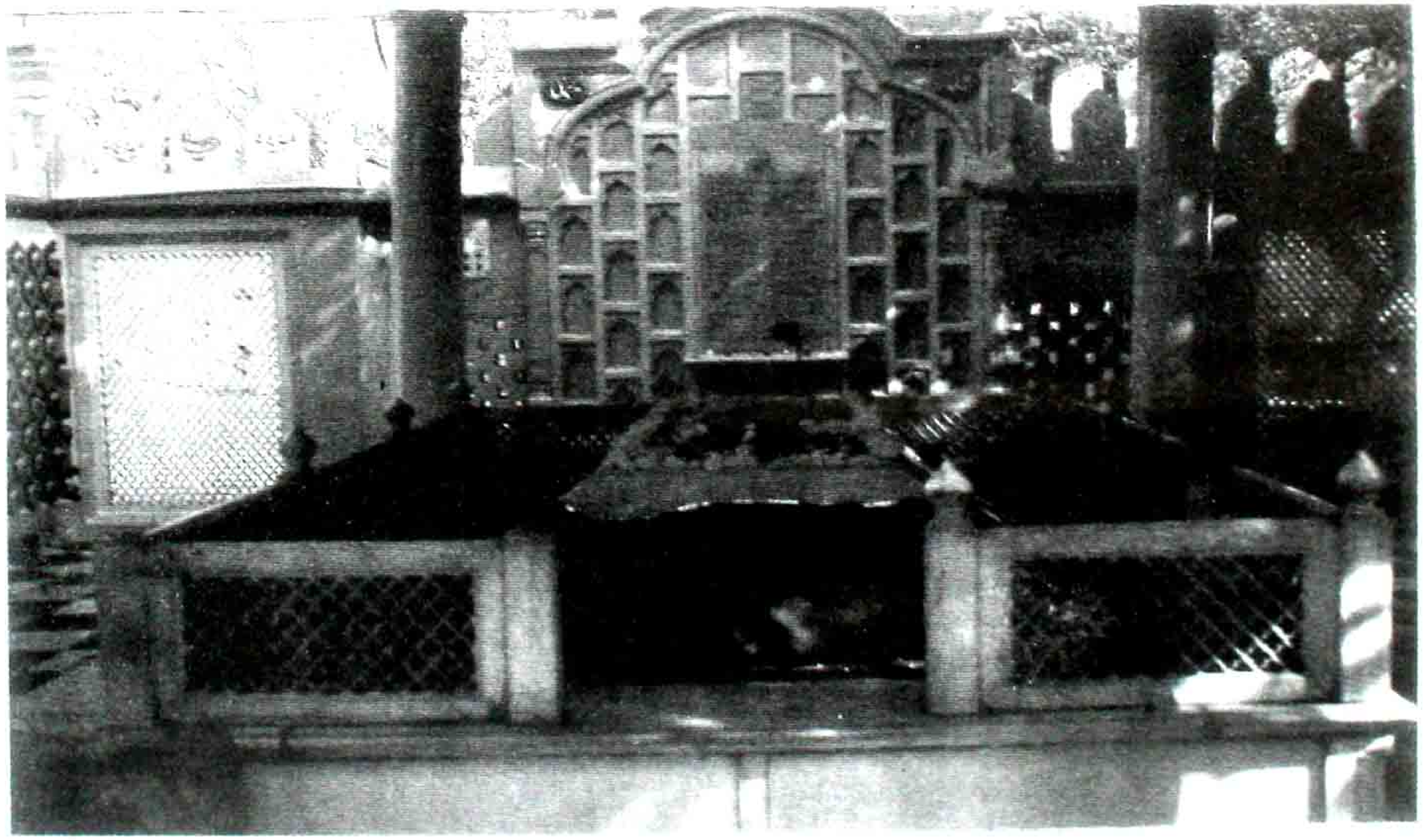

مزار مبارک خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمہ دھلی

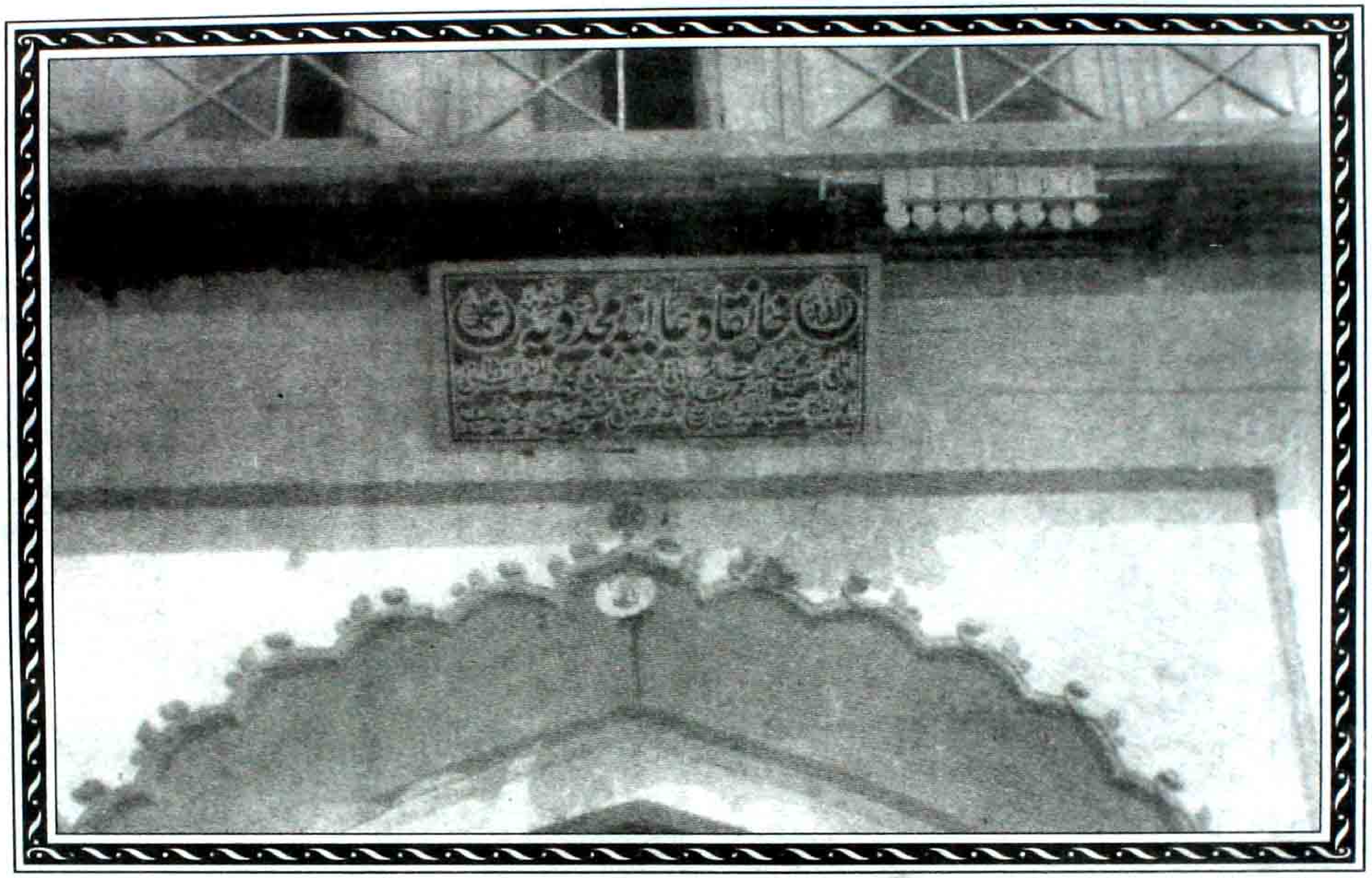
خانقاه عالیه مجددیه

مرکزی دروازہ خانقاہ عالیہ مجددیہ

سرھند شریف، مشرقی پنجاب۔ بھارت

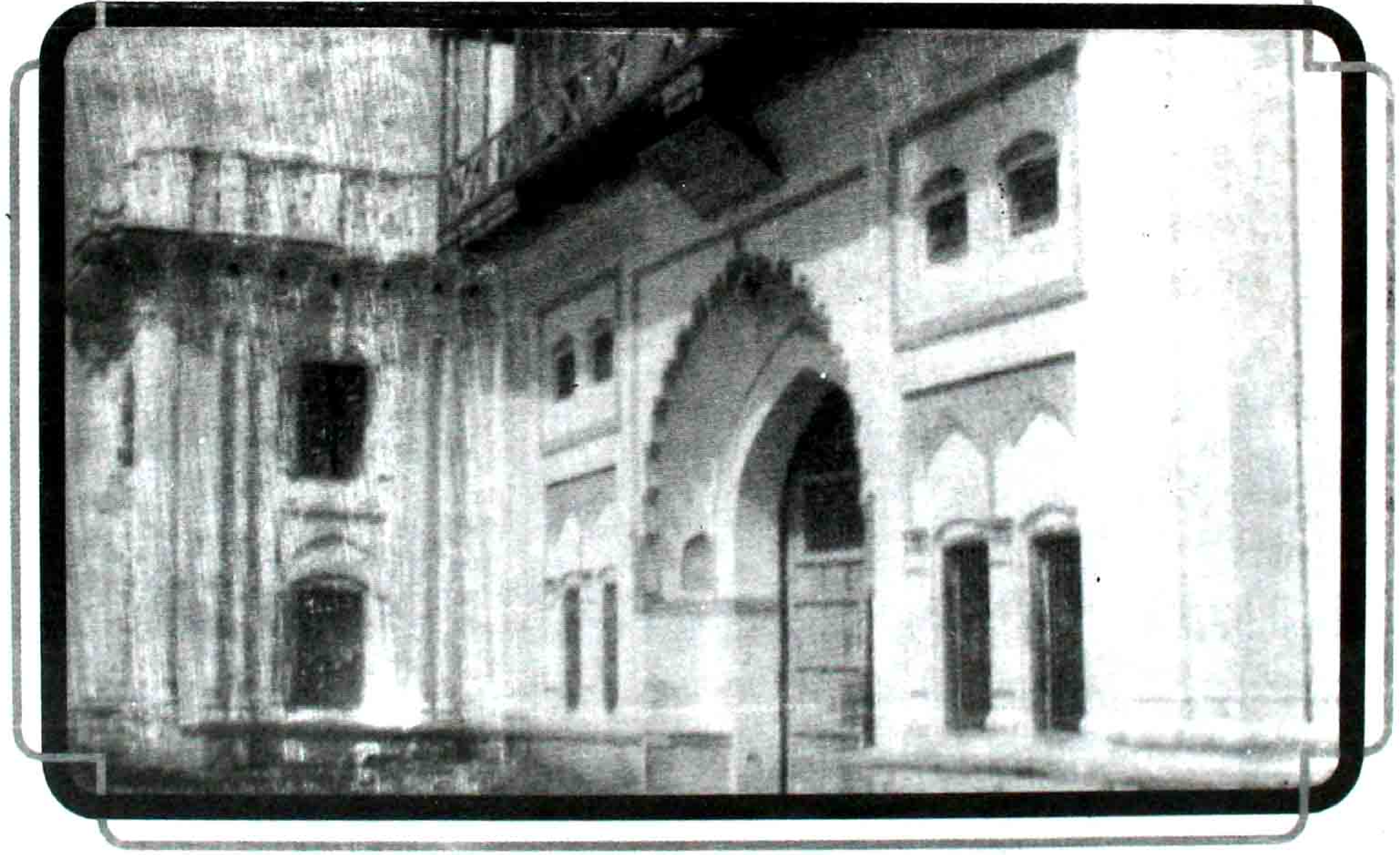

خانقاہ عالیہ مجدّدیہ سرھند شریف۔ مشرقی پنجاب۔ بھارت

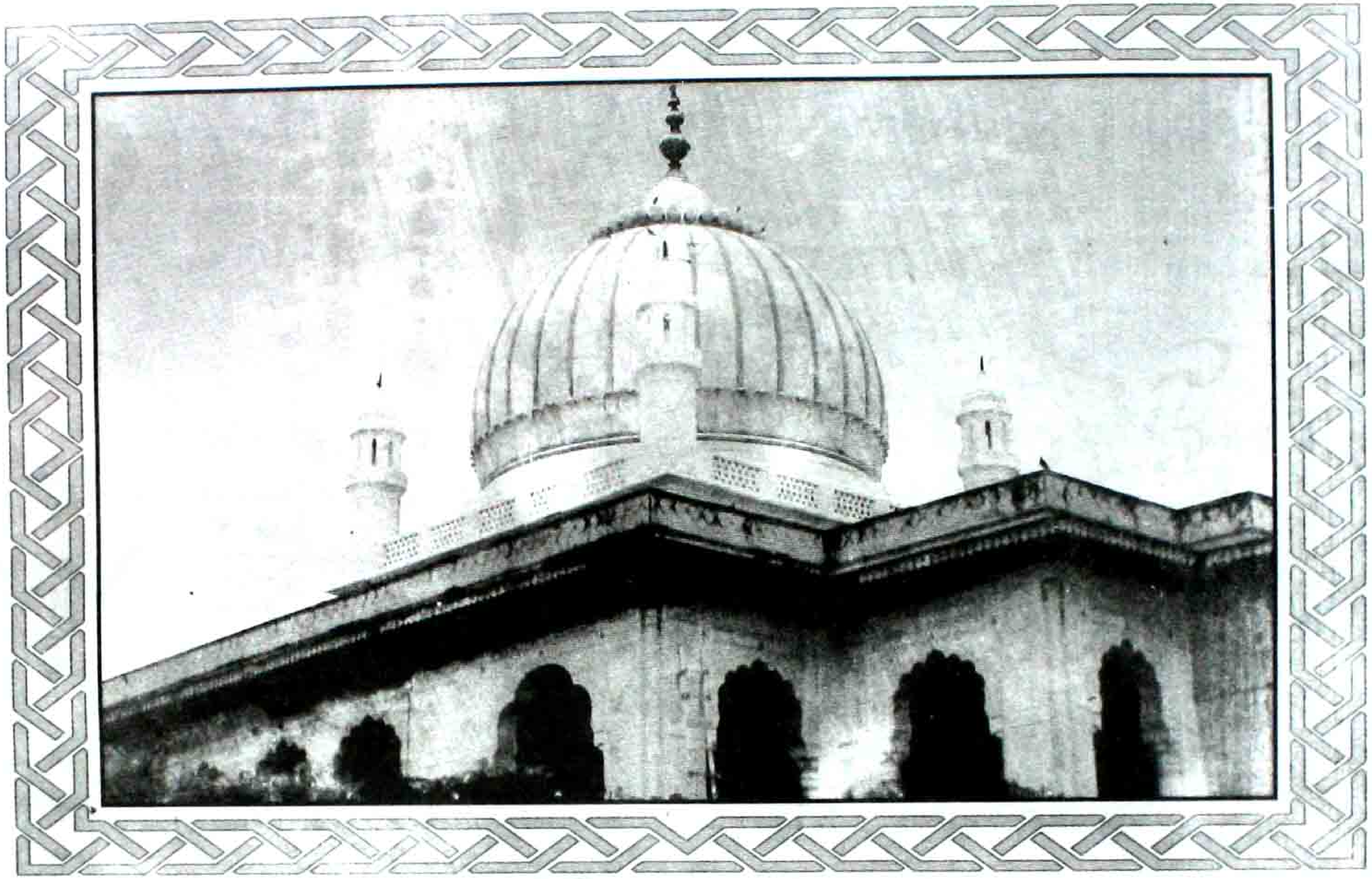

روضہ مبارک حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرھند شریف، مشرقی پنجاب۔ بھارت

۴۷۸

مقاماتِ معصومی

جلد سوم

تالیف

میر صفر احمدؒ معصومی

نواسہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہٗ

متن کتاب
بتصحیح و تقابل

محمد اقبال مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

۴۷۸

مقاماتِ معصومی

جلد چہارم

تعلیقات و توضیحات

تالیف

محمد اقبال مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور - کراچی پاکستان

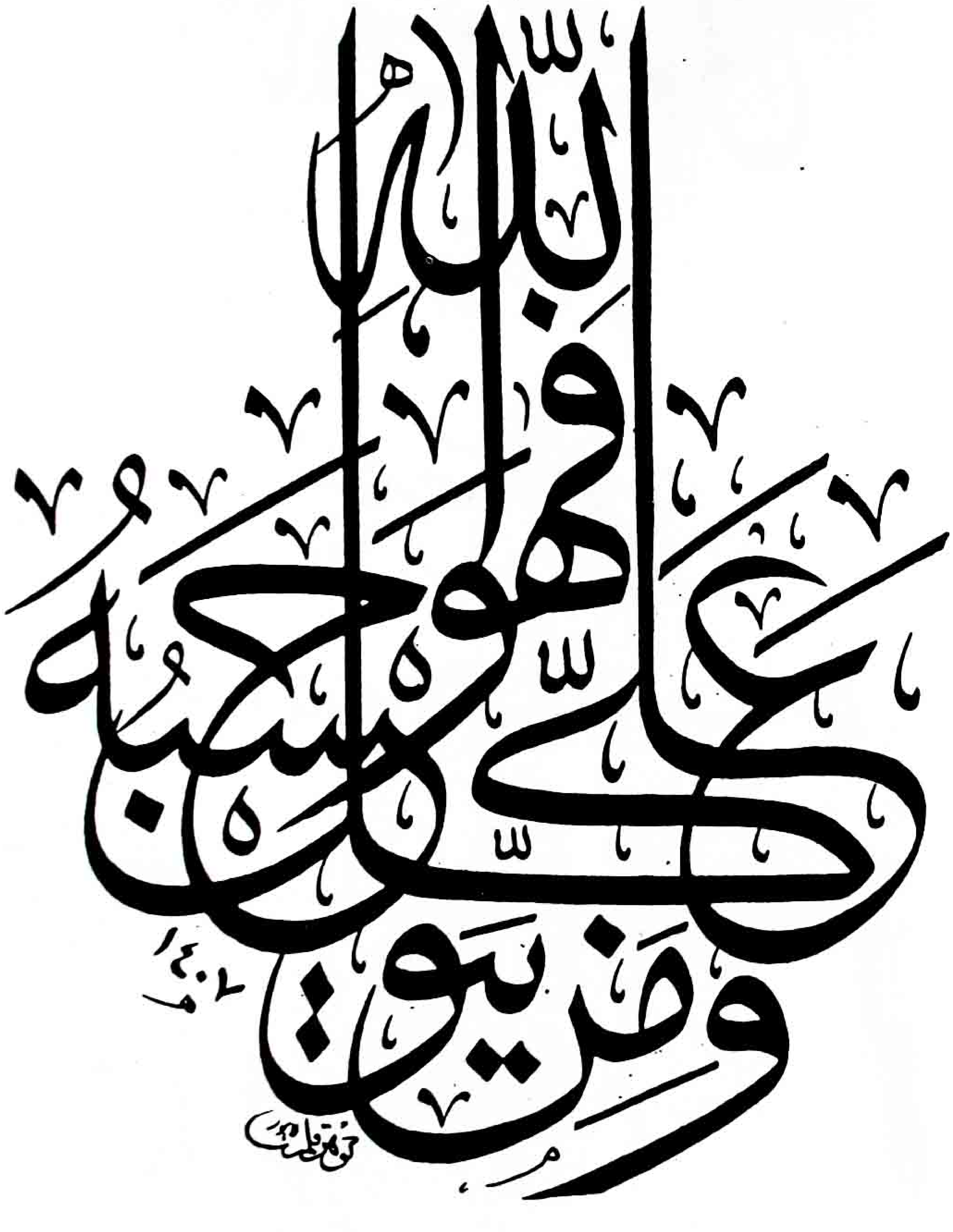
ومن يتوكل على الله فهو حسبه
١٤٠٢

IMAM-I-RABBANI FOUNDATION
KARACHI
2002 C
1423 H
ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN